انہ لقول فصل وما ھو بالھزل

آیاتِ بیّنات

حصہ ا کا جزو اوّل

نواب محسن الدولہ محسن الملک مرحوم

ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه

بحسن توفیقات حضرت مجیب الدعوات درین احسن ساعات بحسن و خوبی جزو اول از کتاب آیات بینات مسمی به

حسب فرمایش معصوم علیخان بانٹنگ پارک کهدیوان لکهنؤ

در مطبع نولکشور پریس لکهنؤ مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ وحبیبہ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین بعد حمد وصلوٰۃ کے جاننا چاہیے کہ خدائے عزوجل نے ہماری ہدایت کیواسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اسپر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اُسکے ہاتھ میں دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکالکر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اعلیٰ نعمت ہے کہ ہم اُسکا شکر ادا نہیں کر سکتے لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور اُنکے دلونکو باطل عقیدوں سے پھر تاریک کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈالدیا کہ بہتر فرقہ گمراہ ہو گئے جنکی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہیے بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے دنیا ضرور ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب اور عناد کو دخل نہ دے وہ حق اور باطل میں تمیز نہ کر سکے اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا رکھے ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور سوا مجادلے اور مکابرے کے اُسے اور کچھ منظور نہو اور اپنے آبائی دین مذہب کی تقلید آپ جانتا ہو اور اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی آثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ کہتا ہو بیشک اپنی گمراہی میں پڑا رہیگا اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک و صاف نہ کر سکیگا بعد اس تمہید کے بندۂ گنہگار **مہدی علی ابن سید ضامن علی** غفر اللہ ذنوبہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ جاری ہیں

ایک اہلسنت و جماعت دوسرا امامیہ دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں ہزاروں کتابیں تالیف ہوگئیں اور صدہا رسالے تحریر ہوئے مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہوا جسکا جو عقیدہ تھا وہ اسپر قائم رہا بہت کم ایسے ہیں جنھوں نے حق پر نظر کرکے اپنے آبائی دین کو چھوڑا ہو اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو لیکن میں اپنے خدا عزوجل کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں اُن چند آدمیوں میں سے ہوں جنھوں نے اپنی نجات کی امید دونوں مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الٰہی کے پاکر اور مذہب امامیہ کو اُسکے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے میں اور تمام کنبے قبیلے سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو بقول مصرع ع برعکس نہند نام زنگی کافور ہے کے مخالف عقائد ائمہ کرام علیہم السلام کے ہے چھوڑکر سچا مذہب اہلسنت و جماعت کا اختیار کیا چونکہ میرے عزیز و قریب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں اس لئے میں اُن پر اُن دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنھوں نے میرے دل کو اُن کے مذہب سے متنفر کیا اور اُن شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہلسنت و جماعت کو اچھا جانکر اختیار کیا اسیواسطے میں یہ رسالہ اہلسنت و جماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں خدا کرے کہ میرے اور بھائی بھی اسکو نظر انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ دیں ۔ اللہم آمین

تمہید

یہ سب پر ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اہلسنت اُن کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ اُن کو بُرا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہلسنت اُن کو تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسیطرح پر شیعہ اُنکو سب زبان درازی اور سب و شتم حتیٰ کہ کافر اور مرتد کہتے ہیں پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیت اور بطلان کا مدار ہے یعنی اگر موافق اصول مذہب اہلسنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا اور مرتے دم تک اُنکا اُسپر ثابت قدم رہنا ثابت ہوجا تو بلا شبہ سنیوں کا مذہب حق اور شیعوں کا مذہب باطل اور اگر برخلاف اُسکے اُنکا کافر اور مرتد ہونا نعوذ باللہ من ذلک معلوم ہو تو شیعوں کا مذہب سچ اور سنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اسواسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں پھر خلافت خلفاء کو ثابت کرینگے پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دینگے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علی نبیہ وحبیبہ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین بعد حمد وصلوٰة کے جاننا چاہیے کہ خدائے عز وجل نے ہماری ہدایت کیواسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اسپر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اسکے ہاتھ میں دیا اور اپنی بکمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکالکر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا پس ایمان اور اسلام ایک ایسی نعمت ہے کہ ہم اسکا شکر ادا نہیں کرسکتے لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانونکو بھکایا اور انکے دلونکو باطل عقیدوں سے پھر تاریک کردیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈالدیا کہ بہتر فرقہ گمراہ ہوگئے جنکی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہیئے بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے دنیا ضرور ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب اور عناد کو دخل نہ دے وہ حق اور باطل میں تمیز نہ کرسکے اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا رکھے ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور سوا مجادلے اور مکابرے کے اسے اور کچھ منظور نہو اور اپنے آبائی دین مذہب کی تقلید اچھا جانتا ہو اور انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی آثارہم مقتدون کہتا ہو وہ بیشک اپنی گمراہی میں پڑا رہیگا اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک و صاف نہ کرسکیگا بعد اس تمہید کے بندۂ گنہگار مہدی علی ابن سید **ضامن علی** غفر اللہ ذنوبہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ جاری ہیں

ایک اہلسنت وجماعت دوسرا امامیہ دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں ہزاروں کتابیں تالیف ہوگئیں اور صدہا رسالے تحریر ہوئے مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہوا جسکا جو عقیدہ تھا وہ اسپر قائم رہا بہت کم ایسے ہیں جنھوں نے حق پر نظر کرکے اپنے آبائی دین کو چھوڑا ہو اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو لیکن میں اپنے خدای عزوجل کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں اُن چند آدمیوں میں سے ہوں جنھوں نے اپنی نجات کی امید پر دونوں مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الٰہی کے پاکر اور مذہب امامیہ کو اُسکے مخالف دیکھکر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے میں اور تمام کنبے قبیلے سے جُدا ہونے مین کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو بمصداق مصرع ع برعکس نہند نام زنگی کافور * کے مخالف عقائد ائمہ کرام علیہم السلام کے ہے چھوڑکر سچا مذہب اہلسنت وجماعت کا اختیار کیا چونکہ میرے عزیز قریب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہین اور مجھے گمراہ جانتے ہین اس لیئے مین اُن پر اُن دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہون جنھون نے میرے دل کو اُن کے مذہب سے متنفر کیا اور اُن شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے مین نے مذہب اہلسنت وجماعت کو اچھا جانکر اختیار کیا اسلیو اسطے میں یہ رسالہ اہلسنت وجماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہون خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھین اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑین ۔ اللّٰھم امین ۔

تمہید

یہ سب پر ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اہلسنت اُن کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ اُن کو بُرا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہلسنت اُن کو تمام امت سے مرتبہ مین اعلیٰ و افضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسیطرح پر شیعہ اُنکو سب سے زیادہ تر بُرا اور حبرا حتیٰ کہ کافر اور مرتد کہتے ہین پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیت اور بطلان کا مدار ہے یعنی اگر موافق اصول مذہب اہلسنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا اور مرتے دم تک اُنکا اسپر ثابت قدم رہنا ثابت ہوگیا تو بلاشبہ سنیون کا مذہب حق اور شیعون کا مذہب باطل اور اگر برخلاف اُسکے اُنکا کافر اور مرتد ہونا (نعوذ باللہ من ذالک) معلوم ہوا تو شیعون کا مذہب سچا اور سنیونکا مذہب جھوٹا ہے اسواسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں پھر خلافت راشدہ کو ثابت کرین گے پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہین دین گے ۔

دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت مین

پہلی دلیل

یہ بات سب جانتے ہین کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خدا نے عرب مین مبعوث کیا اور مکہ معظمہ مین اوّل اوّل حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اُسوقت میں سب لوگ کافر اور مشرک تھے اور آپ کے عزیز اور قریب اور رشتہ دار اور بھائی بند اس خبر کو سنتے ہی آپکے دشمن ہو گئے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے کوئی مجنون کہتا تھا کوئی دیوانہ بتلاتا تھا (نعوذ باللہ من ذالک) اور چھ برس تک باوجود دعوت اور اظہار معجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانونکی ہوگئی اور دعوت عام اسلام کی علانیہ ہونے لگی اور ارکان دین کو حضرت نے علی رؤس الاشہاد ظاہر کرنا شروع کیا تب اہل مکہ نے یہانتک تکلیف اور ایذا دینی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا اور مدینے کو ہجرت کرنا پڑا اور بعدہ آہستہ آہستہ دین اسلام کی ترقی ہونی شروع ہوئی اور پھر اسقدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصے مین سیکڑون سے ہزارونکی اور ہزارون سے لاکھون کی نوبت آگئی اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین مین داخل ہوگئی پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگون نے ابتدائے دعوت مین اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اول ہی اوّل آپکی نبوت کی تصدیق کیا اور بلا توقف بلا تامل کلمۂ شہادت پڑھا اور بغیر صلاح اور مشورے اپنے عزیزون اور رشتہ دارونکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائی بندوں سے علیحدہ ہوکر اول ہی اول آپ کا دامن رحمت پکڑا اور اپنے دوست آشناؤن سے مخالفت کرکے غاشیۂ طاعت نبوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگون کے اسلام کا جو ایسے نازک وقت مین اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑکر نئے دین میں آئے کوئی نہایت قوی سبب ہوگا ورنہ یہ بات سب جانتے ہین کہ اپنے قدیمی دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے اور اپنے عیش و آرام کا ترک کرنا اور مصیبت اور ایذا مین پڑنا اور تکلیفین اٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا پس اگر ہم ان اسباب کو سوچین جن سے اول اول صحابہ نے ایمان قبول کیا تو صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں یا دین کی خواہش اور نجات آخرت کی امید یا دنیا کی طمع اور مال و دولت کا لالچ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کرین اور اس امر کو مانین کہ صحابہ نے اپنی نجات کی امید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضامندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اُس دین سے پھر گئے ہون اور کبھی انھون نے اس نعمت کو جوانکو ایمان اور اسلام کے ساتھ تھی دل سے نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین۔

کر سکتے ہیں کہ جن لوگون نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنیکے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کیوقت مین اختیار کیا ہوگا اور برسون اُسکے پیچھے رنج اور دکھ اٹھائے ہون گے وہ کبھی اُس دین سے نہ پھرے ہونگے بلکہ مرتے دم تک اسپر ویسے ہی ثابت قدم رہے ہون گے اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کرین کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہون تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جسکو ذرا ایمان اور عقل اور شرم کا پاس ہوگا اس امر کو خیال کر سکتا ہے اسلئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر جو کچھ مال اور دولت کی حرص تھی وہ معلوم پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی امید پر تھا اور جب اس امید پر ایمان لانا انکا ثابت ہوا تو پھر اُس سے پھرنا اُن کا غیر ممکن تھا۔

دوسری دلیل

جب کہ ہم خلفاء راشدین اور مہاجرین و انصار کی حالت پر نظر کرتے ہین اور اُن کے چال چلن پر خیال کرتے ہین تو اُس سے ہمکو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام مین دخل نہ دیتے تھے اور شب و روز خدا اور اُس کے رسول کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے انکے دشمن بھی اس سے انکار نہین کر سکتے کہ انھوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانون اور مالون کو نہایت خوشی سے حضرت پر فدا کیا کون سی مصیبت رہ گئی کہ جو کفار نے انکو نہین دی کون سی تکلیف باقی رہ گئی کہ مشرکین نے اُنکو نہین پہونچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اسوقت اصحاب نبی نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت اسلام مین کیسی سعی بلیغ فرمائی جب عرب عامةً اور قریش خاصةً حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اسوقت ٭ یاران وے خود را سپر و بے ساختہ از مشرب عشق چہ بادہا کہ نہ خوردند و چہ مسیبتہا کہ نکردند و ہرگاہ کہ آنجناب بہجرت و جہاد مامور شد صحاب شبے در مقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ کشیدند و چہ غمہا کہ نہ چشیدند ٭ پس اگر خدا اور اُس کے رسول کی محبت ان لوگون کو نہ تھی تو کیون اپنی جانون اور مالون کو تلف کرتے تھے اور کیون سختیان اور مصیبتین اپنے اوپر اُٹھاتے تھے سوچنا چاہیئے کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھرون سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا آخر **شعر**

رنگین کہ کرد خنجر مژگانم این چنین ٭ لعل گہر کہ ریخت بدامانم این چنین

مین حضرات شیعہ سے پوچھتا ہون کہ صحابۂ کبار اور مہاجرین و انصار مصیبت اور رنج کیوقت مین حضرت کے شریک ہوئے یا نہین اور مال اور جان اور عزت اور آبرو کو آپ پر نثار کیا یا نہین حضرت کے پیچھے انھون نے اپنے عزیزون اور قریبون کو چھوڑا یا نہین اسلام کے پھیلانے مین انھون نے تکلیف اور ایذا پائی

یانہین پس یا ایسی بدیہیات سے انکار کیجیے یا اقرار چونکہ انکار کرہی نہیں سکتے اسلیئے لازم آیا کہ اقرار کرین اور اگر اُنکی محنتون اور کوششون کا اقرار کرین تو پھر ذرا انصاف بھی کرین کہ جسکے پیچھے اُنھون نے یہ تکلیفین گوارا کی ہونگی اُسکی نگاہ مین کیا کچھ بھی قدر و منزلت اُنکی نہوگی اور جسکی خاطر اُنھون نے اپنے گھر بار کو چھوڑا ہوگا اُسکے دلمین کیا کچھ بھی محبت اُنکی نہوگی اے یارو تمکو علی مرتضی ہی کی قسم ہے کہ اگر مصیبت کے وقت مین کوئی تمھارا شریک ہو اور دکھ درد کی حالت مین کوئی تمھارا ساتھ دے اور اپنے بھائی بندون کو چھوڑ کر تمھارے ہمراہ ہووے اور اپنی جان و مال کو تمھارے پیچھے ضایع کرے تو تمھاری نگاہ میں اُسکی کچھ عزت اور تمھارے دلمین اُسکی کچھ محبت ہوگی یا نہین اگر ہووے تو وہی مہاجرین و انصار کی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے سمجھو اور انصاف کرو کہ جسوقت لوگ چارون طرف سے یا ساحر یا مجنون کہکر آپ کا دل دکھاتے ہونگے اُسوقت جو لوگ یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ کہکر آپ کو پکارتے ہونگے اور جب کہ خویش و اقارب آپکے آپکو ستاتے اور تکلیفین دیتے ہونگے اُسوقت جو لوگ اپنا سینہ سپر کر دیتے اور حضرت کو بچاتے ہونگے اُنکی اس اعانت کی کیا کیا کچھ قدر و منزلت آپکے نزدیک ہوتی ہوگی اے یارو اگر انصاف کی آنکھ بند نہ کرو تو صحابہ کرام کے مرتبون کی کوئی انتہا نہین ہے کون شخص اس دنیا مین ایسا ہے کہ اب اُنکے مرتبے پر پہونچے اور اُنکا سا درجہ پا سکے کہان ہیں اب رسول خدا کہ وہ دعوت کرین اور اُنکے کنبے قبیلے کے لوگ اُنکو جھٹلا دین اور ہم مین سے کوئی سامنے آکر صدقت یا رسول اللہ کہکر آپکے دل کو خوش کرے کہان ہے وہ وقت کہ پیغمبر خدا ہجرت کرین اور غار مین جاکر چھپین اور کوئی ہم مین سے اُسوقت ساتھ ہووے اور یار غار کہلاوے کہان ہے وہ زمانہ کہ فقرا مہاجرین کو لیکر حضرت مدینے مین پہونچین اور مدینے والے اپنے اوپر مصیبت گوارا کرکے اُنکو اپنے گھرون میں ٹھہرا دین اور انصار کہلا دین کیا اب پھر وہ دن مل سکتے ہین کہ پیغمبر خدا بدر کی لڑائی پر جا دین اور ہم لوگ حضرت کے ساتھ ہون اور ہماری مدد کے لئے خدا ملائکہ کو بھیجے اور لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کہکر اپنی رضامندی ظاہر فرماوے اے بھائیو وہ زمانہ گذر گیا وہ وقت باقی نہین رہا جنکو یہ نعمت ملنے والی تھی اُنکو مل گئی جنکو یہ دولت حاصل ہونیوالی تھی اُنکو حاصل ہوچکی جو لوگ مہاجرین مین داخل ہونیوالے تھے وہ مہاجرین مین داخل ہو گئے جو انصار مین شامل ہونے والے تھے وہ انصار مین شامل ہوچکے اب ہزار جان و مال کو کوئی نثار کرے مگر وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ کی فضیلت پا نہین سکتا تمام جہان کی دولت کوئی لٹا دے مگر اصحاب بدر یا یاران بیعت الرضوان مین داخل نہین ہو سکتا ان دولتون کو لینے والے لے گئے ان نعمتونکو لوٹنے والے لوٹ لے گئے ۔ شعر ۔

حریفان بادہا خوردند و رفتند　تہی خم خانہا کردند و رفتند

اَے یارو جن لوگون نے بلاواسطہ پیغمبر خدا سے تعلیم پائی اور جن شخصون نے خود صاحب شریعت سے ہدایت حاصل کی کیونکر تمھارے دل میں انکی محبت اور تمھاری نظر میں اُنکی قدر و منزلت نہیں ہے کیا تمھاری عقل اسکو قبول کرتی ہے کہ اُن ہزارون لاکھون آدمیون مین جو برسون پیغمبر صاحب کی صحبت اور رفاقت مین رہے کسی کے دل پر ایمان کا کامل اثر نہوا اور اُن بیشمار آدمیون مین جو نمازون اور جہادون مین حضرت کے شریک رہے کوئی اسلام پر ثابت قدم نہ رہا باوجودیکہ حضر اور سفر مین آپکے ہمراہ رہے شب و روز اپنے کانون سے وعظ و نصیحت سنتے رہے اپنی آنکھون سے جبرئیل کا آنا وحی کا لانا دیکھتے رہے لیکن اپنے نفاق اور کفر سے (والعیاذ باللہ منہ) باز نہ آئے گو کہ حضرت نے طرح طرح کے معجزے انکو دکھلائے انواع اقسام کی دعائین انکے حق مین فرمائین لیکن نہ کسی معجزے کا اُنپر اثر ہوا نہ کوئی دعا اُنکے حق مین مقبول ہوئی بھلا انصاف کرو کہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور اپنے پیغمبر کی شان کو داغ لگائے گا اور اُسکے تمام شاگردون اور کل مریدونکو کافر اور مرتد کہے گا ذرا تو سوچو کہ اگر کسی عالم کے تمام شاگرد جاہل رہین اور کسی امیر کے مصاحب سب کے سب بدچلن ہون اور کسی ولی کے مرید کلھم اجمعین فاسق فاجر ہون تو کیا اس سے کچھ بدظنی اُس عالم اور اس امیر اور اُس ولی کی نسبت لوگون کو نہوگی بیشک ضرور ہوگی پس اسی طرح پر تمام صحابہ کے کفر اور ارتداد کا اعتقاد رکھنا درپردہ حضرت کی نبوت مین داغ لگانا ہے (ونعوذ باللہ من ذالک)۔

تیسری دلیل

اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوے کہ لوگ توحید سے منکر ہوگئے تھے عبادت اور استعانت مین شرک کرنے لگے تھے معاد پر یقین نہ رکھتے تھے عبادت کے طریقون کو بھول گئے تھے دین ابراہیمی مین تحریف کرنے لگے تھے جانورون کیطرح آپس مین لڑتے اور وحشیون کے مانند باہم جھگڑتے تھے علم اور حکمت سے بے بہرہ ہوگئے تھے اخلاق حسنہ کو چھوڑ کر جاہلانہ رسمون کے پابند ہوگئے تھے چنانچہ اللہ جل شانہ نے توحید کے بتلانے شرک کے چھڑانے عبادت کے طریقے سکھلانے دین ابراہیمی کے جاری کرنے اخلاق حسنہ کی تعلیم دینے کے لیے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت اور رسالت کا مرتبہ دیا اور تمام بنی آدم کی ہدایت کا بار آپکے اوپر رکھا اور چونکہ بعد حضرت کے خدا کو دوسرا نبی بھیجنا منظور نہ تھا اور سلسلہ نبوت کا آپ کی ذات پر ختم کرنا منظور تھا اس لیئے جو فضائل و کمالات اور معجزات جدا جدا اور انبیا علیہم السلام کو دئیے گئے تھے وہ سب حضرت کو دیے گئے اور جو طریقے ہدایت اور تعلیم کے علیحدہ علیحدہ اور پیغمبرون کو سکھلائے گئے تھے وہ سب حضرت کو سکھلائے گئے بلکہ اس نظر سے

کہ کوئی فرقہ کوئی گروہ آپکے فیضان نبوت سے محروم نہ رہے اور آپ کی ہدایت اور تعلیم مثل بعض اور نبیون کے بے اثر ہو جاوے اور کسی کو کوئی عذر ایمان اور اسلام لانے پر باقی نہ رہے اور کسی کو موقع آپ کی نبوت کے انکار کرنے کا نہ ملے وہ معجزات حضرت کو دیئے گئے جو اور کسی نبی کو نہین دیئے گئے اور اُن اُن باتونکی اجازت آپکو دی گئی کہ اور کسی پیغمبر کو نہین دی گئی اسی واسطے آپکی ہدایت کا اثر جلد اور کامل ہوا اور کچھ ایک ہی ذریعے سے نہین بلکہ مختلف ذریعون سے لوگون نے ایمان کو قبول کیا جو لوگ فصحا اور بلغا مشہور تھے وہ قرآن مجید کی فصاحت دیکھکر قائل ہو گئے اور جو لوگ علم اور حکمت کا دعوی کرتے تھے وہ آپ کی تعلیم حکیمانہ دیکھکر معتقد ہو گئے جو اشخاص معجزے کے طالب تھے وہ معجزات دیکھکر ایمان لائے جو لوگ شجاعت اور مردانگی مین مشہور تھے وہ میدان جنگ میں مقابلے کی تاب نہ لا سکے آخر مغلوب ہو کر مطیع بن گئے اور جو غرض اللہ جل شانہ کی آپکی نبوت سے تھی کہ دین اسلام تمام دنیا مین پھیل جاوے اور سب باطل دینون پر غالب ہو جاوے وہ حاصل ہو گئی لیکن یہ فائدہ جو بعثت نبوی سے ہوا صرف اہل سنت کے اصول کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول مذہب شیعہ کے ہرگز ثابت نہین ہوتا اس لیئے کہ جو لوگ حضرت کے سامنے ایمان لائے جب اُنکی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ وہ ایمان و اسلام مین کامل تھے اور دل سے حضرت کی نبوت کے معتقد تھے اور مرتے دم تک اسپر ثابت قدم رہے تو یہ امر البتہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت کی ہدایت سے جو غرض تھی وہ حاصل ہو گئی مگر جب کہ اُن لوگون کی نسبت یہ گمان کیا جاوے کہ وہ ظاہر مین مسلمان تھے اور باطن مین (عیاذاً باللہ) کافر یا حضرت کی وفات کے بعد ہی مرتد ہو گئے تو کس کے مونھہ سے یہ بات نکل سکتی ہے کہ حضرت کی ہدایت سے کچھ فائدہ ہوا حقیقت یہ ہے کہ جو اعتقاد شیعون کا بہ نسبت صحابہ کے ہے اُس سے الزام آپ کی نبوت پر آتا ہے اور سننے والے کو مذہب اسلام پر شبہہ ہوتا ہے اِس لیئے کہ جب کوئی اِس امر پر یقین کرے کہ جو لوگ حضرت پر ایمان لائے اُنکے دلون پر کچھ اثر ایمان اور اسلام کا نہ تھا اور وہ صرف ظاہر مین مسلمان اور (عیاذاً باللہ) باطن مین کافر تھے یا حضرت کے انتقال کرتے ہی وہ اُس سے پھر گئے وہ حضرت کی نبوت کی تصدیق کر نہین سکتا اور کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت سچے نبی ہوتے تو کچھ نہ کچھ اُنکی ہدایت مین تاثیر ہوتی اور کوئی نہ کوئی دل سے اُنپر ایمان لایا ہوتا اور منجملہ ہزارون لاکھون آدمیون کے جو اُنپر ایمان لائے سو دو سو آدمی تو ایمان پر ثابت قدم رہتے اگر صحابۂ کرام تمھارے عقائد باطلہ کے موافق اسلام اور ایمان مین کامل نہ تھے تو پھر وہ لوگ کونسے ہین جن پر حضرت کی ہدایت کا اثر ہوا اور وہ لوگ کتنے ہین جنکو حضرت کی نبوت سے فائدہ ہوا اگر اصحاب رسول سوائے معدودے چند کے بقول تمھارے سب کے سب (عیاذاً باللہ) منافق اور مرتد تھے تو دین اسلام

کو کسنے قبول کیا اور پیغمبر صاحب کی تعلیم اور تلقین سے کسکو نفع پونہچا کن لوگون نے حضرت کے کہنے سے شرک چھوڑکر توحید پر اعتقاد کیا کن شخصون نے عبادت کے طریقون کو سیکھا کس گروہ نے دین محمدی کو جاری کیا کس فرقے نے ایمان کو پھیلایا اے یارو تمکو تو اسلام کا نام لینا اور پیغمبر صاحب کی نبوت کا اقرار ظاہری بھی کرنا نہ چاہیئے اگر پیغمبر صاحب پر ایمان لانیوالونمین سے سو دو سو ہزار دو ہزار کو تم کافر کہتے یا اُن لوگون کو جو بعد غلبہ اسلام کے مسلمان ہوئے تم منافق جانتے تو صبر آتا مگر افسوس تو اِسی بات پر آتا ہے کہ تم اُنھیں لوگوں پر اعتراض کرتے ہو جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اُنھیں کو منافق تبلاتے ہو جنھون نے خدا کے دین کو جاری کیا اور اُن ہزارون لاکھون آدمیو نمین سے جو حضرت پر ایمان لائے تھے سوائے چار چھ شخصون کے کسی کو اچھا نہین کہتے ہو بھلا کیونکر ایسے عقیدے پر تعجب نہ آوے اور کیون کر تمھاری اس گمراہی پر افسوس نہووے ✣

چوتھی دلیل

ہم لوگ کیا شیعہ اور کیا سنی پیغمبر صاحب کی زیارت کو افضلترین سعادت اور بہترین قربات سے سمجھتے ہین اور چونکہ اب زمانہ آپ کی حیات کا نہین ہے اِس لیئے آپ کی قبر مبارک کے دیکھ لینے کو اور آپکے روضہ انور کی خاک آنکھونمین لگانے کو غنیمت جانتے ہین اور اُسکو بہترین سعادت سمجھتے ہین اور اگر کوئی شخص خواب مین آپ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ بڑے بزرگون مین شمار کیا جاتا ہے اور حقیقت میں جب تک کوئی شخص نہایت ہی نیک اور مخلص اور پرہیزگار نہین ہوتا وہ خواب مین بھی سعادت زیارت سے مشرف نہین ہو سکتا پس نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہم اُن لوگونکی بزرگی اور فضیلت کا کچھ بھی اعتقاد نہ کرین جو برسون حضرت کی زیارت کرتے رہے اور رات دن آپکی صحبت مین حاضر رہے اور ہر لحظہ اور ہر ساعت آپکے دیدار سے مشرف ہوے اور ہمیشہ آپ سے ہم کلام رہے اور نہ صرف زیارت اور صحبت کی سعادت پائی بلکہ حضرت کے غم اور خوشی مین شریک رہے اور آپ کی یاری اور مددگاری اعلائے کلمۃ اللہ مین کرتے رہے

ابیات

از وطنها مهاجرت کردند | بر المها مصابرت کردند | در سفر همرکاب او بودند
در حضر هم خطاب او بودند | همه آثار وحی دیده ازو | همه اسرار دین شنیده ازو
با نبی در شدائد و اهوال | بذل ارواح کرده و اموال | پایهٔ دین بلند ازیشان شد
کار شرع ارجمند ازیشان شد | رضی الله عنهم از سوی حق | بهر ایشان بشارت مطلق

غرضکہ صرف زیارت اور صحبت ہی حضرت سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کی ایسی فضیلت ہے کہ کوئی بزرگی اُسکو نہین پاتی نہ کہ جب اُسکے ساتھ اور فضائل ذاتی بھی صحابہ میں موجود ہون تو پھر اُن کے

مراتب اور مدارج کی کیا انتہا ہے *

پانچوین دلیل

اس امر کو سب مسلمان تسلیم کرتے ہین کہ مکہ اور مدینہ اسلام کی ابتدا اور ترقی کے مقام ہین اور انھین دو جگھون کو سب دنیا سے بڑھکر عزت ہے ایک خدا کا گھر اور رسول کا مولد ہے دوسرا حضرت کا شہر اور آپکا مدفن ہے مکہ معظمہ مین بنیاد اسلام کی قائم ہوئی اور مدینہ منورہ مین اُسکی ترقی ہوئی اور ان دونون جگھون کی بزرگی ایسی ہے کہ کبھی کوئی مذہب باطل اُنمین پھر جاری نہوگا اور دجال ملعون کا بھی گذر اُنمین نہوگا پس ہمکو غور کرنا چاہیئے کہ ان دونون شہرون کے رہنے والے ابتک صحابہ کی نسبت کیسا اعتقاد رکھتے ہین جو کچھ اُنکا اعتقاد ہو اُسی کو اصل ایمان سمجھنا چاہیئے پس خدا کے فضل سے اُن دونون شہرون کے رہنے والے بلکہ تمام عرب کے باشندون کا جو اعتقاد صحابہ کی نسبت ہے وہ ظاہر ہے اگر ہم موافق شیعون کے یہ کہین کہ وہ سب کے سب گمراہ ہین اور باطل اعتقاد پر اب تک قائم ہین تو اس سے اصل مذہب اسلام پر بڑا الزام آتا ہے کیونکہ خداوند عالم نے جہان اپنے نبی کو پیدا کیا اور جہان اپنے پیغمبر کا مدفن بنایا اور جن جگھون کو عرش وکرسی کے برابر رتبہ دیا اور جہان سے اسلام اور ایمان جاری کیا انھین جگھون کے رہنے والون کو خدا نے ابتک باطل اعتقاد پر قائم رکھا اور اُن لاکھون کرورون آدمیون کو جو اس تیرہ ۱۳ سو برس کے عرصے مین وہان پیدا ہوے اور وہان رہے گمراہ رکھا اور گمراہی پر اُنکا خاتمہ کیا اور ایک مومن کا گذر بھی وہان نہونے دیا اور ابتک خداے عز وجل کو وہی اصرار ہے کہ انھین بد اعتقادون سے مکہ اور مدینہ بھرا ہوا ہے اور وہی گمراہی اور ضلالت ابتک تمام عرب مین پھیلی ہوئی ہے اور باوجود گذر جانے اسقدر عرصہ دراز کے اب بھی کوئی مومن پاک بغیر تقیہ کے وہان جانے نہین پاتا اور اپنے ایمان اور اعتقاد کو بخوف اپنی عزت اور جان کے ظاہر نہین کرسکتا قیامت تو قریب آگئی اس دنیا کے ختم ہونے کے دن نزدیک ہوگئے لیکن خدا اُن ظالمون اور بد اعتقادون سے اپنے گھر اور اپنے رسول کے گھر کو پاک نہین کرتا اور مومنین سے اُن شہرون کو آباد نہین فرماتا اور گمراہون کو ایسی پاک جگھون سے نہین نکالتا اگرچہ جسقدر زمانہ نبوت کا دور ہوتا گیا اور اسلام مین ضعف آتا گیا مذہب شیعون کا ترقی پاتا گیا اور اُنکے عقائد باطلہ کو رواج ہوتا گیا اور اکثر شہرون اور ملکون مین اُنکی حکومت بھی ہوگئی اور بادشاہت اور سلطنت بھی نصیب ہوئی لیکن باانیہمہ مکہ اور مدینہ اور عرب مین جو دین پیغمبر خدا کے وقت مین تھا وہی جاری ہے اور جو مذہب رسول مقبول کے سامنے تھا وہی اب بھی ہے *

شعر

ہست محفل بران قرار کہ بود　　ہست مطرب بران ترانہ ہنوز

ہم حیران ہین کہ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین اس تیرہ سو برس کے عرصے مین ایک مسلمان پاک اعتقاد نہوا اور ایسی پاک جگہ مین کسی مومن پاک کا گذر نہوا تو پھر کونسا مقام ہوگا جہان کے رہنے والے مومن اور مسلمان ہونگے اور خدا کے گھر اور رسول کے گھر کو چھوڑکر کس کے گھر میں ایمان والے رہتے ہونگے اے بھائیو بغیر اسکے کہ یہ امر قبول کیا جاوے کہ اصل دین اور مذہب وہی ہے جو مکے اور مدینے کے رہنے والون کا ہے کوئی دوسرا علاج نہیں ہے ❖

شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت مین

ہم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے فضائل کے ثبوت مین تین قسم کی نقلی شہادتین بیان کرتے ہیں اول وہ شہادتین جو توریت وانجیل مین مذکور ہین دوسرے وہ شہادتین جو قرآن مجید مین مذکور ہین سوم وہ شہادتین جو ائمۂ کرام علیہم السلام سے کتب امامیہ مین منقول ہیں ❖

توریت وانجیل کی شہادتین صحابہ کی فضیلت مین

اتنی بات تو امامیہ مذہب والے بھی جانتے ہین کہ جسطرح پر اللہ جل شانہ نے کتب سماوی مین ذکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بطور پیشین گوئی کے کیا ہے اسیطرح حضرت کے یارون کا بھی تذکرہ فرمایا ہے اور انکی صفات اور حالات کو مثالون میں بیان کیا ہے اور اس سے انکار اس لیے نہیں کرتے کہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (معنی) محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ ساتھ انکے ہین سخت ہین اوپر کفار کے رحم دل ہین درمیان اپنے دیکھتا ہے تو انکو رکوع کرنیوالے سجدہ کرنے والے چاہتے ہین فضل خدا کا اور رضامندی اسکی نشانی انکی انکے چہرے پر ہے اثر سے سجدے کے یہ ہے صفت انکی بیچ توریت کے اور صفت انکی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی نکالے انکھوا اپنا پس قوی کرے اسکو پس موٹے ہوجاوین پس کھڑے ہوجاوین اوپر جڑی اپنی کے خوش لگتی ہے کھیتی کرنیوالے کو تاکہ غصے مین لاوے اللہ بسبب ان مسلمانون کے کافرون کو ❖ اب ہم ان مثالونکو جو توریت وانجیل مین مذکور ہیں اور جنکی خبر خدائے جل شانہ نے اس آیت میں دی ہے بیان کرتے ہین ❖

پہلی شہادت توریت کی

توریت کی کتاب استثنا کے تیرھوین باب کے چھٹے درس میں لکھا ہے کہ اگر تیرا بھائی یا بیٹا یا جورو یا

دوست کوئی تجھے پھسلاوے اور کہے کہ آؤ غیر معبودونکی بندگی کرو تو تو اُس کے موافق نہ ہونا اور اُسکی بات نہ سننا اور اُس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا اور اُسکی رعایت نہ کرنا اور اُسسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ اُسکو ضرور قتل کرڈالنا اُسکے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ پڑے) پس غور کرنا چاہیئے کہ جو کچھ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا صحابۂ کرام نے اُسکو کردکھایا اور جیسی کچھ شدت اور سختی کافرون پر چاہیئے اُسکا ظہور حضرت پیغمبر صاحب کے یارون کے ہاتھ سے ہوا اسی واسطے خدا نے اُنکی شان میں اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ فرمایا اگرچہ صحابۂ کرام کی شدت اور صلابت کا جو دین مین تھی امامیہ انکار نہین کرسکتے مگر ہم انکے اطمینان کیلئے حضرات شیخین کے حالات کو جو بڑے دشمن شیعون کے ہین اور جو ضمنی قریش کر کے انہین مشہور ہین بیان کرتے ہین اور زیادہ تو نہیں کہہ سکتے اتنا عرض کرتے ہین کہ اپنی ہی کتابونکی روایتونکو سنین اور پھر اُسکو توریت کے مضمون سے اور قرآن شریف کی آیت سے ملادین اور خود ہی انصاف کرین اور اگر حیا و شرم مانع نہووے تو تعصب اور عناد کو چھوڑکر اُنکی فضیلت کا اقرار کرین اور اپنے باطل عقیدون کو چھوڑکر جماعت مین داخل ہوجاوین ❊

پہلی روایت کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے قتل کا قصد کیا

امام اعظم شیعون کے حضرت شیخ حلی تذکرۃ الفقہا کی چھٹی فصل میں لکھتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے احد کے دن اپنے باپ کے قتل کرنیکا ارادہ کیا مگر حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع کردیا اور فرمایا کہ تو جانے دے اور کوئی یہ کام کرلیگا پس اے بھائیو خدا کے واسطے ذرا اپنے امام اعظم کی تصدیق کو دیکھو کہ وہ صدیقیت صدیق اکبرؓ کی کیسی تصدیق کرتے ہین اور جو کچھ توریت میں کفار پر شدت کرنے کا ذکر ہے اُسکو شان مین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کیسا تسلیم کرتے ہین کیونکہ یار واشداء علی الکفار کا مصداق کیا سوائے اسکے کوئی دوسرا ہوگا جو اپنے باپ کے قتل پر آمادہ ہوا اور توریت کے اس مضمون کا کہ (غیر معبودونکی بندگی پر پھسلانیوالے کو اگرچہ بھائی یا بیٹا یا جورو یا دوست ہو تو قتل کرڈالنا اور پہلے اپنا ہاتھ اسکے قتل پر اٹھانا) اطلاق کسی اور پر ہوگا تعجب ہے شیعون سے اور اُنکے امام اعظم سے کہ ایسی روایت کو تصدیق بھی کرین اور صدیق اکبرؓ کی مستعدی کو باپ کے قتل پر قبول بھی کرین اور پھر اُنکی صدیقیت سے انکار فرمادین ❊

دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رشتہ دارونکے قتل کا مشورہ دیا

تفسیر مجمع البیان اور منہج الصادقین اور خلاصۂ تفسیر جرجانی مین امامیہ مذہب کے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب بدر کی لڑائی فتح ہوئی اور بہت سے لوگ مکے کے قید ہوئے جنہین اکثر مہاجرین کے عزیز و قریب تھے اور حضرت نے انکے معاملے مین صحابہ سے مشورہ کیا تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (جو کوئی جسکا رشتہ دار

ط
وان ابابکر
اراد قتل ابیہ
یوم احد فنہاہ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم
عن ذلک فسکت
و لیلی بقیتہ اعنی
۱۲

ہے وہ اُسکے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے کافر رشتہ دار کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے رشتے اور قرابت کا خیال نہ کرے اس لیئے عقیل علی کو اور نوفل مجھے اور فلان فلان کے حوالے کیا جائے واسطے قتل کے) اے شیعیان پاک ذرا اس روایت کو اپنی تفسیرونمین دیکھو اور انصاف کرو کہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا مضمون حضرت عمرؓ پر صادق ہے یا نہین اور جو حضرت موسیٰؑ نے کفار پر شدت کرنے کے لیئے فرمایا وہ اُنکے حال سے مطابق ہے یا نہین اور اگر اسپر بھی نہ سمجھو تو خدا تم سے سمجھے +

دوسری شہادت انجیل کی

متی کی انجیل کے باب ۱۳ کے درس ۳۱ و ۳۲ - میں لکھا ہے کہ (آسمان کی بادشاہت رائی کے دانے کے مانند ہے جسے ایک شخص نے لیکے اپنے کھیت میں بویا اور وہ سب بیجون سے چھوٹا ہے پر جب اُگتا ہے تب سب کاریون سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہوتا ہے کہ ہوا کے پرندے اُسکی ڈالیون پر بسیرا کرتے ہین) اِس پیشین گوئی کو اِس آیت سے ملانا چاہیئے جو ابھی مذکور ہوئی کہ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ یعنی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پیغمبر کے یارون کی مثال انجیل مین اسطرح لکھی ہے جسطرح ایک چھوٹا سا دانہ کہ اُسمین اول پتی نکلتی ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ بڑا درخت ہو جاتا ہے اور دیکھنے والے کو تعجب آتا ہے + پس اِس آیت کے مضمون کی اُس عبارت سے انجیل کی جو ہمنے اوپر بیان کی کیسی تصدیق ہوتی ہے اور اِس سے بشہادت قرآن و بشہادت انجیل صحابہ کی فضیلت بخوبی ثابت ہوتی ہے اور درحقیقت یہ مثال بالکل صحابہ کے حال کے مطابق ہے اس لیئے کہ وہ اول تھوڑے تھے پھر آہستہ آہستہ بڑھ گئے اور ایک بڑا لشکر اُنکا ہو گیا جنکی جماعت اور کثرت کو دیکھکر کفار تعجب کرتے تھے اور اُنکی قوت کو دیکھ دیکھ کر جلے مرتے تھے پس جو کوئی اُنکی بزرگی کا قائل اور اُنکی فضیلت کا معتقد نہو وہ درحقیقت قرآن اور انجیل اور تمام کتب سماوی کا منکر ہے اے صاحبو اگر صحابۂ رسول کے ایمان اور اسلام کے تم قائل نہین ہو تو مہربانی کر کے ذرا ارشاد فرماؤ کہ وَالَّذِينَ مَعَهُ سے کیا مراد ہے یعنی وہ کون لوگ حضرت کے ساتھ تھے جنکی صفت اللہ جلشانہ اس آیت مین فرماتا ہے اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا مصداق بتلاؤ کہ وہ کون حضرات تھے جو کفار پر سختیان کرتے تھے اگر صحابہ کبار سوائے چار چھ کے سب کے سب منافق اور کافر تھے (ونعوذ باللہ من ذلک) تو وہ کون لوگ تھے جنکے سبب سے اسلام ایک دانے سے بڑا درخت ہو گیا اور وہ کتنے شخص تھے جنکو کفار دیکھکر غیظ مین آتے تھے کیا کسی کے قیاس مین آسکتا ہے کہ چار چھ شخصون کو دیکھکر کافر جلتے ہون اور معدودے چند کے ایمان لانے پر تعجب کرتے ہون اگر ہزارون آدمی مسلمان نہین ہو گئے تھے اور وہ سب کے سب ایمان میں کامل

نہ تھے تو اللہ جلشانہ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ کیون فرماتا اور اگر ہزارون شخص اسلام نہین لائے تھے تو کن کو دیکھکر کفار کو غصہ آتا پس جب تک کہ بیٔ صحابہ کی فضیلت اور انکی کثرت کو تصدیق نہ کرے وہ ان آیتون کو بھی تصدیق نہین کر سکتا۔ اے یارو خدا کی قسم سچ جاننا اور یقین کر کے ماننا کہ ہمکو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ جو لوگ ایسی آیتونکو تصدیق کرتے ہین اور جو مثال انجیل مین مذکور ہے اسکو پیغمبر خدا کی نبوت کی نسبت پیشین گوئی پر محمول کرتے ہین اور پھر صحابۂ کبار کی فضیلت اور کثرت سے انکار کرتے ہین اور ایسی آیتون اور پیشین گوئیون کو صرف چار چھ شخصون پر ختم کرتے ہین اور صحابہ سے عداوت رکھکر لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کی تہدید سے ذرا بھی نہین ڈرتے ؂

قرآن مجید کی شہادتین صحابہ کی فضیلت میں۔ پہلی آیت

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (معنے) تم بہترین امت ہو جو لیئے گئے ہو آدمیون کے لئے حکم کرتے ہو نیک باتون کا اور روکتے ہو بری باتون سے اور ایمان رکھتے ہو خدا پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا انکے حق میں بعضے انمین سے مومن ہیں اور اکثر فاسق اس آیت مین اللہ جلشانہ صحابہ کی فضیلتون کو اور انکی بزرگیون کو خود انسے بیان فرماتا ہے اور ان سے مخاطب ہوکر ارشاد کرتا ہے کہ تم بہترین امت ہو اور تمکو دینے اور مخلوق سے منتخب کرلیا ہے تاکہ لوگون کو ہدایت کرو چنانچہ تم جس کام کے لئے مقرر ہوئے وہ کرتے ہو اور جو خدمت تمھارے سپرد ہوئی اسکو ادا کررہے ہو تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہ لوگونکو نیک کام سکھاتے ہو اور بری باتون سے بچاتے ہو ؂ جو شخص ذرا غور اور انصاف سے دیکھے تو یہی ایک آیت عقائد شیعیان عبداللہ بن سبا کے بطلان پر کافی ہے کہ خداوند کریم جب کہ اصحاب رسول کی نسبت فرمادے کہ وہ بہترین امت ہین اور واسطے ہدایت بنی آدم کے پیدا کیئے گئے ہین اور انکے افعال حسنہ کی تصدیق کرے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین اور باوجود اسکے حضرات شیعہ انکو بدترین امت جانین اور انکی بزرگی اور فضیلت سے انکار کرین ؂ ہم نہایت تعجب کرتے ہین کہ ایسی صریح آیتون اور ایسی صاف شہادتون پر بھی وہ اپنے عقیدے کے فساد پر خیال نہین کرتے اور ذرا بھی قرآن مجید کی لفظون کو نہین دیکھتے اگر صحابۂ کبار بہترین امت نہین تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ یعنی بہترین امت ہو کس سے ہے اور اگر انکے اعمال نیک نہ تھے تو اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم نیک کام اورون کو بتاتے ہو اور برے کامون سے منع کرتے

پارہ ۴ سورۂ آل عمران رکوع ۱۲

ہو کسکی طرف سے ہے اگر وہ سچے دل سے ایمان نہین لائے تھے تو خدا کی اس تصدیق کے کہ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ تم
خدا پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہو کیا معنی ہین ✤ یہ آیتین تو ایسی صاف ہین کہ اُنمین کوئی تاویل اور
کوئی بناوٹ ہو ہی نہین سکتی سیدھی سیدھی لفظون مین اللہ جل شانہٗ صحابہ کے ایمان اور اعمال کو بیان
کر رہا ہے اور کمال عنایت سے اُنھین سے مخاطب ہو کر خود اُنکی تعریفین کر رہا ہے لیکن ہمکو سخت حیرت
ہے کہ شیعیان پاک کے نزدیک اِس آیت کے الفاظ کیا مہمل ہین جنکے کچھ معنے نہون یا یہ کوئی لغز اور پہیلی
ہے جو اُسکا مطلب اُنکی سمجھ مین نہ آئے یا کوئی دقیق معما ہے کہ وہ اُنسے حل نہو سکے یا اُنکے عقیدے
مین یہ الفاظ قرآن کے نہین ہین اور جامع قرآن نے اپنی اور اپنے بھائیونکی بزرگی ظاہر کرنے کیلئے
بڑھا دیے ہین کہ اُسپر ایمان نہو آخر ان باتون مین سے اگر کوئی بات نہین ہے تو یہ کیا بات ہے کہ اسکا
اقرار کرتے جاتے ہین کہ یہ آیتین خدا کی کتاب کی ہین اسکو تصدیق کرتے جاتے ہین کہ صحابہ کی شان مین
نازل ہوئی ہین اور پھر صحابہ کی فضیلت پر اعتقاد رکھنے کا کیا ذکر اُنکے ایمان اور اسلام کی بھی تصدیق
نہین کرتے اور جنکو خداوند کریم خَیْرَ اُمَّۃٍ فرماوے (شر امتہ) سمجھتے ہین اور جنکی نسبت خدا تَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہے اُنکے حق مین (یامرون بالمنکر وینہون عن المعروف) کا اعتقاد
رکھتے ہین اگرچہ یہ آیات بینات قرآن مجید کی ایسی صریح اور صاف ہین کہ تفسیر دیکھنے کی حاجت نہین
ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کے اطمینان خاطر کے لیے اُنھیں کی معتبر تفسیرونکی سند لاتے ہین اے بھائیو
سنو تفسیر مجمع البیان طبرسی مین (جو کہ تمھاری تفسیرون مین سے بہترین تفاسیر ہے اور ۱۲۷۵ ہجری
مین بمقام طہران دار السلطنت ایران چھپی ہے) اُسکے صفحہ ۲۰۰ مین لکھا ہے کہ [1] (پہلے خداوند تعالی نے
امر و نہی کا ذکر کیا پیچھے اُسکے اُن لوگون کا بیان کیا جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین
اور اس واسطے اُن لوگونکی تعریف کی تاکہ اور لوگ اُنکی پیروی کرین اور اسواسطے اُنھین سے مخاطب
ہو کر فرمایا کہ تم بہترین امت سے ہو) اور اس واسطے کہ کسی کو شبہہ نہ رہے کہ یہ خطاب كُنْتُمْ
خَيْرَ أُمَّةٍ کا کس سے ہے اُسی تفسیر مین فرمایا ہے کہ [2] (بعضون نے لکھا ہے کہ مراد اس سے خاص
مہاجرین ہین اور بعضون نے لکھا ہے کہ یہ خطاب صحابہ سے ہے لیکن اور امت بھی شامل ہین)۔
اے یارو اس تفسیر کو دیکھو اور اپنے مفسر کی تصدیق پر غور کرو کہ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ خدا نے
اِن آیتون مین صحابہ کا ذکر اس لیئے کیا کہ اور لوگ اُنکی پیروی کرین تو کیا پیروی اسی کا نام ہے
جو تم کرتے ہو اگر تبرا ہی تمھاری اصطلاح مین بمعنی پیروی ہے تو بیشک تم خدا کے کلام کی تصدیق
کرتے ہو ورنہ صریح تکذیب ✤ اس مقام پر جاہلون کو کنتم کی لفظ پر ایک شبہہ پیدا ہو سکتا ہے کہ

[1] لما تقدم من ذکر الامر والنہی عقبہ تعالی بذکر من تصدی للقیام بذلک ومدحہم فقال عز اسمہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس قیل فیہ اقوال احدہا ان معناہ انتم خیر امۃ ۱۲ مجمع البیان

[2] واختلف فی المعنی بالخطاب فقیل ہم المہاجرون خاصۃ وقیل ہو خطاب للصحابۃ ولکنہ یعم سائر الامۃ ۱۲ مجمع البیان

خدا صحابہ سے فرماتا ہے کہ (تم بہترین امت سے تھے) اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ اخیر تک ویسے ہی رہے ہون شاید بعدہ بدترین امت سے ہوگئے ہون لیکن انھین کے علامہ طبرسی نے اِس کا بھی جواب دیدیا چنانچہ اپنی تفسیر مین علامۂ موصوف لکھتے ہین کہ "کنتم خیر امۃ اللہ جلشانہ نے واسطے تاکید کے فرمایا کہ ضرور ایسا ہی ہوگا اور اُسکے وقوع مین کچھ شک نہوگا اور صحابہ جیسے بہتر ہین ویسے ہی رہین گے اور اسکی مثال یہ ہے کہ خدا اپنی نسبت فرماتا ہے کہ وکان اللہ غفوراً رحیما تو کیا اسکے معنی یہ ہین کہ خدا تھا بخشنے والا مہربان اور اب نہین ہے یا آیندہ نہ رہے گا) غرض کہ جب اِن آیتون اور تفسیرون سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوگئی اور کوئی موقع اُنکی بزرگی کے انکار کا نرہا تب بعض حضرات نے اپنا قدم دوسری راہ پر اُٹھایا اور قرآن مجید کی تحریف کا اقرار کیا چنانچہ بعض نے فرمایا ہے کہ بجائے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کے (خیر ائمۃ) تھا اور یہ خطاب خدا نے اماموں سے کیا تھا کہ (کنتم خیر ائمۃ) یعنی تم سب اماموں سے بہتر ہو مگر جامعان قرآن نے بجائے (ائمۃ) کے لفظ امۃ کا بنادیا اگرچہ اور علمائے شیعہ کو کسیقدر حیا نے منع کیا اور اُنھون نے اس جواب کو پسند نہین کیا مگر جاننے والے جانتے ہین کہ اثر اُسکا ابتک باقی ہے چنانچہ جناب میر نصاحب قبلہ بھی اپنے حدیقۂ سُلطانیہ کے باب سوم مین اسکا ذکر کرتے ہین اور اپنے پدر بزرگوار کی صوارم کا حوالہ دیکر یون ارشاد فرماتے ہین کہ (تغییر و نقصان در قران منحصر در چہار چیز ست یکے تبدیل لفظی بلفظ آخر مثلاً اینکہ گفتہ شود بجای کنتم خیر امۃ خیر ائمۃ بودہ لیکن بعضے از اعدای اہلبیت آنرا تبدیل نمودہ اند) اور پھر اخیر مین خود ہی فرمادیا ہے کہ (وجہ اوّل بعید ست) ہمارے نزدیک بجائے اسکے کہ خیر امۃ کی تصدیق کرکے صحابہ کے خیر امت ہونے سے انکار کرین شیعان پاک کے حق مین یہی بہتر ہے کہ بجائے خیر امۃ کے خیر ائمۃ ہونیکا اقرار کرین اور تحریف قرآنی کے عذر سے اپنے آپ کو صریح منکر آیات بینات کا نہ بناوین افسوس کہ جناب میر نصاحب قبلہ اور اُنکے والد ماجد انتقال فرماگئے ورنہ مین اُس حدیقۂ سلطانیہ اور صوارم کو لئے ہوے خدمت مین حضرات کی حاضر ہوتا اور پوچھتا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ صحیح ہے یا کنتم خیر ائمۃ اگر فرماتے کہ کنتم خیر ائمۃ صحیح ہے اور خیر امۃ تحریف جامعین قرآن کی ہے تو بندہ عرض کرتا کہ اُسوقت اور ائمہ کرام سوائے علی مرتضیٰ کے کون تھا اور کس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تھا جسے خدا یہ خطاب کرتا اور جنکی یہ فضیلتین بیان کرتا اور اگر فرماتے کہ نہین خَیْرَ اُمَّۃٍ صحیح ہے تو کمترین التماس کرتا کہ پھر اُس گروہ سے جسکو خدا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ فرماتا ہے اور جسکی آپ بھی تصدیق کرتے ہین بیزاری کفر ہے یا نہین اور اُنکے آگے اُنھین کی کتاب کھولکر اُسکے صفحہ ۱۰۶ کی یہ عبارت نکال کر پوچھتا کہ حضرت اسکا کیا مطلب ہے

ف وورد ابهما ان كان مرتبة وعلوها كخير وجها الا انها تاكيد لوقوع الامر لا محالة لانه بمنزلة ما قد كان فى الحقيقة فى بمنزلة قوله تعالى واذكروا اذ انتم قليل وفى موضع آخر واذ كنتم قليلا فكثركم نظيره قوله تعالى وكان الله غفورا رحيما لان مغفرته المستانفة كالماضية فى تحقق الوقوع مجمع البيان

وہو ہذہ (از انجملہ است انچہ از حضرت صادق علیہ السّلام ماثورست کہ فرمود آن ہذا القرآن فیہ منار الہدیٰ ومصابیح الدجیٰ یعنی درین قرآن انوار ہدایت وچراغہای دورکنندۂ تاریکی ضلالت وغوایت روشن ست) اور قسم دیگر پوچھتا کہ تمکو اپنے اجتہاد ہی کی قسم ہے کہ جس قرآن کو امام صاحب فرماتے ہین کہ اُسمین انوار ہدایت اور چراغ روشن ہین اُسمین صحابہ کی نسبت کیا لکھا ہوا ہے اگر کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاس لکھا ہے تو پھر آپ کیون اُس سے انکار کرتے ہیں اور کیون روشنی چھوڑ کر تاریکی میں پڑتے ہین اور پھر اسی کتاب کی یہ عبارت نکالتا کہ (از حضرت امام باقر علیہ السّلام منقولست کہ در ہنگامیکہ فتنہا برشما ملتبس شود مانند پارہای شب تار پس رجوع آرید بقرآن کہ شفاعت کنندہ ومقبول الشفاعت ست ہرکسی کہ آنرا پیش نہد اللہ اورا براہ جنت میبرد) اور یہ کہتا کہ قبلہ وکعبہ سلئے آج کل کوئی فتنہ اس سے بڑھکر نہین ہے کہ ہم صحابہ کو بہترین امت سے جانتے ہین اور آپ بدترین امت سے اور نہ آپ ہماری مانتے ہیں نہ ہم آپ کی اب آپ ئیے امام باقر علیہ السلام کے قول پر عمل کیجیے اور قرآن سے رجوع کیجیے اگر اُسمین کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ صحابہ کی نسبت لکھا ہو تو بس راہ جنت کی اختیار کیجیے اور اپنا مذہب چھوڑئیے اور اگر اُسمین کنتم شر امۃ انکی نسبت ہو تو ہمکو اپنے مذہب مین لیجیے اور تاریکی سے نکالیے معلوم نہین کہ اگر حضرت امام موصوف زندہ ہوتے تو کیا جواب دیتے اور خبر نہین کہ اب اُنکے جانشین کیا جواب دینگے؟

دوسری آیت

١٩٥ فَالَّذِینَ ہَاجَرُوا وَاُخرِجُوا مِن دِیَارِہِم وَاُوذُوا فِی سَبِیلِی وَقٰتَلُوا وَقُتِلُوا لَاُکَفِّرَنَّ عَنہُم سَیِّاٰتِہِم وَلَاُدخِلَنَّہُم جَنّٰتٍ تَجرِی مِن تَحتِہَا الاَنہٰرُ ثَوَابًا مِّن عِندِ اللہِ ط وَاللہُ عِندَہٗ حُسنُ الثَّوَابِ

اِس آیت میں اللہ جلشانہ مہاجرین کی تعریف کرتا ہے اور اُنکے جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جن لوگون نے میرے پیچھے اپنے وطن اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جنپر میرے اوپر ایمان لانے سے تکلیفین پہنچین اور جنکو میری راہ میں ایذائیں دی گئین تو مین بھی اپنے ایسے سچے ایمان لانیوالون اور سچے مسلمانون سے بڑی مہربانی سے پیش آؤنگا اور اُنکی محنتون اور مصیبتون اور جانفشانیون کا اُنکو اچھا بدلا دونگا اُنکے گناہون سے درگذر کرونگا اُنکی بھول چوک کو نہ دیکھونگا بلکہ اُنکے گناہونکو نیکیون سے بدل دونگا اور بے پوچھے بتلائے اُنکو ایسی جنتون میں جگہ دونگا جنکے نیچے نہرین بہتی ہین جہان اُنکو نہ کچھ غم رہیگا نہ رنج نہ کوئی فکر اُنکو رہے گی نہ کھٹکا اور یہ ثواب اُنکو اپنی طرف سے دونگا اور اپنے فضل اور مہربانی سے اُنکے اعمال سے بہت بڑھکر اُنکو درجہ عطا کرونگا اب اِن آیتون کو دیکھکر مہاجرین کی فضیلت اور بزرگی پر خیال کرنا چاہیے کہ کس محبت اور پیار سے خدائے عز وجل اُنکا

ذکر کرتا ہے اور انکے مدارج اور مراتب کا کس خوبی سے اظہار فرماتا ہے اور انکے قطعی جنتی ہونے کا اقرار کرتا ہے اور اُنکے گناہون اور سیئات سے درگذر کرنے کا اور نیکیوں سے بدل دینے کا وعدہ کرتا ہے اور اُنکے اعمال کی جزا میں جو کچھ دیگا وہ تو ایک طرف اپنی طرف سے براہ تفضلات ثواب دینے کا بیان کس مہربانی سے فرماتا ہے پس اب ان آیتوں کے دیکھنے والون سے ہم عرض کرتے ہیں کہ جن مہاجرین کی نسبت خدا نے یہ وعدے کیے ہیں اور جنکے بہشتی ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہ کون تھے کیا وہ لوگ مہاجرین نہ تھے جنکا نام ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ ہے اور کیا گھر بار چھوڑنے والون مین وہ اشخاص نہ تھے جنکو شیعہ بُرا جانتے ہین اور کیا یہ لوگ اس آیت سے مستثنیٰ کردیئے گئے ہین اور کیا یہ اشخاص لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ کے وعدے سے خارج کردیئے گئے ہین اے بھائیو اس آیت کو پڑھکر اب تم مہاجرین کے گناہونکے ڈھونڈھنے میں اوقات ضائع نکرو اور اُنکی برائیونکی تلاش مین اپنی عمر نہ گنواؤ اگر دو چار عیب اُنکے تمنے ڈھونڈھ بھی لیئے تو بھی جبتک تم مہاجرین مین ہونے سے اُنکا انکار نہ کروگے اور جب تک تم اُنکی ہجرت کا اقرار کرتے رہوگے تمھاری عیب جوئی اور نکتہ چینی کچھ کام نہ آویگی اور اس سے اُنکے یقینی جنتی اور قطعی بہشتی ہونے مین کچھ ضرر نہوگا اس لیئے کہ وہ خود فرما چکا ہے کہ لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ کہ مین اُنکے گناہون سے درگذر کرونگا اور ضرور ضرور انکو جنت مین داخل کرونگا اس لیے کہ وہ میرے پیچھے گھرون سے نکالے گئے میری بدولت رنجون اور مصیبتون مین گرفتار ہوے اپنے دوستونکو چھوڑکر میرے دوستون کے ساتھ ہوے اپنے محبوبون سے جدا ہوکر میرے محبوب کے شریک ہوے پس انکا ہجرت ہی کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ ہزار اعمال اور لاکھ عبادت اور کرور نیکیون سے بہتر ہے +

تیسری آیت

وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا اس آیت میں اللہ جلشانہٗ مہاجرین اور انصار کی نسبت اپنی رضامندی ظاہر فرماتا ہے اور اُنکو اور اُنکی پیروی کرنیوالونکو جنت کی خوشخبری پہنچاتا ہے ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص اس آیت پر ذرا بھی غور کرے اور اسکے مطلب کو سمجھے تو وہ ہرگز صحابۂ کبار اور مہاجرین اور انصار کی نسبت سوائے فضیلت اور بزرگی کے دوسرا اعتقاد نہ رکھے اسلیئے کہ جب اُنکی شان مین خدائے جلشانہ فرماوے کہ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ کہ مین انسے راضی اور وہ مجھسے راضی اور انکے حق مین اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد کرے کہ اَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ کہ طیار کر رکھی گئی ہین اُنکے لیے جنتیں اور آراستہ کردی گئین ہین اُنکے واسطے بہشتیں تو پھر کون ہے کہ اُنکی فضیلت کا قائل نہو پس شیعیان پاک کو صرف اسقدر غور کرنا چاہیئے کہ مہاجرین اور انصار مین صحابۂ کبار جنسے وہ عداوت رکھتے ہین داخل

ہین یا نہین اگر ہین تو پھر انکے جنتی ہونے میں کیا شک ہے اور اگر نہیں ہین تو یہ خطاب خدا کا کس سے ہی اے بھائیو
ذرا سوچو کہ قرآن مجید پر ایمان اسی کا نام ہی کہ جنکے حق مین اللہ اپنی رضامندی ظاہر کرے اُنسے تم ناراض ہو اور
جنکے جنتی ہونے کی خدا خبر دے اُنکو تم مسلمان بھی نہ سمجھو اور اگر اس آیت پر بھی کوئی ایمان نہ لاوے اور یہ شبہہ
کرے کہ اس مین خلفاے ثلثہ کے نام تو مذکور ہی نہیں ہین اس لیئے انکی فضیلت کا انکار مستلزم انکار آیت
نہیں تو اُسکے شبہہ دور کرنے کے لیئے ہم امام باقر علیہ السلام کی شہادت پیش کرتے ہین اور جسطرح پر
اُنھون نے خلفاے ثلثہ کو داخل حکم اس آیت کے بیان کیا ہی اُسکو ہم بیان کرتے ہین اُسکو ذرا دل سے سنو
اور اپنے ہی مذہب کی کتاب سے اُسکی سند لو (دہو ہذہ) صاحب الفصول نے امام باقر علیہ السلام سے روایت
کی ہے کہ (ایک روز حضرت امام باقر علیہ السلام کا گذر ایک جماعت پر ہوا جو کہ خلفاے ثلثہ کی عیب جوئی کر رہے
تھے آپنے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کہ تم اُن مہاجرین مین سے ہو کہ جو خدا کے لیئے گھر سے نکالے گئے اور خدا کیلیئے
اُنکا مال لوٹا گیا اور جنھون نے خدا اور رسول کی مدد کی اُنھون نے کہا کہ نہین ہم اُنمین سے نہین ہین تب
آپنے پوچھا کہ پھر کیا تم اُن لوگون مین سے ہو کہ جنھون نے دار ہجرت مین اور دار ایمان میں گھر بنایا تھا اور
مہاجرین کو آرام دیا تھا اُنھون نے کہا کہ نہین تب آپنے کہا کہ خود تم بیزار ہوے اور نہین چاہتے کہ دونوں فریق
مین سے ہو اور مین اس بات کی گواہی دیتا ہون کہ تم اُن مین سے بھی نہین ہو جنکی نسبت خداوند تعالی فرماتا ہے
کہ جو لوگ بعد ان مہاجرین اور انصار کے آوینگے وہ ایسے مومن ہونگے کہ یہ دعا کیا کرینگے کہ الٰہی ہماری اور
ہمارے اگلے بھائیونکی جو ہمسے ایمان میں سبقت لے گئے ہین مغفرت کر اور ہمارے لوئین مسلمانونکی طرف سے کینہ
مت رکھ بیشک تو نرمی کرنیوالا مہربان ہی) اے بھائیو تم اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہو اور ائمہ کرام کے اقوال کو کلام آیات
نہین سمجھتے مگر نہین معلوم کہ اُن اقوال کو جو صحابہ کے فضائل میں ہیں کیون نہین مانتے اور کیون اپنے امامون
کی پیروی نہین کرتے اور کیون اُنکو صحابہ کے فضائل بیان کرتے مین جھوٹا جانتے ہو غرض کہ اس حدیث
سے امام باقر علیہ السلام کی ثابت ہوا کہ اُنکے نزدیک خلفاے ثلثہ اس آیت کے حکم میں داخل ہین اور جو وعدے
جنت وغیرہ کے خدا نے مہاجرین اور انصار سے کیئے اُنمین وہ شریک ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ انکی عیب جوئی
کرتے تھے اُنسے حضرت امام موصوف بیزار تھے اور اُنکو اسلام اور ایمان سے خارج سمجھتے تھے پس سواے
تقیہ کے اور تو دوسرا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا لیکن معلوم نہین کہ کہانتک تقیہ کا عذر کیا کرینگے اور کتاب
تقیہ کو ڈھال بنالیے رہین گے افسوس ہی کہ جب خدا صاف صاف مہاجرین اور انصار کی تعریف کرے اور
ائمہ علیہم السلام خلفاے ثلثہ کی صاف فضیلت بیان کرین اور پھر بھی حضرات شیعہ قائل نہون اب معلوم
نہین کہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کے لیئے کیسی دلیل چاہتے ہیں ❊ حضرات شیعہ بعض مرتبہ یہ شبہہ بیان کرتے

ط
انہ قال لجماعۃ فاضوا فی ابی بکر و عمر و عثمان : الا تخبرونی انتم من المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا و ینصرون اللہ ورسولہ قالوا لا قال فانتم من الذین تبوؤ الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم قالوا لا قال اما انتم فقد برئتم ان تکونوا احد ہذین الفریقین وانا اشہد انکم لستم من الذین قال اللہ تعالی والذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ۱۲

ہین کہ اللہ جلشانہ نے اُن مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے جنہون نے خاص خدا کے لیے
ہجرت اور نصرت کی تھی نہ کہ اُنکی جنھون نے دنیا کی طمع سے ہجرت اور نصرت کی تھی اس شبہہ کو ہم
تین طرح سے رد کرتے ہین اوّل یہ کہ جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت اُسوقت دنیا
اور دولت کہان تھی جسکی طمع ہوئی ہو جب مہاجرین نے مکے سے ہجرت کی تب کیا مدینے مین کسی
خزانے کے نکلنے کی خبر اُنکو ملی تھی جسکے لوٹنے کے لئے گئے ہون یا جب انصار نے مہاجرین کی خاطر
کی اور انکو اپنے گھر ٹھہرایا تو کیا مہاجرین کچھ بہت سا مال اپنے ہمراہ لیکر گئے تھے جسکے چھین لینے اور
لوٹ لینے کی نیت سے اُنھون نے انکی مدد کی ہو اگر مہاجرین نے خدا کے لئے ہجرت اور انصار نے اللہ
کے واسطے نصرت نہین کی تو پھر انکی ہجرت اور نصرت کا کیا سبب تھا دوسرے اگر تمام مہاجرین اور انصار نے ہجرت
اور نصرت دنیا کی طمع پر کی تھی تو خدا کا مہاجرین اور انصار کی تعریف کرنا (معاذ اللہ) فضول و مہمل ہوا
جاتا ہے اس لئے کہ جب کسی نے خدا کے لیے ہجرت اور نصرت نہین کی تو خدا کس کی شان مین وَالسَّابِقُونَ
الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ فرماتا ہے اور جب سب کے سب منافق تھے تو کن کی نسبت لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ارشاد کرتا ہے اور اگر بعضونکی ہجرت اور نصرت خدا کے لیئے اور بعضونکی دنیا کے لئے تھی اُنکا
نشان دیجیے کہ وہ کتنے صاحب تھے جنھون نے خدا کے لئے ہجرت اور نصرت کی جب نام لینا اور نشان دینا شروع
کردکے تو سوائے تین چار کے اور کوئی نہ نکلے گا اور تین چار کی ہجرت اور نصرت کے ثبوت سے کچھ فائدہ حاصل ٥١
نہوگا تیسرے اللہ جلشانہ نے خود اپنی کتاب پاک مین اس شبہے کو دور کر دیا اور اپنے مہاجرین اور انصار
کی طرف سے جواب دے دیا چنانچہ اور دو آیتون مین اللہ جلشانہ نے اس امر کو تصدیق کر دیا کہ مہاجرین پارہ ۱۷ - رکوع ۶ - سورہ
اور انصار نے جو کچھ کیا وہ میرے ہی واسطے کیا ہے چنانچہ ہم دو آیتون کو ایک مہاجرین کی نسبت حج ۱۲ -
دوسری انصار کی نسبت بیان کرتے ہین ✤ پہلی آیت اللہ جل شانہ مہاجرین کی نسبت فرماتا ہے کہ الَّذِينَ
أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ کہ جو لوگ نکالے گئے اپنے گھر سے انسے کوئی
قصور نہین ہوا تھا سوائے اسکے کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتے تھے اور گھر کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے تھے ٥٢
پس اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین کی ہجرت کا باعث سوائے اسکے دوسرا نہ تھا کہ کفار انکے اسلام پارہ ۲۸ -
لانے سے خفا ہو گئے تھے اور اُنکے خدا کو رب کہنے سے ناراض ہو گئے تھے کہ اسی قصور مین اُنھون نے رکوع ۱ - سورہ حشر ۱۲ -
ایذا دینی شروع کی اور مجبوری اُنکو گھر بار چھوڑنا پڑا اب اس آیت کو بھی سنکر اگر حضرات شیعہ یہ کہین کہ مہاجرین نے
بطمع دنیا کے ہجرت کی تھی تو انکو زیبا ہے ہمارے تو مُنہ سے ایسی بات نکل بھی نہیں سکتی ✤ دوسری آیت اللہ
جلشانہ انصار کی شان مین فرماتا ہے وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا

يَجِدُوْنَ فِي صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ کہ جو لوگ مہاجرین سے پہلے مدینے مین رہتے تھے وہ چاہتے ہین اُن لوگونکو جو ہجرت کرکے آوین اُنکے پاس اور جو کچھ مہاجرین کو دیا جاتا ہی اُسکا کچھ خیال نہین کرتے اور اُس سے رنجیدہ نہین ہوتے اگرچہ وہ خود بھی محتاج ہین اور اپنی جانون سے زیادہ مہاجرین کو چاہتے ہین اور کچھ بھی حرص و طمع نہیں رکھتے اور جو ایسے ہین وہ فلاح پاوینگے پس دیکھنا چاہیے کہ خدا انصار کی نصرت کی کیسی تعریف کرتا ہی اور اِس امر کی کہ انکی نصرت صرف واسطے خدا کے ہے کیسی تصدیق فرماتا ہے پس اب ہم حیران ہین کہ جب اللہ جلشانہ مہاجرین کی ہجرت کو صرف اپنے واسطے فرماوے اور انصار کی نصرت کو فقط اپنے لئی تصدیق کرے اور پھر شیعون کے مُنہ سے یہ بات نکلے کہ انکی ہجرت اور نصرت دنیا کے واسطے تھی اب ذرا تو سوچو کہ تم خدا کے کلام کی تصدیق کرتے ہو یا تکذیب اللہ کے حکم کو مانتے ہو یا اُس سے مقابلہ کرتے ہو خدا تو فرماوے کہ مہاجرین اور انصار اچھے تم کہو کہ نہین وہ بُرے سے بُرے وہ کہے کہ مین اُنسے راضی وہ مجھ سے راضی تم کہو کہ نہین بالکل غلط نہ خدا اُنسے راضی نہ وہ خدا سے راضی اللہ فرماوے کہ اُنھون نے ہجرت میرے لیئے اور نصرت میرے واسطے کی اور تم کہو کہ نہین وہ دنیا کی طمع سے نکلے حرص دولت کے پیچھے پیغمبر کی نصرت مین شریک ہوے آخر ذرا تو غور کرو کہ کیا کہتے ہو اور کیا کرتے ہو اے بھائیو ایک آیت ہو دو آیت ہون اُنکی تاویل ہو سکتی ہی اُسکے معنی بن سکتے ہین جب سارا قرآن مجید، مہاجرین اور انصار کے ذکر سے بھرا ہوا ہے تو کہان کہان تاویل کروگے کس کس آیت کی تحریف معنوی فرماؤگے۔ ع (تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہی) حقیقت یہ ہی کہ مذہب تو عبداللہ بن سبا کا اختیار کر لیا مگر اب کوئی بات بن نہین پڑتی نہ قرآن مجید سے انکار ہو سکتا ہی نہ اُسکی تصدیق کیجاتی ہے + **شعر**

عشق چہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود، ہجر چہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت

چوتھی آیت

۵۱ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا سبب نزول اِس آیت کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عمرہ ادا کرین پس اعراب اور بادیہ نشینونکی اس سفر مین ہمراہی کے لیئے دعوت فرمائی اس لیے کہ اندیشہ تھا کہ کفار مکے مین لڑائی کرین اور اندر مکے کے نہ جانے دین لیکن اکثر اعراب نے حضرت کی دعوت کو نہ سنا اور اِس سفر مین آپکے ہمراہ نہوے مگر وہی خالص مخلص کہ جو سراپا ایمان سے بھرے ہوے تھے حضور ہی مین چلے جب مکے کے نزدیک پہنچے قریش مانع ہوے تب حضرت نے حراش کو اہل مکہ کے پاس بھیجا

پارہ ۲۶ - رکوع ۳
سورہ فتح ۱۲

مگر لوگ اُسکے قتل کے درپے ہوے وہ لوٹ آیا تب حضرت نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا کہ اہل مکہ نے حضرت عثمانؓ کو قید کر لیا اور اُنکے قتل کی خبر مشہور ہوئی تب حضرت نے اپنے یارونکو جو آپکے ساتھ تھے جمع کیا جنکی تعداد باختلاف روایات چارسو سے لیکر دو ہزار تین سو تک تھی اور حضرت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھکر ان سب سے بیعت لی کہ قریش سے لڑینگے اور کسیطرح پر منہ نہ پھیرینگے چنانچہ اُن سب نے خوشی سے بیعت کی اور سواے قیدین قیس منافق کے کسی نے تخلف اس بیعت سے نہین کیا چونکہ اس سفر مین، منافقونکا نفاق اور مخلصون کا اخلاص ظاہر ہوا اور بیعت مین صحابہ کی مضبوطی اور ایمان کا حال کھل گیا اس لیئے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہوا اور اُنھین بیعت کرنیوالونکی شان مین خدا نے فرمایا کہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ کہ خدا راضی ہوا ان ایمان والون سے کہ جنھون نے درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اور اُنکے دلونکا اخلاص اس سے ظاہر ہوگیا اگر وہ منافق ہوتے تو اس سفر مین ساتھ نہ آتے اور کبھی ایسے وقت پر بیعت نہ کرتے فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ اور اُنکے دلونکو طمانیت اور تسکین دے دی تاکہ بلاخوف وخطر لڑائی پر مستعد ہوے اور مرنے اور مارنے پر تیرے ہاتھ پر بیعت کی وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا اور اُنکی شکستگی دور کرنے کے لیئے اُنکو بہت ہی جلد بہت سی غنیمتین دین اور آیندہ بڑے بڑے فتوحات اور غنائم کا مثل روم اور پارس کے وعدہ کیا پس ان آیتون سے اُن سب اصحاب کی جنھون نے حضرت کے ساتھ درخت کے نیچے بیعت کی بزرگی ثابت ہوتی ہے اور انکا اخلاص اور ایمان مین کامل ہونا ظاہر ہوتا ہے کوئی لفظ کوئی حرف بھی خدا نے ان آیتون مین ایسا ذکر نہ کیا جس سے کوئی موقع کسی محل انکار کا ہو بلکہ اپنی رضامندی کا ظہار اس طور سے کیا کہ جسکا کبھی زوال نہو اور اُن فتوحات کا وعدہ کیا جنکا ظہور انھین صحابہ کے ہاتھ سے ہوا اب ہم شیعیان علی سے پوچھتے ہین کہ وہ اول یہ فرمادین کہ یہ آیت قرآن مجید کی ہے یا نہین اگر ہے تو یہ اُنھین لوگونکی شان مین ہے جنھون نے پیغمبر خدا کی بیعت درخت کے نیچے کی تھی یا نہین اگر انھین کی شان مین ہے تو اُنمین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ صحابۂ کرام داخل تھے یا نہین اگر تھے تو جو کچھ خدا اُن بیعت کرنیوالون کے حق مین فرماتا ہے کہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ کہ مین اُنسے راضی ہوا تو اس رضا مین وہ لوگ بھی آگئے یا نہین اگر نہین آئے تو اُنکے مستثنی ہونے پر کیا دلیل ہے اور اگر وہ بھی آگئے تو جنسے خدا راضی ہو اور جنکی شان مین خود لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ فرماوے اُنسے ناراض ہونا اور اُنکو بُرا جاننا انکار آیات قرآنی سے ہے یا نہین اگر یہ کہو کہ وہ منافق تھے تو اسکا رد بھی خدا نے خود کر دیا کہ فرمایا ہے فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ کہ مینے اُنکے دلونکا امتحان کر لیا اور سمجھ لیا کہ یہ بڑے پکے مسلمان اور سچے ایمان والے ہین اسی لئے مینے نازل کی اُنپر تسلی اور دی اُنکو فتح اور اگر وہ لوگ منافق ہوتے تو کیون خدا اُنکے ایمان پر شہادت دیتا اور کیون اُنکو فتح اور غلبہ عنایت کرتا * اُن آیتونکو دیکھکر اگر کسی شیعہ کو یہ خطرہ پیدا ہو کہ جب ایسی آیت صریح صحابہ کی فضیلت مین خدا کی کتاب مین موجود ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ ہمارے مذہب کے علما نے صحابہ کی فضیلت سے انکار کیا ضرور کوئی نہ کوئی سبب ہوگا ورنہ کیا سب عالم سب مولوی سب فاضل سب

۷ یہ روایت موافق روایت شیعون کے ہے جسکا ثبوت آیندہ ہمنے کیا ہے اور ترجمہ کشف الغمہ سے اسی روایت کو نقل کیا ہے ۔ ۱۲

مجتہد ہمارے مذہب کے نادان تھے کہ ایسی آیت سے ایسا صریح انکار کیا اور باوجود اسکے بھی صحابہ کو بُرا جانا اسلیئے ہم اُنھین کے مذہب کی معتبر تفسیرون سے اپنے دعوے کو ثابت کرتے ہین اور یہ امر کہ اُنکے عالم اور مولوی نادان تھے یا دانا ایمان والے تھے یا بے ایمان منصف تھے یا متعصب اُنھین کی عقل پر چھوڑتے ہین اُنکی تفسیرونکو دیکھکر جو کچھ وہ انصاف سے مناسب جانین ویسا سمجھین آے بھائیو سنو کہ تمھارے یہان کے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین کیا لکھا ہے (کاشانی) اپنی تفسیر مین لکھتے ہیں کہ (آنحضرت فرمودند بدوزخ نرود یک کس از آنان کہ در زیر شجرہ بیعت کردند و این را بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشان فرمود کہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ) الخ اگر اس روایت پر اطمینان نہو اور حضرات شیعہ کو اپنے متکلمین اور متعصبین کے جواب سننے کا اشتیاق ہو تو اُسکو بھی سنین کہ اُنکے علما نے اس آیت کو دو طرح پر رد کیا ہے بعضون نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس فعل خاص سے یعنی بیعت سے راضی ہوا اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خدا اُنکے سب کامون سے راضی ہوا ہوا اور آیندہ بھی راضی رہے + اور بعض کا یہ قول ہی کہ بعد اس بیعت کے صحابہ کبار نے وہ کام کیئے جو مخالف اس بیعت کے تھے یعنی لڑائیون مین بھاگ گئے خلافت خلیفہ برحق کی غصب کر گئے پس وہ اس آیت کے وعدے سے خارج ہو گئے پس بہ نسبت امر اول کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ خدا کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ صحابہ کے اور کامون سے راضی نہ تھا صرف ایک فعل خاص بیعت سے راضی ہوا اس لیئے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا ایسی تہمت ہے کہ کوئی مسلمان اپنے دل مین اُسکا خیال بھی نہین کر سکتا کیا یہ ممکن ہے کہ اگر خداے عزوجل اُن بیعت کرنیوالون سے ہر طرح پر راضی نہوتا تو وہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ صرف اُنکے دل خوش کرنے کو براہ تدلیس فرماتا اور جن باتون سے انکی ناراض تھا اُنکو تقیتہً ظاہر نہ کرتا اور یہ امر بھی غور کرنے کے لائق ہی کہ حضرات شیعہ کو کسطرح معلوم ہوا کہ صحابہ کے اور کامون سے خدا ناراض تھا آخر کیونکر اُنکو اُسکی نارضامندی کا حال معلوم ہوا نہایت تعجب کا مقام ہی کہ خدا اُنکے اُس فعل کو جس سے راضی ہو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ کہکر ظاہر کرے اور اُنکے اُن افعال کو جن سے ناراض ہو سواے شیعیان عبداللہ بن سبا کے کسی پر اظہار نفرماوے شاید شیعیان پاک یہ جواب دین کہ اُس قرآن مین جو امام مہدی کے پاس ہے صحابہ کی برائیان لکھی ہوئی ہین مگر ہم جبتک اُسکو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لین اور امام صاحب سے اُسکی تصدیق نہ کرلین اُسکو قبول نہین کر سکتے لیکن افسوس تو یہی ہی کہ نہ امام صاحب کا کچھ نشان ملتا ہے نہ اُس قرآن کا کچھ پتا چلتا ہے ہزار برس تو گذر گئے اور ہنوز معلوم نہین کہ ابھی اور کتنے دن امام کے ظہور مین باقی ہین

شعر

صد شب ہجر گذشت و مہ من پیدا نیست   طرفہ عمری کہ بصد سال ندیدم یک ماہ

اور یہ نسبت امر دوم کے کہ صحابہ کبار اس آیت کے وعدے سے بسبب نکث بیعت کے خارج ہین اُسکا جواب
ہم اس طرح دیتے ہین کہ اس اعتراض سے بھی اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بیعت رضوان کے وقت تک صحابہ کبار
اور مہاجرین انصار سچے مسلمان اور پکے مومن تھے نہ منافق تھے نہ کافر اور اُنکی بیعت صادق تھی نہ منافقانہ چنانچہ
یہ فقرہ صاحب تقلیب المکائد کا کہ (این کلام معجز نظام دلالت میکند بر آنکہ بعضے از اہل بیعت رضوان نکث بیعت خواہند
کرد) دلیل اسپر ہے کہ جب بیعت کی تھی اُسوقت تک منافق تھے نہ کافر بلکہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین مین داخل تھے
اور شہید ثالث نور اللہ شوستری کا یہ کلمہ کہ (مدلول آیۃ عند التحقیق رضا حق تعالی ست ازان فعل خاص کہ بیعت ست
وکسی منکر این نیست کہ بعضے از افعال حسنہ مرضیہ ایشان واقع ست) شاہد اسپر ہے کہ انکا بیعت کرنا فعل حسنہ تھا بس
اسی سے یہ اعتقاد کہ صحابہ کبار اول ہی سے منافق تھے باطل ہوا اور جب تک آیت جسمین خدا نے اپنی رضامندی
ظاہر کی نازل ہوئی اُنکا مسلمان اور باایمان ہونا ثابت ہوا خیر اب آگے چلئے اور بعد اس بیعت کے اُنکے حال پر
نظر کیجئے کہ کیا کام اُنسے ایسے ہوے جنسے اُنکا نکث بیعت کرنا ثابت ہوا اور وہ کام کسوقت ہوے پیغمبر صاحب کے
جیتے جی یا انکی وفات کے بعد چنانچہ اُسکی نسبت شہید ثالث اور صاحب تقلیب المکاید نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ بعد اس بیعت کے پیغمبر صاحب کے سامنے اُنسے نکث بیعت ہوا یعنی وہ جنگ خیبر پر ثابت قدم نہ رہے
بلکہ بھاگ گئے اُسکی نسبت ہم یہ جواب دیتے ہین کہ اگرچہ قلعہ خیبر حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر کے ہاتھ سے فتح نہیں
ہوا لیکن فتح نہونا مستلزم فرار نہین ہے بھاگنا جنگ خیبر سے حضرات شیعہ نے کہان سے ثابت کیا اور بالفرض
اگر وہ جنگ خیبر سے بھاگے اور اُنھون نے نکث بیعت کیا تو جسطرح پر ہمنے انکی بیعت کو خدا کے کلام سے ثابت
کیا اور خدا کی رضامندی کا لقد رضی اللہ عن المؤمنین کی آیت پیش کرکے ثبوت دیا اسی طرح پر حضرات شیعہ کے
ذمے ہے کہ بمقابلے اس آیت کے انکا بھاگنا جنگ خیبر سے اور نکث بیعت کرنا اور خدا کا اُنسے ناراض ہونا کسی آیت سے
ثابت کردین (واذ لیس فلیس) اور ہم خوب یقین کرتے ہین کہ اگر صحابہ کبار سے کوئی فعل بعد اس بیعت کے موجب ناراضمندی
خدا کا ہوتا تو ضرور وہ اُس سے بھی خبر دیتا اور جسطرح پر اُنکی بیعت سے رضی ہوکر لقد رضی اللہ فرمادیا اسی طرح پر اُنکے فرار اور نکث
بیعت سے ناراض ہوکر لقد غضب اللہ علیہم ارشاد کرتا اسلئے کہ لڑائی سے بھاگنا اور بیعت کا توڑنا آخر پیغمبر ہی صاحب
کے سامنے ہوا اُسوقت تک سلسلہ وحی کا جاری تھا جبرئیل کا آنا بند نہوا تھا پھر کیا سبب ہے کہ خدا اُنکے اچھے کامونکو ظاہر کرے
اور بُرے کامونکی خبر تک نہ دے اُنکے افعال حسنہ کی تو شہرت دے دے اور اُنکے افعال بد کی پردہ پوشی کرے پس یا تو
خدا اُنسے ڈرتا تھا کہ اُنکی بُرائی بیان نہ کرسکتا تھا یا درحقیقت اُنسے کوئی بُرائی نہوئی تھی جسکو ظاہر کرتا اگر کوئی لغزش
ہو جاتی تھی تو اُسکو عفو کردیتا تھا اور اُنکے اور نیک کامون پر خیال کرکے اُسکو براہ ستاری چھپا دیتا تھا اور
اگر یہ کہا جائے کہ بعد وفات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار نے ایسے کام کیے کہ جنسے خدا ناراض ہو مثل

خلافت غصب کرنے وغیرہ کے اُنکی نسبت ہم یہ کہتے ہین کہ اگر اُنسے بعد وفات پیغمبر خدا کے کوئی کام ایسا ہونیوالا تھا کہ جس سے خدا ناراض ہوتا تو ضرور اُسکی خبر دیتا اور کبھی اُنکے حق مین لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہ فرماتا اور جب کہ خدا نے اس آیت مین یہ فرمایا کہ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ کہ مین اُنکے دلونکی بات جانتا ہون اور فرمایا کہ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْہِمْ کہ مینے نازل کی اُنپر تسلی تو کیونکر قیاس مین آسکتا ہے کہ ایسے لوگ کبھی جادۂ حق سے منحرف ہوے ہون لیکن ہم حضرات شیعہ سے عرض کرتے ہین کہ وہ کیون سوال و جواب مین اپنی اوقات ضایع کرتے ہین اور کیون علامۂ کاشانی کی تفسیر کی اِن لفظون کو نہین دیکھتے کہ (آن حضرت فرمود بدوزخ نرود یک کس از زنان مومنان که در زیر شجره بیعت کردند) اِس مفسر نے تو کچھ قصہ جھگڑا باقی ہی نہین رکھا عام بشارت جنت کی اُن لوگون کے حق مین جو اِس بیعت مین شریک تھے پیغمبر صاحب کی زبان سے تصدیق کردی لیکن اگر اس ایک روایت پر اطمینان نہین ہوتا تو اُسکی تائید میں دوسری روایت سنیں کہ ترجمۂ کشف الغمہ مین لکھا ہے کہ (از جابر بن عبداللہ انصاری روایت ست که ما در ان روز هزار و چهار صد کس بودیم در ان روز من از حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدم که آنحضرت خطاب بحاضران نمود و فرمود که شما بهترین اهل روی زمینید و ما همه در ان روز بیعت کردیم و کسی از اهل بیعت نکث ننمود مگر قید بن قیس که آن منافق بیعت خود را شکست) اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوے اول ثابت ہوا کہ بیعت کے وقت چودہ سو صحابی موجود تھے جنکے ایمان اور اسلام کی خبر خدا دیتا ہے کہ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ ۔ اور اُنکی شان مین فرماتا ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ دوسرے حضرت پیغمبر خدا نے اُنکی نسبت فرمایا کہ تم بہترین اہل زمین سے ہو تیسرے ثابت ہوا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہیں توڑا پس اے شیعیان پاک اب تم انصاف سے اِن روایتونکو دیکھو اور اپنے شہید ثالث اور صاحب تقلیب المکاید کے ایمان اور انصاف پر خیال کرو کہ وہ محبت اہل بیت کے پردے مین کیسی خدا کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہین اور کس طرح ایسے صریح نصوص سے انکار فرماتے ہین ۔ لیکن اگر ہم صحابہ کی برائیونکو تسلیم بھی کرلین تب بھی کچھ فائدہ شہید ثالث کی تقریر کا نظر نہین آتا اس لئے کہ جو علامۂ کاشانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ (آنحضرت فرمود بدوزخ نرود یک کس از زنان مومنان که در زیر شجره بیعت کردند) اسکا کیا جواب ہے بغیر اسکے کہ یہ کہا جاے کہ حضرت نے تقیہ سے کہدیا ہوگا ۔ اس مقام پر یہ امر بھی لائق لکھنے کے ہے کہ اگر کوئی شبہہ کرے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ اس بیعت مین شریک نہ تھے اس لئے وہ بیعت الرضوان سے خارج ہین اُسکا جواب یہ ہے کہ پیغمبر خدا کو حضرت عثمانؓ سے ایسی محبت تھی کہ باوجود نہ موجود ہونے اُنکے وقت بیعت کے اُنکو شریک کرلیا اور کیسا شریک کیا کہ جیسے اُنکو اپنا ہاتھ بنا دیا چنانچہ اس مقام پر جو کچھ مولانا و بالفضل اولانا مولوی علی بخش خان صاحب نے اپنے ایک رسالے مین لکھا ہے اُسی کو ہم بجنسہ نقل کرتے ہین وھو ہذہ (اور واسطے حصول شرف بیعت الرضوان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے عثمان غنیؓ کیطرف سے بھی اپنے دونون ہاتھ سے وہ معاملہ فرمایا

کہ دست حق پرست اپنے کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا رضی اللہ عنہ کلینی مین حدیث وارد ہے کہ بعیت لی پیغمبر خدا نے مسلمانون سے اور ایک ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا واسطے عثمان کے کہ وہ لشکر مین مشرکون کے تھے) اس حدیث سے علاوہ قطعیت مغفرت و رضوان الٰہی کے ایک لطیفہ عمدہ ہاتھ آیا کہ دست نبی دست عثمان قرار پایا اور دست نبی وہ ہے کہ مجازاً دست خدا ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اَب دیکھیے عثمانؓ غنی کو (یدا للہ یا ید النبی) کا خطاب منصف مزاج عنایت کرتے ہین یا اُس لقب کو پھر بھی مخصوص واسطے علی مرتضیٰ کے سمجھے جاتے ہیں انتہی بلفظہ (وا للہ درہ و علی اللہ اجرہ) اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو اپنے یارونکی یاری پر نہایت بھروسا تھا اور انکے استقلال پر یقین کامل تھا اس لیئے کہ جب لوگون نے کہا کہ خوشا حال عثمانؓ کا کہ اُنکو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ ممکن نہین ہے کہ عثمان بغیر ہمارے طواف کرے آخر ویسا ہی ہوا کہ بغیر حضرت کے حضرت عثمانؓ نے طواف نہ کیا چنانچہ اسی حدیث کے مضمون کو حملہ حیدری کے مؤلف نے بھی نظم کیا ہے کما قال ❊ **نظم**

طلب کرد پس اشرف انبیا | ز اصحاب عثمانؓ صاحب حیا | باو ہم ہمان گفت خیر البشر

کزان پیشتر گفتہ بُد با عمرؓ | بجو سید عثمان زمین در زمان | بمقصد روان شد چو تیر از کمان

چو او رفت از اصحاب روز دگر | بگفتند چندی بہ خیر البشر | خوشا حال عثمان با احترام

کہ شد قسمتش حج بیت الحرام | رسول خدا چون شنید این سخن | بپاسخ چنین گفت با انجمن

بہ عثمانؓ نداریم ما این گمان | کہ تنہا کند طوف آن آستان

اور بعد اسکے یہی مؤلف لکھتا ہے کہ جب حضرت عثمان مکے میں پہنچے اور ابو سفیان سے کہا کہ پیغمبر خدا طواف کے لیئے آنا چاہتے ہین اُسنے کہا کہ یہ ممکن نہین ہے مگر تمھارا دل چاہے تو طواف کرلو تب حضرت عثمانؓ نے انکار کیا اور اسپر ابو سفیان نے اُنکو قید کرلیا کما قال ❊ **نظم**

بجو شنیدش آنکہ بدل پر خون | بہ عثمان چنین گفت آن سرنگون | کہ گر میل داری تو طوف حرم

بکن با فراغت کسر این حشم | ولیکن محالست آن بی گزاف | کہ آید محمد برای طواف

چو بشنید عثمانؓ از و این سخن | چنین داد پاسخ بآن اہرمن | کہ طوف حرم بے رسول خدا

نباشد بر پیر دانش روا | ازین گفتہ سفیان بر آشفت بیش | بگردانداز سوی او روی خویش

بفرمود پس با دگر مشرکان | کہ عثمانؓ و آن دہ کس از سروران | نیابند رفتن بہ نزد رسول

اگر شاد باشند ازین گر ملول | چو عثمانؓ از و این حکایت شنید | علاجی بجز صبر کردن ندید

مقید نمودندش اعدای دین | بیان نجاتش کنم بعد ازین

غرض کہ ہم حضرات شیعہ سے التماس کرتے ہین کہ وہ ذرا انصاف فرماوین کہ انکے مفسرین اور محدثین اور

۵۷ فلما انطلق عثمان لقی ابان بن سعید فتاخر عن السرج فحمل عثمان بین یدیہ و دخل عثمان فاعلمہم وکانت المناوشۃ فجلس سہیل بن عمرو عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجلس عثمان فی عسکر المشرکین وبایع رسول اللہ المسلمین وضرب باحدی یدیہ علی الاخری لعثمان وقال المسلمون طوبی لعثمان قد طاف بالبیت وسعی بین الصفا والمروۃ واحل فقال رسول اللہ ما کان لیفعل فلما جاء عثمان قال لہ رسول اللہ اطفت بالبیت فقال ما کنت لاطوف بالبیت ورسول اللہ لم یطف بہ ثم ذکر القصۃ وما کان فیہا الحدیث ۱۲

جلد اول حیات القلوب صفحہ ۲۰۶ سطر ۳ مطبوعہ سلطانی ۱۲ منہ
جلد اول حملہ حیدری صفحہ ۲۰ سطر ۲۳ مطبوعہ سلطانی ۱۲ منہ

٩٧
پارہ ۱۰
رکوع ۹
سورہ انفال
۱۲

مورخین صحابہ کی نسبت کیا لکھتے ہین اور اُنکے استقلال و صبر اور ایمان اور اسلام کو کیسا تسلیم کرتے ہین اور پھر با این ہمہ اُنسے عداوت رکھتے ہین اور ایسے لوگونکو جنکے ایمان اور اسلام پر پیغمبر صاحب کو اطمینان ہوئے اور جنکی لغزش کرنے کا شبہہ تک حضرت کے دل پر نہ گذرے اور جو باوجود مصیبتون اور محنتون کے سر موا طاعت نبوی سے باہر نہون اور جنکے استقلال او صبر کی خداتعریفیں کرے منافق اور مرتد کہتے ہین (و نعوذ باللہ من ذلک) ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ حضرات شیعہ کسطرح ایسے سچے مسلمانون اور پکے ایمان والونکو منافق کہتے ہین - اور کیونکر ایسی صریح آیات اور سچی روایات سے انکار کرتے ہین اس لئے کہ جب کوئی شخص اِن آیتون اور حدیثون اور روایتون کو دیکھے تو بھلا ممکن ہے کہ وہ صحابہ کرام کے فضائل مین شبہہ کر سکے یا اُنکی نسبت نفاق اور ارتداد کا خطرہ بھی اُسکے دل مین گذر سکے غور کرنے کا مقام ہے کہ خدا نے اُنکے حالات بیان کرنے مین فقط کنایہ اور اشارے پر قناعت نفرمائی بلکہ صاف صاف تصریح کردی اور ٹھیک ٹھیک پتہ اور نشان اُنکا بتلا دیا، اور ایسی صریح آیتونکو نازل کرکے منکرین کے شبہات کو دور کردیا اگر پیغمبر صاحب کے اور ایمان لانیوالونکی فقط خداتعالیٰ اجمالی کرتا تو منکرین کو تاویل اور شبہے کا موقع تھا مگر جب صاف کہدیا کہ مین اُن مسلمانونسے راضی ہون جنھون نے پیغمبر صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی اور جگہ بھی بیعت کرنے کی بتلادی کہ درخت کے نیچے اور یہ بھی کہدیا کہ یہ لوگ پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت نہین کرتے ہین بلکہ میرے ہاتھ پر تو اب کون شخص ہے کہ ایسی بیعت کرنیوالون کے ایمان اور اخلاق پر شبہہ کر سکے ہان یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ شاید بیعت کرنیوالے وہی معدودی چند ہون جو اتفاق اعتقاد شیعون کے مرتد نہین ہوے لیکن جب کہ علماے شیعہ نے اس امر کو تسلیم کرلیا کہ صحابہ کبار چودہ سو اس بیعت مین شریک تھے اور یہ بھی قبول فرمالیا کہ انھین کی شان مین اس آیت کو خدا نے نازل کیا اور اسکا بھی اقرار کیا کہ سواے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہین توڑا تو ہمکو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ کیونکر ایسی بیعت کرنیوالون کے حق مین ایسا فاسد اعتقاد رکھتے ہین لیکن یہ خیال کرکے کہ حضرات شیعہ کو نہ خدا کے کلام پر یقین ہے نہ پیغمبر صاحب کی حدیثون پر نہ امامون کے قول پر تو کچھ تعجب نہین ہوتا اگر اُنمین سے کسی پر عمل ہوتا تو کبھی ایسا عقیدہ نہ رکھتے اے بھائیو تمھارے حق مین ہم خدا سے دعا کرتے ہین کہ اللہ جلشانہ تمکو ایک ذرہ بھر ایمان عطا کردے تاکہ تم لوگ اپنے عقیدونکی برائیون پر خود ہی اقرار کرنے لگو اور جو ہم تمکو سمجھاتے ہین وہ تم خود ہی سمجھنے لگو اے یارو ذرا ایسے عقیدون پر غور کرو اور سوچو کہ اُنمین کچھ بھی اثر ایمان اور اسلام کا ہے اگر ہے تو دکھاو ۔ شعر

نالۂ حزینت کو آہ آتشینت کو   لاف عشقبازی چند عشق را نشانہاست

پانچوین آیت

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ شان نزول اس آیت کا

یہ ہے کہ جب لڑائی بدر کی فتح ہوئی اور مشرکین قید مین آئے تب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان قیدیونکو کیا کرنا چاہیئے حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کہ فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیے حضرت عمرؓ نے کہا کہ انکی گردنین مار دینا چاہیے بلکہ جو جسکا رشتہ دار ہو وہی اپنے ہاتھ سے اُسکو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے دوسرے کی محبت کا خیال نہ کرے لیکن حضرتؐ نے موافق مشورے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور اور صحابہ کے فدیہ لیکر چھوڑ دیا اُسپر یہ آیت نازل ہوئی اور اس روایت کو علما اور مفسرین امامیہ بھی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ تفسیر خلاصۃ المنہج کاشانی مین لکھا ہی کہ بدر کی لڑائی مین ستر آدمی قید ہوئے منجملہ ان کے عباس اور عقیل بھی تھے حضرت نے اُنکے باب مین اپنے یارون سے مشورہ کیا ابوبکر نے کہ وہ بھی مہاجرین مین سے تھے کہا یا رسول اللہ یہ سب چھوٹے بڑے آپ کی قوم اور قبیلے کے ہین اگر ہر ایک بقدر طاقت اور استطاعت اپنی کے کچھ فدیہ دے تو امید ہی کہ ایکدن دولت اسلام پر پہونچین اور مجمع البیان طبرسی مین لکھا ہی کہ پیغمبر خدا نے بدر کے دن قیدیون کے باب میں اپنے یارون سے کہا کہ اگر تم چاہو انکو مار ڈالوا ور چاہو جانے دو تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ انھون نے آپکو جھٹلایا اور آپکو نکالا اس لیئے انکی گردنین مارنا چاہیے عقیل کو علی کے سپرد فرمایئے کہ وہ اُنکو مارین اور فلان شخص میرے سپرد کیجیے کہ مین اُسکو قتل کرون اور یہ سب سرداران کفار سے ہین اور حضرت ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپکی قوم اور رشتے کے لوگ ہین فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ اسی طرح پر حضرتؐ نے کیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا آسمان سے تو سواے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات پاتا ان روایتون سے باقرار علمائے امامیہ چند فائدے حاصل ہوئے ❊ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا مہاجرین اور اہل بدر مین سے ہونا دوسرے پیغمبر خدا کا اُنسے مشورہ کرنا تیسرے حضرت عمرؓ کا کافرون پر سخت ہونا اور خدا کی راہ مین قرابت اور برادری کا کچھ خیال نکرنا اور جو کچھ ان فائدون سے فائدے حاصل ہوتے ہین اُنکو ہم بیان کرتے ہین کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا مہاجرین میں سے ہونا ثابت ہوا تو جو فضیلتین اللہ جلشانہ نے مہاجرین کی بیان کی ہین اور جنکو اوپر ہم نقل کر چکے ہین وہ سب اُنکے حق مین ثابت ہوئین ❊ دوسرے جو بعض علمائے امامیہ نے انکار کیا ہی کہ اصحاب ثلثہ مہاجرین مین سے نہ تھے وہ قول باطل ہوا چنانچہ تقلیب المکاید کے مولف نے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ کے تحفہ کے باب مکاید شیعیان کے کید نود و یکم کے جواب مین صاف لکھا ہے کہ (اصحاب ثلثہ از مہاجرین اولین نبودند) تیسرے امامیہ کا یہ گمان کہ معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ابتدا ہی سے منافق تھے اور کبھی دل سے ایمان نہ لائے تھے اور اُنکی نیت نیک نہ تھی فاسد ٹھہرا جیسا کہ جناب میر صاحب قبلہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم مین لکھتے ہین کہ (سیرت شیخین دلالت بر خبث سریرت آنہا دارد کہ در وقت کتمان از حضرت نبوی درخواست اظہار دعوت نمودہ و در فکر اضرار آن حضرت بر می آمدند و در وقت اعلان از نصرت دست می کشیدند

فاعتبروا یا اولی الابصار) انتہی بلفظہ اگر میر صاحب قبلہ زندہ ہوتے تو مین پوچھتا کہ حضرت اگر شیخین کی نیت نیک نہوتی اور وہ وقت اعلان کے نصرت سے ہاتھ کھینچتے ہوتے تو بدر کی لڑائی مین کیون شریک ہوتے اور کیون خدا اُنکے ہاتھ پر فتح دیتا اور کیون پیغمبر خدا اُنسے مشورہ کرتے اور کیون آپ کے جد امجد کاشانی اور طبرسی مہاجرین اور اہل شوریٰ مین ہونا اُنکا قبول کرتے ای مسلمانو شیعون کے ایمان اور عقل ور حیا پر غور کرو کہ وہ شیخین کی نسبت جو کہ تمام جان سے اپنی عاشق پیغمبر کے تھے اور تمام مال اپنا حضرت پر فدا کر چکے تھے اور جو شب و روز اظہار دعوت کے لیے اصرار کیا کرتے تھے یہ گمان کرتے ہین کہ انکی نیت اس اصرار سے یہ تھی کہ پیغمبر خدا اظہار دعوت کرین اور لوگ انکو ستاوین اور ہلاک کر ڈالین افسوس ایسے عقیدے پر خیر بہر حال میر صاحب قبلہ جو چاہیں فرماوین اور اُنکے پدر بزرگوار جو دلمین آوے ارشاد کرین لیکن اس امر کو کہ شیخین مہاجرین اور اصحاب بدر مین سے تھے جھٹلا نہیں سکتے اور ہمارا مطلب اتنی ہی بات سے حاصل ہوا جاتا ہے اس لیے کہ جب وہ مہاجرین مین سے تھے تو اُن فضیلتون کے مستحق ہین جو خدا نے جا بجا قرآن مجید مین ہجرت کرنیوالونکی بیان کی ہین اور جب کہ وہ اہل بدر سے تھے تو وہ اُس مغفرت کے وعدے مین شریک ہین جو اللہ جلشانہ نے اہل بدر سے کیا ہے کہ مین نے اُنکو مرفوع القلم کر دیا ہے چنانچہ اس امر کو علمائے امامیہ بھی قبول کرتے ہین علامہ کاشانی خلاصۃ المنہج مین تفسیر کریمہ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ اَسْرٰی کی ان الفاظ کرتے ہین کہ (اگر نہ حکمی فرمانی می بود از خدای تعالی کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آن در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح عقوبت نہ فرماید اصحاب بدر را عذاب نکند) اور اسی طرح تفسیر مجمع البیان طبرسی مین لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فغفر لہم فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم) کہ خدا نے اہل بدر کی شان مین فرمادیا ہے کہ جو چاہو سو کرو مین تمکو بخش چکا ہون اور تفسیر خلاصۃ المنہج میں لکھا ہے کہ (خدای تعالی بدریان را وعدہ مغفرت دادہ وایشان را بخطاب مستطاب اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ) پس جب پیغمبر خدا کی زبان مبارک سے تمام اہل بدر کا قطعی جنتی ہونا اور خدا کا اُنکی نسبت اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ کہنا ثابت ہوا تو پھر اب صحابۂ کبار علی الخصوص اصحاب ثلثہ کے قطعی جنتی ہونے مین کون سا شبہہ رہا ای یارو ہم اب تک نہین سمجھے کہ حضرات شیعہ کے مذہب کا مدار کس پر ہے اگر خدا کے کلام پر ہے تو وہ صحابہ کی فضیلتون سے بھرا ہوا ہے اگر پیغمبر خدا کی حدیثون پر ہے تو اُن مین بھی انھین کے صفات کا تذکرہ ہے اگر ائمۂ کرام علیہ السلام کی روایتون پر ہے تو ان مین بھی اُنکی خوبیون کا بیان ہے اگر اپنی ہی تفسیرون اور کتابون پر ہے تو اُنسے بھی اُنکے فضائل کا ثبوت ہوتا ہے پس اب اور کیسی سند حضرات چاہتے ہیں جو صحابہ کے فضائل پر ہم پیش کرین اور کیسی دلیل چاہتے ہین

جو اُنکی بزرگیون کے ثبوت مین بیان کرین اصل یہ ہے کہ اگر ایمان اور انصاف ہو تو خدا کے کلام اور رسول کی احادیث اور ائمہ کے اقوال کو مانین جب ایمان اور انصاف ہی نہین ہے اور پیروی عبداللہ بن سبا کی کرنی منظور ہے تو پھر کیونکر اپنے پیر و مرشد کے سکھائے ہوے عقیدونکو چھوڑین افسوس ہزار افسوس کہ بارہ سو برس گذر گئے اور اُس ملعون یہودی کی ہڈیان خاکستر تک ہوگئین مگر جو کچھ وہ اپنے شیعونکو سکھلا گیا اُسکو وہ نہین بھولتے اور جس راہ پر وہ اپنے یارونکو چلا گیا اُس سے نہین ہٹتے ہزار ہزار کوئی سمجھا دے لاکھ آیتین اور حدیثین دکھلاوے مگر اپنے پیر و مرشد کے قول کے روبرو ایک پر بھی نظر نہین کرتے کلام اللہ کی تاویل کردین حدیثون کو بناڈالین اماموںکے قول کو رد کردین مگر اپنے جد امجد کی بات کو نہین بھولتے جس عقیدے کو خیال کیجئے اسمین اُسی ملعون کی تعلیم کا اب تک اثر ہے جس مسئلے پر غور کیجئے اب تک اُسی کمبخت کے قول پر عمل ہے وَلنعم ما قیل + **شعر** -

بلب زدرو دل آہی کہ داشتم دارم   نشستنی سرراہی کہ داشتم دارم

چھٹی آیت

پارہ ۱۰ - رکوع ۱۰ سورۂ انفال ۱۲

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِیۡنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِیۡمٌ ۔ اس آیت کے معنی یہ ہین کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنھون نے ہجرت کی اور خدا کی راہ مین جہاد کیا اور جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہین انکے لئے مغفرت اور رزق با کرامت ہے + اس آیت پر ایمان لانیوالے مہاجرین اور انصار کے ایمان اور اسلام پر کچھ شبہہ نہین کر سکتے اور اُنکی مغفرت اور جنتی ہونے مین کچھ شک نہین لا سکتے ہین اس لیے کہ جب اللہ جلشانہ خود تصدیق فرماتا ہی کہ جن لوگون نے ہجرت کی اور اپنے گھربار کو چھوڑا اور جنھون نے پیغمبر صاحب کو اور ہجرت کرنیوالونکو اپنے گھرون مین جگہ دی اور اُنکی مدد کی وہ سچے مسلمان اور پکے ایمان لانیوالے ہین اور مغفرت اور رزق کریم اُنکے حصے مین ہے پس خدا کی ایسی شہادت کو سنکر کون سا شخص ہوگا کہ مہاجرین اور انصار کے ایمان مین شبہہ کرے اور اُنکی مغفرت مین کلام کرے شیعیان عبداللہ بن سبا کو ذرا سوچنا چاہیئے کہ جب اللہ جلشانہ مہاجرین و انصار کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور اُنکے حق مین شہادت اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا کی دیتا ہے اور اُنکی شان مین لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِیۡمٌ - فرماتا ہے پھر کیونکر اُنکے دل مین ایسے پاک لوگونکی طرف سے شبہہ ہوتا ہے اور کسطرح اُنکی زبان سے ایسے شخصون کی نسبت کفر و نفاق کا کلمہ نکلتا ہے كَبُرَتۡ كَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ اگر کسی کو شک ہو کہ یہ آیت اُن مہاجرین اور انصار

کی شان مین نہین ہے جنکی نسبت حضرات شیعہ نیک اعتقاد نہین رکھتے اس سلیئے ہم تفسیر مجمع البیان سے جو معتبر تفاسیر امامیہ سے ہے تفسیر اس آیت کی لکھتے ہین جسکو شک ہو وہ صفحہ ۵۲۴ تفسیر مذکور مطبوعہ طہران ۱۲۷۵ ہجری کو دیکھ لے مفسر موصوف لکھتا ہے کہ خدا نے پھر ان آیتون مین مہاجرین اور انصار کا ذکر کیا اور اُنکی ثنا اور صفت بیان کی پس خدا کے اس قول کا کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ہَاجَرُوْا وَ جَاہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یہ مطلب ہے کہ تصدیق کی اُنھون نے خدا کی اور اُسکے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھرون اور وطن سے یعنی مکے سے مدینے کو اور جہاد کیا اُنھون نے خدا کے دین کی ترقی کے لیئے اور وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا کے یہ معنی ہین کہ جگہ دی مہاجرین کو اپنے گھرون میں اور مدد کی پیغمبر کی اور اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کا یہ مطلب کہ وہی لوگ سچے مسلمان ہین اس لیئے کہ اُنھون نے اپنے ایمان کو ہجرت کر کے اور مدد دیکر ثابت کر دیا ۵ اس تفسیر کو دیکھکر اگر حضرات شیعہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کا اقرار نکرین تو سوائے تعصب اور ضلالت کے کیا تصور کیا جاے کاش اگر حضرات شیعہ بمقابلے ایسی صریح آیتون اور ایسی صاف بشارتون کے ایک دو آیت بھی قرآن سے نکال کر ہمکو دکھلاتے اور جسطرح پر ہمنے انکے فضائل اور درجات کو کلام اللہ سے ثابت کیا وہ قرآن ہی کی سند سے اُنکی ایک بھی بُرائی کا ثبوت پونہچاتے تو ہم اُنکو کسی قدر معذور بھی جانتے لیکن افسوس تو ہمکو اسی بات کا ہے کہ ہم تو مہاجرین اور انصار کے فضائل مین قرآن کی آیتونکو پیش کرتے ہین رسول کی احادیث کو بیان کرتے ہین امامون کے قولون کو اُنھین کی کتابون سے نکال کر دکھلاتے ہین اور وہ اِن سب کو چھوڑ کر چند مفتری کذّابون کی جھوٹھی باتونکو پیش کرتے ہین اور اُن لوگون کے قولون پر عمل کرتے ہین جنکو امامون نے نکال دیا اور جن پر اپنی زبان سے لعنت کی اور جنکو جھوٹھا اور فریبی خطاب دیا جسکا ثبوت ہم آیندہ کرینگے انشاء اللہ تعالے پس انصاف کرنیوالے انصاف کر سکتے ہین کہ خدا کے کلام پر ہم ایمان رکھتے ہین یا حضرات شیعہ اور قرآن کی آیات کی ہم تصدیق کرتے ہین یا شیعیان عبد اللہ بن سبا ع یارو اگر فرض کیا جاے کہ جو ہمارا اعتقاد نسبت صحابہ کے ہے وہ معاذ اللہ باطل ہووے اور جو عقیدہ شیعون کا نسبت اُنکے ہے وہی صحیح ہووے اور قیامت کے دن اللہ جلشانہ عدالت کی کرسی پر بیٹھکر ہمارے اعتقاد باطل پر ہمسے جواب چاہے تو ہم اُسی کی کتاب کو اُسکے سامنے کر دینگے اور نہایت ادب سے عرض کرینگے کہ اِلٰہ العالمین تو عادل ہے اور موافق مذہب شیعون کے تیرا عدل اصول ایمان مین سے ہے تو اب تو ہی انصاف کر کہ یہ کتاب تیری ہی ہے جسکو تو نے ہماری ہدایت کیواسطے اپنے پیغمبر کی معرفت نازل کیا اور اسکا نام کتاب مبین رکھا اور اُسکی عبارت اور مضمون مین اغلاق اور تصنع کو دخل نہ دیا ہر چیز کو نہایت صاف بیان کر دیا اور خود اُسکا حافظ بنکر اُسکو تحریف سے محفوظ رکھا پس خداوندا ہمنے تیری ہی کتاب کو

۵ ثم عاد سبحانہ الی ذکر المہاجرین والانصار و مدحہم و الثناء علیہم فقال والذین آمنوا و ہاجروا و جاہدوا فی سبیل اللہ ای صدقوا اللہ و رسولہ و ہاجروا من دیارہم و اوطانہم یعنی من مکۃ الی المدینۃ و جاہدوا مع ذلک فی اعلاء دین اللہ والذین آووا و نصروا ای ضموہم الیہم و نصروا النبی اولٰئک ہم المؤمنون حقا ای اولٰئک الذین حققوا ایمانہم بالہجرۃ والنصرۃ ۱۲ مجمع البیان

اپنی آنکھون کے سامنے رکھ لیا اور جو کچھ اُس مین تو نے کہدیا اور فرمادیا اُسی پر ہمنے یقین کیا مہاجرین اور انصار کی اس قدر بزرگیان اور فضیلتین تو نے بیان کین کہ ہم اُنکی نسبت نیک اعتقاد رکھنے پر مجبور ہو گئے اور تیری ہی شہادت سے اُنکے ایمان اور اسلام پر بلکہ اُنکے فضائل اور درجات پر معتقد ہو گئے کہین تو نے اُنکے حق مین فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ کسی مقام پر تو نے اُنکی نسبت ارشاد کیا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کسی جگہ اُنکی شان مین تو نے فرمایا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ کسی مقام پر اُنکی صفت مین تو نے کہا لَيُرْزِقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا غرض کہ خدایا جب ہمنے تیری کتاب کو کھولا تو کوئی ورق اور کوئی صفحہ اُسکا مہاجرین اور انصار کے ذکر سے خالی نہ پایا کسی آیت سے اُنکی بُرائی کا ثبوت کیسا اُنکی فضیلت پر شبہہ تک نہوا جب تیری کتاب سے اُنکی نسبت شہادت چاہی تو یہی معلوم ہوا کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ جب قرآن سے اُنکے واسطے فال کھولی تو یہی نکلا کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ پس جب تو نے باین بے نیازی انکی صفات اور فضائل سے اپنی کتاب کو بھر دیا اور اُنکی شان مین بار بار رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ فرمایا اور ہمکو اُن کے اقتدا اور پیروی کی تاکید کی اور اُنسے محبت رکھنے کی تحریص اور عداوت اور کینہ رکھنے پر تہدید فرمائی تو ہم اگر اُنسے محبت نہ رکھتے اور اُنکو اچھا نہ جانتے اور اُنکی اقتدا نہ کرتے تو کیا کرتے اِلٰہ العالمین تو نے ہمکو اُن لوگون مین تو پیدا نہین کیا تھا جنکی نسبت تو نے فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا اُس گروہ مین تو نے ہمکو شامل ہی نہ کیا تھا جسکی صفت مین تو نے ارشاد کیا ہے وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ ہمکو تو اُن سب کے پیچھے مخلوق کیا اور ہم لوگونکی نسبت پہلے ہی سے تو نے یہ لکھدیا کہ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو کیونکر ہم اُن پیشواؤن سے محبت نہ رکھتے اور کس طرح اُنسے کینہ اور عداوت رکھتے یہ کتاب تیری موجود ہے جسکی نسبت تو نے فرمادیا تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور اسی وعدے پر ہم اُسکو برابر غیر محرف سمجھتے رہے اور اسپر ایمان رکھتے آئے اگر یہ آیتین جو مہاجرین اور انصار کی نسبت ہمنے بیان کین تیری کتاب مین موجود ہین تو پھر خدایا ہمارا کیا قصور اور کیا گناہ ہے جنکو تو نے اچھا کہا ہمنے اچھا جانا جنکی تو نے تعریفین کین اُنسے ہمنے محبت رکھی ہان اگر اِن لفظون کے تو نے اور کچھ معنی رکھے ہون اور اس عبارت کا مطلب اور کچھ ہو تو ہم نہین جانتے موافق تیرے ارشاد کے تیری کتاب کو کھلی اور روشن

کتاب سمجھتے تھے اور اُسکو معما اور پہیلیون کا مجموعہ نہ جانتے تھے غرض کہ ہم نہیں جانتے کہ جب ہم یہ جواب دینگے تو خداوند عادل کس جرم مین ہم کو سزا دیگا اور کس طرح ہمکو اپنی کتاب کا تصدیق کرنیوالا نہ سمجھے گا ہمکو تو یقین ہے کہ ضرور ایسے عقیدے سے خدا ہماری نجات کریگا اور ہم اُسکے مغفرت و رزق کریم میں سے حصہ عطا کریگا + اے یار وہ ہمارا جواب تو سن لیا اب کچھ اپنی جوابدہی کی فکر کرو کہ اگر تمھارا عقیدہ جو بہ نسبت صحابہ کے ہے باطل ٹھہرا اور قیامت کے دن خدا نے تمسے مواخذہ کیا تو تم کیا جواب دوگے ہمارے نزدیک تو سوائے اسکے دوسرا جواب نہین ہوسکتا کہ خداوندا ہمنے تیری کتاب کو اس لیئے پس پشت ڈال دیا تھا کہ اسمین اصحاب رسول نے تحریف کر دی تھی اور اسکو کم و بیش کر دیا تھا جیسا تو نے نازل کیا تھا ویسا نہ رکھا تھا اور اصلی مصحف امام صاحب کے پاس تھا وہان ہمارا گذر بھی نہو سکتا تھا کچھ نشان اور پتہ بھی امام صاحب کا نہ ملتا تھا پس ہم کیونکر مصحف عثمانی پر عمل کرتے اور کیونکر محرف قرآن کی تصدیق کرتے ہم تو اسکو کبھی دیکھتے بھی نہ تھے حفظ یاد کرنیکا ذکر کیا ہے کبھی اسکو پڑھتے بھی نہ تھے بلکہ ہمیشہ امام صاحب کے خروج کی دعا کیا کرتے تھے اور انکے ساتھ جو اصلی قرآن تھا اسکے دیکھنے پر جان دیتے تھے مگر خداوندا ہمارا کیا قصور ہے اس لئے کہ تو نے ایسا انکو چھپایا کہ کہین انکا سایہ بھی نہ دکھلائی دیا ہزارون عرضیان مجتہدین ایک کا بھی امام نے جواب دیا صدہا درخواستین خضر و الیاس کے ذریعے سے براہ دریا ارسال کیں کسی پر کچھ حکم نہ آیا بڑے بڑے مجتہدون سے پوچھا انھون نے یہی فرمایا کہ ابھی انتظار مین رہو خروج اور ظہور کی دعا کیا کرو ہنوز وقت نہین آیا لیکن ہمنے بہت انتظار کیا مگر ہمارے جیتے جی ظہور کس کا خروج کیسا کچھ خبر تک امام کی آئی شعر

شام تک تو آمد جاناں کا کھینچا انتظار　　وہ نہ آیا وعدہ اپنا یاں برابر ہو گیا

ہند سے امام کی غیبت سرا تک ہمنے ہجرت کی لیکن دیکھنا اسکا ملنا کیسا صورت تو امام کی نظر ہی نہ پڑی پس بغیر امام کے ہم کیا کرتے اور کیونکر راہ حق پر چلتے ہان امام کے دیکھنے والون نے جو کچھ ہمسے کہدیا اسپر ہم ایمان لے آئے اور اسی کو حق جانتے رہے اور کبھی اُس سے نہیں پھرے پس اگر خدا یہ جواب سنکر فرمادے کہ اے کمبختو جب کہ مین اپنے کلام کا حافظ تھا اور خود کہہ چکا تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ تو کسکی مجال تھی کہ وہ تحریف کرتا اور کون تھا کہ اسکو بدل دیتا کسنے تمسے کہا کہ میری کتاب مین تحریف ہوئی تھی تب تم شاید یہی جواب دوگے کہ ہمنے زرارہ سے سنا تھا ہمسے شیطان الطاق نے کہدیا تھا تب اسوقت اگر خدا یہ فرمائے کہ اے بدبختو میں سچا تھا یا زرارہ میرا رسول صادق تھا یا شیطان الطاق تو معلوم نہیں کہ کیا جواب دوگے ہمارے نزدیک تو سوائے اقرار جرم کے اور کچھ جواب دے سکوگے اور اُسوقت سوائے اسکے کہ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ درجہ حکم ہوگا +

ساتوین آیت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ

بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ
عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ
نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ
اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْہَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا
السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ جو آیتیں ابتک ہمنے لکھین اُنسے عام مہاجرین
اور انصار کی فضیلتین ثابت ہوئیں اب ہم اس آیت کو لکھکر خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ
کی فضیلت ثابت کرتے ہین ٭ جاننا چاہیئے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے طائف اور حنین سے
مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینے مین قیام فرماکر قصد جہاد روم کا کیا تو بعض لوگون پر نہایت گران گذرا
اس لیے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور دراز تھا خرمون کے پکنے کی فصل تھی اور روم کا خوف بھی غالب تھا تب
اللہ جلشانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتونکو نازل کیا اور کئی طرح سے لوگونکو سمجھایا چنانچہ اول آیت مین
فرماتا ہے کہ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ یعنی کہ اے مومنین تمکو
کیا ہو گیا ہے کہ جب تمسے جہاد کے لیے کہا جاوے تب تم اپنے گھرون سے نکلنا نہین چاہتے کیا تم دنیا
کی زندگی کو مقابلے آخرت کے اچھا سمجھکر اُس پر راضی ہو حالانکہ دنیا کا فائدہ آخرت مین بہت ہی تھوڑا ہے
اس آیت مین اللہ جلشانہ نے دنیا کی حقارت بیان کرکے جہاد پر ترغیب دی بعدہ دوسری آیت۔ اِلَّا
تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٭ مین فرمایا کہ
اگر تم سستی کروگے اور جہاد پر مستعد نہوگے تو خدا تمکو دنیا و آخرت مین عذاب دیگا اور تمھارے بدلے
اور غیر قوم کو پیدا کریگا اور تمھارے مدد نکرنے سے خدا یا اُسکے رسول کا کچھ نقصان نہیں ہے اس لیئے
کہ خدا کو کچھ پروا نہیں ہے اور رسول کا وہ خود حافظ ہے چنانچہ اپنی بے نیازی اور اپنے رسول کی بے پروائی
کو ان لفظون سے بیان کیا اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اگر تم لوگ پیغمبر کی مدد نکروگے تو اُسکو تمھاری
مدد کی حاجت نہین ہے اس لیئے کہ خدا اُسکا مددگار ہے اور اپنی مددگاری کو اللہ جلشانہ اس طرح سے
ثابت کرتا ہے کہ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَارِ کہ جب کفار نے پیغمبر کو مکے سے نکالا
اُسوقت کسنے اُسکی مدد کی اور اُسوقت کونسا لشکر اور گروہ اُسکا مددگار رہا اور سوائے ایک یار کے دوسرا کون
اُسکے ساتھ غار مین گیا اور جب کفار در غار پر آپہنچے اور درمیان پیغمبر کے اور اُنکے کچھ فاصلہ نرہا اُسوقت اُسکا یار غار
بھی گھبرا گیا اور یہ خیال کرکے کہ ایسا نہو کہ کفار غار مین چھپے ہونے سے آگاہ ہو جاوین اور مبادا پیغمبر پر
کچھ صدمہ پہنچاوین وہ غم کرنے لگا اُس اضطراب اور اضطرار کے حال مین بھی کہ بڑے بڑے شجاع

ف یہ خطاب انھین بعض کے ہے جو کہ جہاد پر جانے سے تساہل کرتے تھے نہ کل صحابہ مہاجرین اور انصار سے اور خطاب کل سے کرنا اور بعض مراد ہونا کلام عرب مین جاری ہے ورنہ حضرت علی اور بنی ہاشم بھی اس خطاب مین شامل ہو جاوینگے ۱۲ منہ عفا عنہ

اور جو اثر دگھبرا جاتے ہین میرے پیغمبر کو کچھ اضطراب نہوا اور اپنے یار کو لا تحزن ان اللہ معنا کہکر مطمئن کیا
اور مینے اپنے پیغمبر کے کہنے سے اُس یار پر تسلی نازل کی کہ اسکا خوف اور اضطراب جو پیغمبر پر صدمہ پہونچنے
کے خیال سے تھا جاتا رہا فانزل اللہ سکینتہ علیہ اور بعد گذر جانے اُس مصیبت کے وقت کے جب بدر کی
لڑائی ہوئی تب مین نے ایسے لشکر سے مدد کی کہ جسکو تم دیکھ نہین سکتے تھے وایدہ بجنود لم تروہا آخر کافرون
کی بات کو پست کرکے اپنی بات کو بلند کیا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ہی العلیا تمام مفسرین
کیا شیعہ اور کیا سُنی اسپر متفق ہین کہ اذ اخرجہ الذین کفروا مین جس زمانے کا ذکر ہے اُس سے ہجرت
کا وقت مراد ہے اور اذ یقول لصاحبہ مین جو لفظ صاحب کا مذکور ہے اُس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ
مراد ہین اور اسکے بھی سب قائل ہین کہ ہجرت کا وقت بڑا نازک اور نہایت مصیبت اور تنہائی اور رنج کا تھا
جو اُسوقت صدق دل سے شریک ہوا اُسکا رتبہ بھی سب سے بڑا ہے اور اس سے بھی کسیکو انکار نہین ہے کہ حضرت
ابوبکر صدیقؓ اُسوقت سے کہ جب سے پیغمبر صاحب اپنے گھر سے برآمد ہوے اور جب تک غار مین رہے اور جبتک
مدینے مین پونہچے برابر ہمراہ رہے لیکن باہم ہمارے اور شیعون کے یہ اختلاف ہے کہ ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت
کو اُنکے اخلاص اور نیک نیتی پر محمول کرکے انکو افضل مہاجرین جانتے ہین اور حضرات شیعہ انکی ہمراہی کو بدنیتی
پر (ونعوذ باللہ من ذلک) محمول کرکے انکو منافقین مین سے سمجھتے ہین اس لئے ہم اسی آیت سے حضرت
صدیق اکبر کے فضائل ثابت کرتے ہین اور حضرات شیعہ کے شبہات بیان کرکے انکار کرتے ہین ؛

بیان صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل کا جو اس آیت سے ثابت ہوتے ہین

اِس آیت سے بہت سی فضیلتین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ثابت ہوتی ہین (اوّل) یہ کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر کفار مکہ نے اتفاق کیا اور اللہ جلشانہ نے انکے ارادے سے حضرت کو آگاہ
فرمایا اور اجازت ہجرت کی دی تب پیغمبر خدا نے بحکم الٰہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے ہمراہ لیا پس
اگر خدائے جلشانہ کے نزدیک ابوبکر صدیقؓ ایمان مین سچے اور اسلام مین پکے نہوتے اور پیغمبر صاحب کے
جان ودل سے عاشق نہوتے تو ہرگز وہ ایسے وقت مین انکو ساتھ لینے کی اجازت نہ دیتا اور خود پیغمبر صاحب
کو اگر انکی محبت اور عشق پر یقین کامل نہوتا تو کبھی ابوبکر صدیقؓ کو اس سفر مین اپنے ہمراہ نہ لیتے (دوسرے) اگر
ابوبکر صدیقؓ اپنی جان ومال کو حضرت پر نثار کرنے سے راضی نہوتے تو وہ ایسی مصیبت کے وقت مین خود
شریک نہوتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت مین نہ ڈالتے بلکہ حیلہ حوالہ کرکے اپنے آپکو ایسی مصیبت کے وقت مین شریک
ہونے سے بچا لیتے (تیسرے) گھر مین سے نکلنے کے وقت سے مدینے منورہ مین پونہچنے تک

جو باتین صدیق اکبر نے کین اور جسطرح پر پیغمبر خدا کی حفاظت کی اور جس طور پر حق رفاقت کا ادا کیا ان سب باتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کو پیغمبر خدا کے ساتھ عشق کا مرتبہ تھا اور پیغمبر صاحب کے بچانے کیلئے اپنی جان اور آبرو کا کچھ خیال نہ تھا (چوتھے) جتنے اور صحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے اُن مین سے کوئی اس رتبے کا نہ تھا کہ جسکو پیغمبر خدا اپنے ہمراہ لیتے اور جسکو اپنا یار غار بناتے سوائے ابو بکر صدیق کے کہ انھین کو ایسے وقت مین اپنا رفیق بنایا اس سے ابو بکر صدیقؓ کی افضلیت اور صحابیوں پر ثابت ہوتی ہے (پانچوین) اللہ جلشانہ کو یہ خدمت صدیق اکبر کی ایسی پسند آئی کہ انکی صدیقیت اور رفاقت کو اور لوگوں کی تحریص اور ترغیب کے واسطے اس آیت مین بیان کیا تاکہ اسکو سنکر لوگونکو غیرت آئے اور پیغمبر صاحب کی رفاقت پر مستعد ہو جاوین پس اگر ابو بکر صدیقؓ کی صدیقیت خدا کے نزدیک مقبول نہوتی اور انکی خدمت اور رفاقت اعلی درجے کی نہوتی تو انکی مثال کیون دی جاتی اور انکی یاری اور مددگاری اورون کے دل بڑھانے کے لیے کس لیے بیان کیجاتی (چھٹے) اللہ جلشانہ نے ثَانِیَ اثْنَیْنِ کا لفظ فرماکر ظاہر کیا کہ بعد پیغمبر خدا کے دوسرا شخص ادائے مناصب دینی کے واسطے ابو بکرؓ ہے (ساتوین) اللہ جلشانہ نے صَاحِبِہٖ کا لفظ، ابو بکر صدیقؓ کی نسبت فرماکر انکی صحابیت کو ثابت کیا کہ یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہین ہوا اسلیے ابو بکر صدیقؓ کی صحابیت کا انکار درحقیقت نص قرآنی کا انکار ہے (آٹھوین) اس آیت مین الفاظ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو تسلی دی اور خدا کی حفاظت اور نصرت مین انکو اپنا ساتھی فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جسطرح پر حافظ اور ناصر اپنے پیغمبر کا تھا اُسی طرح پر اپنے پیغمبر کے یار غار کا حامی اور مددگار تھا اور جب کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ ابو بکرؓ کیساتھ تھا تو یہی سے ابو بکر کا متقی اور محسن ہونا ثابت ہوا اس لیے کہ دوسری آیت مین اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ہُمْ مُّحْسِنُوْنَ کہ خدا اُنھین لوگون کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ متقی اور نیک ہوتے ہیں (نوین) اللہ جلشانہ نے اپنی تسلی ابو بکر صدیقؓ پر نازل کی اور خدا اپنی تسلی نازل نہین کرتا مگر اُنھین لوگون پر جو کہ ایمان مین پکے اور اسلام مین مضبوط ہوتے ہین اور جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے اور تسلی نازل کرنے کا ثبوت فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِ سے ہوتا ہے (دسوین) ان آیتون پر غور کرنے سے بڑی فضیلت صدیق اکبرؓ کی ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ یہ آیتین صرف واسطے ترغیب اور تہدید اُن لوگون کے نازل ہوئی ہین جو کہ جہاد پر جانے سے سستی کرتے تھے اور ان آیتون مین خدا نے اُن سستی کرنیوالونکو سمجھایا اور ڈرایا اور اپنی بے نیازی کو ظاہر کیا چنانچہ اول دنیا کی حقارت کرکے اُن کو سمجھایا پھر انکو عذاب نازل کرنے سے اور اُنکے بدلے دوسری قوم کو پیدا کرنے سے ڈرایا آخرکار اپنی بے نیازی

اور اپنے رسول کی بے پروائی کو بیان فرمایا اور پھر اُس بے نیازی اور بے پروائی کے بیان میں صدیق اکبر رضی
کی تمثیل دی اور اُنکی رفاقت اور محبت کا تذکرہ کیا پس اسی سے ابوبکر صدیقؓ کی صدیقیت اور اُنکی صاحبیت کے
مرتبے کو قیاس کرنا چاہیے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک اُنکی نصرت و یاری کی کیسی کچھ وقعت تھی کہ
منجملہ اور امور ترغیب و تہدید کے اُنکی نصرت و رفاقت کو بھی بیان کیا غرضکہ فضائل ابوبکر صدیقؓ کے جو ان
آیتون سے ثابت ہوتے ہیں اجمالاً ہم بیان کر چکے اب اُن شبہات کو جو حضرات شیعہ کرتے ہین بیان کرکے
اُسکا رد کرتے ہین اور چونکہ شبہات اُنکے ایسے پوچ اور رکیک ہین کہ اُنکی تردید کرنا ایسا ہے جیسا کہ روز روشن
مین آفتاب کے طلوع سے انکار کرنے والے کے مقابلے مین دلائل و براہین بیان کرنا لیکن بمجبوری
موافق قول خاتم المحدثین کے (چون بناء کلام بر اصول گروہی نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست آنہا
دادہ ہر جا کہ کشیدہ برند میرود و بہر رنگ کہ رنگین کنند میشود) مگر منصف مزاجون سے امید ہے کہ اُن اعتراضون
کو ذرا انصاف سے دیکھین اور علماء و مجتہدین امامیہ کے تعصب اور عناد پر خیال کرین کہ عداوت نے انکے دلون پر
کیسا پردہ اور دشمنی نے اُنکی عقلون پر کیسا حجاب ڈال دیا ہے کہ ایسی نص صریح سے انکار کرتے ہین اور افضل الصحابہ
کی فضیلت کے انکار کے لیے کیسی پوچ تاویلین بیان کرتے ہین (وہا انا اشرع فی بیان ہفواتہم)۔

بیان شیعیان عبداللہ بن سبا کے اعتراض کا اس آیت پر

ہم اعتراضون کو اُسی ترتیب سے بیان کرتے ہیں جس ترتیب سے ہمنے فضیلتین بیان کی ہین تاکہ دیکھنے والونکو
ہر فضیلت کے مقابلے مین اعتراضات اور شبہات شیعون کے معلوم ہو جاوین ✤

پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر

جو کہ ہمنے پہلی فضیلت مین بیان کیا ہے کہ اللہ جلشانہ کے حکم سے پیغمبر خدا نے صدیق اکبرؓ کو اپنے ہمراہ لیا
اُسکو امامیہ اس طرح پر رد کرتے ہین کہ نہ خدا نے پیغمبر خدا کو ابوبکر کے ہمراہ لینے کی اجازت دی نہ پیغمبر صاحب
نے اپنی خوشی سے اُنکو اپنے ساتھ لیا بلکہ بلا مرضی اور بغیر اجازت حضرت کے ابوبکر ہمراہ ہو گئے چنانچہ اس بات
میں جو کچھ علماے شیعہ نے لکھا ہے اُسکو ہم بیان کرتے ہین بڑے مجتہد صاحب یعنی شیعون کے قبلہ و
کعبہ ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ (احتجاج باین آیت موقوف ست کہ بہ ثبوت رسید کہ ہجرت ابوبکر باجازت
حضرت نبوی واقع شدہ و شیعہ این را قبول ندارند) اور قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں اور
اپنے اور رسالون مین بھی یہی لکھا ہے کما ذکرہ فی منتہی الکلام کہ (قاضی نور اللہ شوستری در مجالس المومنین

ذوالفقار مطبوعہ لدھیانہ ١٢٨١ ہجری صفحہ ٥ سطر ٩ ١٢

و بعضے از رسائل دیگر ذکر می کنند) (کہ ابوبکر از منافقین بود و برخلاف امر اقدس نبوی در اثناء راہ ایستاد و حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعد زجر شدید او را ہمراہ گرفت تا کفار را دلالت نہ کند) اور ایک رسالے مین جو منسوب بہ حسینیہ ہے ایک بڑے میر صاحب اس طرح پر لکھتے ہین (کہ چون پارہ راہ برفت دید کہ شخصے در برابر آنحضرت می آید حضرت توقف نمودہ چون نزدیک رسید بشناخت کہ ابوبکر است فرمود کہ اے ابوبکر نہ من امر خدا بشما رسانیدم و گفتم کہ از خانہ خود ہا بیرون نیائید تو چرا مخالفت امر الٰہی کردی گفت یا رسول اللہ از بہر تو خائف بود و ہراسان بودم نخواستم کہ در خانہ قرار گیرم پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم متحیر ماند بواسطۂ آنکہ حکم الٰہی نبود کہ کسے در ہمراہی خود برد در ساعت حضرت جبرئیل باز رسید و گفت یا رسول اللہ بخدا سوگند کہ اگر این را ہمراہ و ہمراہ نہ گیری کفار را گرفتہ از عقب تو بیاید و ترا بقتل رساند پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آنوقت بالضرورت او را با خود برد و در غار داخل شد) غرض کہ اس اعتراض سے ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق بہ قصد گرفتار کرانے پیغمبر صاحب کے گھر سے نکلے اور راہ روک کر کھڑے ہوگئے اور باوجودیکہ حضرت نے گھر مین سے نکلنے کو منع کر دیا تھا وہ عدول حکمی کر کے بہ ارادۂ ایذا رسانی پیغمبر صاحب کے سد راہ ہوے آخر کار پیغمبر صاحب مجبور ہوئے اور بصلاح جبرئیل علیہ السلام کے انکو اپنے ساتھ لے لیا اگر ہمراہ نہ لیتے تو ضرور ابوبکر کفار کو لے آتے اور پیغمبر کو گرفتار کراتے * اگرچہ اہل انصاف غور کر سکتے ہین توبہ توبہ ایسے بدیہی امر مین غور کی کیا حاجت ہے ویسے ہی سمجھ سکتے ہین کہ یہ اعتراض بالکل پوچ اور واہی ہے اور اسکی رکاکت اسکے الفاظ و معانی سے ظاہر ہے لیکن ہم چند باتین اس اعتراض کے بطلان پر لکھتے ہین اور سفاہت اس دعوے کی کہ ابوبکر صدیق رضی بقصد گرفتاری و ایذا پیغمبر صاحب کے نکلے تھے ثابت کرتے ہین * (اول) سوچنا چاہیے کہ ابوبکر صدیق رضی اسوقت پیغمبر صاحب کے دوست تھے یا دشمن اگر دوست تھے تو قصد گرفتاری اور نیت ایذا دہی کے کیا معنی اگر دشمن تھے تو جسطرح پر ابوجہل وغیرہ اور دشمن حضرت کے حضرت کے قتل کی نیت سے آپکے گھر پر گئے تھے اسی طرح پر ابوبکر انکے ساتھ کیون نہ گئے انسے علیحدہ کیون ہوے * (دوسرے) ابوبکر کو حال ہجرت کا اور وقت دولتسرا سے برآمد ہونے کا اور غار مین تشریف لے جانے کا پیغمبر صاحب نے بتلایا تھا یا نہین اگر نہین بتلایا تو ٹھیک وقت پر عین اسی راہ پر جس طرف سے حضرت جاتے تھے ابوبکر کسطرح راہ روک کر کھڑے ہوگئے اگر پیغمبر صاحب نے پہلے سے بتلا دیا تھا تو حضرت کو ابوبکر کا ہمراہ لے جانا منظور تھا یا نہین اگر منظور نہ تھا تو راز فاش کرنے سے کیا حاصل تھا اور ایسی پوشیدہ بات کو دشمن پر ظاہر کرنے سے سواے اندیشۂ ضرر کے کیا فائدہ تھا اور اگر ساتھ لیجانا منظور تھا تو پھر اعتراض بھی باطل ہوا * (تیسرے) اگر فرض بھی کیا جاوے کہ ابوبکر صدیق بہ نیت قتل پیغمبر خدا کے راہ روک کر کھڑے ہوگئے اور اپنی بدنیتی مین ایسے مضبوط تھے کہ حضرت جبرئیل انکی نیت سے خوف کر کے فوراً ہی سدرہ سے اترے

اور پیغمبر صاحب سے کہنے لگے کہ (اگر این رامی گذاری و ہمراہ نگیری کفار را از عقب تو گرفتہ بیاید و ترا القتل رساند)
لیکن یہ بات معلوم نہین ہوتی کہ اُسوقت ابوبکر تنہا تھے یا اور کوئی کافر بھی اُنکے ساتھ تھا اور ہتھیار بند تھے یا
خالی ہاتھ اگر یہ کہا جاوے کہ اور کافر بھی موجود تھے تو کوئی شیعہ بھی اِسکا قایل نہین اور اگر کوئی اور کافر ہمراہ
ابوبکر کے نہ تھا تو تعجب آتا ہے کہ ابوبکر باوجود جاننے شجاعت اور قوت پیغمبر صاحب کے تنہا حضرت کی گرفتاری
اور قتل کو بغیر ہتھیار کے چل دیے اور دو چار رفیقون کو بھی اپنے ہمراہ نہ لیا اور اگر یہ کہا جاوے کہ وہ فقط خبر
لینے کے لیے کھڑے ہوگئے تھے چنانچہ جبرئیل علیہ السلام کے اس ارشاد سے کہ (کفار را از عقب تو گرفتہ بیاید) ثابت
ہوتا ہے تو پھر معلوم نہین ہوتا کہ کفار اُس جگہ سے جہان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کو ملے ایسے نزدیک تھے
کہ آواز پہنچ سکتی تھی یا اتنے دور تھے کہ اُنکے بلانے کے لیے جانا پڑتا اگر نزدیک تھے تو تعجب ہے کہ ابوبکر نے انکو
آواز دیکر کیون نہ بلا لیا اور چپ چاپ کیون کھڑے رہے اور اگر دور تھے تو معلوم نہین کہ کیون پیغمبر خدا کو دیکھتے ہی
ابوجہل وغیرہ سے خبر کرنے کو نہ دوڑے کس امر کے انتظار مین کھڑے رہے اور تعجب تو اس امر پر ہے کہ جبرئیل ع
علیہ السلام نے یہ صلاح تو پیغمبر صاحب کو دی کہ اس دشمن کو اپنے ساتھ لے لو اور یہ مشورہ نہ دیا کہ ذرا اُٹھہر و
جب یہ مہلت دے دشمن کو خبر کرنے اور بلانے کو جاوے تب چل دینا اور جب تک وہ لوٹے تب تک یہ جا مقصود
پر پہنچ جانا خدا جانے جبرئیل کو معاذ اللہ کیا ہوگیا تھا کہ ایسے اضطرار کے وقت مین پیغمبر صاحب کو ایسے
دشمن کے ہمراہ لینے کی صلاح تو دی اور جو حکمت اُس سے بچنے کی تھی وہ نہ تبلائی ❊ (چوتھے) تعجب
ہے کہ جب ابوبکر کو پیغمبر صاحب کا گرفتار کرانا ہی منظور تھا تو وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ کیون چل دیے اور کیون
غار مین جاکر حضرت کے ساتھ چپ چاپ بیٹھے رہے اور کس لیے کوئی تدبیر گرفتار کرانے کی نہ کی اہل انصاف غور کرین
کہ جسطرح پر اُسوقت ابوبکر صدیق رض نے حضرت کو راہ مین پایا تھا اور اُنکا قصد قتل کا تھا اگر اُس طرح پر ابوجہل
یا اور کوئی کافر قریشی حضرت کو دیکھ لیتا تو وہ کیا کرتا اور حضرت اُس سے کیا کرتے اگر کسی کے ذہن
مین یہ بات آوے کہ وہ حضرت کو چھوڑ دیتا یا حضرت اُسکو اپنے ہمراہ لے لیتے تو ہم ابوبکر کی نسبت بھی
شیعون کے خیال کو درست کر سکتے ہین ہم نہایت تعجب کرتے ہین کہ شیعونکی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا
ہے کہ اتنا نہین سمجھتے کہ ہجرت کا وقت وہ تھا کہ تمام کفار مکے کے پیغمبر صاحب کے قتل کے درپے تھے
اور در دولت پر مجمع کرکے اپنے ارادے کے پورا کرنے کے لیے پہنچ گئے تھے اور کسیکو خبر تک نہ تھی کہ پیغمبر
صاحب اس گھر سے نکل گئے ہین بلکہ سب جانتے تھے کہ اپنی جگہ پر آرام کر رہے ہین اُسوقت مین جو رفیق ،
حضرت کا ہوا اُسکی نسبت دشمنی کا گمان کرتے ہین اگر وہ رفیق بحکم اور برضی پیغمبر صلعم کی رفاقت کیلیے آمادہ نہوتا
تو وہ اس گروہ مین شامل ہوتا جو در دولت پر واسطے قتل کے گیا تھا یا بلا اطلاع بلا خبر راہ روک کر

کھڑا ہو جاتا جو کچھ اب تک ہمنے لکھا یہ تسلیم روایات شیعہ کے لکھا اور اُس سے بھی صدیق اکبر کی صدیقیت کو ثابت کیا لیکن اب ہم اپنے دعوے کو عقلی دلائل سے قطع نظر کر کے نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور خود حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں سے اُنکے اعتراض کو رد کرتے ہین اور بوحی آلٰہی اور برضی رسالت پناہی ابو بکر صدیق کا ساتھ ہونا ثابت کرتے ہین مفسر کاشانی جو علمائے اعلام شیعہ سے ہین تفسیر خلاصۃ المنہج مین تحریر فرماتے ہیں کہ (امیر المومنین را برجای خود خوابانید و خود از خانہ ابو بکر برفاقت او در ہمان شب بیرون آمد بابن غار متوجہ شد) پس حضرات امامیہ اس مفسر کی تفسیر کی لفظون کو کہ (خود از خانہ ابو بکر برفاقت او در ہمان شب بیرون آمدہ) ملا نور اللہ شوستری کے اِس مضمون سے کہ (ابو بکر از منافقین بود و برخلاف امر مقدس نبوی در اثنائے راہ ایستادہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد زجر شدید او را ہمراہ گرفت) ملاوین اور خود ہی تصفیہ کرین کہ ان مین کون سچا ہے اگر ایک روایت پر حضرت امامیہ کی خاطر جمع نہ ہو اور اسکو قبول نہ کرین تو دوسری روایت سنین اور کسی عالم اور مجتہد کی بھی نہ سنین بلکہ خاص امام کی وہو ہذہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں سورۂ بقر میں لکھا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر کہا کہ اللہ جلشانہ آپکو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ قریش خصوصًا ابو جہل نے آپ کے قتل کی تدبیر مصمم کی ہے اس لیے آپکو چاہئے کہ علی کو اپنی جگہ پر چھوڑیے کہ وہ مثل اسمٰعیل کے جان نثار کرے گا اور ابو بکر کو اپنا رفیق کیجیے کہ اگر وہ موانست کرے اور اپنے عہد پر قایم ہے تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین مین آپکا رفیق ہوگا تب پیغمبر خدا نے حضرت علی سے یہ حال کہا حضرت علی اپنے مارے جانے پر راضی ہوے بعدہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر کیطرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے ابو بکر تو راضی ہے کہ اِس سفر مین میرے ہمراہ ہو اور کفار قریش جسطرح پر مجھے قتل کے لیے تلاش کرین اسیطرح تیرے قتل کے لیے درپے ہون اور یہ بھی مشہور ہو دے کہ تو نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے سبب سے تجھ پر طرح طرح کے عذاب پہنچین ابو بکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین تو وہ شخص ہون کہ اگر تیری محبت مین سخت ترین بلاؤنمین گرفتار رہون اور قیامت تک انمین پڑا رہون تو بھی میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ تجھ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کروں میری جان میرا مال میرے اہل و عیال لڑکے بالے سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں ہون گا شعر

کف پا بہر زمینے کہ رسد تو نازنین را ‖ بلب خیال بوسم ہمہ عمر آں زمیں را

یہ سنکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری زبان [illegible] تیرے دل کے ہے تو بالیقین خدائے تعالیٰ تجھ کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کرے گا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو کہ سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے + الخ اس روایت کو دیکھکر ہم نہیں جانتے کہ پھر کیونکر

٭ بیدا و لم یجد من قد اباناللہ بالتفصیل ثم ہو معنا فی الرفیق الاعلیٰ ۱۲ +

شیعون کی زبان سے یہ بات نکلنے لگی کہ بلا اجازت پیغمبر خدا کے ابوبکر صدیقؓ راہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے اس لیے کہ خود امام حسن عسکری علیہ السلام تصدیق کرتے ہین کہ پیغمبر خدا نے بحکم اور بوحی الٰہی ابوبکر کو اپنے ساتھ لیا تھا اور جو کچھ ابوبکر نے پیغمبر خدا سے کہا اور جو کچھ حضرت نے انکی نسبت فرمایا اُسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق کو پیغمبر خدا سے کیسی محبت تھی اور پیغمبر خدا کو بھی اُنپر کیسی شفقت تھی کہ انکو اپنی سمع و بصر و جان اور دل سے تشبیہ دیتے تھے جاننا چاہیے کہ اس حدیث کو جب تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے نکالکر مولوی حیدر علیصاحب نے جواب مین سبحان علیخان کے لکھا تھا تو خانصاحب کے ہوش و حواس جاتے رہے اور مضطر ہو گئے اور حقیقت مین ہوش و حواس جانیکا مقام تھا اس لیے کہ جب امام کے قول سے حضرت ابوبکر صدیق کا بوحی الٰہی حضرت کے ساتھ ہجرت کرنا اور پیغمبر خدا کا ابوبکر صدیق کو سمع و بصر سے تشبیہ دینا ثابت ہوا تو پھر بطلان عقائد امامیہ مین کونسا شبہہ باقی رہا اور منشی سبحان علیخانصاحب نے اس روایت کو دیکھکر جو خط مولوی نورالدین صاحب شہید ثالث کے نورالعین کے نام لکھا ہے اور رسالۃ المکاتیب نے رویۃ الثعالیب و الغرابیب مطبوعہ سنہ ۱۲۶۶ ہجری کے صفحہ ۹۰ اسطر ۹ مین بلفظہ نقل ہے قابل ملاحظے کے ہے ہم بھی شائقین کے دیکھنے کے لیے اُس عبارت کو بلفظہ نقل کرتے ہین (و ہو ہذہ) لکن اشکال ہمین ست کہ ناصب احادیث طریقۂ امامیہ را التقاط کردہ بالفعل پنج جزو بغلط از کتاب برام بصارت العین یا چہ نام دارد فرستادہ دران حدیثے مبسوط از تفسیر منسوب بہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بقصہ ہجرت و مدح ابوبکر نقل کردہ پس اگر تالیفش و تالیف بندہ بدست کسی از متمذہبین بمذہبی غیر اسلام افتد و احسرتاہ و واسفاہ یعنی معاذ اللہ حکم شعار ضما و تساقطا کند ہدبر عالم جلبت قدرتہ زمان ظہور صاحب الامر والزمانؑ نزد برسانند تا این اختلاف از میان برخیزد) غرضکہ منشی صاحب ہزار واحسرتاہ اور وا ویلاہ مچاوین اور ہر چند امام صاحب الامر کے ظہور کی دعا کرین مگر امام حسن عسکری علیہ السلام کی تکذیب نہین کر سکتے اور جو فضائل ابوبکر صدیقؓ کے امام کے قول سے ثابت ہوئے انکو باطل نہیں کر سکتے ۞ اے بھائیو ذرا سوچو کہ جب امام صاحب یہ فرماوین کہ بوحی الٰہی ابوبکر کو پیغمبر خدا نے اپنے ہمراہ لیا اور پھر ملا نوراللہ شوستری وغیرہ معاندین یہ کہیں کہ ابوبکرؓ راہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے تو اب ہم امام کے قول کی تصدیق کرین یا ملا نوراللہ شوستری کی بات سنیں حقیقت تو یہ ہے کہ ملا نوراللہ شوستری نے ظاہر مین تو دعوی محبت ائمہ کا کیا لیکن باطن مین اُنکو جھوٹھا بنایا اور تشیع کے پردے مین ایمان اور اسلام کو داغ لگایا۔ شعر

دامن فشان گذشت و ادا را بہانہ ساخت ۔۔۔ خاکم بباد داد و صبا را بہانہ ساخت

اس تفسیر کی روایت سے بھی اگر سیری نہو سے اور فارسی اردو پڑھنے والے کو اس تفسیر کا ملنا دشوار ہو

تو ایسی کتاب کی روایت سنین جو ہر جگہ مل سکتی ہے اور جسکا مولف بڑا غالی شیعی مشہور ہے اُسی کو دیکھکر ذرا غیرت پکڑین اور تعجب کرین کہ پیغمبر کے یار غار کی صدیقیت باوجود ایسے تعصب و عناد کے اُنھین کے مجتہدین و علما کے اقرار کے ثابت ہوتی ہے اور اُنکے بغض کی بیماری کی دوا انھیں کے نسخون سے نکل آتی ہے اس پر بھی اگر دوا نہ کرین اور اپنا ہلاک ہونا چاہیں تو اختیار ہے اب اُس روایت کو سننا چاہیے جو حملۂ حیدریہ مین مذکور ہے **نظم**

چنین گفت راوی کہ سالار دین　　چو سالم بحفظ جہان آفرین　　زنزدیک آن قوم پرمکر رفت
بسوی سرای ابوبکر رفت　　پے ہجرت او نیز آمادہ بود　　کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
بنی بر در خانہ اش چون رسید　　بگوشش ندای سفر در کشید　　چو بوبکر زان حال آگاہ شد
زخانہ برون رفت و ہمراہ شد　　گرفتند پس راہ یثرب بہ پیش　　نبی کند نعلین از پای خویش
بسر پنجہ آن راہ رفتن گرفت　　پئے خود ز دشمن نہفتن گرفت　　چو رفتند چندی ز دامان دشت
قدوم فلک سای مجروح گشت　　ابوبکر انگہ بدوشش گرفت　　ولی زین حدیثست جای شگفت
کہ در کس چنان قوت آید پدید　　کہ بار نبوت تواند کشید　　برفتند القصہ چندے دگر
چو گردید پیدا نشان سحر　　بجستند جائیکہ باشد پناہ　　ز چشم کسان دور یکسو ز راہ
بدیدند غارے دران تیرہ شب　　کہ خواندی عرب غار ثورش لقب　　گرفتند در جوف آن غار جائے
ولی پیش بنہاد بوبکر پائے　　بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید　　قبا را بدرید و آن را بچید
بدینگونہ تا شد تمام آن قبا　　یکی رخنہ نگرفتہ ماند از قضا　　بران رخنہ گویند آن یار غار
کف پای خود را نمود استوار　　نیامد جز او این شگرف از کسی　　کہ در راز خردمی نماید بسے
بغار اندرون در شب تیرہ فام　　چسان دید سوراخہا را تمام　　دران تیرہ شب یک بیک چون شمرد
یکی کام افزون برو پا فشرد　　نیامد چنین کاری از غیر او　　بدینسان چو پرداخت از رفت و رو
در آمد رسول خدا ہم بغار　　نشستند یکجا بہم ہر دو یار　　اس روایت سے ثابت ہوتا ہے

کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود حضرت ابوبکر صدیق رض کے گھر گئے اور اُنکو ہمراہ لیا اور جو کچھ ابوبکر صدیق نے خدمتیں کین یعنی پیغمبر خدا کو دوش پر چڑھانا اور غار مین اول جانا اور اُسکو صاف کرنا اور قبا کو چاک کرکے سوراخون کو بند کرنا اور باقی ماندہ سوراخ کو اپنے کف پا سے مسدود کرنا وہ عشق و محبت پر دلالت کرتی ہین نہ کہ نفاق و عداوت پر اگر یہ خدمتین جو حضرت ابوبکر صدیق رض نے شب ہجرت مین کین نفاق کی نشانیان ہین تو معلوم نہیں کہ محبت اور عشق کی علامتین کیا ہین + یہ بات بھی لایق لکھنے کے ہے کہ جو بعض شیعون نے یہ دعوی کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے سب صحابہ کو منع کیا

۱؎ حملہ حیدری جلد اول مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ ہجری صفحہ ۲۴۴ از سطر ۱۶ تا اسطر ۲۶ صفحہ ۲۴۵ سطر ۱۲

تھا کہ اپنے گھرون سے نہ نکلنا اور ابو بکر نے خلاف حکم پیغمبرؐ کے کیا وہ بالکل غلط ہی اس لیے کہ خود مؤرخین
اُنکے اقرار کرتے ہین کہ پیغمبر خدا نے سب اصحاب کو اوّل سے روانہ کر دیا تھا اور صرف دو شخصون کو رکھ لیا
تھا یعنی حضرت علیؓ کو کہ اُنکو اپنی جگہ پر سولایا اور ابو بکر صدیقؓ کو کہ انکو اپنے ساتھ لیا پس کونسا اصحاب مین
سے باقی رہگیا تھا جسکو پیغمبر خدا نے شب ہجرت مین باہر نکلنے سے منع کیا ہو اور جنکی نسبت یہ ارشاد
کیا ہو (کہ نہ من امر خدا بہ شمار ساندم کہ از خانۂ خود ہا بیرون میائید تو چرا مخالفت امر الٰہی کردی)۔
اور یہ امر کہ سب اصحاب پہلے سے ہجرت کر گئے تھے اور صرف حضرت علی اور ابو بکر صدیقؓ رہ گئے تھے
باقرار مؤرخین شیعہ ثابت ہی چنانچہ حملۂ حیدریہ مین لکھا ہے کہ **نظم**

جبیب خدا[1] چون بدید آن ستم | چنین داد فرمان ز لطف و کرم | کہ اصحاب ہجرت بہ یثرب کنند
نہان یک یک از چشم اعدا روند | نہادند یاران بغزمان قدم | برفتند پنہان بدنبال ہم
بدینگونہ رفتند یاران تمام | علیؓ ماند و بوبکرؓ و خیر الانامؐ | غرضکہ باقرار علماے شیعہ

ثابت ہوا کہ پیغمبر خدا نے باجازت اور بحکم الٰہی ابو بکر کو ہمراہ لیا اور ابو بکر نے حق رفاقت اچھی طرح پر ادا کیا

[1] حملۂ حیدری جلد اول مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ ہجری صفحہ ۲۴۳ سطر ۲۴ ۱۲ منہ

دُوسرا اِعتراض دوسِری فضِیلت پر

دوسری فضیلت مین ہمنے بیان کیا ہی کہ اگر ابو بکر صدیق پیغمبر خداؐ پر عاشق نہوتے اور اپنی جان
و مال کو حضرت پر نثار کرنے کو راضی نہوتے تو ایسی مصیبت کے سفر مین کبھی شریک نہوتے اسپر
علماے شیعہ یہ اعتراض کرتے ہین کہ ابو بکرؓ کی نیت ہجرت میں اچھی نہ تھی چنانچہ مجتہد صاحب
ذو الفقار[2] مین لکھتے ہیں کہ (ہمچنین باتفاق فریقین شرط ترتب ثواب بر ہجرت صحت نیت ست
الی قولہ پس مادامیکہ مارا علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسد دخول او در مدلول این آیہ متیقن
نمی شود و تا متیقن نشود احتجاج باین آیہ بر علو مرتبت او نمی تواند شد) اور قاضی صاحب احقاق الحق
میں فرماتے ہین (وقد ظہر من جزعہ و بکائہ مایکون من مثلہ فساد الحال فی الاختفاء الی قولہ فافضلیتہ
فی الغار یفتخر بہا لابی بکر لولا المکابرۃ واللداد) یعنی ابو بکر صدّیق کی جزع اور بکا سے ثابت ہوا کہ اُنکا حال
اچھا نہ تھا اور نیت اُنکی درست نہ تھی اس اعتراض کا جواب خود امام حسن عسکری علیہ السّلام کی
تفسیر سے اوپر مذکور ہو چکا کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوچھا کہ (ارضیت ان تکون معی
یا ابا بکر تطلب کما اطلب الی قولہ قال ابو بکر یا رسول اللہ اما انا لو عشت عمر الدنیا اعذب جمیعا اشد
عذاب الخ) اے ابو بکر تو میرے ساتھ چلنے سے اس شرط پر راضی ہی کہ تو عذاب اور تکلیف مین گرفتار

[2] ذو الفقار مطبوعہ لدھیانہ ۱۲۸۱ ہجری صفحہ ۵۱ سطر ۲ ۱۲ منہ

ہووے تو اُنھون نے یہی جواب پایا کہ آپ کی رفاقت مین اگر قیامت تک مجھے عذاب ہووے تو منظور ہے لیکن دامن چھوڑنا منظور نہین ہی بس اس جواب سے کیا ثابت ہوتا ہے نیک نیت ہونا ابوبکر کا یا بدنیت ہونا اور چونکہ نیت کا حال افعال و اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اور حرکات جوارح سے دلکی کیفیت معلوم ہوتی ہی بس جو کام ابوبکر صدیقؓ نے شب ہجرت کو کئے وہ انکی نیک نیتی پر شاہد ہین یا انکی بدنیتی پر

تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر

تیسری فضیلت مین ہمنے بیان کیا ہی کہ گھر سے نکلنے کے وقت سے مدینے مین پہونچنے تک جو باتین صدیق اکبر نے کین وہ اُنکے عشق اور محبت پر ساتھ رسول خدا کے دلالت کرتی ہین حضرات شیعہ اُس سے انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ابوبکر صدیق کی حرکتین اُنکے نفاق اور عداوت پر دلالت کرتی ہین اسلئے ہم انکی اُن خدمتون کو جو شب ہجرت مین اُنھون نے کین بیان کرتے ہین تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو کام ابوبکر صدیقؓ نے کئے وہ سواے عاشق صادق کے کسی دوسرے سے ہو نہیں سکتے (اوّل) جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ چلے تب راہ مین ادھر اُدھر نظر کرتے جاتے تھے حضرت نے پوچھا اے ابوبکر یہ کیا تیرا حال ہی تب ابوبکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا مطلب صرف آپکی حفاظت ہی چنانچہ صاحب منتہی الکلام ریاض النضرۃ سے اسکا خلاصہ ان لفظون سے لکھتے ہین کہ (چون صدیق ہمراہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بارشاد شریف متوجہ غار شد گاہی پیش میرفت وگاہی در عقب وزمانے بجانب راست توجہ میکرد و ساعتی بطرف چپ قطع راہ می نمود حضرت پرسید کہ اے ابوبکر گاہی ترا چنین ندیدہ بودم چہ افتاد کہ در رفتن راہ اختلاف میکنی عرض کرد کہ مقصود من نگاہبانی حضرت از شر دشمنان است مباد اکہ از جہات دررسند وحضرت را از راہ تا غار بر دوش برد) (دوسری) جب پیغمبر خدا کے پاے مبارک کے کسل پر ابوبکر صدیقؓ کو اطلاع ہوئی تو بغیر اسکے کہ حضرت نے کچھ کہا ہو ابوبکر صدیقؓ نے حضرت کو اپنے دوش پر چڑھایا اور غار تک پونہچایا پس یہ ہی نصیب ابوبکر صدیق کے کہ جنکے دوش پر شاہ نبوت نے قدم رکھا چنانچہ اس امر کو ہم اوپر حملہ حیدریہ سے ثابت کر آئے ہیں (تیسری) جب غار کے کنارے پر پہونچے تب اول ابوبکر صدیق غار مین گئے اور اسکو صاف کیا اور سوراخون کو بند کیا تب پیغمبر خداؐ کو بلایا اور اپنے زانو پر سولایا اسکو بھی ہم اوپر ثابت کر آئے ہین اور قاضی نور اللہ شوستری بھی ابوبکر صدیقؓ کے اول غار مین جانے کو تصدیق کرتے ہین (چوتھی) ابوبکر صدیقؓ کے اُس پانون مین جو بند کرنے کے لیے سوراخ پر رکھا تھا سانپ نے کاٹا اور حضرت نے انکو تسلی دی

ف کما قال ان قولہ تعالیٰ ثانی اثنین بیان حال رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باعتبار دخولہ فی الغار ثانیا ودخول ابی بکر اولا کما نقل فی السیر ۱۲ احقاق الحق

(پانچوین) جب تک غار مین رہے تب تک ابوبکر صدیقؓ کے گھر سے انکے لڑکے کا کھانا پونہچاتا رہا اور پیغمبر صاحب کو کھلاتا رہا (چھٹی) دو اونٹنیان پیغمبر خدا نے ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے سے منگائین اور اُس نے حاضر کردین ایک پر آپ سوار ہوے اور اپنے ساتھ ابوبکرؓ کو سوار کیا اور دوسرے پر عامر جو کہ شبان بیت الحرام تھا اور شتربان سوار ہوا چنانچہ ان سب باتونکو جسطرح پر صاحب حملۂ حیدریہ نے بیان کیا ہی اسکو ہم لکھتے ہین

ثبوت مین امر چہارم کے

چو[۱] شد کار پرداختہ آن جنان | رسیدند کفار با پے بران | درآمد بکف پای آن یار غار
که بر روی سوراخ بود استوار | رسیدش ز دندان مارے گزند | وزان درد افغان او شد بلند
پیمبر باو گفت آہستہ باش | رسیدند اعدا مکن راز فاش | مخور غم مگردان صدا را بلند
کہ از زخم افعے نیابے گزند

ثبوت مین امر پنجم کے

بغارا[۲] اندرون تا سہ روز و شب | بسر برد آن شہ بفرمان رب | شدی پور بوبکر ہنگام شام
به بردی در آن غار آب طعام | نمودی ہم از حال اصحاب شر | حبیب خدای جہان را خبر

ثبوت مین امر ششم کے

نبی[۳] گفت پس پور بوبکر را | کہ ای چون پدر اہل صدق و صفا | دو جمازہ باید کنون راہ وار
کہ ما را رساند بہ یثرب دیار | برفت از برش پور بوبکر زود | بدنبال کاری کہ فرمودہ بود
ہم از اہل دین بد یکی جملہ دار | برو کرد راز نبی آشکار | بگفتش فلان روز وقت سحر
دو جمازہ بہر پیمبر ببر | ازو جملہ دار این سخن چون شنود | دو جمازہ در دم مہیا نمود
تہی[۴] شد از ان قوم آن کوہ و دشت | رسول خدا عازم راہ گشت | بصبح چہارم بر آمد ز غار
دو جمازہ آوردہ بد جملہ دار | نشست از برِ یک شہنشاہ دین | ابوبکر را کرد با خود قرین
بر آمد بر آن دیگرے جملہ دار | بہمراہ او گشت عامر سوار | پس نہایت تعجب کی بات ہے

کہ باوجودیکہ مورخین شیعہ بھی اِن خلقتو نکا اقرار کرتے ہین اور پھر بھی ابوبکر صدیقؓ کی صدیقیت کا اقرار نہین کرتے

ساتوان اعتراض ساتوین فضیلت پر

۱؎ حملۂ حیدری جلد اوّل صفحہ ۳۴۴ سطر ۱۲ ۱۲ منہ
۲؎ ایضاً صفحہ ۳۴۰ سطر ۲۰ ۱۲ منہ
۳؎ ایضاً صفحہ ۳۴۰ سطر ۲۴ ۱۲ منہ
۴؎ حملۂ حیدری جلد اوّل صفحہ ۳۴۹ سطر ۱۰ ۱۲ منہ

ہمنے اوپر بیان کیا ہی کہ لِصَاحِبِہٖ کی لفظ سے صاحبیت ابوبکر صدیقؓ کی ثابت ہوتی ہی اور یہ رُتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہین ہوا کہ خدا نے کسیکی صحابیت کو تخصیص کرکے بیان فرمایا ہو اسپر علمائے شیعہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہین (اوّل) اس طرح پر کہ لفظ صاحب سے مراد ہمراہ کی ہی اس سے کوئی فضیلت ثابت نہین ہوتی بلکہ اللہ جلشانہ نے اپنے کلام مین کافر کو مومن کا صاحب بیان کیا ہی چنانچہ فرماتا ہی فَقَالَ لِصَاحِبِہٖ وَہُوَ یُحَاوِرُہٗ اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے رفیقون سے جو قید مین تھے اور کافر تھے فرمایا یَا صَاحِبَیِ السِّجْنِ پس اس صاحب کی لفظ سے فضیلت کیطرف اسلام کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا اور صحابیت اصطلاحی کے لیے ایمان کا ہونا ضرور ہی کہ وہ ابوبکر صدیقؓ کو حاصل ہی نہ تھا پس وہ فضیلت جو اس لفظ سے ظاہر ہوتی ہے نسبت اُنکے ثابت نہین ہوسکتی چنانچہ آیت اول کا جواب یہ ہی کہ بیشک آیۃ فَقَالَ لِصَاحِبِہٖ وَہُوَ یُحَاوِرُہٗ مین اللہ جلشانہ نے کافر کو صاحب مومن کا فرمایا مگر اُسی وقت اُسکی اہانت بھی بیان کردی اور اُسکا کفر ظاہر کردیا اور کہدیا کہ اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ اور یہان جو صدیق اکبر کو صاحب بیان کیا تو اُسکے ساتھ ہے وہ کلمہ جو محبت اور تسلی پر دلالت کرتا ہے بیان کردیا کہ پیغمبر کی طرف سے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ نہ غمگین ہو خدا ہمارے ساتھ ہی پس دونون مین کیا مناسبت ہے اور دوسری آیت کا یہ جواب ہے کہ صَاحِبَیِ السِّجْنِ، مین صاحب کا لفظ مضاف سجن کیطرف ہے نہ حضرت یوسف کیطرف اور اس آیۃ مین لفظ صاحب کا مضاف نبی کیطرف ہی رہا ایمان لانا ابوبکر صدیق کا وہ بروایات معتبرۂ امامیہ کے ثابت ہی چنانچہ مجالس المومنین مین قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے کہ (خالد بن سعید از سابقین اولین بودہ اسلام او مقدم بر اسلام ابوبکر بودہ بلکہ ابوبکر بہ برکت خوابی کہ او دیدہ بود مسلمان شدہ بود بالجملہ سبب اسلام خالد آن بود کہ در خواب دیدہ بود کہ بر کنار آتشی افروختہ ایستادہ است و پدر او میخواہد کہ او را در آتش اندازد کہ ناگاہ رسالت پناہ گریبان او گرفتہ بجانب خود کشید و با او گفت کہ بجانب من بیا تا با آتش نیفتی خالد ازین خواب ہولناک بیدار شد و قسم یاد کرد کہ این خواب من صحیحست و آنگاہ متوجہ خدمت حضرت رسالت گردید در راہ ابوبکر با او ملاقات نمود و از حال وی پرسید خالد صورت واقعہ را با او بیان نمود ابوبکر نیز با او موافقت کرد و بخدمت آن حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آمدند و بشرف اسلام فائز گردیدند) اس روایت کے دیکھنے والے انصاف کر سکتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی سچائی پر بالہام غیبی یقین لایا ہوا اور جسکو خدا نے رویاء صادقہ کے ذریعے سے یہان پر راغب کیا ہو اُسکی نسبت کسیکی زبان سے نکل سکتا ہے کہ وہ ایمان سے بے بہرہ تھا برائے خدا کوئی قاضی نور اللہ شوستری کے اس فقرے کو کہ (ابوبکر

بہ برکت خوابی کہ او دیدہ بود مسلمان شدہ بود) مجتہد صاحب کے اس فقرے سے کہ (خلیفۂ اوّل از اول امر از ایمان بہرہ نداشت باتفاق من علماء الامامیہ) مطابق کرے اور انصاف سے نہ گذرے کہ ان لوگونکو دشمنی اور عداوت نے کیسا اندھا کر دیا ہے کہ ایسے صدیق کے ایمان سے انکار کرتے ہیں جسکو، خدا نے بذریعۂ رویاء صادقہ کے حقیقت اسلام پر آگاہ کر دیا ہو اگر کوئی کہے کہ قاضی نور اللہ شوستری نے اسلام کا اقرار کیا ہے اور مجتہد صاحب نے ایمان سے انکار فرمایا ہے اُسکا جواب ہم چند طرح سے دیتے ہیں (اول) یہ کہ ہمکو یہ امر ثابت کرنا ہے کہ ابو بکر صدیق نے پیغمبر صاحب کی نبوت کو دل سے سچ جانا اور حضرت کی دعوت کو دل سے قبول کیا اُسکا نام مجتہد صاحب اسلام رکھیں یا ایمان سو بفضلہ تعالیٰ قاضی نور اللہ شوستری کے اقرار سے ثابت ہو گیا اور اگر مجتہد صاحب نے ایمان اور اسلام کی لفظون مین اس نظر سے فرق کیا ہو کہ ایمان سے مراد تصدیق بالجنان ہو اور اسلام سے فقط اقرار باللسان اور ایمان سے ابوبکر صدیق کے اس لیے انکار کیا کہ انکو پیغمبر صاحب کی نبوت پر تصدیق قلبی کا مرتبہ نہ تھا تو اُنکے تکذیب کے لیے بھی شہید ثالث کا اقرار کافی ہے یعنی (ابوبکر بہ برکت خوابی کہ او دیدہ بود مسلمان شدہ بود) (دوم) ہمنے مانا کہ ایمان اور اسلام مین فرق ہے اور اس روایت سے شہید ثالث کی اسلام ابو بکر کا ثابت ہوتا ہے نہ ایمان لیکن ہم ابو بکر صدیق رض کا ایمان بھی امیر المومنین علی مرتضیٰ کے اقرار سے ثابت کرتے ہین اور مجتہد صاحب کے تار و پود کو درہم و برہم کیے دیتے ہین مومنین کو چاہیے کہ اُسکو ذرا دل سے سنین اور اپنے بزرگون کی بیخبری پر افسوس کرین کہ علامۂ حلی نے شرح تجرید مین لکھا ہو کہ (قال علیہ السلام یوماً علی المنبر انا الصدیق الاکبر انا الفاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابوبکر و آمنت قبل ان آمن) کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایکدن منبر پر یہ فرمایا کہ مین ہون صدیق اکبر مین ہون فاروق اعظم اسلام لایا قبل اسلام ابوبکر کے اور ایمان لایا قبل ایمان لانے ابوبکر کے پس علامۂ حلی نے حضرت علی کی زبان سے اسلام بھی ابوبکر کا اور ایمان بھی اُنکا ثابت کر دیا اگر نور اللہ شوستری کے قول سے مجتہد صاحب کا قول باطل ہوا تھا تو اب علی مرتضیٰ کے قول سے اُنکا یہ قول کہ (خلیفہ اول از ایمان بہرہ نداشت) باطل ہو گیا (والحمد للہ علی ذلک) بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کو ابوبکر رض کے ایسی وقعت اور عزت اور شہرت تھی کہ حضرت علی ع نے فخریہ بیان کیا کہ مین اُنسے بھی پہلے ایمان اور اسلام لایا اگر موافق قول شیعون کے ابوبکر صدیق ایمان اور اسلام مین کامل نہوتے یا معاذ اللہ منافق ہوتے یا طمع دنیا سے ایمان لائے ہوتے تو حضرت علی رض انسے بیشتر ایمان لانے پر افتخار کیوں کرتے (سوم) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق رض کے اسلام و ایمان کی نسبت جو علمائے امامیہ کا قول ہے کہ وہ صرف ظاہر میں اسلام لائے تھے

اور کاہنون کے کہنے سے بہ طمع خلافت مسلمان ہوگئے تھے وہ بالکل غلط ہے لیکن قاضی صاحب کی شہادت سے جسمین اُنھون نے ابوبکر صدیقؓ کو سابقین اولین مین بیان کیا اُنکے اگلے پچھلے جھوٹھے ہوگئے اور یہ کوئی خیال نہ کرے کہ قاضی صاحب کے اس فقرے سے نے فقط اپنے علما اور مجتہدین کے قولون کو باطل کیا بلکہ اپنے حضرت صاحب الامر کے قول کو بھی رد کردیا یعنی شیعون کے امام مہدی صاحب کا بھی یہی قول ہے کہ ابوبکر صدیقؓ دنیا کی طمع سے ایمان لائے تھے اور یہودیون سے پیغمبر صاحب کی بادشاہت اور غلبے کا حال سنا کرتے تھے پس موافق اُنکے کہنے کے ظاہر مین کلمہ گو ہوگئے تھے چنانچہ اسکو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار سے رسالہ رجعتیہ میں بروایت شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی کے لکھا ہے کہ (اسلام ابوبکر طوعا بود امابرای طمع دنیا زیراکہ ایشان باکفرہ یہود مخلوط بودند (الی قولہ) چون حضرت دعوی رسالت فرمود ایشان از روی گفتۂ یہود بہ ظاہر کلمتین گفتند و در باطن کافر بودند) الغرض ان روایتون سے اسلام اور ایمان ابوبکر صدیقؓ کا بخوبی ثابت ہوا اور جب ایمان اور اسلام اُنکا بخوبی ثابت ہوا تو لِصَاحِبِہٖ کے لفظ سے یہ بھی بہ نص قرآن ثابت ہوا کہ وہ پیغمبر کے صاحب تھے اور پیغمبر صاحب کے صحابیون کے جو فضائل اور درجات ہین اور جنکو علمائے امامیہ بھی تسلیم کرتے ہین اُنکے مصداق بھی ٹھہرے پس بالضرور اسکے جو کوئی صحابیت سے انکار کرے اور اُنکے فضائل کو نہ مانے وہ منکر نص قرآنی ہے ؁

یہ روایت بھی منجملہ اُن روایتون کے ہے جنسے اکثر کتابین شیعون کی بھری ہوئی ہین اور جنکی بیہودگی اور رکاکت پر ہنسی آتی ہے ہم آیندہ جہان حضرت شیخین کے ایمان لانے کا تفصیلی حال لکھینگے انشاء اللہ تعالی اس روایت کو پورا نقل کرکے مومنین کو خوش کرینگے۔ ۱۲ منہ عفا عنہ

آٹھوان اعتراض آٹھوین فضیلت پر

ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ابوبکر صدیقؓ نے کفار کو در غار پر آپہونچا ہوا دیکھا تو وہ بخیال اسکے کہ حضرت کو صدمہ نہ پہونچے اندوہگین ہوئے تب حضرت نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ کچھ غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے اور معنا جسمین ضمیر جمع متکلم کی ہے اس لیے فرمایا کہ اس معیت مین خدا کی ابوبکر بھی شریک ہووین پس پیغمبر صاحب نے ابوبکر کو بھی اس معیت مین اپنے شامل کرلیا اسپر چند طرح سے امامیہ اعتراض کرتے ہین (اول) اس طرح پر کہتے ہین کہ حزن ابوبکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اور اگر معصیت تھا تو عصیان ابوبکر ثابت ہوا (دوسرے) ابوبکر کو خدا اور اُسکے رسول کے قول پر یقین نہ تھا اور باآنکہ اپنی آنکھ سے غار مین بہت سی نشانیان حفاظت کی دیکھین مثل کبوتر دن اور عنکبوت وغیرہ کے مگر تب بھی اُنکو یقین حفاظت پر نہوا اور خوف کے مارے زور زور سے رونا شروع کیا اور ہر چند پیغمبر خدا نے جھڑکا اور بزجر و توبیخ باز رکھنا چاہا مگر وہ رونے اور چلانے سے باز نہ رہے (تیسرے)

ابوبکر کا رونے اور چلانے سے یہ مقصد تھا کہ کفار آواز سن لین اور پیغمبر صاحب کو گرفتار کرلین اور اسی واسطے
حضرت انکو سمجھاتے اور رونے سے باز رکھتے تھے لیکن وہ باز نہ رہتے تھے اور اپنی بدنیتی اور فساد باطنی
کو رونے کے پیرایے مین ظاہر کرنا چاہتے تھے بلکہ بعض دانشمندون نے اسقدر اور بڑھا دیا ہے کہ جب ابوبکر کا رونے
سے کام نہ نکلا اور کافرون نے انکی آواز نہ سنی تب انھون نے اپنا پاؤن غار سے باہر کردیا کہ کفار دیکھ لین اور
غار کے اندر گھس آوین کہ اسی وقت خدا کے حکم سے سانپ نے انکے پانوین کاٹا اور مجبوری انھون نے اپنا پاؤن
اندر کھینچ لیا (جو تھے) جب ابوبکر کا مطلب پاؤن کے باہر کرنے سے بھی حاصل نہوا یعنی کافرون نے آکر حضرت کو
غار مین سے نہ پکڑا تب اور طرح سے پیغمبر خدا کو تکلیف دینا شروع کیا یعنی حضرت علی کی یاد کرنے لگے اور
انکی تنہائی پر اپنا رنج ظاہر کرنے لگے تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ کہ اے ابوبکر اپنا رنج علی کی
تنہائی پر ظاہر نہ کر اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے (پانچوین) اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے دو معنی
مراد لیتے ہین ایک یہ کہ خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہی دوسرے یہ کہ ابوبکر سے پیغمبر خدا نے کہا کہ خدا
ہمارے ساتھ ہے یعنی ہماری نیکی پر اور تمھاری بدی پر مطلع ہے ہمکو نیکی کا صلہ اور تمکو بدی کا بدلا دیگا اِن
تقریرون کو سنکر ہر شخص محو حیرت ہوگا اور زانوے تحیر سے سر نہ اٹھائیگا اور تعجب کریگا کہ یہ عقل کی باتین ہین یا جنون
کی بڑ ہے جواب ہی یا دیوانون کی جھک ہے بلکہ جو لوگ عقل و دانش رکھتے ہین انکو تو یقین ہی میسر نہو گا کہ یہ تقریرین
کسی عالم یا مجتہد کی زبان سے نکلی ہونگی مگر جس کسیکو شک ہو وہ احقاق الحق اور مجالس المؤمنین وغیرہ کو کھولکر
دیکھے کہ انھین تقریرون کو شہید ثالث نے کس آب و تاب سے لکھا ہی اور ملا حضرت مشہدی نے ان تقریرون پر کیسا
فخر کیا ہی اور صاحب تقلیب المکائد نے بجواب تقریر خاتم المحدثین کے انہی پر کیسا کچھ ناز کیا ہی تاکہ مولانا صاحب
پر بڑا طعنہ کیا ہے کہ انھون نے قاضی نور اللہ شوستری کی تقریرون کو بعینہ نقل نہین کیا اور ان لفظون سے اپنا غصہ
ظاہر کیا ہی کہ (ناصبی را می بایست کہ این عبارت جناب قاضی را نقل میکرد و بران آنچہ می توانست وارد میکرد
تراشیدن تقریرے از طرف خود نسبت دادن بہ طرف شیعیان و بعد از ان بجواب آن مشغول شدن از اعظم
مکائد این ناصبی ست) اب ہم اُن تقریرون کا خلاصہ تو لکھ چکے اصل عبارتکو بھی لکھتے ہین اور نہایت
ادب سے خدمت مین حضرات شیعہ کے عرض کرتے ہین کہ وہ ذرا انصاف فرماوین کہ یہ تقریرین ایسی ہین
کہ ان پر کوئی ناز کرے یا ایسی ہین کہ اُنسے شرما دے ہمارے نزدیک اگر کسی دانشمند یا صاحب حیا و شرم
کیطرف ایسی تقریرونکو کوئی منسوب کرے تو ضرور وہ اُس نسبت کو اپنا عار و ننگ سمجھے گا اور ایسی لچر اور
بیہودہ باتون کے انتساب سے شرمائیگا معلوم نہین کہ قاضی صاحب اور ملا صاحب نے ان تقریرونمین کونسے مضامین
حکیمانہ درج کیے ہین اور کیسے جواہر بیش بہا انمین رکھے ہین جنپر انکو اور انکے مقلدین کو اسقدر ناز و افتخار ہے

ہم تو انمین ایک بات بھی ایسی نہین پاتے جو بیہودگی سے خالی ہو اور ایک لفظ بھی ایسا نہین دیکھتے جو سفاہت اور رکاکت سے محفوظ ہو **شعر**

زپای تا بسرش ہر کجا کہ مے نگرم — کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ہمارے نزدیک تو شاہ صاحب قدس اللہ سرہ نے بڑا احسان قاضی صاحب اور ملا صاحب پر کیا تھا کہ اُنکی تقریرونکو بلفظہ نقل نہ کیا اور فضیحت اور رسوائی سے اُنکو بچایا لیکن چونکہ حضرات امامیہ کو انکی تشہیر ہی منظور ہے اس لیے اب ہمنے بمجبوری اُنکو نقل کردیا اگرچہ ہمکو ایسی بیہودہ تقریرون کے جواب مین لکھنا اوقات کو ضایع کرنا ہی مگر تنبیہا للسفہا کچھ لکھتے ہیں بہ نسبت پہلے اعتراض کے کہ حزن ابوبکر رضہ کا طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر صاحب نے کیون منع کیا اور معصیت تھا تو ابوبکر کا گنہگار ہونا خدا کی کتاب سے ثابت ہوا جواب الزامی یہ ہی کہ اللہ جل شانہ نے جو خطاب حضرت موسیٰ سے کیا ہی کہ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی اور حضرت لوط سے فرمایا ہے کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْکَ وَاَہْلَکَ اور پیغمبر خدا سے فرمایا ہے کہ لَا یَحْزُنْکَ قَوْلُہُمْ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت لوط کو خوف تھا اور پیغمبر خدا کو کافرون کی باتون سے رنج ہوتا تھا خدا نے انکے اطمینان اور تسلی کے لیے لا تخف ولا تحزن فرمایا پس ہم شیعیان پاک سے پوچھتے ہین کہ اُن پیغمبرونکا خوف طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اگر معصیت تھا تو انبیا معصومین کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن جو کچھ وہ اُنکا جواب دینگے وہی ہماری طرف سے سمجھین اسکے جواب مین قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین بہ ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے بجواب تقریر ابو الحسن خیاط از ائمہ معتزلہ کے لکھا ہی کہ انبیا کی عصمت بدلیل عقلی ثابت ہو اسلیے جو نہی انکی نسبت ہو اُس سے ظاہری معنی مراد نہین ہوسکتے اور ابوبکر کی عصمت ثابت نہین اس لیے جو نہی انکی شان مین ہے اُسکے ظاہری معنی مراد ہین وہذہ عبارتہ (مضمون آن آیات نہی ست لیکن انبیا را از ارتکاب قبیحی کہ فاعل ان مستحق ذم میشود بواسطۂ دلیل عقلی کہ بر عصمت انبیا و اجتناب ایشان از گناہان قائم گشت موجب عدول از ظاہر شدہ از ظواہر آن آیات عدول میکنیم و ہرگاہ اتفاق حاصل باشد در آنکہ ابوبکر معصوم نہ بود واجب ست کہ اجرای نہی کہ در شان آن واقع شدہ بر ظاہر آن کہ قبح حال ابوبکر ست باند) بجواب اسکے ہم یہ کہتے ہین کہ خوف کو معصیت مین شمار کرنا ہی غلط ہے اور انبیا نے جو خوف کیا اور خدا نے اُنکو اُس سے مطمئن کیا اُس نہی کو بلا ضرورت ظاہر سے عدول کرنا ہی لغو ہے بلکہ خوف کو معصیت قرار دیکر عمداً انبیا پر تہمت کرنا ہی اور جو فرقہ انبیا کی عصمت کا قائل نہیں ہی اُسکو تقویت دینا ہے حالانکہ خوف منجملہ ان امور بشریہ کے ہی جلنے کسی بشر کو خواہ وہ نبی ہو خواہ امام ہو خواہ ولی ہو چارہ نہیں اور اُسپر خدا کی طرف سے بھی مواخذہ نہین ہی چنانچہ

حضرت موسیٰؑ اور ہارون کو حکم ہوا کہ فرعون کو جاکر سمجھاؤ اور اسکو دعوت ایمان کی کرو تو انھون نے خوف کیا اور یون کہا کہ رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یُّفْرِطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی کہ خداوندا ہمکو خوف ہوتا ہے کہ کہین ہمپر وہ زیادتی نکرے تب اللہ نے مطمئن کیا اور فرمایا کہ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا کہ کچھ خوف نکرو مین تمھارے ساتھ ہون پس ذرا غور کرنیکا مقام ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ اور ہارون باوجود نبوت کے خوف کرین اور خدا کیطرف سے اس خوف پر اُنکو عتاب نہووے اور اُنکی نبوت مین فرق نہ آوے تو اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو بالاتفاق نہ نبی تھے نہ معصوم خوف کیا تو کیا گناہ کیا بلکہ جسطرح پر خدا نے حضرت موسیٰؑ اور ہارون کو اِنَّنِیْ مَعَکُمَا کہکر مطمئن کردیا اُسی طرح پر پیغمبر خدا نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرماکر ابو بکرؓ کو مطمئن کردیا ہمکو شہید ثالث کی سمجھ پر نہایت تعجب آتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کے محزون اور مغموم اور خائف ہونے سے خوف کو بھی گناہونمین داخل کردیا اور ایک ابو بکرؓ کے ذمے گناہ ثابت کرنے کے لیے تمام پیغمبرونکی نسبت معاصی کا الزام لگایا اور بلاضرورت الفاظ خوف کو اُنکے حقیقی ظاہری معنی سے عدول کیا لیکن جب کہ جابجا قرآن مین الفاظ خوف کے انبیا کی نسبت وارد ہین اور مفسرین نے اسکے ظاہری معنی مراد لیے ہین اور کسی نے خوف کو معصیت اور گناہ اور نقص مین شمار نہیں کیا ہے تو ایک شہید ثالث کے کہنے سے کچھ نہین ہوسکتا چنانچہ آیہ فَاَوْجَسَ مِنْھُمْ خِیْفَۃً کی تفسیر مین علامہ طبرسی نے جو محققین شیعہ سے ہین لکھا ہے کہ (فلما امتنعوا عن الاکل خاف منھم وظن انھم یریدون بہ سوءا فقالوا ای قالت الملائکۃ لا تخف یا ابراہیم) کہ جب فرشتون نے حضرت ابراہیم کے ساتھ کھانا نہ کھایا تو وہ ڈرے اور گمان کیا کہ کہین یہ لوگ کچھ بدی اسے پیش نہ آوین تب ملائکہ نے کہا کہ اے ابراہیمؑ کچھ خوف نکرو اور ہمسے نہ ڈرو ہم آدمی نہین ہین پس خوف دور کرنے کے لیے جو کلمات تشفی اور تسلی کے بہ لفظ لَا تَخَفْ یا لَا تَحْزَنْ کلام الٰہی یا احادیث نبوی مین مذکور ہین اُنکو از قبیل اُس نہی کے تصور کرنا جو ارتکاب معاصی کے منع کے لیے مستعمل ہین بڑی غلطی ہے ورنہ اگر یہ امر تسلیم کرلیا جاوے کہ جہان لفظ لا کا جو حرف نہی کا ہے استعمال کیا جاوے وہان مراد نہی عن المعصیت ہو یا جہان کسی شے کی نہی بیان ہو اُس سے اُسکا وقوع ہونا بھی ضروری سمجھا جاوے تو ہزارون اعتراض ائمہ کرام پر ایسے وارد ہونگے کہ سوائے اُنکی عصمت کے دوسرا جواب حضرات امامیہ سے بن نہ پڑے گا مثلاً علل الشرائع مین لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے ہین کہ (یا علی لا تتکلم عند الجماع ولا تنظر الی فرج امراتک ولا تجامع امراتک بشھوۃ امراۃ غیرک) کہ اے علی نہ کلام کر وقت جماع کے اور نہ دیکھ اپنی عورت کی شرمگاہ کو اور نہ صحبت کر اپنی بی بی سے اور کسی عورت کی شہوت پر پس اگر کوئی پوچھے کہ حضرت علیؓ یہ کام کرتے تھے یا نہ کرتے تھے اگر نہ کرتے تھے تو وہ قاعدہ باطل ہوا جاتا ہے کہ نہی شے وقوع شے پر دال ہے اور اگر کرتے تھے تو وہ فعل طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر خدا نے کیون منع کیا اگر معصیت تھا تو امام معصوم کا گنہگار ہونا

ثابت ہوا اگر کوئی یہ جواب دے کہ امام معصوم ہوتے ہین اس لیے اِس نہی کو اگرچہ نہی عن المعصیت ہے (ازظاہر آن عدول مکنیم) تو ہم بھی بمجبوری یہ کہنے لگین گے کہ ابوبکر صدیقؓ بھی محفوظ تھے اِس لیے ہم بھی نہی لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کو (ازظاہر آن عدول می کنیم) اے یارو ایسی صریح اور صاف بات کو عناد اور عداوت سے کیون معما اور پہیلی بنائے دیتے ہو اور سیدھی سچی بات کو کس لیے مشکل کیے دیتے ہو ذرا انصاف کرو کہ اگر کوئی دوست کسی دوست پر صدمہ پہونچنے سے رنج کرے اور وہ دوست اُسکو مطمئن کرے اور کہے کہ کچھ خوف نکر اللہ ہمارا مددگار ہے تو یہ کہنا ازروی تشفی اور تسلی کے ہو یا از قسم زجر و توبیخ کے اگر تشفی اور تسلی کے قسم سے ہو تو لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کو بھی اُس قسم سے سمجھو خدا کی آیتونکی تحریف لفظی نہ کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ نہی کے حرف کا استعمال واسطے منع اور زجر و توبیخ کے ہوتا ہے بلکہ واسطے ترحم اور شفقت کے بھی ہوتا ہے چنانچہ اگر قرآن مجید کی لفظون پر کوئی غور کرے تو اُسکو خود معلوم ہو جاویگا کہ اکثر جگہ خدا نے پیار اور محبت میں بھی حرف نہی کا استعمال کیا ہے چنانچہ پیغمبر خدا سے فرماتا ہو کہ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ کہ بہت جلدی زبان نہ کھول دیا کرو اور میرے کلام کو پورا سن لیا کرو اور دوسرے مقام پر فرماتا ہو کہ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ کہ لوگونکے پیچھے تیری جان نہ جاتی رہے تو اُنکے لیے اپنی جان نہ دے تو کیا اِن کلمات کو بھی قاضی صاحب زجر و توبیخ کے کلمے سمجھین گے اور تحریک لسان اور ذہاب نفس کو معصیت اور ذم تصور کر کے بلحاظ عصمت حضرت کے ظاہر سے عدول کرینگے اور اگر اِن کلمات کو رحمت اور شفقت پر محمول کرینگے تو اپنے دعوی کی سفاہت کے قائل ہون گے۔

(اعتراض دوسرا) کہ ابوبکرؓ کو خدا اور رسول پر کچھ یقین نہ تھا اس لئے باوجود دیکھنے بہت سی نشانیون حفاظت کے وہ رونے اور ہائے ہائے مچانے لگے اسکا جواب یہ ہے کہ ہائے ہائے کرنا اور زور زور سے چلانا ابوبکر صدیقؓ کا کسی طرح پر ثابت نہیں ہو اس لیے قرآن مجید سے تو حزن کرنا ثابت ہوتا ہے اور حزن کے معنی نوحہ اور فریاد کے نہین ہین اگر کوئی خاص لغت کی کتاب حضرات امامیہ کی ایسی ہو کہ جو الفاظ صحابۂ کبار کی شان مین ہون انکے کچھ معنی ہی علحدہ اُین لکھے ہون تو ہم نہین جانتے ورنہ حزن کے معنی غم کے ہین نہ ہائے ہائے مچانے اور زور سے چلانے کے جسکو نور اللہ شوستری نے احقاق الحق مین لکھا ہے کہ (حتی غلبتہ بکائہ وتزائد قلقہ وانزعاجہ) علاوہ اسکے خود مفسرین امامیہ کی تفسیر پر خیال کرنا چاہیے کہ اُنھون نے حزن کے کیا معنی لکھے ہین پس مفسر کاشانی نے خلاصۃ المنہج مین اسکا ترجمہ کیا ہے کہ (چون گفت پیغمبر یار خود را اندوہ مخور) اور علامہ طبرسی نے فرمایا ہے (لَا تَحْزَنْ اے لا تخف) پس ہمکو سراسر حیرت ہے کہ قاضی صاحب نے حزن کے معنی نوحہ و فریاد کے کہان سے نکالے اور یہ امر کہ خوف مقتضائے بشریت ہے اور انبیا اور ائمہ کو بھی ہوا ہے اور معصیت نہین ہے ہم اوپر ثابت

کر آئے ہین اور اب پھر ثابت کرتے ہین کہ حضرت موسیٰؑ نے خود اللہ جلشانہ سے کہا کہ اَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین فرعون اور اُسکے لشکری مجھے قتل نہ کر ڈالین تب خدا نے فرمایا کہ لَا تَخَفۡ اِنَّکَ مِنَ الۡاٰمِنِیۡنَ کہ ہرگز اسکا خوف نہ کر تو امن و امان مین رہیگا بلکہ علمائے امامیہ نے حضرت موسیٰؑ کے خائف ہونے کا ایسے موقع پر اقرار کیا ہے کہ نہ اُس سے انکار کر سکتے ہین چنانچہ جو دلیل حضرت علیؑ کی حضرت موسیٰ سے افضل ہونے پر بیان کی ہی اُسمین یہی تقریر کی ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب مصر سے مدین کو جاتے تھے تب خائف اور ہراسان تھے فَخَرَجَ مِنۡهَا خَائِفًا یَّتَرَقَّبُ اور حضرت علیؓ ہجرت کی رات کو بے خوف پیغمبر کے بستر پر بفراغ خاطر سوتے تھے اگر کچھ بھی خوف ہوتا تو ہرگز اُنکو نیند نہ آتی اور اگر اسپر بھی حضرات شیعہ کی خاطر جمع نہو اور ابوبکر صدیقؓ پر خوف و ترس کے الزام لگانے سے باز نہ آوین تو ہم اُنکے اقرار سے خود پیغمبر خدا کا خائف ہونا ثابت کرتے ہین چنانچہ صاحب تقلیب المکائد کید ہشتادو ہفتم کے جواب مین فرماتے ہین کہ (اگر خوف قتل و قتال نہ بود پیغمبر خدا چرا مخفی بیرون رفت و حال آنکہ سبب ہجرت فرمودن رسول خدا محض خوف قتل بود) بارے خدایا سمجھ مین نہین آتا کہ علمائے شیعہ حضرت ابوبکر صدیق کے حزن و خوف کو کس طرح انکے عدم یقین پر محمول کرتے ہین جبکہ انبیا و مرسلین کے حزن و خوف کا خود اقرار کرتے ہین اور خاص سید الانبیا کی ہجرت کا سبب محض خوف قتل کہتے ہین ہمارے عقیدے کے موافق ابوبکر صدیقؓ حضرت موسیٰ سے افضل نہ تھے کہ خائف نہوتے پیغمبر خدا سے زیادہ اطمینان اُنکو نہ تھا کہ قتل و قتال سے نہ ڈرتے یہ عقیدہ تو حضرات شیعہ کا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو خائف بتلادین پیغمبر خدا کی نسبت قتل و قتال کے خوف سے نسبت دینے کو عیب نہ جانین لیکن حضرت علیؑ کی نسبت خوف کا خیال بھی نہ کرین اور اُنکے تقیے کو ہتک آبرو کے خوف کا سبب سمجھین جیسا کہ تقلیب المکائد کا مؤلف لکھتا ہے کہ تقیہ بجہت خوف ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ بجہت خوف ہتک عرض و ناموس بود الی قولہ کہ دانستی کہ خوف حضرت امیر المؤمنینؑ از ہلاکت جان نبود بلکہ خوف ہتک عرض و ناموس) غرضکہ ان سب روایتون کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ الزام خوف کا ابوبکر صدیقؓ پر کسی طرح عائد نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ اُنکو قتل و قتال کا خوف تھا تو ایسا خوف باقرار علمائے شیعہ انبیا کو بھی ہوا ہی اور اگر یہ کہا جاوے کہ انکو قتل و قتال کا خوف نہ تھا بلکہ ہتک آبرو کا تو اس کا خوف حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کو بھی ہوا ہے جو باعتقاد شیعہ سب نبیون سے افضل و سب پیغمبرون سے بہتر تھے الحاصل قرآن مجید کی آیتین اور آئمہ کی حدیثین اور علمائے امامیہ کے اقوال اسپر شاہد ہین کہ حضرت ابراہیمؑ سے پیغمبر جو خدا کے خلیل تھے اور حضرت موسیٰؑ سے نبی جو خدا سے باتین کیا کرتے تھے اور حضرت سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا سے رسول جو خدا کے خاص محبوب تھے اور حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ سے امام جو پیغمبر کے وصی اور خدا کے شیر تھے اور سب پیغمبرون سے افضل اور

بہت تھے قتل و قتال کے خوف اور عزت اور آبرو کے خوف اور ڈر سے محفوظ نہین رہے تو اگر ابو بکر صدیقؓ
بھی خوف و ترس سے نہ بچے ہون تو کیا عجب ہو لیکن ہمکو نہایت تعجب آتا ہے علمائے شیعہ سے کہ انھون نے
ابو بکر صدیقؓ کے ایک شب کے خوف پر اسقدر زبان درازی کی اور انکے خوف کو انکے کفر و نفاق کا نتیجہ سمجھا باوجودیکہ انکا
عقیدہ ہی کہ تمام ائمہ کرام اول سے آخر تک پیدایش کے زمانے سے موت کے وقت تک ہر ساعت و ہر لحظہ خوف مین رہے
اور امام اول سے لیکر امام آخر الزمان تک سب کے سب تقیہ کرتے رہے ایک بھی ائمہ اثنا عشر سے ایسا نہیں ہوا
کہ جسکی عمر خوف و ترس مین نہ گذری ہو اور ایک لحظہ بھی خوف سے مہلت پائی ہو آخر تقیہ جسکی بنا سراسر خوف پر ہے
ایمان کا جزو اعظم قرار دیا گیا اور (التقیۃ دینی و دین آبائی) امامت کا کلمہ مقرر کیا گیا پس جبکہ ائمہ کرام باوجودیکہ
موت و حیات انکے اختیار مین کہ جب تک چاہین زندہ رہین ملائکہ انکے حکم مین کہ جو چاہین وہ کرین نگاہ مین انکی
وہ تاثیر کہ اگر پہاڑ کیطرف دیکھین تو وہ بھی پھٹ جاوے بازو مین انکے وہ قوت کہ اگر ایک ہاتھ اٹھاوین
اسی ہزار جن قتل ہو جاوین علم کا وہ حال کہ جو کچھ ہوا اور ہوگا سب سے آگاہ اور جو کچھ گذرا اور گذریگا سب سے واقف
اعجاز کی یہ کیفیت کہ عصا ہاتھ سے گرا دین اژدہا ہو جاوے کفار اور منافقین کیطرف اشارہ کرین ایکدم مین سبکو
نگل جاوے اور پھر باوجود ایسی قدرت اور طاقت اور اعجاز کے تمام عمر خوف اور ترس مین رہین اور اپنی امامت کا دعوی
ترک کرین جان و آبرو کے ڈر سے کسی سے سچ بات نہ کہین اگر کسی اخص خواص سے کوئی راز کی بات کہنے کو ہون
تو دروازے بند کر لین ڈرتے ڈرتے اپنے شاگردونکو علوم دینی کی تعلیم دین اور اگر ایک ناصبی سامنے آجاوے تو
انکار کر جاوین اپنے خلص احباب پر لعنت اور تبرا کرنے لگین اور حضرات شیعہ انکے خوف و ترس پر کچھ بھی طعنہ
نہ کرین اور انکی امامت اور فضیلت پر اس سے کوئی شبہہ نہ لاوین بلکہ اس خوف کو بہترین عبادت سمجھین اور
تقیے کو ائمہ کرام کا دین سمجھین اور ابو بکر صدیقؓ کے ایک شب کے خوف پر اسقدر زبان درازی کرین اور انکے
خوف و ترس کو انکے کفر و نفاق کی دلیل سمجھین باوجودیکہ ابو بکر صدیقؓ کے اختیار مین موت و زندگی بھی
نہ ملائکہ انکے تابع فرمان تھے نہ علم ما کان و ما یکون انکو حاصل تھا نہ اسی ہزار جن کے قتل کر دینے کی انکو طاقت
تھی معلوم نہین کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کرام کے خوف مین اور ابو بکر صدیقؓ کے خوف مین ما بہ الامتیاز کیا قرار
دیا ہے کہ وہی خوف ائمہ کے حق مین فضیلت ہو اور ابو بکر صدیقؓ کے حق مین نقص و عیب **مصرعہ**
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ﴿ لیکن اگر ہم شیعون کے عقیدے کے موافق خوف کو انبیا اور ائمہ کی نسبت
بسبب معصوم ہونے انکے کے ظاہر سے عدول کرین اور ان آیات کی نسبت جنسے خوف انکا ثابت ہے ظاہر
(از ظواہر آن عدول سکنیم) کہین تو بھی کچھ حاصل نہین ہوتا اس لیے کہ علاوہ انبیا کے خدا کے کلام
سے مومنین کا بھی خائف ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ

ع
پارہ ۲۴ رکوع ۴ سورۂ
حٰم السجدہ
۱۲

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ
کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خدا ہمارا پروردگار ہے اور پھر مضبوط رہتے ہین اُنپر ملائکہ یہ کہتے ہوے نازل ہوتے ہین کہ
لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کہ کچھ خوف نہ کرو اور کچھ حزن نہ کرو پس اس سے اُن مومنین کا جو اپنے ایمان پر نہایت
مضبوط ہوتے ہین خائف اور محزون ہونا ثابت ہوا اور پھر ایک دوسری جگہ پر اللہ جلشانہ مومنین سے
فرماتا ہی کہ وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کہ کچھ غم نکرو مقین کو غلبہ ہوگا پس معلوم نہین ان آیتون مین جو مومنین کی نسبت
لفظ لَا تَحْزَنُوْا کا ہے یہ بھی زجر و توبیخ کے واسطے ہی یا تسلی اور تشفی کے لیے پس یہ تو ظاہر ہے کہ قاضی صاحب بھی
اسکا اقرار نکرینگے کہ یہان بھی زجر و توبیخ کے لیے ہی بلکہ یہی فرماوینگے کہ تسلی اور تشفی کے لیے تو پھر ہم نہین سمجھتے
کہ ابوبکر صدیق کی شان مین جو لفظ لَا تَحْزَنْ کا ہے اسکو کسطرح زجر و توبیخ کے لیے بیان کرتے ہین تعجب کی
بات ہی کہ ایک ہی کلمہ لَا تَحْزَنْ ہزار جگہ واسطے تسلی اور تشفی کے استعمال کیا جاے اور ایک جگہ واسطے زجر و توبیخ
کے ہان اگر کوئی قرینہ عتاب و خفگی کا پایا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ ابوبکر صدیق کی نسبت کلمہ لَا تَحْزَنْ واسطے زجر و
توبیخ کے ہی سو وہ بھی نہین اس لیے کہ جسطرح مومنین کی نسبت خدا نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنُوْا اور آگے بیان کیا کہ
اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ کہ کچھ غم نہ کرو تمھارے واسطے بہشت موجود ہے یا ارشاد کیا کہ لَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کہ کچھ غم
نہ کرو مقین کو غلبہ ہوگا اسی طرح ابوبکر صدیق رض سے بھی پیغمبر نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کچھ غم نکرو خدا ہمارے
تمھارے ساتھ ہی پس بظاہر دونون مین کچھ فرق پایا نہین جاتا اس لیے اگر اُن آیتون مین لَا تَحْزَنُوْا واسطے
تسلی اور تشفی کے ہے تو اس آیت مین بھی تسلی کے لیے ہی اور اگر وہان واسطے زجر و توبیخ کے ہے تو یہان بھی
لیکن باوجود اتحاد الفاظ اور تطابق قراین کے لَا تَحْزَنُوْا کو اُن آیتون مین تسلی پر اور یہان عتاب پر محمول
کرنا موجب ہزار حیرت اور باعث صد ہزار تعجب ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کو معذور سمجھتے ہین کہ اگر الفاظ قرآنی سے
انکے حقیقی معانی مراد لین تو صدیق اکبر رض کی صدیقیت کا اقرار کرنا پڑتا ہی اگر اقرار کرین تو مذہب ہاتھ سے جاتا ہے
پس بجز اسکے کہ قرآن کی تحریف معنوی کرین اور کلام اللہ کی لفظون کے نئے نئے معنی بناوین اور کچھ چارہ نہین ہے شعر

دست بیچارہ چون بجان نرسد　　　　چارہ جز پیرہن دریدن نیست

اگر اسپر بھی حضرات شیعہ کے دلونمیں کچھ خطرہ رہ جاوے اور کوئی دانشمند یہ کہنے لگے کہ ہمنے مانا کہ خوف
گناہ نہین اور لَا تَحْزَنْ تسلی کا کلمہ ہی لیکن اتنا تو بھی ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق کو کامل یقین پیغمبر صاحب کے
وعدے پر اور خدا کی حفاظت پر نہ تھا ورنہ کسی طرح اُنکو خوف نہوتا اسکا یہ جواب ہی کہ خود حضرات شیعہ کا اقرار
ہی کہ پیغمبر خدا بار بار ابوبکر صدیق پر خفا ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ چپ رہو راز کو فاش نہ کرو اور وہ نہ مانتے
تھے پس شیعون کیطرح ہر ایک ملحد کہہ سکتا ہی کہ پیغمبر صاحب کو بھی اپنے خدا کے وعدے پر اور حفاظت پر

یقین نہ تھا ورنہ جو بات افشائے راز کی کرتے تھے اُس سے پیغمبر صاحب گھبراتے اور بار بار ابوبکر پر راز کے فاش کرنے پر خفا ہوتے پس جو اُس ملحد کو حضرات شیعہ جواب دین وہی ہماری طرف سے قبول فرماوین لیکن اگر کوئی ذرا بھی غور کرے تو موافق اصول و عقائد شیعون کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسبت حزن و خوف کا اطلاق ہو ہی نہین سکتا اسلیے کہ اگر وہ اقرار کرین کہ ابوبکر صدیق حقیقت مین خائف تھے تو ہم پوچھتے ہین کہ اُن کو اپنی جان کا اندیشہ اور اپنے اوپر تکلیف پہونچنے کا ڈر تھا یا پیغمبر صاحب کے ایذا و مصیبت کا خوف اگر اُنکو اپنی جان کا خوف تھا تو یہ قول باطل ہوا جاتا ہے کہ وہ دشمنون سے ملے ہوے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے اسلیے کہ اگر وہ کافرون سے ملے ہوے ہوتے تو پھر اُنسے اُنکو کیا ڈر ہوتا اور اگر کافرون سے ملے ہوے نہین تھے بلکہ اُنکو کافرون کیطرف سے خیال اپنے اوپر ایذا پہونچنے کا تھا تو اس سے دو باتین ثابت ہوتی ہین ایک یہ کہ کفار بسبب ایمان اور رفاقت پیغمبر کے ابوبکر صدیق سے ایسی دشمنی رکھتے تھے کہ اُنکے قتل کے درپے تھے تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جسکا ہم دعوی کرتے ہین (دوسرے) یہ کہ کبھی ابوبکر صدیق کا ارادہ راز فاش کرنیکا نہ تھا اسلیے کہ جن لوگون سے خود اُنکو خوف تھا اور جنکے ڈر سے غار مین چھپے ہوے تھے اُنھین پر اپنا راز ظاہر کرتے اور اپنے آپکو معرض ہلاکت مین ڈالتے اور اگر یہ کہا جاوے کہ ابوبکر صدیق کو خوف پیغمبر صاحب پر صدمہ پہونچنے کے خیال سے تھا تو یہ خوف ہزار اطمینان سے بہتر ہو اور ایسے عیب پر ہزار ہنر قربان ہین اور ایسے خوف کو حضرات شیعہ گناہ کیا اگر کفر بھی سمجھین مگر ہم ثواب کیا ہزار ایمان سے بہتر سمجھین گے اور سمجھتے ہین اور اسی خوف سے حضرت صدیق اکبرؓ کی صدیقیت کا اعتقاد کرینگے اور کرتے ہین اسلیے کہ اگرچہ ابوبکر صدیقؓ کو پیغمبر صاحبؐ کی جان اور سلامتی پر یقین کامل تھا مگر جب اُنھون نے دیکھا کہ شاہ ہر دو سرا بادشاہ دین و دنیا ایک غار تنگ و تاریک مین رونق افزا ہوا اور جسطرح چاند کسی وقت ابر مین چھپ جاتا ہے اسیطرح ماہ نبوت غار مین چھپا ہوا ہے اور جسکا مقام عرش و کرسی ہو وہ ایک تنگ جگہ مین قیام فرما ہے تو یہی حالت پیغمبرؐ کی ابوبکرؓ کے دل کو پارہ پارہ کرتی تھی اور اُنکو بیچین کر رہی تھی چنانچہ ابوبکر صدیق کا اول خود غار مین جانا اور اُسکو صاف کرنا اور سب سوراخون کو اپنی قبا چاک کر کے بند کرنا اور پھر پیغمبر صاحب کو بلانا اور اپنے زانو پر سلانا اسپر شاہد ہے اور پھر ایسی دردناک حالت مین جب اُنھون نے کفار کو در غار پر دیکھا تو بخیال ایذاے پیغمبر کے جو کچھ صدمہ اُنکے دل پر ہوا ہوگا اُسکو وہی جانتے ہین یا وہ عاشق جانے جسکا معشوق اُسکے سامنے کسی تکلیف و ایذا مین مبتلا ہوا ہو اور دشمن اُسکے اُسپر حملہ آور ہوے ہون اُسوقت کوئی اُس عاشق مسکین کی کیفیت دیکھے کہ اُسکو اضطرار ہوتا ہے یا وہ اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے ہان جسکو عشق و محبت سے خبر ہی نہو وہ عاشق صادق کے خوف و اضطرار پر طعنہ نہ کرے تو کیا کرے اے بھائیو اول ذرا پیغمبر صاحب کے ساتھ محبت پیدا کرو تب جو پیغمبر صاحب کے جان نثار تھے اُنپر الزام لگاؤ مگر جب تکو محبت ہی نہین ہے تو تم اُسکی حقیقت کیا جانو قطعہ

تو نازنین جہانے وناز پروردہ ترا ز سوز درون نیاز ما چہ خبر
چو دل بمہر نگارے نہ بستہ ای ہمہ ترا ز حالت عشاق بینوا چہ خبر

اے شیعیان پاک ذرا مہربانی کرکے اپنے شہید ثالث کی موشگافیوں پر غور کرو کہ ابوبکر صدیقؓ کے حزن وغم کی نسبت کیا کچھ زبان درازی فرمائی اور (قد ظہر من جزعہ دبکائہ ما یدن من مثلہ فساد الحال) کہکر انکی شان گھٹائی مگر وہ تحریر انکی خاک میں مل گئی اور سب تقریر انکی ہباءً منثورا ہوگئی آخر انہیں باتوں پر خیال کیجے اصلی خوف اور حزن سے انکار فرمایا اور اسکو تصنع اور بناوٹ پر محمول کیا اہل انصاف سے امید ہے کہ ذرا دل لگا کر اسکو بھی سنیں اور جو کچھ سحر بیانی اور جادو زبانی اس باب مین حضرات امامیہ نے کی ہے اسپر تحسین اور آفرین کہیں اور اسکا کچھ خیال نہ کرین کہ ایک دعوے کو چھوڑ کر دوسرا دعوی کیون کرتے ہیں اور ایک امر کا اقرار کرکے اس سے منکر کیون ہو جاتے ہین اس لیے کہ یہ امر کچھ اسی خاص بحث کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کلیہ اور ہر جزئیہ مین اسی شان کا ظہور ہے ابھی کیا ہے جب مباحث امامت وخلاف کے آوینگے تب دیکھنا کہ حضرات کیسا رنگ بدلتے ہین اور کیسے نئے نئے گل بوٹون سے تقریر کو زینت دیتے ہیں شعر

شاہد دلربای من میکند از برای من نقش ونگار ورنگ وبو تازہ بتازہ نو بنو

جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ حزن اور خوف کے اثبات سے محبت صدیق اکبرؓ کی ساتھ پیغمبر صاحب کے ثابت ہوتی ہے تب اس دعوے کو چھوڑ کر یہ دعوی کیا کہ ابوبکرؓ کو کچھ خوف نہ تھا بلکہ واسطے فاش کرنے راز کے جزع فزع کرتے تھے جیسا کہ رسالہ حسنیہ میں لکھا ہے کہ (غرض اوش از جزع وفزع وفریاد برای آن بود کہ مشرکان را اطلاع گرداند وبہما براند کہ درین غار است) اور ملا خضر شہدی نے لکھا ہے کہ (وایضا مما اشتہر من لدغ الحیۃ ایاہ انما کان بید رجلہ یرید اظہار امرہ) کہ جب ابوبکرؓ کا کام رونے اور پیٹنے سے بھی نہ نکلا تب پانوں بڑھا دیا کہ اسی کو دیکھکر کفار اندر غار کے چلے آوین تب خدا نے سانپ کو حکم دیا کہ اُسنے پانو میں اُنکے کاٹا تب مجبوری پیغمبر صاحب کا راز فاش ہونے سے بچا اسکے جواب مین ہماری زبان سے تو کوئی بات بھی نہیں نکل سکتی اور ایسی حکیمانہ تقریر کی تردید ہم سے ہو ہی نہیں سکتی اگر از شرق تا غرب اور از جن تا انس جمع ہون تب بھی کسی سے یہ عقدہ حل نہوگا فی الحقیقت جو صاحب تقلیب المکائد نے اپنے بزرگون کی تقریر نقل نہ کرنے پر مولانا صاحب قدس اللہ سرہ پر

غصہ کیا ہے وہ نہایت ہی بجا تھا اگر وہ اِن تقریرونکو نقل کر دیتے اور بلفظہ اُن عبارتونکو لکھ دیتے تو حقیقت مین مذہب امامیہ کی پھر کسی کو کیا کلام رہتا اور پھر ابو بکر صدیق کی فضیلت کو کوئی کسطرح ثابت کرتا آے یار و انصاف کرو اور حضرات امامیہ کے مجتہدین سکے غزارت علم پر لحاظ فرماؤ کہ جو بات ہے وہ حکیمانہ جو قول ہے وہ محققانہ ✦

نوان اعتراض نوین فضیلت پر

اوپر ہمنے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکر صدیق رض محزون اور غمگین ہوے اور انکو کسی قدر اضطراب ہوا تب اللہ جلشانہ نے اپنی تسلی اُنپر نازل کی جسکا بیان خدا نے ان لفظون سے فرمایا ہے کہ فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ اسپر حضرات امامیہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہین (اول) یہ کہ علیہ کی ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہے نہ ابو بکر صدیق کے اس لیے اسکے یہ معنی ہین کہ نازل کی تسلی اپنی خدا نے اوپر پیغمبر کے جواب اسکا یہ ہے کہ حزن اور خوف تو ابو بکر صدیق کو تھا نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو پس اگر علیہ کی ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہو تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب ابو بکر صدیق کو خوف و اضطراب ہوا تو پیغمبر نے اُنسے کہا کہ غم نکرو اللہ ہمارے ساتھ ہے پس خدا نے اپنی تسلی پیغمبر پر نازل کی اس عبارت بے جوڑ اور بے ربط کو دیکھکر کون شخص ہے جو نہ ہنسے گا اور کسکو اسپر تعجب نہو گا کہ خوف اور اضطراب تو ابو بکر کو ہو اور پیغمبر خدا انکی تشفی کرین اور خدا کی تسلی پیغمبر صاحب پر نازل ہو اگر حضرات امامیہ یہ فرمادین کہ پیغمبر خدا کو بھی خوف تھا اس لیے خدا نے انپر تسلی نازل کی اُسکے جواب مین ہم کہینگے کہ حضرات امامیہ جب ابو بکر صدیق پر خوف کے سبب سے طعنہ جبن و نامردی کا کرتے ہین تو پھر اب اُسی خوف کو کس منہ سے حضرت کی طرف منسوب کرتے ہین اور اگر ہم حضرت کا خائف ہونا تسلیم بھی کر لین اور واسطے ازالۂ خوف حضرت کے تسلی کا نزول حضرت پر قبول کرین تو عبارت آیت کی لایق اصلاح معلوم ہوتی ہے یعنی بجاے اِن لفظون کے جو خدا نے فرمائین کہ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَاتَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ اسطرح پر الفاظ آیت کے ہونے چاہیے تھے کہ (فانزل اللہ سکینتہ علیہ فقال لصاحبہ لاتحزن) کہ پہلے خدا نے اپنی تسلی حضرت پر نازل کی اور جب حضرت کو اطمینان کامل ہو گیا تب حضرت نے ابو بکر سے کہا کہ کچھ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے ورنہ آیت کی لفظون سے تو یہ معنی جو حضرات شیعہ کہتے ہین نہیں بنتے اِس لیے کہ پہلے الفاظ سے صاف یہ معنی ظاہر ہوتے ہین کہ پیغمبر خدا نے ابو بکر کو

[illegible]

۲۔ افترا سے تو بیخبر ہین اور اورون پر طعنہ کرتے ہین ۱۲ منہ عفا عنہ۔

محزون دیکھکر فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ کیون محزون ہوتے ہو خدا ہمارے ساتھ ہے پس حضرت کے اس
کہنے سے خدا نے اپنی تسلی ابوبکر پر نازل کی تا کہ انکا حزن و غم جاتا رہے پس للہ یارو سوچو کہ آیت کے معنی
اسطرح پر بنتے ہین جو ہم کہتے ہین یا اُس طرح پر جو تم کہتے ہو (دوسرا اعتراض) کہ اللہ جلشانہ کو اگر ابوبکر صدیق
پر تسلی نازل کرنا منظور ہوتا تو ضرور پیغمبر خدا کا ذکر کرکے ابوبکرؓ کا ذکر کرتا اس لیے کہ خدا نے بغیر شرکت رسول کے
کبھی کسی پر تسلی نازل نہین کی چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری نے اس تقریر کو در ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید
کے نہایت آب و تاب سے لکھا ہے اور اس تقریر کو عسیر الجواب سمجھکر یہ فرمایا کہ (چون این سخن را گوش ناصبان شنید عرق
حیرت ایشان بگردید و در حلیہ خلاصی از ان جان ایشان بلب رسیدہ) اور صاحب تقلیب المکائد نے اسکو اپنی کتاب مین
بلفظہ نقل کرکے اسپر بڑا ہی ناز کیا ہے چنانچہ ہم اُس عبارت کو بلفظہ لکھتے ہین اور اہل انصاف سے التماس کرتے
ہیں کہ ذرا غور کرین کہ قاضی صاحب نے اپنی صدف طبیعت سے کیسے جھوٹے موتی نکال کر اپنے معتقدین کے نذر
کیے ہین اور وہ بھی انکو گوہر گران بہا سمجھ کر درۃ التاج بنائے ہوے ہیں کوئی آنکھ کھول کر نہین دیکھتا کہ انکے موتی جھوٹے
ہیں یا سچے وھو ہذہ (آنچہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ مقدمان مشایخ با رضوان اللہ علیہم افادہ فرمودہ اند
کہ خدای تعالی ہرگز در ہیچ جای کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمودہ الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع
ایشان داشتہ چنانچہ در بعضے آیات فرمودہ ویوم حنین اذا اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت
ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و در آیہ دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین
و چون با آنحضرت غیر از ابوبکر در غار نبود لاجرم خدا تعالی آن حضرت را در نزول سکینہ منفرد ساخت و او را بآن
مخصوص گردانید و ابوبکر را با او شرکت نہ داد و گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لم تروہا پس اگر ابوبکر مومن
میبود بایستی کہ خدا تعالی درین آیہ ورا جاری مجری مومنان مینمود و در عموم سکینہ داخل می فرمود الی قولہ بنابر
این نزول سکینہ مخصوص او شدہ باشد و ابوبکر بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینہ محروم ماندہ باشد و ایضا
بنص قرآنی ابا دارد و ازان کہ در آیہ غار سکینہ بہ غیر رسول باشد) خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے
جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہان اُس رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر کسی جگہ فقط مومنین پر
تسلی نازل نہین کی تو کیونکر ممکن ہے کہ غار مین پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو پس اِس آیت سے
ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اس لیے کہ اگر وہ با ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خدا اُنپر بھی تسلی نازل کرتا لیکن
یہ دعوی قاضی صاحب اور انکے مشایخ کا کہ یہ امر خلاف نص قرآنی ہے کہ تشفی فقط مومنین پر خدا نازل نہین کرتا محض
غلط ہے کسی آیت سے صراحۃً کیا کنایۃً بھی تو یہ بات نہین پائی جاتی کہ تسلی سوائے پیغمبر کے دوسرے پر
تنہا نازل نہین ہوئی ہاں اگر دو چار جگہ مومنین پر بشمول نبی اور رسول کے تسلی نازل کرنیکا ذکر آیا ہے تو اس سے

انکار نزول تسلی سے بلا شمول رسول کے مومنین پر لازم نہیں آتا پس اگر فرض کیا جاوے کہ کسی جگہ قرآن مجید مین ذکر نزول سکینہ کا فقط مومنین پر نہو تا تب بھی یہ اعتراض درست نہ تھا نہ کہ خدا کے فضل سے نزول سکینہ کا فقط مومنین پر بلا شمول رسول کے ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے مگر حضرات امامیہ مین سلفاً عن خلفٍ کوئی حافظ قرآن تو ہوا ہی نہین اور شاید قاضی صاحب نے اور اُنکے مشائخ کرام نے از اول تا آخر قرآن مجید کو تمام عمر مین ایک مرتبہ دیکھا تک نہیں ورنہ اس زور شور سے انکار نکرتے اور اس شد و مد کے ساتھ یہ نفرماتے کہ اخدا تعالی ہرگز در ہیچ جائے کہ یکی از اہل ایمان با حضرت بودہ اند انزال سکینہ نہ نمودہ چنانچہ اب ہم حضرات امامیہ کو نشان دیتے ہین کہ نزول سکینہ تنہا مومنین پر بلا شمول پیغمبر صاحب کے سورۂ انا فتحنا مین دو مقام پر مذکور ہے اگر شک ہو تو قرآن مجید مین سے اس سورے کو نکال کر دیکھ لین کہ اللہ جلشانہ پہلے رکوع مین فرماتا ہے هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ اور پھر تیسرے رکوع مین ارشاد کرتا ہے کہ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ پس اے مومنین ذرا غور سے ان آیتونکو پڑھو اور دس مبیں قرآنون کو ملاؤ کہ کسی مین یہ تو نہیں لکھا ہے کہ (هو الذی انزل السکینة فی قلوب رسولہ قلوب المومنین یا فانزل السکینة علی رسولہ علیہم) اگر عرب سے عجم تک ہند سے ایران تک کسی قرآن میں علی رسولہ کا لفظ ہو تو تم سچے تمھارے مجلسی سچے اور اگر کسی مین یہ لفظ نہو اور ایران اور کوفے کے قرآنون میں بھی فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ لکھا ہو تو پھر تم ہی انصاف کرو کہ تم اور تمھارے قاضی اور اُنکے متقدمین و مشائخ جھوٹے ہین یا سچے اے یارو افسوس کرنے کی بات ہے کہ صدہا برس گذر گئے کہ مباحثہ ہو رہا ہے اور آج تک کسی نے سورۂ الفتح کو نکال کر بھی نہ دیکھا اور فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ پر خیال نکیا اور اب تک انھین قاضی صاحب کے جھوٹے قول پر ناز ہے اور اُنکی فضیلت و قابلیت پر افتخار ہے اور سب سے زیادہ افسوس اسپر ہی کہ حضرات امامیہ جنمین سے دو چار ہی ایسے شخص نکلیں گے جنکو قرآن کی سورتون کے نام بھی یاد ہون اور دو ایک ہی ایسے ہونگے جنکو انا انزلناہ اور قل ہو اللہ کے سوائے کلام اللہ کے دو چار رکوع حفظ ہون ورنہ خدا کے فضل سے سب کے سب قرآن شریف بلکہ کلام اللہ سے ناواقف اور باین ناواقفیت شوخی کہ اہل سنت و جماعت کے مقابلے میں قرآن شریف کی سند پیش کرتے ہین جنکی زبان پر ایک ایک لفظ قرآن مجید کا اور جنکے دل میں ایک ایک حرف کلام اللہ کا لکھا ہوا ہے بس یہ غلطی قاضی صاحب اور اُنکے مشائخ کبار سے قرآن مجید کی ناواقفیت سے ہوئی ہے اس لیے ہم انکو معذور سمجھتے ہین اور اُنکی غلطی سے درگذر کرتے ہین (تیسرا اعتراض) کہ اگر ضمیر علیہ کی فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ مین راجع طرف ابو بکرؓ کے ہو تو تخلل فی الضمائر لازم آتا ہے اس لیے کہ پہلے جتنی ضمیرین أَخْرَجَهُ اور لِصَاحِبِهِ وغیرہ مین ہین وہ سب

رسول کیطرف راجع ہین اور پھر آگے جو ضمیر وَاَیَّدَہٗ مین ہے وہ بھی راجع طرف پیغمبر کے تو کیونکر ممکن ہو
کہ ضمیر علیہ کے بیچ میں راجع طرف ابوبکر کے ہو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو ضمیر کا عود چاہیے کہ اقرب مذکور
کیطرف ہو سو اس مقام پر ابوبکر ہین اس لیے کہ انھیں کیطرف لصاحبہ کا اشارہ ہے دوسرے تخلل ضمیر جب
ہو کہ وایدہ عطف ہو فانزل اللہ پر حالانکہ وایدہ عطف ہے فقد نصرہ اللہ پر پس تخلل ضمائر بھی واقع ہوا
تیسرے تخلل فی الضمائر قرآن مجید مین اکثر جگہ ہے جیسا کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ وَاِنَّہٗ عَلٰی
ذٰلِکَ لَشَہِیْدٌ الخ میں ہے پس جو اعتراض نزول سکینہ کا ابوبکرؓ پر تھا رد ہوا اور بفضلہ تعالیٰ نازل ہونا سکینہ
کا ابوبکر صدیق پر ثابت ہوا اور جو کچھ قاضی صاحب اور ملا صاحب اور انکے مشائخ اور مقلدین نے لکھا پڑھا تھا
وہ سب باطل ہوا اور اسکی بیہودگی اور سفاہت کا حال بھی سب پر کھل گیا اور نہ فقط ہم اہل سنت ان اعتراضات
کو بیہودہ سمجھتے ہین بلکہ بعض حضرات امامیہ بھی کبھی شرما کر اقرار اسکے سفاہت کا کرنے لگتے ہیں جیسا کہ صاحب
مجمع البیان طبرسی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہو کہ (وقد ذکرت الشیعۃ فی تخصیص النبی فی ہذہ الآیۃ بالسکینۃ کلاما
رأینا الاضراب عن ذکرہ احری لئلا ینسبنا ناسب الی شئی) کہ شیعون نے اس آیت میں تسلی کو پیغمبر صاحب کے ساتھ
مخصوص ہونے پر ایسی باتیں لکھی ہین کہ ہم انکا نہ لکھنا ہی مناسب سمجھتے ہین تاکہ کوئی کہنے والا ہمکو بھی کچھ
کہنے نہ لگے پس اس علامہ کی ان لفظوں سے صاف ظاہر ہو کہ وہ باتیں جو شیعہ ذکر کرتے ہیں ایسی پوچ اور
بیہودہ ہین کہ انکو بیان کرنے سے اسے شرم آتی ہو غرض کہ اب اچھی طرح پر معلوم ہو گیا کہ ان آیتوں سے وہ
فضائل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ثابت ہوتے ہیں جو اوپر ہمنے بیان کیے اور جو اعتراضات شیعون کے ہین وہ
بالکل پوچ اور بیہودہ ہیں اور سیاق آیت بھی اسی پر شاہد ہو اس لیے کہ اگر ان آیتوں میں ابوبکر صدیقؓ کے ذکر کرنے
سے انکی رفاقت اور نصرت کا بیان منظور ہوتا تو یہ کوئی موقع انکے نفاق کے اظہار کا نہ تھا کہ یہ بات خود حضرات
امامیہ جانتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں مگر صرف اپنے مذہب کے تعصب کے سبب سے ایسی صریح اور صاف آیت سے
انکار کرتے ہیں اور باوجود کھل جانے امر حق کے فضیلت افضل الصحابہ کا اقرار نہیں فرماتے ہین اور اپنے
آپ کو ایسی آیات کے انکار سے مستحق جہنم بناتے ہیں (نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا)

ائمہ کرام کی شہادتین صحابہ کی فضیلت مین

پہلی حدیث

شیعون کی کتابوں میں بروایت ائمہ کرام علیہم السلام منقول ہو کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا
(اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) کہ میرے اصحاب مثل ستارون کے ہیں انمیں سے جس کسی کی

پیروی کروگے ہدایت پاوگے اور نیز حضرت نے فرمایا ہے کہ (دعوالی اصحابی) کہ میرے اصحاب کو میرے لیے چھوڑ دو یعنی میرے حقوق صحبت کی اُنکے حق میں رعایت کرو اور اُنکی عیب جوئی نکرو ان دونوں حدیثوں میں سے پچھلی حدیث کی صحت لفظاً و معناً علماء امامیہ کے نزدیک مسلم ہے اور صاحب استقصاء الافحام نے بھی اُسکو قبول کیا ہے لیکن پہلی حدیث کی نسبت کچھ کلام ہے اس لیے ہم پچھلی حدیث کی نسبت صرف یہی کہتے ہیں کہ جب اُسکی صحت پر اقرار ہے تو کیا وجہ ہے کہ اُسپر عمل نہیں کرتے اور جو پیغمبر صاحب نے اپنے اصحاب کے حق میں فرمایا اُسکو نہیں مانتے کیوں حقوق صحبت پیغمبر کی اُنکے حق میں رعایت نہیں کرتے اور کس لئے اُنکی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور کس واسطے باوجود سفارش پیغمبر صاحب کے اُنکی دشمنی ترک نہیں کرتے اور پہلی حدیث (اصحابی کالنجوم) کی نسبت ہم اقوال ائمہ کرام کو امامیہ کی کتابوں سے نقل کر کے اُسکی صحت ثابت کرتے ہیں اور علماء امامیہ نے جو تاویلات اور تحریفات لفظی و معنوی کیے ہیں انکو ظاہر کر کے اُسکا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ عیون اخبار میں جو معتمدین کتب امامیہ سے ہے لکھا ہے کہ (حدثنا الحاکم ابوعلی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن یحیی الصولی قال حدثنا محمد بن موسی بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام عن قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم وعن قولہ دعوالی اصحابی فقال ہذا صحیح) کہ ایک شخص نے امام موسی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اُنمیں سے جس کسی کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ چھوڑ دو میرے واسطے میرے یاروں کو تو امام موصوف نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے اس روایت سے ثابت ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم جن لفظوں سے کتب اہل سنت میں منقول ہے انہیں لفظوں سے کتب امامیہ میں مذکور ہے اور امام موسی رضا علیہ السلام کی زبان سے اُسکی صحت پر علمائے امامیہ کو اقرار ہے اور نہ صرف اسی ایک روایت سے اسکا ثبوت ہوتا ہے بلکہ اور بھی بہت سی روایتیں مؤید اسکی کتب امامیہ میں موجود ہیں کہ بعد ملاحظہ اُنکے کسی شیعہ کی یہ مجال نہیں کہ اس حدیث کی صحت سے انکار کر سکے یا اُسکو موضوع کہہ سکے یا اُسکو خبر احاد کہکر اپنا پیچھا چھڑا دے اس لیے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں اور علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حیدر آملی اثنا عشری نے جامع الاسرار میں اس حدیث کے مضمون کی صحت پر اقرار کیا ہے پس تعجب ہے علمائے متقدمین امامیہ پر کہ جب تک علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو خود انکی کتابوں سے نکال کر نہ دکھلا دیا اور اُسکی صحت کو امام کے قول سے ثابت نہ کر دیا تب تک اُنھوں نے اس حدیث کی صحت پر کیا شور و غل مچایا اور اُسکی موضوعیت اور بطلان کے اثبات میں دفتر کے دفتر سیاہ کیے یہاں تک کہ قاضی نور اللہ شوستری نے کس شد و مد سے احقاق الحق میں فرمایا ہے کہ (اما ما رواہ

من حدیث صحابی کالنجوم ففیہ من آثار الوضع والبطلان مما لا یخفی) کہ اس حدیث کی موضوعیت پر اتنی،
نشانیان ہین کہ بیان نہیں ہو سکتیں لیکن افسوس کہ قاضی صاحب نے یہ خیال نفرمایا کہ جس حدیث کی موضوعیت
کا دعوی اس شد و مد کے ساتھ کرتے ہیں وہ خود ہماری حدیث کی کتابوں میں منقول ہے اور جسکے بطلان کا،
الزام اہل سنت پر لگاتے ہین وہ بروایت ائمہ کرام ہمارے اصول کے موافق ثابت ہو ہان اتنا فرق ہو
کہ سُنی بیچارون کے راوی ضعفا اور مجاہیل ہیں اور خود بدولت کے یہاں راوی ائمہ کرام ہین بس اگر سنیوں
کے طور پر روایت کی ہوئی حدیث کو غلط کہہ دیا یا خود سنیون نے اپنے طور پر راویان احادیث کو ضعیف تصور
کیا تو کچھ ہرج نہیں اگر قاضی صاحب نے یا کسی اور صاحب نے اس حدیث کو موضوع بتلایا اور باوجود تصدیق
امام موسی رضا علیہ السلام کے اسکو جھٹلایا تو اُسنے اپنا دین ہی غارت کیا اور امام کی تکذیب کر کے اپنے آپکو
دائرہ ایمان سے خارج کیا۔ اب ہم اُن تحریفات کو بیان کرتے ہیں جو علماے امامیہ نے اس حدیث کی
نسبت کی ہیں عیون اخبار میں جو حدیث ہمنے صحابی کالنجوم نقل کی ہے اُمین بعد اُن الفاظ کے یہ عبارت
بڑھائی ہے (یریدع من لم یغیر بعدہ ولم یبدل الخ) کہ مراد اُن اصحاب سے جو حدیث مین مذکور ہین وہ ہین جنھون
نے کچھ تغیر و تبدیل نہیں کی پوچھنے والے نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت ہم کیونکر جانیں کہ اصحاب نے
کچھ تغیر و تبدیل کی ہے تب امام نے جواب دیا کہ خود پیغمبر صاحب کی حدیث موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ
کچھ لوگ میرے صحابہ سے قیامت کے دن حوض سے علیحدہ کر لیے جاوینگے تب میں کہونگا کہ خدایا یہ میرے
اصحاب ہین تب اللہ جلشانہ فرمادیگا کہ تو نہیں جانتا کہ اُنھون نے تیرے پیچھے کیا کیا اور وہ دوزخ کیطرف
کھینچ لیے جاوینگے تب مین کہونگا کہ دور ہو دفع ہو ان الفاظ کے بڑھانے سے غرض یہ ہے کہ بعض صحابہ
بسبب ارتداد کے حدیث کی مصداق سے خارج ہو جائین لیکن تب بھی ہمارا کچھ نقصان نہین اسلئے
کہ ہم خود قائل ہین کہ جو لوگ پیغمبر کے بعد مرتد ہو گئے وہ اس حدیث کے مصداق سے خارج ہیں اور
اصحاب مقبولین نے نہ تغیر و تبدیل کیا نہ اس حدیث کے مصداق سے خارج ہوے اور خود حضرات
امامیہ کا اقرار ہے کہ اصحاب مقبولین حدیث حوض کے مصداق سے مستثنی ہین جیسا کہ صاحب استقصاء
الافحام نے بجواب منتہی الکلام کے سلک ثانی کے ایک مقام پر اسکا اقرار کیا ہے دہذہ عبارتہ (کہ ہرگز حدیث
حوض درحق مقبولین اصحاب کرام جناب خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد نیست و ہرگز این حدیث
برآنہا منطبق نمی تواند شد) اور اس امر کو کہ خلفاء راشدین اور انصار و مہاجرین صحابہ مقبولین تھے
ہم اسی حدیث کی بحث میں بفصل ارتداد صحابہ مین ثابت کرینگے انشاءاللہ تعالی و لو فرضنا کہ بعض اصحاب
مقبولین مغیرین و مبدلین مین ہون لیکن تاہم اکثر اصحاب کی نسبت اس حدیث کا مضمون صادق

ع
یرید من لم یغیر بعدہ
ولم یبدل قیل وکیف
نعلم انہم قد غیروا
وبدلوا قال لما یروونہ
من انہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم قال لیذادن
رجال من اصحابی
یوم القیامۃ عن حوضی
کما تذاد غرائب الابل
عن الماء فاقول
یا رب اصحابی اصحابی
فیقال انک لا تدری
ما احدثوا بعدک فیؤخذ
بہم ذات الشمال فاقول
بعدا لہم وسحقا افتری
ہذا لمن لم یغیر
ولم یبدل انتہی ۱۲

آتا ہے اس لیے کہ افصح الفصحا ابلغ البلغا علیہ التحیۃ والثنا نے ایسا لفظ تشبیہ میں صحابہ کے بیان فرمایا ہے کہ جسطرح پر وہ فضیلت پر دال ہے اُسی طرح پر کثرت پر یعنی لفظ نجوم پس حضرت کا یہ فرمانا کہ میرے صحاب مثل ستاروں کے ہین اُنکے بیشمار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور سوائے جاہل اور نادان کے کوئی ستاروں کی مثال کو معدودے چند کے حق میں وارد نہیں سمجھ سکتا و سلمنا کہ بہت ہی تھوڑے بلکہ دو تین ہی صحاب پر جو ارتداد سے بچ گئے یہ حدیث منطبق ہوئے تب بھی یہ عقیدہ امامیہ کا کہ اقتدا صرف اہلبیت کی واجب ہے اور دوسرے کی ناجائز باطل ہوتا ہے اور اہتدا جو کہ مخصوص اہلبیت کیلئے ہے اُسمین دو چار کا شریک ہونا ثابت ہوتا ہے (ولم یقل بہ احد منہم) غرض کہ جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ یہ عبارت بھی بیکار ہوئی اور اسنے بھی وار دگیر اہل سنت سے نہ بچایا تب اسکو چھوڑا اور دوسرے طور پر تاویل کو کام فرمایا اور یہ دعوی کیا کہ مراد اصحاب سے اہلبیت ہین جیساکہ صاحب استقصاء الافحام نے بجواب منتہی الکلام کے فرمایا ہے (مراد از اصحاب در حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اہلبیت علیہم السلام اند) لیکن ہم اس دعوی کو چند دلیلون سے باطل کرتے ہیں +

دلیل اوّل

صحاب کی لفظ سے اہلبیت مراد لینا داد تحریف دینا ہے اس لیے کہ عرفاً صحاب کا اطلاق یار دوستون پر اور اہلبیت کا گھر والون پر ہوتا ہے شرعاً صحاب سے مراد پیغمبر پر ایمان لانیوالے اور رفقا لیے جاتے ہین اور اہلبیت سے گھر والے اور بنی فاطمہ سمجھے جاتے ہین بلکہ احادیث نبوی اور اقوال ائمہ اطہار سے یہ ظاہر ہے کہ دونون لفظون کے مصداق دو فریق علیحدہ علیحدہ ہیں جہاں یاران پیغمبر کی شان میں کوئی حدیث یا قول ہے وہان لفظ صحاب کا آیا ہے اور جہان خاندان نبوی اور ائمہ اطہار کا ذکر ہے وہان لفظ اہلبیت اور عترت کا چنانچہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی) یا (مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح) یا امام زین العابدین نے اپنی دعا میں جو صحیفہ کاملہ مین مذکور ہے فرمایا ہے کہ (اللہم واصحاب محمد خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ) الخ اگر لفظ صحاب یاران پیغمبر کے لیے مخصوص نہوتا اور اُسکا استعمال اہلبیت اور عترت کی نسبت بھی ہوتا تو کیون ان احادیث مین الفاظ اہلبیت اور عترت کی تخصیص کیجاتی اور کس لیے پیغمبر خدا حدیث انی تارک فیکم الثقلین میں بجائے کتاب اللہ وعترتی کے کتاب اللہ وصحابی نفرماتے اور حدیث مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح میں مثل اصحابی کسفینۃ نوح ارشاد نکرتے اور کس واسطے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت فاطمہ کے گھر جاتے تو (سلام علیکم اہل البیت) فرماتے اور سلام علیکم یا اصحابی نہ کہتے غرضکہ احادیث نبوی اور اقوال ائمہ اطہار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اور اہلبیت کی لفظ کو ادرے میں دونون ایک

دوسرے سے جدا ہوگئے اور دونون کے مصداق دو فریق ہوگئے اصحاب کا اطلاق یارون دوستون
پر اور اہلبیت کا استعمال گھر والون پر ہوتا رہا اور اب تک خواص و عوام دونون فریق کے ویسا ہی استعمال
کرتے ہیں پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ صدہا احادیث اور ہزارہا اقوال میں تو اصحاب کا لفظ یاران
پیغمبر پر اور اہلبیت کا لفظ گھر والون پر استعمال کیا جاوے اور کسی حدیث کے قول میں کوئی صحابی کے لفظ
سے اہلبیت اور اہلبیت کے لفظ سے صحابہ مراد نہ لے اور صرف ایک حدیث اصحابی کالنجوم مین خلاف تبادر اذہان اور
مخالف محاورے و عادت کے اصحاب کے معنی اہلبیت کے لیے جائیں اور پھر بھی ایسے معنی بنانیوالے اپنے آپکو مصداق
یحرفون الکلم عن مواضعہ کا نہ سمجھین آپ حضرات ذرا تو انصاف کرو کہ اگر کوئی سنی ہمارے اپنی زبان سے نکالے کہ
اہلبیت مین ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح کے مصداق ہیں وہ بھی شامل ہیں اور
آیہ تطہیر میں جو لفظ اہل بیت مذکور ہے اُس سے پیغمبر کے ازواج مطہرات مراد ہین بلکہ مراد لینا بہ یکطرف وہ بھی
شامل ہین تو دیکھو کہ تمھارے علما کیسا شور و غل مچاتے ہین قیامت برپا کرتے ہین آسمان زمین کو ملاتے
ہین نوحہ و فریاد کی آواز عرش تک پہنچاتے ہین کہنے والے کو خارجی اور ناصبی اور دشمن اہلبیت کا
بتلاتے ہین اور باآنکہ اہلبیت سے ازواج مراد لینا ٹھیک محاورے کے موافق ہے پس تحریف کا الزام
لگاتے ہین اور خود جب اصحاب سے مراد اہلبیت اور یار اور رفیق کے لفظ کو بھائی اور آل و اولاد کی نسبت
استعمال کرتے ہیں تو کچھ بھی نہین شرماتے شرمانا کیسا ایسی سمجھ پر ناز کرتے ہین ایسے جوابون پر سر افتخار
بلند کرتے ہیں پس ایسی سمجھ کا کیا علاج اور ایسے جواب کا کیا جواب **شعر**

این سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل — آن شرح ندارد کہ بگفتار در آید

پس ہر شخص جو ذرا بھی انصاف اور سمجھ کو دخل دے بیقین کریگا کہ اگر پیغمبر صاحب اس حدیث کو اہلبیت کی شان
مین فرماتے تو صاف لفظ اہلبیت کا ارشاد کرتے اور بجائے اصحابی کالنجوم کے اہلبیتی کالنجوم فرماتے ان
تا حضرات شیعہ یہ جواب دیتے ہین کہ پیغمبر صاحب نے معاذ اللہ تقیے کو دخل دیا اور اصحاب کے خوش کرنے کو لفظ اصحابی
فرمایا اور جب گھر مین آئے اور اہلبیت نے شکایت کی تب آپنے اُنسے یہ فرمادیا ہو کہ مراد اصحاب سے تم ہو

دوسری دلیل

اگر ہم لفظ اصحاب سے اہلبیت کے معنی مراد لینے پر کچھ دار و گیر امامیہ کی نہ کرین اور انکی اس تحریف معنوی کو تسلیم
بھی کرلین تب بھی موافق اُنکے عقیدے کے یہ حدیث شان میں اہلبیت کے صادق نہین آتی اس لیے کہ اہلبیت کا
اطلاق دوازدہ امام پر ہوتا ہے اور اصحاب کا اطلاق صرف انھیں لوگون پر جو حضرت کی صحبت میں رہے اور سوائے

حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور نو امام پیغمبر صاحب کے پیچھے پیدا ہوئے پس یہ ظاہر ہے کہ نو اماموں پر لفظ اصحاب کا صادق نہوگا تو حدیث اصحابی کالنجوم میں سے سوائے حضرت علی و حسنین علیہم السلام کے اور سب ائمہ کرام خارج ہو جائینگے اور وہ نجوم کی تشبیہ سے مستثنی کر دیے جائینگے اور انکی اقتدا باعث ہدایت نہ سمجھی جائیگی (و نعوذ باللہ من ذلک) کون مسلمان ہے کہ ایسی بات زبان پر لاویگا اور ائمہ کرام کی نسبت ایسا خیال کریگا پس ثابت ہوا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں ورنہ پیغمبر صاحب ضرور لفظ اہل بیت کا فرماتے اور بجائے اصحابی کالنجوم کے اہلبیتی کالنجوم ارشاد کرتے تاکہ کوئی امام اسکے مصداق سے خارج نہوتا ہاں ممکن ہے کہ حضرات شیعہ یہ جواب دیں کہ نو امام جو پیغمبر صاحب کے روبرو پیدا نہیں ہوے اگرچہ باعتبار عالم اجسام لفظ اصحاب کے مصداق سے خارج ہیں مگر بلحاظ عالم ارواح کے اصحاب میں داخل ہیں ٭

تیسری دلیل

جو عبارت (من لم یغیر بعدہ) کی اس حدیث کے آگے زیادہ لکھی ہے اُسنے اس تاویل کا دروازہ بند کر دیا اور لفظ اصحاب سے اہلبیت کے معنی لینے کو منع کر دیا اس لئے کہ حضرات نے تو یہ خیال کیا کہ اگر اور کچھ الفاظ اس حدیث کے آگے نہ بڑھائے جاوینگے اور فقط ہذا صحیح لکھکر یہ حدیث ختم کر دیجاوے گی تو سنیوں کی دار و گیر سے نجات نہ ملے گی اور حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت سنکر وہ جان آفت میں ڈال دینگے اس لیے یہ الفاظ امام صاحب کیطرف سے بڑھا دیے کہ مراد اصحاب سے وہ لوگ ہیں جنھوں نے کچھ تغیر و تبدل دین میں نہیں کی اور جو مرتد نہیں ہوا وجود دوزخ کیطرف نہ کھینچے جائینگے اور جنسے پیغمبر بیزاری اپنی ظاہر نہ کرینگے پس ان الفاظ سے ہمارا نقصان تو کچھ نہ ہوا اسلئے کہ ہم بھی ایسے تغیر تبدیل کرنیوالونکو اور مرتد ہو جانیوالونکو ہی حدیث کے مصداق سے خارج سمجھتے ہیں اور خلفاء راشدین اور انصار و مہاجرین کو گو ہزار طرح پر امامیہ مرتدین میں شامل کرنا چاہیں وہ شامل نہیں ہو سکتے کہ اسکا بیان تفصیلی بحث ارتداد صحابہ میں ہوگا انشاء اللہ تعالی لیکن ان الفاظ سے ہمکو بہت ہی فائدہ ہوا اور حضرات امامیہ کی تاویل و تحریف کا حال اس سے کھل گیا اس لیے کہ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تو خیر کسی نہ کسی طرح پر وہ اپنا دل خوش کر سکتے تھے اور اصحاب سے مراد اہلبیت لے سکتے تھے لیکن ان لفظوں نے مجبور کر دیا کہ وہ کسی طور سے اصحاب سے اہلبیت مراد نہیں لے سکتے اس لیے کہ اگر حدیث اصحابی کالنجوم میں مراد اصحاب سے اہلبیت ہوں تو جو الفاظ (من لم یغیر بعدہ) کے آگے بیان کیے گئے ہیں وہ بھی انکی شان میں وارد ہونگے تو معاذ اللہ معنی اسکے مطابق قول شیعوں کے یہ ہونگے کہ وہی اہل بیت مثل ستاروں کے ہیں جنھوں نے دین میں تغیر تبدیل نہیں کی (نقل کفر کفر نباشد) جو مرتد نہیں ہوے پس کس منہ سے اس

حدیث کو شان مین اہل بیت کی کہیں گے اور کس طرح اہلبیت نبوی پر تہمت تغیر وارتداد کی لگا دین گے غرض کہ ان
الفاظ نے امامیہ کی تحریف کو ثابت کر دیا اور انکی تاویل کا دروازہ بند کر دیا سبحان اللہ کیا قدرت خدا کی ہو کہ جن الفاظ
سے ہم پر الزام دیا چاہیے تھے انسے خود ہی ملزم ہو گئے اور جو عبارت ہمارے قائل کرنے کیلئے بڑھائی تھی اُس سے خود قائل ہو گئے شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد — خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگست

جب علمائے امامیہ نے دیکھا کہ یہ دعوی بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس حدیث میں اصحاب کے لفظ سے اہلبیت کے
معنی نہیں بنتے تب مجبور ہو کر حدیث صحابی کالنجوم کی صحت سے انکار کیا اور اسکے عدم صحت کا دعوی کر کے
اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا مگر ہزار شکر اسپر ہے کہ الفاظ حدیث سے انکار نہیں کیا اور اس عبارت کو جو اوپر ہمنے نقل
کی ہو نہیں جھٹلایا بلکہ صرف تاویل اور تحریف معنوی کو کام فرمایا ہے اور فقط شبہات اور احتمالات سے اُسکی صحت
سے انکار کیا ہو چنانچہ صاحب استقصاء الافحام نے جواب مین منتہی الکلام کے لکھا ہو کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے
کہ دو حدیثوں کی نسبت سائل نے سوال کیا ایک حدیث صحابی کالنجوم کی نسبت دوسری حدیث دعوا لی اصحابی
کی نسبت اور امام موسی رضا علیہ السلام نے ہذا صحیح اسکے جواب میں فرمایا پس یہ جواب صرف حدیث اخیر کی
نسبت ہو نہ حدیث اول کی نسبت کما قال (از ملاحظہ این حدیث شریف ظاہر ست کہ انچہ مخاطب در ترجمہ
آن گفتہ کہ امام رضا علیہ السلام حکم بصحت این ہر دو حدیث نمودہ غیر صحیح ست زیرا کہ ہرگز تصریح بہ صحت ہر دو حدیث
درین روایت صراحۃ کہ مدلول کلام وست مذکور نیست بلکہ لفظ ہذا صحیح مذکور ست و جائز ست کہ آن متعلق بہر دو
حدیث نباشد بلکہ محتمل ست کہ گو سائل در سوال از دو حدیث استفسار کردہ بود مگر آن جناب در جواب یکے ازان
کہ حدیث اخیر ست بیان فرمودہ) اس جواب باصواب مین تین خطائیں ہین (اول) خود مجیب اس
جواب کو یقینا بیان نہین فرماتا اور جائز ست اور محتمل ست بجای واجب ست و یقین ست کے استعمال
کرتا ہے اور احتمال اور شک سے اس حدیث سے کہ جسکی صحت مین بقول امام کچھ شک نہیں تکذیب فرماتا ہے
(دوسرے) یہ احتمال بھی فقط احتمال ہی احتمال ہو اس لئے کہ جب سائل نے دو حدیثوں کی نسبت استفسار کیا اور
امام نے ہذا صحیح کہکر جواب دیا تو یقینًا یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت امام نے سائل کے قول کی تصدیق کی اور اسکا
قول دو حدیثوں کی نسبت تھا اس سے دونون کی صحت ثابت ہوگی رہا یہ احتمال کہ اگر امام دونوں حدیثوں کی
صحت تسلیم کرتے تو ہذان صحیحان فرماتے یہ قابل لحاظ کے نہیں ہے اس لیے کہ مقصود سائل کا واحد تھا
یعنی قول نسبت مدح صحابہ کے تو حرف اشارہ واحد کا مقصود واحد کی نسبت استعمال کرنا خلاف محاورہ
نہیں ہو (تیسرے) سائل نے دو حدیثوں کی نسبت استفسار کیا اور امام نے فقط ہذا صحیح فرمایا اگر ہم تسلیم
بھی کرین کہ یہ جواب دوسری ہی حدیث کی نسبت ہے تو پہلی حدیث کا جواب کیا ہے کیا یہ کسی کے خیال مین

آتا ہے کہ سائل دو حدیثوں کی نسبت سوال کرے اور امام ایک ہی کی نسبت جواب دیں اور دوسری کی نسبت لا و نعم کچھ بھی نفرماویں اور اُنکی صحت اور عدم صحت کی نسبت کچھ بھی زبان مبارک سے ارشاد نکریں اور ایک مجمل لفظ کہکر سائل کو حیرت میں ڈالدیں شاید حضرات امامیہ یہ جواب دیں کہ ائمہ کی شان یہی ہے کہ کبھی کسیکو جواب صاف نہ دیں اور تقیے کو کسی حالت میں نہ چھوڑیں اور ہمیشہ گول بات کے سوا زبان سے کچھ ارشاد نفرماویں خدا کے واسطے ذرا انصاف کرنا چاہیے کہ جس سائل نے امام سے سوال بہ نسبت دو حدیثوں کے کیا جب اُسکے جواب میں امام نے ہذا صحیح فرمایا تو وہ کیا سمجھا ہوگا دونوں حدیثوں کی نسبت یا ایک ہی حدیث کی نسبت اگر وہ ایک ہی حدیث کی نسبت سمجھتا تو ضرور وہ دوسری حدیث کی نسبت مکرر استفسار کرتا اور اگر وہ دونوں حدیثوں کی نسبت سمجھا تو امام کی اُن لفظوں کا یہی مطلب ہوگا یا معاذ اللہ امام نے اُسکو جان بوجھکر مجمل لفظ کہکر دھوکھے میں ڈالا ہوگا لیکن اگر ہم اس روایت میں امام کی تصدیق کو بہ نسبت دوسری ہی حدیث کے سمجھیں تو بھی حضرات شیعہ کی جان نہیں بچتی اس لیے کہ قطع نظر اس روایت اور اس کتاب کے اور روایتوں سے بھی صحت مضمون حدیث اصحابی کالنجوم کی ہوتی ہے پس اگر علماے امامیہ اس روایت میں اس حدیث کی تکذیب کریں تو اور احادیث کو کیا کرینگے اور کہانتک ائمہ کرام کے قولونکو جھٹلا دینگے چنانچہ اب ہم اس حدیث کی صحت دوسرے طریق سے ثابت کرتے ہین ملا حیدر آملی اثنا عشری نے جامع الاستفسار مین لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ + (انا کالشمس و علی کالقمر و اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) کہ مین مثل سورج کے ہوں اور علی مثل چاند کے اور میرے اصحاب مثل ستارون کے جنکی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے معلوم نہیں کہ اس حدیث کو دیکھکر کیسا شعلۂ جانسوز علماے امامیہ کے سینے سے نکلے گا اور خبر نہیں کہ یہ شرارہ اُنکے خرمن عقل و خرد کو کیسا جلا دیگا ہاں اسکی بھی تاویل کرینگے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہین اُسکا جواب ہم اوپر بیان کرچکے اور اب بھی بیان کرتے ہیں لیکن قبل جواب دینے کے ہم یہ عرض کرتے ہین کہ جب اس حدیث کی صحت ثابت ہوگئی تو عیون اخبار مین جو امام موسی رضا کے جواب سے اُسکی صحت ثابت ہوتی ہے اُسکا کس مُنہ سے انکار کرینگے اور جو عبارت زائد (من لم یغیر بعدہ) اُس روایت میں ہے اُسکو شان میں اہلبیت کی کیونکر صادق سمجھین گے اب اس تاویل کو جو اس حدیث کی نسبت ہے غور سے سینے کہ جو تقریر اس علامہ اثنا عشری نے کی ہے وہ اس امر پر دال ہے کہ مراد اصحاب سے اہلبیت نہیں ہیں اس لیے کہ اوپر اس حدیث کے یہ بیان ہے کہ نبوت مثال نور آفتاب کے ہے اور امامت مانند چاند کی روشنی کے اور علم علما کا مانند چمک ستارون کے وہذہ عبارتہ بلفظہ (و ورد فی اصطلاح القوم تسمیۃ الولایۃ بالشمسیۃ والقمریۃ والمراد بہما ولایۃ النبی و ولایۃ الولی و نسبۃ العلماء الیہما کنسبۃ النجوم الی القمر والشمس الی قولہ فکذلک لا یکون للعلماء قدرۃ و لا ظہور مع وجود الاوصیاء و انوارہم من حیث الولایۃ و یؤید ذلک کلہ

ما اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لقولہ انا کالشمس و علی کالقمر و صحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) پس ظاہر ہو کہ ائمہ کرام اوصیا میں داخل ہیں نہ علما میں اور تمثیل نجوم کی علما پر صادق ہو نہ اوصیا پر تو اس علامہ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم میں اصحاب سے مراد اہلبیت نہیں ہیں بلکہ علما ہیں اور اس سے ہمارے دونوں مطلب ثابت ہوگئے کہ یہ حدیث صحیح ہو اور مراد لفظ اصحاب سے اہلبیت نہیں ہیں اگر اس روایت پر سیری نہووے اور حضرات امامیہ کو اپنے اور بزرگوں کی تصدیق سننے کی خواہش ہو تو اور بھی سنیں اور تیسرے طریق سے اس حدیث کے مضمون کی صحت پر سنیں شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں لکھا ہو کہ (حدثنا محمد بن الحسن احمد الولید رحمہ اللہ قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن الحسن بن موسی الخشاب عن غیاث بن کلوب عن اسحق ابن عمار عن جعفر بن محمد عن آبائہ علیہم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ما وجدتم فی کتاب اللہ عز و جل فالعمل لکم بہ لا عذر لکم فی ترکہ مالم یکن فی کتاب اللہ عز و جل و کانت فیہ السنۃ منی فلا عذر لکم فی ترک سنتی و مالم یکن سنۃ منی فما قال اصحابی فقولوا بہ انما مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایہا اخذ اہتدی بای اقاویل اصحابی اخذتم اہتدیتم و اختلاف اصحابی لکم رحمۃ) یعنی امام جعفر صادق ع نے فرمایا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ جو پاؤ تم خدا کی کتاب میں اسپر عمل کرو کوئی عذر تمکو اسکے ترک پر نہیں ہو سکتا اور جو کچھ کتاب خدا میں نہ پاؤ اور تمہیں میری سنت پر عمل کرو کوئی عذر تمکو میری سنت کے ترک پر نہیں ہو سکتا اور جو تمہیں میری سنت نہ ملے تمہیں عمل کرو اسپر کہ جو کچھ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمہارے بیچ میں ایسے ہیں جیسے کہ ستارے جسطرح پر جس کسی ستارے کو کوئی لے لے راہ پر پہونچ جائیگا اسی طرح پر میرے اصحاب ہیں کہ جس کسی قول کو میرے اصحاب کے تم لے لوگے ہدایت پاوگے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے واسطے رحمت ہے اس حدیث کی صحت میں کسیکو کلام نہیں اس لیے کہ علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں

[illegible]

اسکی تصدیق کی ہی پس یہ حدیث معنًا مطابق حدیث سابق کے ہی بلکہ اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کا فقرہ
اور زیادہ ہی پس انکار حدیث سابق سے جو عیون اخبار میں مذکور ہے تکذیب امام موسی رضا علیہ السلام کی ثابت
ہوتی ہے لیکن اگر ہم اُس حدیث کو جو عیون اخبار مین مذکور ہی کالم یکن سمجھیں اور اسی حدیث کو جو معانی
الاخبار سے ہمنے نقل کی صحیح جانین تب بھی مطلب ہمارا فوت نہین ہوتا اس لیے کہ جو الفاظ اس حدیث
کے ہین وہ بھی مؤید ہمارے قول کے ہیں باقی رہی تاویل و تحریف علمائے امامیہ کی اُسکی نسبت بھی ہم بحث کرتے ہین
اور جو کچھ تاویلات اُنھوں نے کیے ہین اُسکو ظاہر کرتے ہین واضح ہو کہ شیخ صدوق نے اس حدیث کو جسطرح اوپر
ہمنے نقل کیا لکھکر یہ الفاظ اور بڑھا دیے ہین (فقیل یا رسول اللہ من اصحابک قال اہل بیتی) کہ جب حضرت پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ اصحاب میرے مثل ستارون کے ہین اور انکا اختلاف رحمت ہے تب پوچھنے والے نے پوچھا کہ یا حضرت آپکے
اصحاب کون ہین حضرت نے جواب دیا میرے اہلبیت انھین الفاظ پہ صاحب استقصار نے اپنے جواب کو جو حدیث
سابق کی نسبت ہی استدلال کیا ہی اور حدیث سابق کا ان لفظون سے جواب دیا ہی (پس اگر در حدیث عیون جواب
آن حضرت متعلق بہر دو حدیث باشد و معنایش آن باشد کہ ازین حدیث نجوم ہم مراد اصحاب اند مخالف منافی قصت
با حدیث معانی الاخبار و امثال آن لازم می آید لہذا بالبداہت قطعًا ثابت شد کہ جواب امام رضا علیہ السلام متعلق
بہر دو حدیث نیست بلکہ آن حضرت فقط حال حدیث وعوالی اصحابی بیان فرمودہ و تفسیر آن باصحابیکہ متغیر و متبدل
نشدند فرمودہ زنگ شبہہ از خواطر اہل ایمان زدودہ) لیکن اس جواب مین بھی چند نقص ہین (اول) ہم اس عبارت زائد کو
صحیح نہیں سمجھتے اور اسکو تحریف شیخ صدوق کی جانتے ہین کہ حضرت نے اپنے مذہب کے موافق یہ الفاظ بڑھا دیے
ہین اور یہ صرف ہم اپنی بدظنی سے نہیں کہتے اور ہم شیخ صدوق پر تہمت نہیں لگاتے بلکہ خود اُنھین کے علما انکی
نسبت یہ خیال کرتے ہیں اور انکو تحریف کے فن مین استاد جانتے ہیں اگر کسیکو شک ہووے تو وہ ملا باقر مجلسی کی
بحار الانوار کو دیکھے کہ ملاے موصوف نے شیخ صدوق کی نسبت کیا فرمایا ہی ایک حدیث میں جو ابی بصیر سے الفاظ شا
ماشاد کے معنی میں منقول ہی صدوق صاحب نے تحریف کی اور الفاظ حدیث کو کم زیادہ کر دیا اور جن لفظون سے کافی
مین منقول تھے نقل نہ کیا اسپر ملا باقر مجلسی نے یہ الفاظ شان میں حضرت کے لکھے ہین (ہذا الخبر ماخوذ من الکافی وفیہ
تغییرات عجیبۃ تورث سوء الظن بالصدوق و انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل فی الکافی ہکذا الخ) کہ یہ خبر کافی
سے لی گئی ہی اور اسمین عجیب تغییر و تبدل کیا گیا ہی جس سے صدوق کی نسبت بدظنی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہی کہ انھون
نے اس حدیث مین تغییر و تبدیل اس لیے کی ہی کہ اہل عدل کے مذہب کے موافق ہو جاوے اور الفاظ حدیث کافی کے
اس طرح پر ہیں فقط کہ اُسکو لکھکر ملا مجلسی نے الفاظ حدیث کافی کے نقل کیے ہین پس باقرار ملا باقر مجلسی کے ثابت ہوا کہ
حضرت شیخ صدوق قرار داد بات پر الفاظ حدیث کے بدل دیتے تھے اور واسطے موافق کرنے ساتھ اپنے مذہب کے اصول کی

احادیث مین تغیر و تبدل کر دیا کرتے تھے پس اگر اس حدیث میں جس سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور جسکی صحت سے کل مذہب ہی باطل ہوا جاتا ہے کچھ الفاظ زائد کر دیے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ ضرور انھوں نے یہ فقرہ بڑھا دیا ہے اور کیون نہ بڑھاتے اس لیے کہ اگر حدیث کو انھیں لفظوں پر ختم کر دیتے اور اصحاب کا پیغمبر صاحب کی زبان سے مثل ستارون کے ہونا اور انکی اقتدا کرنا تسلیم کر لیتے تو پھر اپنے مذہب کو کسطرح بچاتے اس لیے ہم بھی ملا باقر مجلسی صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اور حضرت شیخ صدوق کے حقمین اس حدیث مین الفاظ زاید کرنے کی نسبت وہی الفاظ کہتے ہین کہ (انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل) لیکن اگر کسی کو اسپر اطمینان نہو اور باوجود اقرار ملا مجلسی کے صدوق کی تحریف و تغیر پر یقین نہ آوے تو ہم چند دلیلون سے ثابت کرتے ہین کہ الفاظ (فقیل یا رسول اللہ ومن اصحابک قال اهل بیتی) بڑھائے ہوئے ہیں ﴿پہلی دلیل﴾ مولوی علی بخش خان صاحب بہادر اپنے ایک رسالے میں فرماتے ہیں کہ اصحابی کا لفظ معما تھا یا پہیلی اور چیستان تھی کہ جسکے بوجھنے کی ضرورت ہوتی اور سننے والا نہ سمجھتا اور یا الفاظ من اصحابک استفسار کرتا پس یہ سوال خود اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی طرف سے بڑھایا ہے ﴿دوسری دلیل﴾ اس حدیث سے اختلاف اصحاب کا ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول شیعون کے اہل بیت باہم مختلف نہین ہوتے پس کیونکر اصحاب سے اہلبیت مراد لینا جائز ہوگا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے فقرے کے کیا معنی ہونگے چنانچہ خود اسی حدیث میں بعد اُن الفاظ کے جو ہمنے نقل کیے شیخ صدوق صاحب فرماتے ہین کہ (قال محمد بن علی مؤلف ہذا الکتاب ان اہل البیت علیہم السلام لا یختلفون ولکن یفتون الشیعۃ بمر الحق وانما یفتونہم بالتقیۃ فما یختلف من قولہم فہو التقیۃ والتقیۃ رحمۃ للشیعۃ) کہ مؤلف اس کتاب کا کہتا ہے کہ اہلبیت علیہم السلام تو کچھ اختلاف نہیں کرتے بلکہ اپنے شیعون کو صحیح فتوے دیتے ہین البتہ کبھی کبھی کوئی فتوی تقیے سے بھی کر دیتے ہیں پس اختلاف سے مراد تقیہ ہے اور تقیہ شیعون کے حق میں رحمت ہے۔ اگرچہ صدوق اسکے یہ معنی اب بتاتے ہین مگر کوئی اہل عقل اس جواب کو پسند نہ کریگا اسلیے کہ تقیہ کے معنی ہین سچ بات کو [illegible] چھپانا اور جھوٹ کو ظاہر کرنا پس سوائے حضرات امامیہ کے دوسرا کون ہے کہ جھوٹ بولنے کو رحمت سمجھے گا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے حدیث کو تقیے پر محمول کریگا لیکن اگر ہم اختلاف کو تقیے پر منحصر سمجھین تو گویا حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ تقیہ اہلبیت کے جس قول پر کوئی عمل کریگا وہ ہدایت پا دیگا اگرچہ وہ قول باہم مختلف ہون اور ایک دوسرے سے مخالف ہون اس لیے کہ اختلاف میرے اہلبیت کا رحمت ہے فقط اور یہ ظاہر ہے کہ ہزار ہا احادیث اور اقوال اماموں کے ایسے ہین کہ جنکو اہل سنت مانتے ہین اور حضرات امامیہ انکو تقیے پر محمول کرتے ہین لیکن جب تقیہ رحمت میں شمار کیا گیا تو سنیونکا اُن اقوال پر عمل کرنا جو اماموں نے براہ تقیہ کے فرمائے عین ہدایت ٹھہرا ورنہ اگر تقیے کے قولوں پر عمل کرنیوالے خطا پر ہون اور گمراہ ٹھہرائے جاوین تو پھر معنی ان الفاظ کے کہ (ای اقاویل اصحابی لکم اخذتم بہ اہتدیتم)

واختلاف اصحابی لکم رحمۃ) کے کیا معنی ہونگے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ائمہ کرام نے جو اقوال و احکام براہ تقیہ کے فرمائے ہین وہ مجمل اور مشترک المعنی نہین ہیں بلکہ نہایت صاف اور صریح ہیں اور یہ بھی کوئی نہ سمجھے کہ انھون نے وقت کہنے ان اقوال اور دینے اُن احکام کے اسکا خیال نہیں کیا کہ پوچھنے والا اور سننے والا گمراہ ہوگا بلکہ جان بوجھکر سوچ سمجھکر اُن اقوال کو فرمایا ہے کہ پوچھنے والا اور سننے والا اُسپر یقین کرے اور کسی طرح پر اسکو اُس قول کی صداقت میں شبہہ نرہے جیسا کہ علماے امامیہ نے اسکو خود بیان کیا ہے چنانچہ میر باقر داماد نبراس الضیا مین فرماتے ہین کہ جو فتوے ائمہ کرام نے موافق قاعدۂ تقیہ کے دیئے ہین اُنمین سے بعض ایسے ہین کہ انسے غرض تعلیم ہو تا کہ اسکا جواز بیان کیا جائے کہ وقت ضرورت کے اُسپر عمل کیا جاوے اور یا امید اسکے کہ مومنین کو حق بات تبلا ہی دی گئی ہو اور اُنمین سے بعض فتوے ایسے ہین کہ جو ایسے پوچھنے والے نے پوچھے کہ اپنے باطل مذہب فریفتہ تھا اور اپنے دین کج پر اعلی درجے کا غلو رکھتا تھا تو ایسے شخص کو ائمہ کرام نے اسی کے دین و مذہب کے موافق فتوے دیدیے اسلیے کہ نہ اُسکی ہدایت پانیکی امید تھی نہ راہ راست پر آنے کا یقین تھا پس جب اماموں نے خود دیدہ و دانستہ پوچھنے والے کو فتوی اسکے دین و مذہب کے موافق تبلادیا تو گو وہ فتوی مخالف واقع اور واقعیون کے ہو لیکن بہ نسبت (اختلاف اصحابی لکم رحمۃ) کے پوچھنے والے کے حق مین رحمت ہوگیا اور مقتضاے (بای اقتدیتم اہتدیتم) کے اسپر عمل کرنیوالا ہدایت پانیوالون مین محسوب ہوگا * (تیسری دلیل) صاحب استقصا نے حدیث عیون اخبار کی تکذیب پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ اگر وہ حدیث صحیح ہوے تو مخالفت دوسری حدیث سے جو معانی اخبار مین ہے لازم آتی ہے یہ دلیل بالکل ہیچ ہے اس لیے کہ اگر عبارت زائد پر جو شیخ صدوق نے بڑھادی ہے لحاظ نکیا جاوے تو دونون حدیثونکا مضمون موافق ہوتا ہے نہ مخالف اس لیے کہ عیون اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں (اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) اور معانی اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہین (ان مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایہا اخذ اہتدی) پس ہم نہیں جانتے کہ دونون حدیثیں باعتبار معنی کے کیونکر مخالف ہین باقی رہی بحث عبارت زائد (فقیل یا رسول اللہ من اصحابک) کے اسکو ہم تصرف شیخ صدوق کی سمجھتے ہین اور اسکے دلائل ہم ابھی بیان کر چکے ہیں پس اگر ہم تسلیم کرین کہ جو حدیث اصحابی کالنجوم کو امام موسی رضا نے موضوع اور غیر صحیح فرمایا تو جب اسکی صحت امام باقر علیہ السلام کے بیان سے ہوتی ہے تو ایک امام کے قول سے دوسرے امام کی تکذیب لازم آتی ہے ہان اگر معانی اخبار کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا کہ حدیث اصحابی کالنجوم معناً موضوع اور غلط ہے تو ہم صاحب استقصا کے جواب کو انکے اصول کے مطابق تسلیم کر لیتے لیکن جب اُس سے بھی اُسکی صحت ثابت ہوتی ہے تو ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ مؤلف موصوف نے حدیث معانی اخبار کے بیان کرنے مین سوا اسکے کہ حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت کو ایک دوسرے امام کے قول سے ثابت کر دیا کیا فائدہ اپنے واسطے تصور کیا تھا علاوہ بریں غور کرنے کی بات ہے کہ اگر پوچھنے والا یہ سوال نکرتا کہ اصحاب سے مراد کون لوگ ہیں تو یہ کسی کو نہ معلوم ہوتا

کہ اصحاب سے مراد اہل بیت ہیں پس کیونکر قیاس میں آوے کہ اگر پیغمبر خدا یہ حدیث شان میں اہلبیت کی فرماتے تو وہ ایسا لفظ استعمال کرتے جسکا اطلاق عرفاً اہلبیت پر نہیں ہوتا اور کیونکر عقل قبول کرے کہ اصحاب کی لفظ کو سائل نے سمجھا ہوگا اور اُسنے اُسکے معنی حضرت سے پوچھے ہونگے اس لیئے کہ ہم اکثر احادیث میں دیکھتے ہیں کہ لفظ اصحاب کا آیا ہے اور پھر کسی ایک میں بھی ایسا سوال نہیں دیکھتے مثلاً حدیث (دعوا لی اصحابی) کو دیکھنا چاہیے کہ خود صاحب استقصاء اسکو صحیح بتلاتے ہیں اور امام موسی رضا کی تصدیق کو اُسی پر ختم کرتے ہیں تو اُسکے بعد یہ عبارت نہیں ہے (فقیل من اصحابک) تو کیونکر ہم جانیں کہ کبھی کسی شخص نے اصحاب کی لفظ کو پیغمبر صاحب سے سنکر اُسکے معنی نہ پوچھے اور اِس حدیث میں لفظ اصحاب ایسا مغلق اور معما ہو گیا کہ بغیر پوچھنے معنی کے سننے والا اُسکے معنی نہ سمجھا اور بدون اُسکی شرح دریافت کرنیکے سامع سے نہ رہا گیا (وھذہ ما یضحک علیہ الصبیان) (چوتھی دلیل) اگر ہم اُس عبارت زائد کو جو معانی اخبار کی حدیث میں ہے موافق قول صدوق کے تسلیم بھی کریں اور عیون اخبار کی حدیث کو معانی اخبار کی حدیث سے مخالف ہونا بھی قبول کریں تب بھی صرف اسو جہ سے کہ دونوں میں مخالفت ہے یہ کیا ضرور ہے کہ عیون اخبار کی حدیث کو غلط ٹھہراویں اور کیوں نہ اُس حدیث کو صحیح کہکر معانی اخبار کی حدیث کو غلط نہ ٹھہراویں بلکہ غلط ٹھہرانیکی ضرورت ہی نہیں ہے فقط اخیر کا بڑھایا ہوا فقرہ دور کرکے دونوں حدیثوں کا اختلاف دور کردیں علاوہ بریں ہمکو صاحب استقصاء کے اس امر پر نہایت تعجب آتا ہے کہ وہ اختلاف کے سبب سے ایک حدیث کو غلط ٹھہراتے ہیں اس لیئے کہ حضرت کے محدثین اور علماء نے ایسی احادیث اور اقوال نہیں بیان کیئے کہ جنکے اختلاف پر تعجب ہو وے ائمہ کرام اسی کا افسوس کرتے رہے مجتہدین متاخرین اسی غم میں مر گئے اور احادیث کا اختلاف دور نہ کر سکے پس جب اختلاف درجہ غایت پر پہنچ گیا ہو اور باوجود مساعی جمیلہ متقدمین کے اسکا رفع ہونا محالات میں سے ٹھہر گیا ہو تو ایک دو حدیث کے اختلاف پر کیوں اسقدر افسوس ہے تعجب ہے صاحب استقصاء کی ذات سے کہ حضرت نے اپنے امام اعظم طوسی کا قول ملاحظہ نہیں فرمایا کہ جسمیں اقرار کیا کہ فقط کتاب تہذیب میں پانچ ہزار سے زیادہ حدیثیں ہیں جو باہم متعارض اور متناقض ہیں اور جنکا تعارض ہزار تاویل اور تحریف معنوی سے چھپانا چاہا اور نہ چھپ سکا چنانچہ اُنکے امام اعظم کی تقریر جو صاحب فوائد مدنیہ نے نقل کی ہے یہ ہے (وقد ذکرت ما ورد عنہم علیہم السلام من الاحادیث المختلفۃ التی تختص الفقہ فی کتاب المعروف بالاستبصار وفی کتاب تہذیب الاحکام ما یزید علی خمسۃ آلاف حدیث وقد ذکرت فی اکثرہا اختلاف الطائفۃ فی العمل بہا وذلک اشہر من ان یخفی) اور یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ یہ اختلاف صرف راویوں کے سبب سے ہے بلکہ حضرات امامیہ اسکا اقرار کرتے ہیں کہ یہ اختلاف خود ائمہ کیطرف سے ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کوئی شی سخت زیادہ ہم پر اس سے نہیں ہے کہ ہمارے آپسمیں بڑا اختلاف

ہے تب امام نے جواب دیا کہ یہ اختلاف میری طرف سے ہے اور اُسی میں بروایت زرارہ کے لکھا ہو کہ اُسنے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت امام نے اسکو کچھ جواب دیا اسکے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اُسنے بھی وہی مسئلہ پوچھا اسکو برخلاف پہلے جوابکے جواب دیا کہ پھر تیسرا شخص آیا اُسکو دونوں جوابوں کے برخلاف جواب دیا جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تب مینے کہا کہ یا ابن رسول اللہ اسکا کیا سبب ہے کہ دو آدمی اہل عراق سے آئے اور وہ دونوں آپکے شیعوں میں سے تھے اور آپنے دونوں کو جواب ایک دوسرے سے خلاف دیا ہے امام نے فرمایا کہ یہی ہمارے حق مین بہتر ہے اور اسی مین ہماری تمھاری خیریت ہے اگر اُسمیں تم سب مختلف نہو اور ایک بات پر متفق ہوجاؤ تو لوگ تمکو نہ چھوڑیں اور ہم تم زندہ نہ رہنے پاوین آور پھر زرارہ کہتا ہے کہ جب امام جعفر صادق سے اس امر کو مینے پوچھا تو انھوں نے بھی اپنے پدر بزرگوار کے موافق جواب دیا اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ فقط ایک مسئلے مین دو تین ہی مختلف احکام ایمہ کرام دیا کرتے تھے بلکہ ستر تک نوبت پہنچتی تھی جیسا کہ بحار الانوار میں امام جعفر صادق سے منقول ہو کہ امام موصوف فرماتے ہین کہ مین ایک بات میں ستر پہلو رکھتا ہوں جس سے چاہوں نکل جاؤں غرضکہ ان اختلافات کو کوئی کہانتک بیان کرے جسکو اس باغ کی بہار دیکھنا ہو وہ (باب کتمان الدین عن غیر اہلہ) کو بحار الانوار سے نکال کر ذرا سیر کرے پس جب کہ اختلاف احادیث کا یہ حال ہو اور خود حضرات ایمہ ایک بات میں ستر بات پیدا کرتے ہوں اور ایک وقت میں ایک سوال کے جواب میں اپنے مخلصین شیعوں کو ایسے مختلف جواب دیے ہوں جنمین سے ایک کو دوسرے سے نسبت نہو اور اسی میں اپنی اور اپنے شیعونکی خیریت سمجھے ہوں تو پھر صاحب استقصا دو حدیثوں کے اختلاف پر کیوں تعجب کرتے ہیں اور کس لیے انکی تطبیق کی فکر فرماتے ہیں آور حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف اُن منافقوں اور جھوٹھوں نے کیا ہے جنکو ایمہ اپنے پاس آنے نہ دیتے تھے اور وہ ایمہ کو بدنام کرتے تھے اور اپنی طرف سے حدیثین اور باتیں بنا کر انکی طرف منسوب کرتے تھے اور ایمہ کرام اُنسے بیزاری ظاہر کرتے تھے اور اُنپر لعنت کرتے تھے اور اُنکو کاذب اور ملعون کہتے تھے اور وہ اپنی جھوٹی بنائی ہوئی باتوں کو ایمہ کیطرف منسوب کرتے تھے اور اس امر کو ہم آیندہ شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالی +

دوسری شہادت

صحیفہ کاملہ میں جسکا ایک ایک لفظ حضرات امامیہ کے نزدیک صحت اور اعتبار میں کم از الفاظ قرآنی نہیں ہے لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اصحاب اور انکے تابعین کی نسبت ان لفظوں سے دعا کیا کرتے تھے (اللھم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ الخ) کہ خداوندا رحمت نازل کر اوپر اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاصکر اور اوپر اُن اصحاب کے جنھوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا اور جنھوں نے سب طرح کی مصیبتوں اور ایذاؤں کو انکی

اعانت میں گوارا کیا اور جنھوں نے ملکر اُسکی مدد میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اور جنھوں نے اُسکی رسالت کے قبول کرنے میں بڑی جلدی کی اور اُسکی دعوت کی اجابت میں سبقت کی جب اُنکو پیغمبر خدا نے اپنی پیغمبری کی حجتیں بتائیں اُنھوں نے بلا توقف قبول کیا اور اُنکے کلمے کے ظاہر کرنے میں اپنے لڑکے بالوں جورو بچوں کو چھوڑا اور اُنکی نبوت کے ثابت کرنے میں اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا جب اُنھوں نے پیغمبر کا دامن پکڑا تو اُنکے کنبے قبیلے کے لوگوں نے اُنکو چھوڑ دیا اور جب وہ پیغمبر کے قرابت کے سایے میں آگئے تب اُنکے رشتہ داروں نے اُنسے رشتہ توڑ دیا پس خدایا مت بھولنا تو اُن باتوں کو جو پیغمبر کے اصحاب نے تیرے واسطے اور تیرے پیچھے چھوڑا اور راضی کیجیو اُنکو تو اپنی رضامندی سے اس لیے کہ اُنھوں نے خلق کو تیری طرف جمع کر دیا اور تیرے پیغمبر کے ساتھ دعوت الہی کا حق ادا کیا الٰہی وہ شکر کرنے کے لائق ہیں کہ اُنھوں نے اپنی قوم اور کنبے کے گھر اور اپنے وطن کو تیرے پیچھے چھوڑا اور عیش و آرام کو ترک کرکے ضیق معاش کو تیرے لیے اختیار کیا اور خداوندا اُنکے تابعیں کو جزائے خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہماری مغفرت کر اور ہمارے اُن بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں کیسے تابعین جو اُن اصحاب کی چال پر چلتے ہیں اور اُنکے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور اُن کی ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جنکو کوئی شک اُنکی نصرت میں نہیں ہوتا اور جنکے دل میں کوئی شبہہ اُنکے آثار کی پیروی میں نہیں آتا کیسے تابعین جو معاون اور مددگار اصحاب کے ہیں اور جو اپنا دین اُنکے دین کے موافق رکھتے ہیں اور جو اُنکی ہدایت کے مطابق ہدایت پاتے ہیں اور جو اصحاب سے اتفاق رکھتے ہیں اور جو کچھ صحابہ نے اُنکو پہنچایا اسمیں اُنپر کچھ تہمت نہیں کرتے ہیں اور خدایا رحمت نازل کر اُن اصحاب کی تبعیت کرنیوالوں پر آج کے دن سے جسمیں ہم ہیں قیامت تک اور اُنکی ازواج اور ذریات پر فقط - اے مسلمانو اس دعا کی لفظوں پر خیال کرو اور اُنکے معنی غور سے سوچو اور سمجھو کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا میں کن لفظوں سے پیغمبر صاحب کے اصحاب کو یاد فرمایا ہے اور اُنکے محامد اور اوصاف کو کس خوبی سے بیان کیا ہے اور اُنکی کوششوں اور مصیبتوں کو جو راہ خدا میں اٹھائیں کسطرح پر ظاہر کیا ہے اور اُنکے حق میں کس سوز دل سے دعا فرمائی ہے کون شخص ہو کہ جو دعوی ایمان اور اسلام کا رکھتا ہو وہ بعد سننے اس دعا کے پھر صحابہ کی فضیلت میں شک کریگا اور کون آدمی ہے کہ جو ائمہ کرام کی امامت کو اصول دین سے سمجھتا ہوگا اور اُنکے قول اور فعل پر عمل کرنیکا دعوی رکھتا ہوگا وہ امام کی زبان سے ایسی تعریفیں صحابہ کی سنکر اُنکا معتقد نہوگا - پوشیدہ نرہے کہ جب ہم صحابہ کے فضائل میں احادیث اور اقوال کو اپنی کتابوں سے نقل کرتے ہیں تو حضرات اُنکو موضوع اور غلط کہہ دیتے ہیں اور جب اُنکی کتابوں سے ائمہ کرام کے اقوال کو سند لاتے ہیں تو اُسکو تقیے پر محمول فرماتے ہیں لیکن یہ دعا صحیفہ کاملہ کی ایسی ہے کہ جسپر احتمال تقیے کا بھی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ یہ وہ دعا ہے جو امام زین العابدین مناجات میں وقت خلوت

حالتِ خاص میں خدا سے کیا کرتے تھے اور راز و نیاز کے وقت اصحاب رسول کی تعریفیں خدا کے روبرو کر کے اُنپر درود بھیجا کرتے تھے اور انکی کوششوں اور مصیبتوں کو جو خدا کی راہ میں اٹھائیں بیان کر کے خدا سے اُنکے لیے طلب رحمت کیا کرتے تھے پس اُسوقت نہ کسی کا خوف تھا نہ کسی سے اندیشہ کہ جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوتی پس اس دعا میں احتمال تقیہ کی بھی گنجایش باقی نہیں رہی اور امام کی زبان سے اعلیٰ درجے کی تعریف اصحاب رسول کی ثابت ہو گئی پس حضرات امامیہ کو چاہیئے کہ اول سے آخر تک اس دعا کو دیکھیں اور لفظ لفظ پر غور فرماویں اور انصاف کریں کہ جب امام علیہ السلام مناجات میں ایسی ستایش اصحاب کی کریں اور اُنکے تابعین کے حق میں دعائے خیر فرماویں اور بالفاظ (وارضہم من رضوانک واشکرہم علیٰ ہجرہم فیک) اُنکے لئے رضائے ایزدی کے طالب ہوں اور اُنکے مقتدا اور اُنکا امین کو ذریعہ رضوان الٰہی کا جانیں اور اُنکو باعث ترقی دین اسلام کا فرماویں اور پھر بھی ائمہ کی اطاعت کے مدعی کرنے والے اور اپنے آپکو قدم بقدم ائمہ کے طریقوں پر چلنے والے اپنے آپکو امامیہ کہنے والے برخلاف اُسکے اصحاب رسول کی بُرائیاں بیان کریں اور اُنکی ہجو و مذمت کو شعائر دین سے ٹھہراویں اور اُنکی عیب جوئی میں شب و روز صرف اوقات کریں اور اُنکے محامد و اوصاف سے اغماض کر کے مطاعن کے اظہار میں مصروف رہیں اور بجائے دعائے خیر اور طلب رحمت کے اُنکے حق میں بددعا کرنیکو عبادت جانیں اور اُنکی پیروی کو ذریعہ ضلالت و گمراہی کا سمجھیں اور جو کوئی اُنکی چال پر چلنا چاہے اُسکو دائرۂ اسلام سے خارج جانیں اور جو کوئی اُنپر رحمت کرے اور اُنسے دشمنی رکھے اُسکو بڑا مومن پاک تصور کریں معلوم نہیں کہ اِن حضرات کی اصطلاح میں محبت اور ایمان کے کیا معنی ہیں اور عداوت اور کفر کا کیا مطلب ہے اہل سنت جو ائمہ کرام کے اقوال و افعال پر عمل کریں وہ خارجی اور ناصبی کہلاویں اور حضرات شیعہ جو اُنکے اقوال و افعال سے مخالفت رکھیں وہ امامیہ اور دوستدار اہل بیت کے ٹھہریں (فاعتبروا یا اولی الابصار ان ہذا الشئ عجیب)

جاننا چاہیئے کہ اس دعا سے چند فائدے حاصل ہوئے (اول) امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور اُنپر درود بھیجنا اور اُنکے حق میں گمان نیک رکھنا (دوسرے) اُن صحابہ کا سب سے افضل ہونا جو سب سے اول ایمان لائے اور اصحاب رسول کا خدا کی راہ میں ایذائیں اور مصیبتیں اُٹھانا اور خدا کے لیئے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا اور پیغمبر کے پیچھے اپنے قریبا ور رشتے داروں کا اُنسے قرابت اور رشتہ چھوڑ دینا اور خدا کے دین میں داخل ہونے کے لیے لوگوں کو دعوت اسلام کی کرنا (تیسرے) صحابہ کے تابعین کی فضیلتیں اور انکی نشانیاں اب ہر ایک امر کی نسبت ہم علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں *

امر اول امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا

صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرنا اور اُنکو نیکی سے یاد کرنا درحقیقت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے حکم کی اطاعت کرنا ہے

اس لیئے کہ خود حضرت نے انکے حقمین ایسا فرمایا ہی چنانچہ اوپر ہم عیون اخبار سے اس حدیث کو بیان کر چکے ہین کہ حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ دعوالی اصحابی کہ میرے اصحابون کو میرے لیئے چھوڑ دو اور میری صحبت کے حقوق کی انکے حقمین رعایت کرو اور اسکی تائید میں اور احادیث اور اقوال نقل کرتے ہیں (اول) حدیقہ سلطانیہ کی جلد سوم بحث نبوت میں جناب میر لنصاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ جب پیغمبر صاحب کا وقت وفات قریب آیا تو حضرت نے منبر پر جاکر اصحاب سے پوچھا کہ میں کیسا پیغمبر تھا سبھوں نے عرض کیا کہ جو کچھ صبر خدا کی راہ میں آپنے گوارا کیا اسکی جزاے خیر خدا آپکو دے تب حضرت نے اسکے جواب میں فرمایا (خدا شمارا نیز جزاے خیر دہا) کہ یہ روایت صفحہ ۲۲۰ حدیقہ سلطانیہ میں موجود ہے پس معلوم نہیں کہ اسوقت جب کہ ہزارون اصحاب موجود تھے اور واسطے وداع پیغمبر خدا کے مسجد میں جمع ہوے تھے حضرت کا انسے مخاطب ہوکر یہ فرمانا کہ خدا انکو جزاے خیر دے کس امر پر محمول کیا جاوے اور کیونکر ایسے اصحاب کے حقمین گمان نیک نہ کیا جاوے (دوسرے) تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں لکھا ہے کہ (ان رجلا من یبغض آل محمد و اصحابہ او واحدا منہم یعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل خلق اللہ لاہلکہم اجمعین) کہ اگر کوئی شخص دشمنی رکھے آل محمد سے اور اصحاب محمد سے یا ایک سے بھی منجملہ انکے اسپر خدا ایسا عذاب کرے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جاوے تمام خلق پر تو وہ سب ہلاک ہوجاوینگے پس جسطرح پر آل محمد کی دشمنی حرام ہے اسیطرح پر اصحاب محمد کی عداوت حرام ہے (تیسرے) پیغمبر خدا نے اپنے اصحاب کے سب وشتم سے منع کیا ہو چنانچہ جامع اخبار مین کہ معتمدین کتب شیعہ سے ہی منقول ہو (قال النبی من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاجلدوہ) کہ جو کوئی مجھے برا کہے اسکو قتل کرو اور جو کوئی میرے اصحاب کو برا کہے اسکو دُرّے لگاؤ (چوتھے) کتاب مصباح الشریعت و مفتاح الحقیقت میں جسکو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور قاضی نور اللہ شوستری نے مجلس المومنین میں امام جعفر صادق علیہ السلام کیطرف منسوب کیا ہو لکھا ہے بہت سا غیبت اور بہتان کی مذمت اس سے بھی جو کہ پہلے ہو اور جو آدمیوں کے حقمین غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہو نیکر کو اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقمین کتنا بڑا گناہ ہوگا پس انکے حقمین اعتقاد نیک رکھنا ضرور ہے اور ہمیشہ انکے فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہنا چاہیئے اور انکے دشمنوں کی صحبت سے نفرت رکھنا چاہیئے کہ اس سے نفاق منہی دل میں پیدا ہوتا ہے الحاصل باوجود اسکے کہ یہ روایتیں خود شیعونکی کتابوں میں موجود ہیں اور پیغمبر خدا کا اور ائمہ کرام کا دعاے خیر کرنا اصحاب کے حقمین ثابت ہو اور پھر وہ اصحاب کے کینے کو افضل عبادت جانیں اور لعنت کرنے کو جو کہ خود انہیں پر لوٹتی ہے عمدہ ترین طاعت جانیں اور جن پر امام زین العابدین اور دیگر ائمہ کرام درود بھیجیں انپر تبرا کریں اور اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سواے لعنت کے اپنی زبان پر دوسرا لفظ نہ لاویں اور بجاے لعنتیہ کے اپنے فرقے کا نام امامیہ رکھیں ✤

امر دوم پیغمبر خدا کے یاروں کا ایمان کے سبب سے مصیبت اور ایذا پانا اور جو سب سے اول ایمان لائے انکا اوروں سے افضل اور بہتر ہونا

اس دعا سے امام علیہ السلام کے پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اصحاب کرام کے جو فضائل ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اُنکا پیغمبر صاحب کی مددگاری میں مصائب اور تکالیف کا پانا حضرت کی محبت میں اپنے بال بچون اور گھربار کو چھوڑنا اور اپنے وطن سے ہجرت کر جانا اثبات نبوت میں اپنے باپ بیٹوں عزیزوں کو قتل کرنا پیغمبر خدا کی دعوت کو قبول کرنا اور خلق کو خدا کیطرف جمع کر دینا ان فضائل کو امام نے اس تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کسی شیعہ کو کیسا ہی متعصب کیوں نہو اسکی تکذیب اور تاویل کی جرات باقی نہیں رہی اس لیے کہ کتاب صحیفۂ کاملہ ایسی معتبر کتاب ہے کہ حضرات شیعہ اسکو زبور آل محمد کہتے ہیں اور اسکے لفظ لفظ اور حرف حرف کو صحیح جانتے ہین اور جو کچھ اسمین لکھا ہے اسکی تصدیق کرتے ہیں پس ان فضائل کو جو امام نے بیان کیے دیکھ دیکھ کر گو دلمیں جلتے ہوں اور اپنے محدثین اور علما کو اسکی تصدیق و تصحیح پر برا بھلا کہتے ہون لیکن کسیطرح پر اسکی تکذیب نہیں کرسکتے باقی رہی تاویل اُسکی تین صورتیں ہیں (۱) یا یہ کہ اُن فضائل کا مصداق سوا صحابہ کے اور کسی کو گردانیں جیسا کہ حدیث اصحابی کالنجوم وغیرہ میں گردانا (۲) یا یہ کہ اسکو تقیے پر محمول فرماوین جیسا کہ اور احادیث ایسی میں کیا ہے (۳) یا کہ اُن فضائل کو اپنے مقبولین صحابہ کے حقمیں قبول کریں اور اکثر مہاجرین اور انصار کو خصوصًا خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو اس سے خارج سمجھین لیکن تینون طرح سے تاویل کا دروازہ بند ہے اور سوا اسکے کہ موافق ہمارے مذہب کے ان فضائل کو تمام مہاجرین و انصار کی نسبت خصوصًا خلفائے ثلثہ کے حقمیں تسلیم کریں اور دوسرا چارہ نہیں ہے چنانچہ ہم تینون تاویلوں کا بطلان ثابت کرتے ہیں امر اول کہ مصداق ان فضائل کے اصحاب رسول نہیں ہیں اسکا خود کسی شیعہ نے دعوی نہیں کیا بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو اُنکے علما نے قبول فرمایا ہے چنانچہ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے بجواب جلد چہارم تحفہ کے اسکو تسلیم فرمایا ہے وہذہ عبارتہ (کہ امامیہ جمیع اصحاب را مقدوح و مجروح نمی دانند بلکہ بسیاری از صحابہ عظام را جلیل القدر و ممدوح بلکہ از اولیای کرام میدانند و مستحق رحمت و رضوان ملک منان می پندارند در صحیفۂ کاملہ کہ فرقہ حقہ آنرا زبور آل محمد گویند دعائیکہ از حضرت سید الساجدین علیہ السلام ماثور است شاہد عدل این دعوی ست) رہا امر دوم کہ امام نے یہ فضائل براہ تقیہ کے بیان کیے ہیں اسکو بھی کسی عالم نے علمائے شیعہ سے بیان نہیں کیا اور کیونکر لفظ تقیے کا اس موقع پر زبان پر لاتے اس لیے کہ یہ فضائل جو امام نے بیان کیے وہ کسی ناصبی اور خارجی اور دشمن اہل بیت اور دوست صحابہ کے سوال کے جواب میں بیان نہیں فرمائے کہ احتمال تقیے کا ہوتا اور حضرات شیعہ یہ کہکر کہ امام نے بخوف جان و آبرو سائل ناصبی کے ظلم سے بچنے کے لئے جھوٹھی تعریف اصحاب کی کردی جان بچا لیجاتے بلکہ یہ تعریف امام نے خدائے جلشانہ سے بوقت دعا کی ہے جسوقت سوائے اُنکے اور خدا کے دوسرا نہ ہوتا تھا اور خلوت میں

رازونیاز کا دفتر پروردگار کے حضور میں کھولا جاتا تھا امام داعی ہوتے تھے اور خدا مجیب ہوتا تھا پس خیال کرنا چاہیے کہ اصحاب رسول کی عزت اور بزرگی امام کے دل میں کس درجے پر تھی کہ ایسے رازونیاز کے وقت میں بھی اُنکو نہ بھولتے تھے اور جسطرح پر اپنے اور اپنے اہل بیت کے لیے دعا کرتے تھے اور انبیاو رسل کے حق مین درود بھیجتے تھے اسی طرح پر اصحاب رسول کے لئے دعا فرماتے اور اُنپر صلوات و رحمت کی استدعا کرتے تھے اگر کاش حضرت امام اللھم صل علی محمد و آل محمد و اصحاب محمد لکھکر قناعت کرتے تو بھی کافی تھا اور دعا کے وقت اُنکے محامد اور اوصاف کے دفتر کھولنے کی ضرورت نہ تھی مگر قربان امام سجاد علیہ السلام کی محبت اور انصاف کے کہ اُنھوں نے اتنے پر قناعت نہ کی اور اپنے خدا کے سامنے اپنے دادا کے یارون کے ایمان اور مصائب اور تکالیف کی تفصیل بیان کرکے اُنپر رحمت نازل کرنے کے لئے دعا کی اور نہ صرف دعا کی بلکہ مہاجرین کی محنتوں اور کوششوں اور مصیبتون کا ذکر کرکے اُنکی شکرگذاری خدا سے چاہی اسی واسطے حضرت نے اس دعا میں فرمایا واشکرھم علی ھجرھم کہ خداوندا مہاجرین نے جو ہجرت تیرے واسطے کی اور اپنے گھر بار کو تیرے پیچھے چھوڑا اُسکی شکرگذاری کر پس کون شخص ہے کہ اِن الفاظ اور فقرات کو دیکھکر امام کی محبت کا ساتھ صحابہ کے معتقد نہو گا اور کسکی زبان سے حرف عداوت کا باہم صحابہ اور اہل بیت کے نکلے گا لیکن آفریں ہے حضرات شیعہ کے ایمان اور محبت پر کہ اپنے آپ کو امامیہ کہیں اور ائمہ کرام کی خلوص محبت کا دعوی کرین اور اپنے آپ کو پیرو اماموں کا جانیں اور باایں ہمہ صحابہ کی عداوت رکھیں اور جسقدر امام اُنکی تعریف کرین اُس سے ہزار حصہ بڑھکر وہ اُنکی برائیاں بیان کرین اور اگر کسی سنی بیچارے کی زبان سے بہ تبعیت ائمہ کرام اللھم صل علی محمد و آل محمد کے بعد اصحاب محمد نکل جاوے تو غیظ میں آکر اُسکو غصے سے دیکھنے لگیں اور اتنی ہی بات پر اُسکو خارجی اور ناصبی کہنے لگین سچ تو یہ ہے کہ جو امور ابطال اسلام و ایمان کے پردے میں محبت اہلبیت کے حضرات شیعہ نے کیے ہیں وہ دشمنوں سے بھی نہیں ہو سکتے ہیں نعم ما قیل شعر

انچہ بہ فیضی نظر دوست کرد ۔ مشکل اگر دشمن جانے کند

باقی رہا امر سوم کہ اِن فضائل کے مصداق صرف وہی اصحاب ہیں جنکو علمائے شیعہ اچھا جانتے ہیں اور اکثر مہاجرین اور انصار خصوصًا خلفائے ثلثہ اس سے خارج ہیں سو اسکا دعوی سب علمائے شیعہ نے کیا ہے اور اسی تاویل کو جواب اِن فضائل کا تصور فرمایا ہے لیکن جب اِس امر کو حضرات شیعہ نے تسلیم کرلیا کہ وہ فضیلتین جو امام نے اِس دعا میں بیان کی ہیں وہ اصحاب کرام کی شان میں ہیں تو مابہ النزاع درمیان ہمارے اور حضرات کے صرف یہ امر رہ گیا کہ مراد اُس سے تمام مہاجرین و انصار ہیں یا نہیں بلکہ اصل تصفیہ اِس امر پر منحصر رہا کہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم بھی اُسمین داخل ہیں یا نہیں چنانچہ ہم دعوی کرتے ہیں کہ جو فضائل امام نے بیان کیے ہیں وہ تمام مہاجرین و انصار پر خصوصًا خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالے عنہم کو

صادق ہیں اس لیئے کہ وہی لوگ وہ ہیں جنکے افعال و اعمال و سیرت اور چال و چلن سے ثابت ہوتا ہے کہ (البتوا البلاء الحسن سے نصروکا نفو و اسرعوا الی وفادتہ و فارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ) یعنی اُنھوں نے سب طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کو پیغمبر صاحب کی اعانت میں گوارا کیا اور حضرت کی دعوت کو سب سے اول سنا اور مال بچون آل و اولاد گھر بار کو اُس کے کلمے کے ظاہر کرنے میں چھوڑا اور اس دعوی کو بھی ہم ثابت کرتے ہیں جب پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے مکۂ معظمہ میں دعوی نبوت کا کیا اور لوگون کو بحکم پروردگار اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا تو آہستہ آہستہ لوگون نے اسلام قبول کیا اور کفار قریش نے اُن لوگون کو جو حضرت پر ایمان لائے تھے ستانا اور ایذا دینا شروع کیا یہانتک کہ برادری اور قرابت اُنسے چھوڑ دی اور اپنے گروہ سے اُنکو خارج کر دیا اور خرید و فروخت اُنسے بند کر دی مگر اُن مومنین نے اسلام کو نہ چھوڑا اور سب کو چھوڑ کر پیغمبر صاحب کا دامن پکڑا اور یہ ظاہر ہے کہ تمام مہاجرین اُسی گروہ میں داخل ہیں خصوصاً خلفائے راشدین اُن سب کے پیشوا ہیں تو سوائے اُنکے یہ فضائل اور کس پر صادق ہونگے اور اگر وہی خارج کر دیئے جاویں تو وہ لوگ جنھوں نے ایمان قبول کیا اور جنکو کفار نے ستایا کون سے تھے اور کس ملک سے آئے اور کہان رہتے تھے ذرا کوئی حضرات شیعہ سے اُنکے نام اور حالات کو پوچھے اور دیکھے کہ وہ سوائے انھیں مہاجرین اور خلفائے راشدین کے کسی دوسرے کا نام بتلاتے ہین یا نہیں ہمنے جہانتک شیعونکی کتابونکو دیکھا اور جو کچھ اُن کے عالموں سے سنا تو یہی دیکھا اور سنا کہ انھین مہاجرین اور خلفائے راشدین کا وہ بھی نام لیتے ہیں اور انھین کو ایمان لانیوالوں مین شمار کرتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ہم اُنکے ایمان کو صدق دل سے تصور کرتے ہیں اور وہ اُسکو نفاق پر یا طمع دنیا پر یا کاہنوں اور نجومیوں کے سننے پر محمول کرتے ہیں لیکن اسکا اقرار کرتے ہیں کہ یہ لوگ ظاہر میں ایمان لائے اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی نبوت کے معتقد ہوئے جیسا کہ حملۂ حیدری کا مؤلف لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام وعظ و نصیحت کیا کرتے اور ایک ایک دو دو آدمی اُنپر ایمان لایا کرتے کما قیل ابیات۔

دگر وعظ و ارشاد بر این نسق　　در ابطال اصنام و اثبات حق　　نمودی حبیب خدائی جہان

نہ کردی دلی کار در مشرکان　　بخواندی مدام از کلام مجید　　بران قوم آیات وعد و وعید

نمودی اثر گفتہ اش گاہ گاہ　　کہ بگذاشتی بیہدہ کس پا براہ　　ولیکن نہ جستہ ز راہ یقین

یکی بہر دنیا یکی بہر دین　　بناداں رسد گر بگیرد خطا　　کہ دنیا کجا بود با مصطفا

چنین ست دنیا نہ بود آنزمان　　ولی بود آیندہ منظور شان　　خبر دادہ بودند چون کاہنان

کہ دین محمد بگیرد جہان　　ہمہ سیر دانش بہ عزت رسند　　تمام اہل انکار ذلت کشند

یکی کرد ازین راہ ایمان قبول　　یکی محض مہر خدا و رسول

۱ حملۂ حیدری جلد اول صفحہ ۱۵۰ سطر ۱۲ مطبوعہ مطبع مصطفائی سنہ ۱۲۶۷ ہجری ۱۲ منہ

آور اس امر کو کہ کوئی مہاجرین میں سے بہ نفاق یا بہ طمع دنیا یا باستماع اخبار کاہنان ایمان نہین لایا بلکہ صدق دل سے ہر ایک نے اسلام قبول کیا ہم آگے ثابت کرینگے لیکن اس مقام پر ہم اتنا ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرات شیعہ ان لوگون کا اسلام لانا قبول کرتے ہیں اور انکو منکرین نبوت سے نہیں جانتے چنانچہ یہ بات انھین چند اشعار سے ثابت ہوگئی اور چونکہ اور علما کا بھی یہی قول ہے اس لیئے اور کتابون کی سند لانا تحصیل حاصل ہے باقی رہا ان مسلمانون کا ایذا اور مصیبت اٹھانا اور کفار قریش کے ہاتھ سے تنگ ہونا اسکو بھی علماے شیعہ تسلیم کرتے ہین اور انھین مہاجرین کا جنکو وہ منافق اور مرتد جانتے ہیں (ونعوذ باللہ من ذلک) کفار قریش کے ہاتھ سے مصیبت پانے کا اقرار کرتے ہیں چنانچہ مؤلف موصوف لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا پر بسبب محافظت ابو طالب کے کفار کو قدرت نہوتی تو انکے صحاب کو ستاتے اور ایذا دیتے کما قیل **ابیات** ۔

دلی چون ابو طالب نامور	نگهبان او بود ازین بیشتر	بایذای او کس نمییافت دست
رسانیدی صحاب او را شکست	بهر کوی و هر برزن و هر ممرا	که کردی ز اصحاب او کس گذر
نمودندی اعدای او از غلو	بهرگونه آزار و ایذای او	بضرب و بشتم و بمشت و لگد
بدیگر ستمهای بیرون ز حد	فگندندی زهر سو بسر خاک شان	نمودندی برهنه تن پاک شان
پس آنگه نشاندندی چنان بیثیاب	دران ریگ تفتنده از آفتاب	بریدندی ازان قوم آب و طعام
زدندی تازیانه ز خلف و امام	دگر ظلمهائی هلاکت مآل	که آرد بپایانش بدلها ملال،

نمودندی آن ناکسان شقی	بران زمرهٔ مومن و متقی

آب کوئی حضرات شیعہ سے پوچھے کہ باوجود تصدیق اس امر کے کہ اصحاب نبی پر کفار کے ہاتھ سے اس قسم کی مصیبتین اور تکلیفین پہنچتی تھیں اور وہ اسپر صبر کرتے تھے اور پیغمبر صاحب سے جدا نہوتے تھے اور اعلاء کلمۃ اللہ میں دین رات سعی بلیغ کرتے رہتے تھے تو اگر ان لوگوں کے حق میں وہ صفات جو امام نے بیان کئے صادق نہیں ہیں تو پھر وہ دوسرے لوگ کون ہین جو مصداق ان صفات کے ہین اگر حضرات شیعہ انصاف کو دخل دین اور تعصب اور عناد کو چھوڑ دین اور امام کے اس کلام پر غور کرین (الذین ہجرتہم العشائر اذ تعلقوا العروۃ وانتفت منہم القرابات اذ سکنوا فی ظل قرابتہ) اور پھر صحابۂ کرام کے حالات کو خود اپنی ہی کتابوں سے نکال کر دیکھین تو تمام مہاجرین کو مصداق اس مضمون کا پاوین اور کسی ایک کو بھی اس فضیلت سے مستثنی نکرین لیکن اگر اسپر بھی حضرات شیعہ کی خاطر جمع نہو اور خلفائے راشدین کے ایمان اور اسلام کی تفصیل بقید انکے نام کے چاہیں تو اسکو بھی غور سے سنین اور اپنی ہی کتابون کی سند لین +

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان لانے کا حال؂

حضرات شیعہ اقرار کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ انھین چند لوگون مین ہیں جو سب سے اول ایمان لائے اور جنھون نے

له جلد اوّل حملہ حیدری صفحہ ۱۴۱ سطر ۱۸ مطبوعہ مطبع سلطانی ماہ رجب ۱۲۶۷ سنہ

اور دو لسنے پہلے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کیا چنانچہ ہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان لانیکا حال آیہ غار کے بیان میں لکھ چکے ہیں اس مقام پر صرف اُن اعتراضات کو بہ تفصیل ذکر کرتے ہین جو کہ حضرت صدیق اکبر کے ایمان پر علماے شیعہ نے کیے ہین منجملہ اُن اعتراضاتکے جو ابو بکر صدیق رضؓ کے ایمان پر حضرات شیعہ کرتے ہین ایک یہ ہے کہ انھون نے کاہن سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور اُسپر ایمان لانیوالے اور اُسکی اطاعت کرنیوالے بڑے مرتبے پر پہونچیں گے اس لیے وہ ایمان لائے چنانچہ مؤلف حملہ حیدری بھی مثل اپنے، اور علماء کے لکھتا ہے

ابیات

ابا بکر از ان پس بہ پا گذاشت | کہ گفتار کاہن بدل یاد داشت
بادکاہنے دادہ بود این خبر | کہ مبعوث گردد یکے نامور
زبطحا زمین درہمین چند گاہ | بود خاتم انبیاے آلہ
تو با خاتم انبیا بگروے | چو او بگذرد جانشینش شوے
زکاہن چو بود دش بیاد این نوید | بیاور د ایمان نشان چون بدید

لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلون سے (پہلی دلیل) اگر یہ امر تسلیم کیا جاوے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کاہن کے کہنے سے ایمان لائے تو ضرور اُسکے کہنے کو سچ جانا ہوگا تو جسطرح پر اُسکے اِس کہنے کو تصدیق کیا کہ خلافت بعد رسول کے اُنکو ہوگی اُسی طرح پر اس کہنے کو بھی تصدیق کیا ہوگا کہ وہ نبی برحق ہونگے اور انکا دین سچا ہوگا تو ضرور وہ پیغمبر صاحب کو سچا پیغمبر سمجھ کر ایمان لائے ہونگے پس اس سے بھی تصدیق رسالت ثابت ہوتی ہے اور اسی کا نام ایمان ہے اور اسی سے حضرت شیعہ انکار کرتے ہیں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو دل سے ایمان لانیوالا نہیں کہتے چنانچہ مجتہد صاحب ذو الفقار میں لکھتے ہیں کہ خلیفہؑ اول از اول امر از ایمان بہرہ نداشت باتفاق من علماء الامامیہ لیکن اگرچہ جناب مجتہد صاحب قبلہ وکعبہ نے یہ دعوی کیا کہ تمام علما کا اتفاق ہی کہ ابو بکر صدیق رضؓ اول سے ایمان نہ لائے تھے مگر حضرت سے غلطی ہوئی اس لئے کہ علامۂ حلی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ خود حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ نے فرمایا کہ (امنت قبل ان آمن ابو بکر) کہ مین ایمان لایا قبل اسکے کہ ابو بکر ایمان لائے ہوں تو جب حضرت علی کے قول سے انکا ایمان لانا ثابت ہوا تو پھر مجتہد صاحب کا کہنا کون سنتا ہے (دوسری دلیل) معلوم نہیں کہ کاہن نے صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے پیغمبر صاحب کے نبی ہونے کا حال کہا تھا اور صرف ایک وہی کاہن کی تصدیق کرکے ایمان لائے تھے یا اور اصحاب بھی ہم جہانتک شیعہ کی کتابوں سے واقف ہیں اُنکے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ حملہ حیدری کے اُن اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو اوپر نقل کیے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ نہین صرف ایک وہی شخص کاہن کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ تحفۂ اثنا عشریہ کا مؤلف فرماتا ہے (وہم آنکہ قول او اگر بقول کہنہ و منجمین الخ مدفوع ست زیرا کہ امامیہ این معنی را در حق اکثر صحابہ روایت کردہ اند

جلد اول حملہ حیدری صفحہ ۱۳ سطر ۱۰ مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ ہجری ۱۲

ذو الفقار صفحہ ۱۰۵ سطر ۷ - مطبوعہ لدھیانہ ۱۲۸۱ ہجری ۱۲

بلکہ در حق یک دو شخص) پس اگر یہ امر تسلیم کیا جاوے کہ اکثر صحابہؓ کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے تو کچھ جاے اعتراض حضرات شیخین پر نہیں ہی اور اصحاب مقبولین امامیہ کے اُس گروہ میں سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ نہیں ہی تو جب امامیہ کے صدیق اُنکے کہنے سے ایمان لائے تو اہل سنت کے صدیق بھی اگر اُنکے کہنے سے ایمان لائے تو کیا گناہ کیا اور اگر یہ بات مانی جاوے کہ صرف یہی دو شخص کاہنون کے کہنے سے ایمان لائے تو معلوم نہیں کہ اُنھوں نے کاہنون کے قول کو سچ جانا یا نہیں اگر سچ جانکر ایمان لائے تو کچھ خلل اُنکے ایمان میں نہیں ہوا اسلیئے کہ اور لوگ بھی منجملہ اصحاب مقبولین شیعہ کے ایسے ہیں کہ جو پچھلی کتابوں کی پیشین گوئیوں کو دیکھکر ایمان لائے یا خواب مین پیغمبر صاحب کی نبوت کی تصدیق کرکے مسلمان ہوے تو اگر حضرات شیخین بھی کاہن کے کہنے سے ایمان لائے تو کیا حرج ہے ٭ (تیسری دلیل) یہ قول شیعوں کا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاہن کے کہنے سے ایمان لائے انھیں کے علما کے اقوال سے غلط ہوتا ہے اسلئے کہ اُنکے علما نے لکھا ہے کہ ابوبکر صدیق نے خواب دیکھا تھا اور اُسکے سبب سے ایمان لائے تھے جیسا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہی (کہ ابوبکر بہ برکت خوابیکہ دیدہ بود مسلمان شدہ بود) (چوتھی دلیل) اگر حضرات شیعہ کے اس کہنے سے کہ ابوبکر صدیق کاہن کے کہنے سے ایمان لائے یہ غرض ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے تو اس کی تکذیب اُنکے حالات سے ہوتی ہی اس لیے کہ وہ ہمیشہ دعوت اسلام میں سعی بلیغ کرتے اور لوگون کو اسلام کیطرف راغب کرتے اور اپنے دوست آشناؤں کو سمجھا سمجھا کر حضرت کا مطیع بناتے اور پیغمبر صاحب سے علانیہ دعوت اسلام کرنے کے واسطے درخواست کیا کرتے اور غلامون کو خرید خرید کے خدا کی راہ میں آزاد کرتے اور اپنے مال اور جان کا نقصان گوارا کرتے کہ ان سب باتوں کا ثبوت امامیہ کی کتابون سے ہوتا ہے تو کیا کوئی عاقل اسکو قبول کریگا کہ جسکی کوششین اور محنتین اجرائے دین میں غایت درجے پر پہنچی ہوں اور جسکو اعلاء کلمۃ اللہ میں اپنی جان و مال کا خیال نہو وہ خود دل سے پیغمبر صاحب کو سچا نبی اور اسلام کو سچا دین نہ سمجھتا ہو ایسی بات حضرات امامیہ کی زبان سے نکل سکتی ہے ورنہ کوئی نادان بھی اسکو نہ مانیگا اور واسطے ثبوت اس امر کے کہ حضرات شیخین نے پیغمبر صاحب کو اظہار دعوت اسلام پر برانگیختہ کیا اور انھیں کے اصرار سے حضرت نے اظہار دعوت فرمایا اور اسی وجہ سے شیخین نے صدمہ اٹھایا ہم قول صاحب استقصاء الافحام کا نقل کرتے ہین مؤلف موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ (مگر ناصبی پیغمبر خدا را کہ از خوف کفار در حصن غار اختفا فرمودہ و در بدو اسلام از اظہار دعوت علانیہ احتراز داشتہ تا آنکہ شیخین دل تنگ شدہ آن حضرت را حث و ترغیب باظہار دعوت کردند و آن حضرت نبا بر اظہار عدم مصلحت از جہت اصرار ایشان از اعلان مانع نیامدہ حتی صاب ولہما ما اصاب فی قال ثانیہما العبد العزی واللات علانیۃ ویعبد اللہ سرا از خوف خدا ناکل و بخوف غیر مائل می داند) (پانچوین دلیل) اگر فرض کیا جاوے کہ ابوبکر صدیق سچے دل سے ایمان نہیں لائے اور (عیاذا باللہ

کافر تھے جیسا کہ جا بجا مجتہد صاحب نے اس عقیدے کو ظاہر کیا ہی چنانچہ ذوالفقار مین فرماتے ہیں (اول ایمان اصحاب ثلثہ باثبات باید رسانید بعد ازین باین افسانہ بیہودہ ترنم باید نمود زیرا کہ دانستی کہ مسلک امامیہ درین باب انیست کہ صحاب ثلثہ از اول امر از ایمان بہرہ نداشتند) اور مجتہد صاحب کے مقلد صاحب تقصار الافحام اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ (فان کفرہم وارتدادہم واضح لاستر فیہ) کہ کفر اور ارتداد خلفائے ثلثہ کا ایسا واضح ہے کہ وہ کچھ چھپا ہوا نہیں ہی پس اگر مطابق اصول شیعہ کے کفر اور عدم ایمان حضرت ابوبکر صدیق رض کا فرض کیا جاوے تو تمام مہاجرین و انصار بلکہ تمام اصحاب کا کافر ہونا لازم آتا ہے اس لیئے کہ سبھوں نے انکو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر خدا کے انکو خلیفہ کیا اور اُنکے ہاتھ پر بیعت کی اور بیعت کرنیوالے اور اُنکو خلیفہ بنانیوالے دس بیس سو دو سو ہزار دو ہزار آدمی نہ تھے بلکہ لاکھوں تھے اسلیئے کہ اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ التحیۃ و الثنا کے بروایتے ایک لاکھ سے زیادہ اور بروایت ملا باقر مجلسی جو انھوں نے تذکرۃ الائمہ میں لکھی ہی چار لاکھ تھے تو جب چار لاکھ آدمی عیاذاً باللہ ایک کافر کو اپنا سردار بناویں تو پھر انکے کفر میں کیا شک رہا یہ امر کہ سب مسلمانوں نے جو اُسوقت تھے ابوبکر صدیق رض کی بیعت کی باقرار علمائے شیعہ ثابت ہی جیسا کہ شریف مرتضی کے قول سے ظاہر ہے جو بحار الانوار کے مجلد ثامن مین منقول ہے جسکا ترجمہ مجتہد صاحب نے این الفاظ کیا (جمیع مسلمانان با ابوبکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی باد و سکون و اطمینان بسوی او نمودند و گفتند کہ مخالف و بدعت کنندہ و خارج از اسلام ست) سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے حضرات شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبر کی عداوت سے دین محمدی کو باطل کرتے ہین اور چار لاکھ مسلمانونکو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے اور جنمیں بنی ہاشم اور اہلبیت نبوی بھی داخل تھے اُن سب کو صراحۃً اور کنایۃً کافر بتاتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) (چھٹی دلیل) ہمکو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان کے اثبات میں زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہی اس لیے کہ خود علمائے شیعہ نے یہ سمجھ کر کہ ان کے کفر کا دعوی ایسا بیہودہ ہے کہ اُس سے سننے والے کو تعجب ہوتا ہے اُس سے انکار کیا اور اپنے ان علما کو جنھوں نے ایسا دعوی کیا ہے خود جھٹلایا اس لیے ہم انکے اُن اقوال کو نقل کرتے ہین قاضی نوراللہ شوستری مجالس المومنین میں فرماتے ہیں کہ (نسبت تکفیر بجناب شیخین کہ اہل سنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست بے اصل کہ در کتب اصول ایشان از ایشان اثری نیست و مذہب ایشان ہمین ست کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر) جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اس قول کے جواب میں ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (پوشیدہ نماند کہ این کلام بر تقدیر صحت صدور آن از فاضل قادح مقصود ما و مفید مطلب او نمیشود زیرا کہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ پس فرق میان کفر و فسق ہمین ست کہ کافر نجس ست در دنیا و مخلد ست فی النار در عقبیٰ و فاسق کہ بسبب انکار یکی از ضروریات مذہب باشد مخلد در نار خواہد بود گو در دار دنیا

۹۱ ذوالفقار صفحہ ۹۰ سطر ۱۰ مطبوعہ لدھیانہ سنہ ۱۳۱۲ ہجری ۱۲

۹۲ ذوالفقار صفحہ ۲۵ سطر ۲ مطبوعہ لدھیانہ سنہ ۱۳۱۲ ہجری ۱۲

احکام مسلمین بسبب اقرار شہادتین برا و جاری شود) لیکن اس عبارت میں حضرت قبلہ و کعبہ نے یا تو غلطی فرمائی یا دیدہ و دانستہ اغماض کیا اس لیے کہ یہ فرمانا کہ (بر تقدیر صحت صدور آن از فاضل) کا مطلب سمجھ میں نہین آتا کہ اس قول کو قاضی نور اللہ شوستری کے حضرت نے تسلیم کیا ہے یا اس سے انکار فرمایا ہو ایسی گول گول عبارت لکھنے سے سوائے ہمسے کم فہم جاہلون کو مغالطہ میں ڈال لینے کے دوسرا فائدہ نہیں تھا اگر یہ عبارت مجالس المومنین میں موجود ہے تو بر تقدیر کہنا کیا معنی اور اگر یہ عبارت اسمین نہیں ہی تو صاف اس سے انکار فرمایا ہوتا اور صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے طعن و تشنیع میں موافق اپنی عادت کے دو چار ورق سیاہ کئے ہوتے ہان شاید حضرت نے مجالس المومنین نہ دیکھی ہوگی اس لیے نہ انکار کیا نہ اقرار بہر حال ان الفاظ سے قبلہ و کعبہ کے اس عبارت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے اور اگر اب بھی کسی کو شک ہو وہ مجالس المومنین مین دیکھ لے رہا جواب جو مجتہد صاحب نے دیا ہے وہ بھی ایسا ہے کہ اسکے معنی سمجھ مین نہین آتے اس لیے کہ قاضی صاحب نے صاف اقرار کیا ہی کہ تکفیر شیخین ہمارے اصول کے مخالف ہو اور حضرت مجتہد صاحب اسی کو ثابت کرتے ہیں بس یا خطاء اجتہادی قاضی صاحب سے ہوئی کہ وہ تکفیر سے انکار کرتے ہیں یا مجتہد صاحب سے کہ وہ اسکو ثابت کرتے ہیں یا شاید درمیان کفر اور ایمان کے ایک تیسرا مرتبہ اثبات فرمایا چاہتے ہیں جسکا نام انکی اصطلاح میں اسلام ہے جسکے معنی نفاق کے ہیں یعنی ظاہر میں کلمہ پڑھنا اور باطن میں کافر ہونا اس لئے ہمکو لازم ہوا کہ اس تیسرے مرتبے پر بھی نظر کرین اور اسکے اثبات اور ابطال کے دلائل پر غور کرین اس لیے ہم مجتہد صاحب کی روح سے اور انکے مقلدین سے استفسار کرتے ہیں کہ اس تیسرے مرتبے کے قایم کرنے سے کیا غرض ہے آیا یہ کہ خلفائے ثلثہ کے ایمان سے انکار کیا جاوے اور انکے اسلام کو تسلیم کیا جاوے اور اسلام کے یہ معنی مراد لئے جاوین کہ وہ ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں منافق یا کہ وہ دل سے بھی مثل زبان کے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کرتے تھے مگر امام برحق کی امامت کے منکر تھے اور انکے حقوق کے غاصب اور انپر جابر تھے اور چونکہ امامت اصول دین سے ہے اس لئے بسبب انکار ایک اصل کے اصول دین سے وہ ایمان کے دائرے سے خارج تھے یا سوائے اسکے اس تیسرے مرتبے کے قایم کرنے سے اور کچھ مقصد ہے بہر حال اور کوئی دوسرا فائدہ تو سمجھ میں نہیں آتا اس لیے امر اول کو تسلیم کر کے اس سے بحث کیجاتی ہے پس اگر خلفائے ثلثہ کے ایمان سے اس وجہ سے انکار کیا ہو کہ وہ صرف ظاہر مین کلمہ گو تھے اور باطن مین توحید اور نبوت سے بھی منکر تھے جیسا کہ اکثر حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ حضرات شیعہ کس حساب میں ہیں خود انکے امام مہدی فرماتے ہین کہ ظاہر میں وہ کلمہ گو تھے اور باطن مین کافر جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجعتیہ میں حضرت امام کیطرف منسوب کر کے یہ قول لکھا ہی کہ (ایشان از روی گفتہ یہود بظاہر کلمتین گفتند از برای طمع اینکہ شاید ولایتی و حکومتی حضرت بایشان بدہد

ودرباطن کافر بودند) پس اسکا جواب ہم اوپر دے چکے اُسکا اعادہ ضرور نہیں اسی واسطے اس قول سے اکثر
علمائے شیعہ نے انکار کیا اور جو لوگ ایسا کہتے ہین اُنکو خود اُنھون نے نامنصف فرمایا جیسا کہ ملا عبد اللہ جو علمائے
شیعہ سے ہین اظہار حق مین فرماتے ہین کہ انکار کرنا ابوبکر صدیق رضی کے ایمان سے انصاف سے بعید ہے وہذہ عبارتہ
(جواب گفتن این سخن بارتکاب آنکہ در سبق ہجرت ایمان شرط است و آن شخص یعنی ابوبکر معاذ اللہ ہیچ وقت ایمان
نداشتہ حتی قبل از سنوح ناخوشی با امیر المومنین از انصاف دور است) اور ملا عبد الجلیل قزوینی کتاب نقض الفضایح
میں لکھتے ہیں کہ (اما ثنای خلفا پس بران انکارے نیست بزرگانند از مہاجرین والسابقون الاولون من
المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان) اور پھر دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ (اما آنچہ سیرت ابوبکر و عمر و
دیگر صحابہ بیان کردہ مجملی ست نہ مفصل آنرا خلاف نکردہ اند شیعہ الا درجہ خلافت و امامت را کہ شیعہ انکار کنند
در ایشان کہ درجہ امامت نداشتند و آن فقدان عصمت و نصوصیت و کثرت علمی ست اما صحابہ رسول
ایشان را دانند و از درجہ شان نگذرانند) اور احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ
(لَسۡتُ بِمُنۡکِرٍ فَضۡلَ اَبِی بَکۡرٍ وَلَسۡتُ بِمُنۡکِرٍ فَضۡلَ عُمَرَ وَلٰکِنَّ اَبَا بَکۡرٍ اَفۡضَلُ مِنۡ عُمَرَ) کہ مین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی
فضیلتوں سے انکار نہین کرتا لیکن ابوبکر عمر فاروق سے افضل ہیں پس ان روایتوں اور ہزار مثل اسکے
اور روایتوں سے جنکو ہم نقل کرینگے حضرت ابوبکر صدیق رضی کے ایمان اور فضیلت میں کون شک کرسکتا ہے
پس یہ دعوی کہ ابوبکر صدیق باطن میں معاذ اللہ کافر تھے خود علمائے شیعہ اور ائمہ کبار کی احادیث سے باطل ہوا
اور اگر اب بھی کسی کو شک ہووے تو وہ تفاسیر اور احادیث امامیہ کو دیکھے کہ باوجود اس عناد اور تعصب
کے جو انکو خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کے ساتھ ہے اب بھی صدہا روایات اور احادیث مدح وثنا مین
خلفا کی موجود ہیں چنانچہ انکے مفسرین قبول کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق غلامونکو مول لیا کرتے اور بسبب
اسلام کے انکو آزاد کر دیتے جیسا کہ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے (کہ عن ابن الزبیر قال ان الآیۃ نزلت
فی ابی بکر لانہ اشترے الممالیک الذین اسلموا مثل بلال و عامر بن مسیرۃ وغیرہما واعتقہم) کہ آیت وَسَیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَی الَّذِی
شان مین ابوبکر کے نازل ہوئی کہ وہ غلامونکو جو اسلام لاتے مول لیتے اور پھر خدا کی راہ مین آزاد کرتے مثل بلال
اور عامر وغیرہ کے فقط پس چونکہ ابوبکر صدیق رضی اپنے مال کو خدا کی راہ میں صرف کرتے تب خدا نے یہ آیت
نازل کی کہ دوزخ سے وہی بڑا پرہیزگار بچیگا جو اپنے پاک مال کو خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے پس تعجب ہے کہ
جو شخص اپنے مال سے مسلمان غلامونکو خریدے اور انکو آزاد کرے اور اسکی شان میں خدا آیتیں نازل کرے
اور اسکو اتقی الناس فرمادے اسکی فضیلت اور بزرگی بیکطرف اُسکے ایمان سے بھی انکار کیا جاوے اور
ایسا شخص منافق اور کافر سمجھا جاوے غرض کہ ایمان اور اسلام میں ابوبکر صدیق کے کچھ شبہہ نہیں ہے اور باقرار

علماے شیعہ اُسکا ثبوت ظاہر ہوگیا اب باقی رہا تیسرا امر کہ مراد ایمان سے اصول دین کو تصدیق کرنا ہے اور چونکہ امامت بھی ایک اصل اصول دین سے ہے اور اس سے ابوبکر صدیق منکر تھے اس سے اُنپر اطلاق ایمان کا نہیں ہوتا اسکی تردید ہم بخوبی بحث امامت میں کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ہمارے نزدیک ابتداے زمانہ نبوت مین امامت کو اصول دین میں داخل کرنا اور جو اُسوقت امامت پر امامیہ اثناعشر کے ایمان نہیں لایا اُسکو مومن نہ جاننا نادانی ہے اس لیے کہ جب پیغمبر صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کی دعوت فرمائی تو اُسوقت خدا کی توحید اور اپنی نبوت کی تصدیق ایمان کی علامت رکھی امامیہ کی امامت کی تصدیق کی تکلیف کسی کو نہین دی بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسلام کی دعوت صرف توحید اور نبوت کی تصدیق پر کی پس اُسوقت امامت کا کچھ ذکر ہی نہ تھا کہ کوئی اُسکو قبول کرتا یا اُس سے انکار کرتا اگر ہم غلط کہتے ہوں تو حضرات شیعہ اپنی ہی کتابون سے یہ بات ثابت کردین کہ جب اول اول پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے لوگونکو اسلام کیطرف بلایا تو اُنسے توحید اور نبوت کے سوا حضرت علی کی امامت کی تصدیق کو بھی فرمایا حضرت علی خود اُسوقت لڑکے تھے کسی شخص سے اُسوقت پیغمبر صاحب نے نہیں فرمایا کہ جسطرح پر خدا کی توحید اور میری نبوت کی تصدیق تمھیں ایمان کے لیے ضرور ہے اسیطرح میرے چھوٹے بھائی علی کی امامت کی تصدیق بھی ضرور ہے اور جبکہ ایسا کسی سے اُسوقت نہین کہا اور امامت کو اصول ایمان سے قرار نہین دیا تو ابوبکر صدیقؓ کا انکار یا اقرار کرنا بھی اُس سے ثابت نہین ہوتا اور جب ثابت نہوا تو اُنکے ایمان میں بھی کچھ خلل نہ آیا ہان حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آخر زمانہ نبوت میں خم غدیر پر جب خطبہ امامت علی مرتضیٰ کا پڑھا اور لوگونکو توحید اور رسالت کے علاوہ امامت کے اقرار پر بھی دعوت کی اُسوقت امامت کا انکار گویا ایمان کے خلل کا سبب ٹھہرا لیکن جب کہ اُسکا نام و نشان بھی نہ تھا اور کوئی لفظ امامت سے واقف تک نہ تھا اُسکو اُسوقت اصول دین میں ٹھہرانا اور اُس سے ناواقف آدمی کو منکر قرار دینا اور اُسکے انکار کو اُسکے عدم ایمان کا سبب کہنا بڑی نادانی ہے ہان حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہین کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خم غدیر کے وقت حضرت علی کی امامت سے دل مین انکار کیا اور بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اُسکو ظاہر کیا یعنی خود امام بن بیٹھے تو ہم اس بات کو سن سکتے ہین لیکن اس سے صرف اطلاق ارتداد کا (ونعوذ باللہ من ذلک) اُنپر ہوسکتا ہے اس سے اُنکے اُس ایمان میں جو اول اول لائے کچھ خلل نہیں آسکتا اور ابتداے زمانہ نبوت مین اُنکا نہایت سچے دل سے ایمان لانا اپنے حال پر قایم رہتا ہی رہا ارتداد اُنکا بسبب غصب خلافت کے اسکو ہم بحث امامت میں بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ ؛

بیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا

جبکہ ہمنے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایمان کو ثابت کرلیا اس لیے اب ہم کچھ ذکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا کرتے ہیں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام رات دن اس فکر میں رہتے تھے کہ اسلام کی ترقی ہو اور خدا کے دین مین لوگ داخل ہون کوئی لحظہ کوئی دم اس سے غافل نہوتے تھے اور جو تدبیر اسکے حاصل ہونے کی ہوتی تھی اسمین دریغ نفرماتے تھے لیکن باوجود اس کوشش اور اور محنت کے چھ برس کے عرصے مین صرف چند ہی شخص جو کہ چالیس سے کم تھے ایمان لائے آخرش پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے اس تھوڑی سی جماعت کو دیکھکر خدا سے دعا کی کہ خداوندا اس گروہ کو بڑھا اور ایسے شخص کو مسلمان کر کہ جسکے رعب اور عزت سے اس گروہ کو قوت اور اسلام کو تائید ہو اور جسکی ذات سے بہت جلد اسلام کو رونق ہووے چنانچہ حضرتؐ نے اپنے نزدیک ایسے صرف دو شخص اپنی قوم میں خیال کیے ایک حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرا ابو جہل کہ یہ دونون نہایت ہی معزز اور مشہور اور نامور تھے اور انکو سب سے زیادہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی اور شب و روز اسلام کے معدوم ہو جانے کی فکر مین رہتے تھے پس حضرتؐ نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی اپنے دین کو ان دو آدمیون مین سے کسی ایک آدمی کے مسلمان کر دینے سے قوی کر اور عمر یا ابو جہل میں سے ایک کو ایمان عطا فرما چنانچہ خدا نے دعا حضرت کی حضرت عمرؓ کے حق میں قبول کی اور انکو اسلام سے مشرف کیا حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا مختصر حال یہ ہے کہ ابو جہل نے جسکو پیغمبر صاحب کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے بھائیون سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور انکا سر میرے پاس لاوے اسکو ہزار شتر سرخ بال والے اور بہت سے دینار و درم اسکے صلے میں دونگا چنانچہ حضرت عمر نے اس کام کو اپنے ذمے لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل کے ارادے سے چلے ادھر حضرت عمر کا چلنا تھا اُدھر خدا نے فرشتونکو حکم دیا کہ اسکو ہماری طرف کھینچو اور جسکے سر لانے کو جاتا ہے اسکے قدمون پر گراؤ ہماری قدرت کا تماشا دیکھو کہ شقی ہو کر جاتا ہے اور سعید ہو کر لوٹیگا کافر نکلا ہے اور مومن پاک ہو کر پھرے گا ہماری دشمنی کے ارادے پر مستعد ہو کر اُٹھا ہے اور ہماری محبت کے دام میں ابھی پھنستا ہے وہ تو اپنی خوشی سے ہمارے دوست کے قتل کو چلا ہے اور ہم زبردستی اسکو کافرون کے قتل کے لیے مقرر کرتے ہین اب تم سطح زمین پر جاؤ اور اسکی خبر لو اور اسکا ہاتھ پکڑ کر ہمارے دین میں لے آؤ مصرع گر نیاید بخوشی موی کشانش آرید چنانچہ جب حضرت عمرؓ تلوار کو گلے میں حمائل کر کے نہایت غصے اور طیش میں پیغمبر صاحب کیطرف چلے فرشتگان ملا اعلیٰ نے شادی کا غلغلہ بلند کیا طرقوا طرقوا کا شور مچایا از زبان حال سے یہ شعر پڑھنا شروع کیے **اشعار**۔

آمد آن یارے کہ من میخواستم — راست شد کارے کہ من میخواستم
رفتہ رفتہ میرود آن سوی دام — ہم بہ ہنجارے کہ من میخواستم

چنانچہ حضرت عمر نے اثنائے راہ میں بہت سے معجزات دیکھے راہ میں ایک شخص مسلمان ملا اُسکے مارنے کا

قصد کیا اُسنے کہا کہ اوّل اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ مسلمان ہو گئے ہین تب غیرونکی خبر لینا چنانچہ حضرت
عمرؓ اپنی بہن کے گھر گئے دروازہ بند پایا اور آواز قرآن مجید پڑھنے کی سنی اُسکو باہر سے سنتے رہے آخر دروازہ
کھٹکھٹایا اُنکی بہن نے دروازہ کھولا پوچھا کہ تم لوگ کیا پڑھتے تھے ہمکو دو اُنھون نے دینے میں انکار کیا آخر اپنی
بہن اور بہنوئی کو خوب مارپیٹ کی جب اُنکی بہن نے یہ زیادتی دیکھی تو پکار اُٹھی کہ اے عمر ہوشیار ہو ہم تو ایمان
لاچکے اور سچے دین میں داخل ہو گئے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد انّ محمدًا رسول اللہ تمکو جو کرنا ہو سو کرو
تب تو حضرت عمر ڈھیلے پڑے اور کہا کہ اُس قرآن سے کچھ سناؤ تب سورۂ طٰہٰ انکو سنائی اُسکی فصاحت
اور بلاغت پر غش ہو کر حضرت عمر کے دل کو یقین ہو گیا کہ یہ بیشک سچا کلام خدا کا ہے اور اُسی وقت
کلمۂ شہادت پڑھا اور ایمان لائے اور قصد پیغمبر صاحب کے حضور میں حاضر ہونے کا کیا جب حضرت عمر
کے آنے کی خبر ہوئی تو اصحاب رسول میں تہلکہ پڑ گیا اس لیے کہ وہ اُنکی شوکت اور ارادے سے واقف
تھے یہانتک کہ جب حضرت عمر دروازے پر پہنچے تو کوئی دروازہ کھولنے کو نہ اُٹھتا تھا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہکر اُٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے اگر اطاعت کے ارادے پر آیا ہے خیر ورنہ اُسی کی تلوار
ہے اور اُسی کا سر چنانچہ حضرت عمر اندر داخل ہوے پیغمبر صاحب بہ نفس نفیس اُٹھے اور اُنکو آغوش رحمت میں لیکر
ایسا دبایا کہ اُنکی آنکھین نکل پڑین تب تو حضرت مسکرائے اور اُنکی طرف دیکھکر خندہ زن ہوے حضرت عمرؓ صدق
دل سے نعرہ مار کر کہنے لگے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ تب سب مسلمان خوشی سے تکبیر
کہنے لگے اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر حمد و ثنا خدا کی کرنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
اُسی وقت پیغمبر خدا سے کہا کہ یا حضرت بتونکی عبادت تو علانیہ ہووے اور خدا کی عبادت چھپکر یہ مناسب
نہیں ہے آئیے خانۂ کعبہ کو چلئے اور باعلان نماز ادا کیجیے چنانچہ انکی عرض کو حضرت نے قبول فرمایا اور خانۂ کعبہ
کیطرف توجہ کی اور بنہایت شان و شوکت سے حضرت مع سب صحابہ کے عازم خانۂ کعبہ کے ہوے جب حضرت
تشریف فرمائے خانۂ کعبہ ہوے تو حضرت عمرؓ ہی آگے آگے چلے کافرون نے کہ وہ منتظر تھے کہ سر پیغمبر صاحب کا
لاتے ہونگے یہ دیکھکر کہا کہ اے عمر یہ کیا حال ہے تب حضرت عمر نے فرمایا کہ سنو میں ایمان لایا اور پیغمبر کی
غلامی کا غاشیہ اپنے دوش پر لیا جو اطاعت کرے گا خیر ورنہ اگر مزاحمت کرے گا تو یہی تلوار ہے اور
اُسکا سر چنانچہ چند آدمیونکو اُسی وقت اپنا نور دکھلایا اور خانۂ کعبہ مین جاکر پیغمبر صاحب کے پیچھے نماز ادا کی یہ حال
حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ہے اور اسمین ہمنے دو باتونکا ذکر کیا ہے اوّل پیغمبر صاحب کے دعا کرنے کا کہ
حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے واسطے کی دوسرے اُس کیفیت سے ایمان لانے کا چنانچہ ہم دونوں باتون کو شیعونکی
کتابون سے ثابت کرتے ہیں * امر اول کے ثبوت سے پہلے ہمکو یہ لکھنا ضرور ہے کہ اکثر مجتہدین اور علماے شیعہ نے

اس دعا سے انکار کیا ہے اور اسکو سنیون کی تہمت اور افترا مین تصور کیا ہے جیسا کہ ایک مجتہد صاحب کا خلاصہ عبارت یہ ہے کہ (فاروق عزتے در عرب نداشتہ پس این احادیث را علماے سنیان از پیش خود بر بافتہ اند و حاشا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این دعا کہ مخالف عقل ونقل ست بر زبان مبارک آوردہ باشند) لیکن یہ انکار صرف دھوکا دینا اور عوام کو اپنے مذہب کی برائی پر واقف ہونے سے بچانا ہے ورنہ بہت سے محدثین اور علماے شیعہ نے اسکی صحت پر اقرار کیا ہی چنانچہ فضل بن شادان اور شیخ طبرسی اور شیخ طوسی اور علم الہدی اور شیخ مفید کے اقرار سے اسکی صحت ثابت ہوتی ہے چنانچہ ہم انسے قطع نظر کرکے ملا مجلسی کی تصدیق کو سنداً بیان کرتے ہیں اور انکی کتاب بحار الانوار سے جسکا نام نامی اور اسم گرامی خدا کی کتاب سے بڑھکر حضرت شیعہ کی زبان پر ہی اس روایت کو نقل کرتے ہین وہو ہذہ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی چودھوین جلد مین جسکا نام کتاب السماء والعالم ہے مسعود عیاشی سے روایت کرتے ہیں (روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جہل بن ہشام) یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی عزت دے اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے یا ابو جہل بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غرضکہ اب ہم ان مجتہدین کی نسبت جنھون نے اس دعا سے انکار کیا اور عوام کو دھوکا دیا کیا کہین بجز اسکے کہ انکے مقلدین کے سامنے انکے انکار کو اور ملا باقر مجلسی کے اس اقرار کو رکھدین اور یہ عرض کردیں کہ اب خود ہی انصاف کرو کہ تمھارے پہلے جھوٹے ہیں یا پچھلے؛ تمام امر دوم یعنی حضرت عمر کے ایمان لانے کی کیفیت اسکے واسطے ہم اشعار حملۂ حیدریہ کو نقل کرتے ہیں اور اہل انصاف سے چاہتے ہیں کہ اسکے ہر ہر لفظ کو غور کریں اور انصاف فرمائیں کہ باوجود تعصب اور عناد کے اس مولف نے کیا کچھ لکھا ہے اور یہ کوئی نہ خیال کرے کہ حملۂ حیدریہ کتب معتبرہ سے نہین ہے بلکہ اسکو خود حضرت مجتہد صاحب شیعون کے قبلہ وکعبہ نے تصحیح کیا ہو اور اسکی اصلاح اور تحشی خود حضرت سید محمد صاحب نے فرمائی ہے اور جو کتاب مطبع سلطانی میں باہتمام مددعلی داروغہ کے لکھنؤ مین چھپی ہے اسکی عنوان پر یہ سب کیفیت لکھی ہوئی ہے اور اسکے سرے پر اس کتاب کی تعریف میں لکھا ہے **ابیات**

عجائب کتابے پر از نور ہست	کہ ہر بیت آن بیت معمور ہست	بہ بزمیکہ خوانند فضلے ازان
سخن از حلاوت شود لب گزان	مشام محبان معطر شود	دل از نور ایمان منور شود
تعالی اللہ آن باذل بی بدل	کہ آوردہ ہر نکتہ را بر محل	بتوفیق روایت رقم میزند
براہ دیانت قدم میزند	بہ ترجیح اخبار دارد مناط	برون نیست از جادۂ احتیاط
بہ نہجے گرفت ست ایراد دق	کہ افتادہ در جان اعدا قلق	عجب طرفہ دلکشای نوشت

۱ حملۂ حیدری جلد اول صفحہ ۲ دیباچہ سطر ۲۲ مطبوعہ سلطانی ۱۲۶۴ ہجری ۱۲۶۱

۲ ایضاً صفحہ ۳ سطر ۱۱ ۱۲

کہ پیچیدہ دروی ہوای بہشت — معطر چو مشک تتارست این — معنبر چو باد بہارست این
ز ہر نکتہ ساز معطر دماغ — ز ہر نقطہ اش میشود تر دماغ — دل آشفتگان را تماشاست این
جگر خستگان را مسیحاست این — بس ست از نعوت و صفاتش ہمین — کہ گردیدہ مقبول سلطان دین
فرازندۂ رایت اجتہاد — ز حق حجت و آیتے بر عباد — طریق شریعت مؤید از وست
کہ نام و نشان محمد از وست — دل سنّیان داغدارست زو — کہ ہندوستان سبزوارست زو

پس ہم اسی کتاب سے جسکے نور سے دل مومنین کے منور ہین حضرت عمر کے ایمان کے نور کو دکھاتے ہیں جو اندھے نہ ہون وہ دیکھین اور اسی کتاب سے جسکی خوشبو سے دماغ محبون کے معطر ہیں حضرت فاروق کے اسلام کی خوشبو پھیلاتے ہیں جو دماغ رکھتے ہون وہ سونگھین اور ہم اسی محقق کے قول سے جو موافق روایت کے لکھتا ہے اور جو قدم بقدم دیانت پر چلتا ہے اس روایت کو ثابت کرتے ہیں اور ہم اسی کی تصدیق سے جسنے سنیونکی جان کو رنج میں ڈال رکھا ہے حضرات شیعہ کو رنج دیتے ہیں اور اسی کے کلام سے جسکا کلام شیعونکے زخمون کے لئے مرہم ہے انکے دلونکو مجروح کرتے ہیں اور اس قبلہ و کعبہ کی تصحیح اور قبولیت سے جسنے سنیون کے دلونکو داغدار کر دیا ہے انکے مقلدین کے دلونکو داغدار کرتے ہیں اے بھائیو اس روایت کو سنو اور دیکھو کہ حقیقت میں کیسا نور چمک رہا ہے اور سونگھو کہ دراصل کیسی خوشبو مہک رہی ہے بیشک اس روایت کی نسبت ہم بھی یہ شعر پڑھتے ہیں اشعار

بہ نہجی گرفت ست ایراد و دق — کہ افتادہ در جان اعدا قلق — ز ہر نکتہ ساز معطر دماغ
ز ہر نقطہ اش میشود تر دماغ — معطر چو مشک تتارست این — معنبر چو باد بہارست این

اب ہم اُس روایت کو بعینہٖ کتاب مذکور سے نقل کرتے ہیں۔

در کیفیت ایمان آوردن عمرؓ بن خطاب

عمر لعینہ ازان از پس چند گاہ — در آمد بدین رسول آلہ — چنان بد کہ بوجہل ازان سرزنش
بکیفیتی شد عداوت منش — کہ جز قتل پیغمبر ذو الجلال — نبودش دگر ہیچ فکر و خیال
یکی روز می گفت با اشقیا — کہ آرد کسی گر سر مصطفےٰ — ہزار اشتر از خود بہ بخشم باو
دو کوہان سیہ دیدہ و سرخ مو — ز دیبای مصری و برد یمن — دگر سیم و زر بخشمش چند من
عمر چون شنید آن سخن گفتنش — بجنبید عرق طمع در تنش — با دگفت سوگند اگر میخوری
کہ از گفتۂ خویشتن نگذری — من امروز خدمت رسانم بجا — بیارم بہ پیشت سر مصطفےٰ
گرفت از ابو جہل اوّل قسم — پس انگاہ زد در رہ کین قدم — از آنکار چون رفت بیرون عمر
یکی گفت با او نداری خبر — کہ ہمشیرات نیز با جفت خویش — گرفتست دین محمدؐ بہ پیش

ف
در حملہ حیدری
جلد اول از
صفحہ ۲۱
سطر ۳۱
تا صفحہ ۲۳
سطر ۱۳
مطبوعہ مطبع
سلطانی
۱۲۶۷ سنہ ہجری
۱۲ منہ

برآشفت باحفص ازین گفتگو
بگفتا بریزم کنون خون او
سوی خانهٔ خواهر خویش رفت
چو آمد بنزدیک در پیش رفت
بیامد به پیش در و ایستاد
صدائی شنید و بآن گوش داد
شنیدا نکه میخواند مرد نکو
کلامی که نشنیده بد مثل او
ورو می گرفتند یاد آن کلام
همان خواهر و جفت او بالتمام
عمر زد در و خواهرش باز کرد
چو آمد درون شور آغاز کرد
درافتاده با جفت خواهر بجنگ
گرفتش ز حلق و بفشرد تنگ
درآویخت داماد هم با عمر
گرفتند خصمانه هم را به بر
بجستند گه روی هم گاه پشت
لگد که زدندی بهم گاه مشت
ز هم پوست کندند گه گاه مو
گهی این بزیر آمدی گاه او
ازو چون عمر بود پر زورتر
فگندش بزیر و نشست از زبر
گلویش به تنگی فشرد آنچنان
که نزدیک شد تا شود قبض جان
بیامد دوان خواهرش نوحه گر
بگفتش چه خواهی ز ما ای عمر
اگر شاد گردی ز ما ور ملول
نمودیم دین محمد قبول
کنون گر کشی سر بداریم پیش
ولی بر نگردیم از دین خویش
چو بشنید از وی حکایت عمر
بدانست کو برنگردد دگر
بگفتش چه دیدی تو از مصطفی
که گشتی به دینش چنین مبتلا
بگفتا کلام خدای جلیل
که آرد با و حضرت جبرئیل
شنیدیم گردیده بر ما یقین
که هست این کلام جهان آفرین
عمر گفت ازان قول معجز اساس
اگر یاد داری بخوان بی هراس
برو خواهرش آیه چند خواند
عمر گوش چون کرد حیران بماند
دلش زان شنیدن بسی نرم شد
بسودای اسلام سرگرم شد
عمر گفت دیگر بخوان زین کلام
بگفتا دگر نیست نزدین می بجام
ولی هست استاد ما در نهفت
که گر دید پنهان چو نامت شنفت
قسم گر خوری کو که نیابد زیان
بیاریم پیشت که خواند ازان،
چو بگرفت سوگند ازو خواهرش
بیاورد استاد خود را برش
بد از اهل اسلام نامش جناب
بیامد به نزد عمر بی حجاب
برو خواند آیات پروردگار
اباحفص اسلام کرد اختیار
چو آیات معجز بیان را شنید
همش قول کاهن بخاطر رسید
که آنهم شود راست چون این خبر
به اسلام شد رغبتش بیشتر
وزان پس بگشتند باهم روان
بنزد رسول خدای جهان
بدولت سرای پیمبر شدند
چو در بسته بد حلقه بر در زدند
یکی آمد و دید از پشت در
که استاده با تیغ بر در عمر
بنزد نبی رفت و احوال گفت
بماندند اصحاب اندر شگفت
چنین گفت پس عم خیر البشر
که غم نیست بروی گشائید در
گر از راه صدق آمده مرحبا
وگر باشد اورا بخاطر دغا
به تیغی که دارد حمائل عمر
تنش را سبکبار سازم ز سر
چو در باز کردند بر روی او

در آمد عمر با لب عذر گو / گرفتش به بر سرور انبیا / نشاندش بجائیکه بودش سزا
بگفتند اصحاب هم تهنیت / وزان بیشتر یافت دین تقویت / پس اصحاب دین را شد این مدعا
که از خدمت سرور انبیا / بسوی حرم آشکارا روند / نماز جماعت بجا آورند،

رسید این سخن چون بعرض رسول / زخیر البشر یافت عز قبول

آمدن سید اخیار بتائید ملک جبار بحرم محترم و نماز گذاردن با اصحاب سعادت انتساب و آمدن قریش مرتبهٔ دیگر نزد ابوطالب رضی الله عنه و سخن گفتن از روی قهر و طیش

بیا ساقی ای رشک خلد برین / بساط نشاطی بگیتی بچین / زخم باده بی فکر و اندیشه ریز
سبو بر سبو شیشه بر شیشه ریز / فرود آر ازین طاق فیروزه فام / زخورشید جام و ز مه نیم جام
بکن راز پوشیده را بر ملا / به دور و نزدیک در ده صلا / ازان می نی هم بکام فگن
وزان غم بعیش مدام فگن، / چنان مست کن زان می پر طرب / که چو شد زخورشید نورم زلب
درین بزم ساقی بنور ایاغ / فروزد بدینگونه روشن چراغ / که کردند اصحاب چون اتفاق
برآمد رسول خدا از وثاق / روان شد بتائید دیان دین / چو سوی حرم سید المرسلین
ببالید از بس زمین شد گمان / که بیرون رود از بر آسمان / زشادی برقص اندر آمد سپهر
چو خورشید هر ذره افروخت چهر / همی رفت جبریل بالای سر / بفرق همایون بگسترده پر
ملائک چپ و راست در دورباش / شیاطین ز هیبت شده پاش پاش / به پهلو روان حمزهٔ نامدار
به پیش علیؑ صاحب ذوالفقار / همین رفت در پیش حیدر عمر / حمائل همان تیغ کین بر کمر
بکبر و آمده جمع یاران تمام / برفتند زینسان به بیت الحرام / جدار حرم سر بعرش مجید
رسانید چون گرد موکب رسید / چو دیدند کفار زانگونه حال / نمودند باهم بسی قیل و قال
یکی رفت ازانها به نزد عمر / بدو گفت این حیلیست ای بدگهر / نه زانسان که رفتی تو باز آمدی
بکین رفتی و با نیاز آمدی، / عمر کرد اسلام خود آشکار / پس انگه باو گفت ای نابکار
سران کز شما جنبد از جای خویش / به بندد سر خویش بر پای خویش / چو کفار دریافتند از سخن
که در دل چه دارند آن انجمن، / نهادند پا در ره امتناع / نمودند با اهل ملت نزاع
چو دیدند آن صحبت اصحاب دین / همه دست بردند بر تیغ کین / ازان حال کفار پس پا شدند
دلیران دین مسجد آرا شدند / به پیش اندر آمد رسول خدا / نمودند یاران باو اقتدا
بنی گفت تکبیر چون در حرم / فتادند اصنام بر روی هم / زتائید ایزد بمسجد نماز

ادا کرو و آمد سوے خانہ باز   اے حضرات شیعہ تمکو اپنے باذل بے بدل اور اپنے قبلہ و کعبہ کے آب و
گل کی قسم ہو کہ اس روایت کو دیکھو اور غور کرو کہ جو شخص اس دھوم دھام سے ایمان لاوے اور جو آدمی
اس شان و شوکت سے مسلمان ہووے اُسکی نسبت کون خیال کر سکتا ہے کہ وہ منافق ہوگا یا سچے دل سے
ایمان نہ لایا ہوگا یا بعد ایمان کے مرتد ہو گیا ہو گا یا ایسے شخص سے کبھی پیغمبر صاحب رنجیدہ ہوے ہونگے یا
ایسے آدمی کو دشمن اسلام کا اور منافق سمجھے ہونگے دیکھو جو دعا پیغمبر صاحب نے اُنکے لئے کی تھی کیسی جلد خدا نے
قبول کی اور اُسکا اثر کیسا جلد ظاہر ہوا کہ اُنکے ایمان لانے کا پہلا کام تو یہ ہوا کہ اول اول نماز جماعت کی خانہ کعبہ
میں ادا ہوئی اور اخیر کا کام انکا یہ ہوا کہ روم و شام اور حلب او ر دمشق میں کلمہ کفر کا پست اور خدا کا کلمہ بلند ہوا ابتدا اسلام
کی عزت بھی ادنھین کی ذات سے ہوئی اور خاتمہ بھی انھین پر ہوا حقیقت میں دعا اسکو کہتے ہیں اور قبولیت
اسی کا نام ہی ✦ اے یار و ذرا تو انصاف کو دخل دو اور تعصب اور عناد کو چھوڑو کہ جسکی ذات سے ایک ہزار
چھتیس شہر کفر کے دار الاسلام ہوے اور جسکی بدولت ہزارون تبخانے اور گرجے ٹوٹ کر مسجدین بنگئین اور
جسکے سبب سے کسری اور قیصر کے محلوں میں غلغلہ اللہ اکبر کا بلند ہوا اور جسکی وجہ سے اُنکی بیٹیاں مسلمانونکی لونڈیاں
مین داخل ہوئین اور جسکی ذات سے ظلمت کفر کی دور ہوئی اور روشنی اسلام کی از شرق تا غرب پھیل گئی
وہی تمھارے نزدیک منافق ہی اور اُسی کا نام تمھارے یہان دشمن خدا اور عدو رسول ہی تو معلوم نہیں
کہ پھر خدا کا دوست اور رسول کا محب کون ہی اگر حضرت عمر کی ذات نہوتی تو آج تمھارے قبلہ و کعبہ لکھنؤ
مین بیٹھکر علی علی کہتے یا اجودھیا جی مین رام رام پکارتے یہ عمر ہی کی جوتیون کا طفیل ہی کہ تم خدا کی توحید
سے اور پیغمبر کی نبوت سے واقف ہوے اور کفر چھوڑ کر اسلام اور ایمان کے نام سے آگاہ ہوے لیکن آفرین
تمھارے احسان فراموشی پر کہ اُسی کی دشمنی کو تمنے ایمان قرار دیا ہے اور کفر کی بنیاد کھودنیوالے اور اسلام
کا نیزہ گاڑنیوالے کا نام منافق اور کافر رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب شیطان نے دیکھا کہ بعد اسلام کے کفر
پھیلا نہیں سکتا اور شرک صریح میں گرفتار کر نہیں سکتا تب اُسنے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کے دلونمیں کفر کی جڑ دوسری
طرح قایم کرے اور باوجود مسلمانی کے دعوے کے اُنکو اسلام سے خارج کرے تب اُسنے یہ تدبیر کی اور
رفض کا عقیدہ لوگون کے دلونمیں مضبوط کیا اور جن لوگون نے پیغمبر صاحب کو مدد دی اور جنھون نے اسلام کو
پھیلایا اور جنکے سایے سے شیطان بھاگا انکی عداوت دلونمیں ڈال دی تاکہ اس حیلے سے اُسکا کام نکلے
اور لوگ اسلام سے نفرت کرین یا اسلام کا نام لین مگر اصل مین اُسکو چھوڑ بیٹھین ✦
چنانچہ اُس ملعون کا مطلب حضرات شیعہ سے بخوبی حاصل ہو گیا اور اُس شقی ازلی نے اُنکے دلونکو
اندھا کر دیا کہ وہ ایسے اصحاب جلیل القدر کو بُرا جاننے لگے اور ایسے دوستون کو پیغمبر صاحب کے

بُرا کہنے لگے اُنکی دشمنی کو ایمان سمجھے اور انکو گالیاں دینا عبادت جانا حقیقت مین اُن لوگون نے ایمان چھوڑ دیا اور شیطان کے دام مین آکر اسلام سے ہاتھ دھو یا ورنہ جسکو ذرا بھی عقل ہوگی کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ اگر وہی لوگ جو اس شد و مد سے ایمان لائے کافر تھے اور وہی آدمی جنھون نے اسلام کو عرب سے لیکر عجم تک اور عجم سے لیکر ہند تک پھیلایا اسلام کے دشمن تھے تو پھر دوسرا کون مسلمان ہو سکتا ہے ضرور اسکا عقیدہ اسلام سے پھر جائیگا حقیقت مین اسلام کی حقیقت پر کوئی معتقد نہیں ہو سکتا جب کہ وہ شیعون کے عقیدے نہ چھوڑے اور پاک سنی نہ بنجاے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم مین اس مقام پر ایک اور بات شیعون کی لکھنا مناسب سمجھتا ہون تاکہ اُنکے عقیدے کی خوبی اُس سے ظاہر ہوجاے اور اُنکی دشمنی اسلام اور ایمان سے ثابت ہوجاے +

یہ امر تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی ذات سے نہایت تقویت دین کی ہوئی اور اسلام کی جڑ انھین کے سبب سے مضبوط ہوئی چنانچہ صاحب حملۂ حیدریہ نے باین تعصب خود اقرار کیا ہے کہ قائل

مصرع ز زان بیشتر یافت دین تقویت

اور ظاہر ہے کہ جسکی ذات سے دین نے تقویت پائی ہوگی اسکی ذات سے پیغمبر صاحب کو محبت بھی بدرجۂ غایت ہوگی لیکن موافق روایت شیعون کے پیغمبر صاحب کو کسی سے اس قدر عداوت نہ تھی جیسے کہ حضرت عمر سے تھی اور اُنکے مرنے کی خبر سے جسقدر حضرت کو خوشی ہوئی ایسی کسی خبر سے نہ ہوئی تھی اور جو فضائل اُس روز کے جس روز کہ حضرت عمر نے شہادت پائی پیغمبر خدا نے بیان کئے ہین ایسے فضائل جمعہ اور عید اور روز غدیر کے بھی بیان نہین کئے اور جو برکات اور فائدے اہل بیت کو اُس تاریخ میں ہوے ہین جس تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے وفات پائی ایسے کبھی کسی روز نہیں ہوے +

چنانچہ زاد المعاد میں جو معتبرین کتب شیعہ سے ہے اور ملا باقر مجلسی جسکے مؤلف ہیں اُسکے آٹھوین باب کی پہلی فصل میں ایک طول طویل روایت لکھی ہے جسکو ملا صاحب نے اپنے نامۂ اعمال کیطرح سیاہ کیا ہے اُسکا مختصر مضمون ہم لکھتے ہیں +

[illegible]

۴ خانه‌های ایشان

[illegible] ... سبب [illegible] ... ست [illegible] کرده شیعیان ایشان [illegible]

[illegible] ایشان [illegible] ... کرده ایشان [illegible]

[illegible] دشمن من [illegible] اهل‌بیت من [illegible]

[illegible] شیعیان ایشان [illegible] علمای ایشان [illegible]

[illegible]

۵ و دوستان من و شیعیان

الدین من که ای محمد علی کرد [illegible]

بسوی من که ای محمد علی سابق من گذشته است [illegible]

[illegible] اهل‌بیت [illegible] غصب کنندگان [illegible]

[illegible]

۶ که ایشان ......

[illegible] شیعیان [illegible] اهل‌بیت [illegible]

[illegible]

اهل بیت رسالت [illegible]

[illegible] روز عید بزرگ خداست [illegible]

[illegible] روز عید اهل بیت است [illegible]

[illegible]

حذیفہ ابن یمان صحابی سے روایت ہے کہ مین نوین ربیع الاول کو پیغمبر صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہون کہ حضرت کے پاس امیر المومنین علی مرتضی اور حضرت امام حسن اور امام حسین بیٹھے ہوئے ہین اور کھانا نوش فرما رہے ہین اور حضرت نہایت خوش ہین اور حسنین علیہما السلام سے کہتے ہین کہ کھاؤ پیا کھاؤ یہ کھانا تمکو مبارک ہو کہ آج کا دن وہ ہے جس مین خدا اپنے دشمن کو اور تمھارے جد کے دشمن کو ہلاک کرے گا

اور تمھاری مادر مشفقہ کی دعا کو قبول کریگا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج وہ دن ہے کہ خدا تمھارے شیعون اور محبون کے اعمال کو قبول کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا میرے اہل بیت کے فرعون کو ہلاک کریگا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کے دن خدا تمھارے دشمنون کے عمل کو باطل کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا کے اس قول کی تصدیق ہوگی فتلک بیوتہم خاویۃ بما ظلموا کہ آج کے دن گھر اُنکے خالی ہوگئے بسبب ظلم کے جو اُنھون نے کیا تھا۔ حذیفہ صحابی کہتے ہیں کہ مینے عرض کی کہ یارسول اللہ کیا آپ کی امت مین بھی کوئی ایسا ہوگا حضرت نے فرمایا کہ ہان ایک بت منافقون سے انکا سرگروہ ہوگا اور دعوی ریاست کا کرے گا اور تازیانہ ظلم وستم کا اپنے ہاتھ مین لیگا اور آدمیون کو خدا کی راہ سے منع کرے گا اور خدا کی کتاب کو تحریف کرے گا اور میری سنت کو بدل دیگا اور میرے وصی علی پر زیادتی کرے گا اور خدا کے مال کو ناحق اپنے اوپر حلال کریگا اور غیر طاعت مین خدا کے صرف کرے گا اور مجھے اور میرے بھائی علی کو جھوٹا کہیگا حذیفہ نے کہا کہ یا حضرت اگر وہ ایسا ہے تو کیون آپ اُسکے لیے دعا نہیں کرتے تا کہ وہ آپ کی زندگی میں ہلاک ہوجاوے حضرت نے جواب دیا کہ مین خدا کی قضا پر جرأت نہین کرتا اور جو کچھ اُسنے اپنے علم مین قرار دیدیا ہے اُسکا بدلنا اُس سے نہیں مانگتا لیکن یہ خدا سے سوال کرتا ہون کہ خدا اُس روز کو فضیلت دے اور تمام دنون پر اُس دن کو عزت بخشے ۔ چنانچہ خدا نے حضرت کی دعا قبول کی اور وحی کی کہ اے پیغمبر مین اُس دن کو افضل کرتا ہون اور علی کو تیرا سارہنہ اُسی کے ظلم کے سبب سے عطا کرونگا وہ شخص مجھپر جرأت کرے گا میرے کلام کو بدل دیگا میرے ساتھ شرک کرے گا لوگون کو میری راہ سے منع کرے گا میرے ساتھ بکفر پیش آئیگا اس لیے مینے ملائکہ ہفت آسمان کو حکم دیا کہ اُس دن کو جسمین وہ مارا جاے شیعون اور محبون کے لیے عید کرین اُس تاریخ کو میری کرسی کرامت کو بیت المعمور کے برابر نصب کرین اور تمام شیعون کی مغفرت کی دعا کرین اور مینے تمام فرشتونکو حکم دیا ہے کہ اُس تاریخ سے تین دن تک قلم آدمیون سے اُٹھالین اور کوئی شخص کچھ گناہ کیون نہ کرے اُسکو نہ لکھین اے محمد اس دن کو مینے تیرے لیے اور تیرے شیعون کے لیے عید بنا دیا ہے انتہی ترجمۃ بلفظہ ۔ ایھا المومنین اس روایت کو دیکھو اور شیعون کے ایمان اور انصاف اور عقل پر رو و تعجب ہے کہ زمین شق نہین ہوتی کہ وہ سما جائین قہر کی بجلی نہین گرتی کہ وہ جل جائین طوفان غضب نہیں آجاتا کہ وہ ڈوب مرین دیکھو پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا پر اس حدیث مین کیسی تہمت کی ہے اور خدا کے محبوب پر کیا افترا باندھا ہے خدا ایسی قوم سے جسنے اپنی آنکھونکو اندھا اور کانون کو بہرا اور دلون کو غافل کر رکھا ہے اس تہمت اور افترا کا بدلا لے درحقیقت انھین کی شان میں یہ صادق ہے کہ لہم قلوب لایفقہون بہا ولہم اعین لایبصرون بہا ولہم اذان لایسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغافلون کوئی دقیقہ بے ایمانی اور کفر کا نہین ہے

جو اس حدیث کے واضع نے چھوڑا ہو اور کوئی جھوٹھ اور افترا نہیں رہا جو پیغمبر صاحب کیطرف منسوب نہ کیا ہو بھلا کون شخص ہے جو اس باتکو مانیگا کہ جس شخص کے ایمان لانے کے لیے خود ہی حضرت نے دعا کی ہو اور جسکے لیے بروایت امام باقر علیہ السلام اَللّٰھمَّ اعز الاسلام بعمر بن خطاب کہا ہو اور جسکے حق مین خدا نے حضرت کی دعا قبول کی ہو اور جسنے مسلمان ہوتے ہی جھنڈا اسلام کا کعبے میں گاڑ دیا ہو اور جسنے اسلام لاتے ہی حضرت کو کعبے چلنے پر مستعد کیا ہو اور جسنے تمام عمر اپنی حضرت کی محبت اور اطاعت اور فرمانبرداری میں اور اپنی ساری زندگی اسلام کے پھیلانے میں صرف کردی ہو اور جسنے دنیا کی کسی قسم کی لذت نہ اُٹھائی ہو اور جسنے خدا کی راہ مین جان دیدی ہو اُس سے پیغمبر صاحب اس قدر رنجیدہ ہون کہ اُسکے مرنے پر اسقدر خوشی کرین اور اُسکے مرنے کے دن کو عید الفطر اور عید الاضحی اور عید غدیر سے بھی بڑھکر افضل جانیں اور خدا اُسکے مرنے سے اس قدر خوش ہووے کہ تین دن تک گناہ ہونکے لکھنے سے قلم اُٹھائے اور شیعون کو اجازت دیدے کہ اس تین دن کے عرصے میں چاہیں زنا کرین چاہیں شراب اور سؤر نوش فرماوین چاہیں مسجدین ڈھاوین چاہیں قرآن جلاوین جو دل چاہے کرین نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ تبلانے والا کرام کاتبین موقوف لکھنا پڑھنا بند بس ایسی حالت میں بھی اپنی خواہشین پوری نہ کرین تو کب کرینگے خدا کے لیے انصاف کرو اور اس عقل کے دشمن ایمان کے عدو فرقے کو دیکھو کہ ان کو کسقدر شیطان نے بہکایا ہے اور اسلام کی راہ سے کسقدر دور کر دیا ہے سبحان اللہ کیا دین اور کیا مذہب ہے کہ بیچارے نمازی برسون نماز پڑھتے پڑھتے مرین روزے رکھنے والے تیس دن تک گرمیوں کے دنون میں بھوکھ پیاس کی تکلیف اٹھاوین حاجی ہزارون منزل سے مصیبت راہ کی طے کرکے کعبے میں پہنچین اور حج کرین تب صبر کے مستحق ٹھہرین اور شیعہ بھائی گھر بیٹھے زنا کرین شرابیں پئین اور ربیع الاول کی نوین تاریخ کو اپنے بابا شجاع کے نام پر حلوے کھاوین اور لعنتی کھانا نوش کرین اور سب سے زیادہ ثواب پاوین واہ کیا خدا کا عدل ہے شاید اسی سبب سے خدا کو عادل سمجھتے ہیں اور عدل کو اصول خمسۂ دین میں جانتے ہیں اگر ایمان اسی کا نام ہے اور محبت اہل بیت اسی کو کہتے ہیں تو افسوس ایسے ایمان اور ایسی محبت پر اور اگر محب اور مومن ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں تو وائے اُنکے حال پر مصرع

گر ولی این ست لعنت بر ولی ؀ اس روایت کی صحت اگر تسلیم کیجائے تو ضرور یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ پیغمبر صاحب بھی تقیہ فرماتے تھے اور وہ بھی کافرون بلکہ اپنے یارون سے ڈرتے تھے اور خوف کے سبب سے جو کچھ اُنکے دل مین ہوتا اُسکو ظاہر نفرماتے تھے اس لیے کہ اگر خوف نہوتا تو ایسے دشمن خدا اور رسول کو جیسے کہ حضرت عمر تھے اور جنکے مرنے کی خبر سے اسقدر خوش تھے اور جنکی موت کی تاریخ کو عید اور جمعے سے افضل جانتے تھے اور جنکو فرعون

اہل بیت کہتے تھے کیون اپنی صحبت مین رکھتے اور کس لیے انکو اپنا مصاحب بناتے اور کس واسطے اُنسے ہمیشہ صلاح اور مشورہ لیا کرتے کسی آدمی کی عقل مین یہ بات آسکتی ہو کہ پیغمبر صاحب جنکا کام خلق کی ہدایت تھا اور احکام الٰہی کا پہنچانا جنکے اوپر فرض تھا اور راست کو نیک بد پر آگاہ کر دینا جنکے اوپر لازم تھا وہ بھی تقیہ کرتے ہون اور خوف جان کے سبب سے عمر کا نام بھی نہ لے سکتے ہون اور باوجود اسکے کہ انکو اپنے دین کا دشمن جانا اور جان بوجھکر انکو اپنی صحبت سے نہ نکالا اور علانیہ لوگون پر اُنکے کفر و نفاق کا حال ظاہر نہ فرمایا اور لوگون کو دھوکے مین رکھا بلکہ برملا کہنا اور لوگون سے علانیہ اُنکے کفر و نفاق کا حال ظاہر کرنا بیک طرف اپنے گھر مین بھی پوچھنے والے سے اُنکا نام نہ لیا اور دیوار ہم گوش دارد کا مضمون پیش نظر رکھکر گول گول ہی بات فرمائی اسیواسطے حذیفہ صحابی سے سب حال تو حضرت نے فرمادیا لیکن نام عمر کا نہ لیا بلکہ اُنکے پوچھنے پر بھی جواب صاف نہ دیا اور فقط انکی صفات بیان کر کے سکوت فرمایا اگر انکا نام حذیفہ سے کہدیا ہوتا تو اُسکے ساتھ ہی سکوت کی بھی نصیحت کر دی ہوتی تعجب ہے حضرات شیعہ سے کہ وہ مسلمانون کا نام بدنام کرتے ہین اور پیغمبر خدا پر ایسی تہمت لگاتے ہین اور خدا اور رسول سے کچھ نہین شرماتے خانہ خراب ہو تقیے کا جس سے کسی کو محفوظ نہین جانتے اور پیغمبر صاحب پر بھی اسکا افترا کرتے ہین حالانکہ خود اُنکے علما کا اقرار ہے کہ پیغمبر صاحب تقیہ نہ کرتے تھے بلکہ وہ تقیے سے ممنوع تھے چنانچہ ہم بحث تقیے مین اسکا ذکر کرینگے اور حقیقت مین اگر پیغمبر صاحب بھی تقیہ کرتے ہوتے اور وہ کافرون سے ڈرتے ہوتے اور جو بات سچ ہے اُسکو زبان پر نلاتے تو دین کیونکر جاری ہوتا اور مذہب اسلام کیونکر پھیلتا اور لوگونکو حضرت کی صداقت پر کسطرح یقین رہتا پس جبکہ پیغمبر خدا نے ابتداے نبوت مین تقیہ نہ کیا اور باوجود تکلیف اٹھانے کے کفار کے ہاتھ سے اُنکے کفر کی بُرائی اور اُنکے بتونکی ہجو کو ترک نکیا اور سب طرح کے صدمونکو صرف اسی بات پر گوارا فرمایا اور بعد ہجرت کے اور شروع ہونے جہاد کے کفار و منافقین کو قتل کیا اور جو واجب القتل معلوم ہوا اُسکے خون کو ہدر کیا اور اُنکے نام لیکر لوگونکو اُنکے قتل پر آمادہ کیا اور حضرت عمر کو باوجود جاننے اس امر کے کہ اُنسے بڑھکر کوئی کافر اور منافق نہیں ہے اور اُنسے زیادہ کوئی دشمن خدا اور رسول نہین ہے کبھی اپنی آغوش سے جدا نہ کیا اور سواے تعریف کے کبھی انکی بُرائی کا کلمہ بھی زبان مبارک پر نہ لائے تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر اور کیا خوف ہوگا اور حضرت سے زیادہ تقیہ کون کرے گا ٭ مین اس مقام پر چند اشعار حملۂ حیدریہ کے لکھتا ہون جس سے معلوم ہو کہ پیغمبر خدا کفار کی برائیون کے ظاہر کرنے اور اُنکے معبودون اور بتونکی ہجو کرنے مین کچھ کسی کا خیال نکرتے تھے اور ہر چند کوئی سمجھاتا اُس سے باز نہ آتے تھے کما قیل اشعار

بفرمود اگر قوم از آسمان　　بیارند خورشید را ترجمان　　گذارند بر دست من ہدیہ وار
نہ بندم لب از امر پروردگار　　بجز طعن اصنام و وصف اله　　بجز لعن آباے گم کردہ راہ

٥١ حملۂ حیدری جلد اول صفحہ ۱۶ سطر ۱۰ مطبوعہ مطبع سلطانی سنہ ۱۲۶۷ ہجری ۱۲ منہ

زمن قوم حرف دگر نشنوند اگر نیک دانند اگر بد برند

اور پھر یہی مؤلف آیندہ پیغمبر صاحب کے اظہار دعوت مین لکھتا ہے اشعار

بدعوت شد آمادہ تر از نخست کمر بستہ در کار خود سخت چست نیاسود یکدم ز ارشاد خلق

نہ تنگ آمد از جور بیداد خلق بہ صبح و بشام و بروز و بشب نمودے بحق قوم خود را طلب

نہ از طعن اصنام بستے زبان نہ از لعن بر زمرۂ کافران نکردی ازان ناکسان احتراز

نمودے ادا آشکارا نماز چو در شان قومی شقاوت نشان در احوال آباے آن گمرہان

ز نزد خداے جہان آفرین بسوے نبی جبرئیل امین رسانیدے آیات قہر و عقاب

بخواندے برایشان نبی بیحجاب شدی خون ازین غم دل مشرکان فتادی ازان غصہ آتش بجان

تلافی نمودندے آن اشقیا بدست و زبان با شہ انبیا ولیکن بتائید یزدان پاک

نبی را ازیشان نہ بد ہیچ باک بدانسان کہ در کار خود بود بود خدائی جہان را چنان می ستود

اے حضرات شیعہ پیغمبر صاحب کے وعظ و ارشاد پر غور کرو اور تبلیغ دعوت پر خیال کرو اور سوچو کہ ابتدائے زمانہ نبوت مین جب نہ کوئی یار تھا نہ مددگار نہ فوج تھی نہ لشکر چھوٹی چھوٹی بات مین تو پیغمبر صاحب اپنی جان اور عزت کا خیال نکرین اور جس قوم اور جس شخص کی برائی اور کفر مین جبرئیل پیام خدا کا لا دین اسکو صاف صاف کہہ دین اور اخیر زمانے مین جب کہ ہزارون شخص مسلمان اور لاکھون آدمی مطیع موجود ہون اور سلاطین اور بادشاہان زمین بھی خائف اور ترسان ہون اسوقت پیغمبر خدا حضرت عمرؓ سے اسقدر ڈرین کہ باوجود انکے نفاق و کفر کے اسکا ذکر بھی کسی سے نفرمادین اور سواے حذیفہ کے وہ بھی گھر مین بیٹھکر کسی سے کچھ ارشاد نکرین بلکہ لوگون سے کہنا کیسا خود عمرؓ کو کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کرین اور ہمیشہ انسے صلاح و مشورہ لیتے رہین اور جنکے حق مین خدا نے وشاورہم فی الامر فرمایا ہوا نہین حضرت عمرؓ کو داخل کرین *اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ خدا کا حکم نہ تھا کہ یہ امر ظاہر کیا جاے تو ہم کہتے ہین کہ سلام ہے اس خدا کو جو عمرؓ سے ڈرتا تھا اور جو ایسی بڑی بات کو صرف ایک آدمی کے خوف سے ظاہر نہ کر سکتا تھا اور پیغمبر صاحب کو اسپر خاموش رہنے کے لیے تاکید فرماتا تھا اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ پیغمبر خدا نے یہ خیال کر کے کہ لوگ نہ مانینگے بلکہ انکے کفر و نفاق ظاہر کرنے سے سب لوگ پھر جاوینگے اسکا علانیہ ذکر نہین کیا تو اس بات کو ہم نہین مانتے اس لیے کہ پیغمبر صاحب کا کام تھا ہر ایک امر کا ظاہر کر دینا باقی ماننا نہ ماننا امت کے اختیار مین تھا اگر پیغمبر خدا حضرت عمرؓ کے کفر و نفاق کو ظاہر کر دیتے اور سب کو اسپر آگاہ فرما دیتے تو حضرت کی حجت تو ختم ہو جاتی اور اگر کوئی نہ مانتا تو اسکا قصور ثابت ہوتا یہ فضائل جو روز قتل حضرت عمرؓ کے پیغمبر خدا نے حذیفہ سے بیان کیے ایسے تھے کہ حضرت کو لازم تھا کہ تمام مسلمانون کو

لہ مدارج [illegible] جلد اول صفحہ ۲۶ مطبع [illegible] سلطانی [illegible] ۱۲ منہ

جمع کرتے اور خم غدیر کے خطبے کیطرح منبر پر چڑھکر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑکر اسکا خطبہ پڑھتے اور سب لوگون کو آگاہ کرتے کہ یہ عمر جو میرے پاس ہی کافر اور منافق ہی اور فرعون میرے اہل بیت کا ہی اسکو خوب پہچان رکھو یہ میرے اہل بیت پر ظلم کرے گا تازیانہ جور و ستم ہاتھ مین لیگا حق میرے بھائی علی کا غصب کریگا اسکے مرنے کے دن کی یہ فضیلتین خدا بیان کرتا ہے اگر حضرت ایسا کرتے تو حق رسالت ادا کرتے سبحان اللہ پیغمبر جناب ذرا ذراسی بات کو تو علانیہ بیان کردین اور ایک ادنی ادنی منافق کے واسطے خدا آیتین نازل کرکے انکو مشتہر اور بدنام کرے اور حضرت عمرؓ سے منافق کے لیے ونعوذ باللہ منہ نہ خدا کوئی آیت نازل کرے نہ پیغمبر صاحب کچھ زبان سے فرماوین افسوس ایسی سمجھ پر اور تف ایسے عقیدے پر کہ جسکے نہ اصول درست ہین نہ فروع ؛ **شعر**

شرم بادت از خدا و از رسول
شئے فروعت محکم آمد نے اصول

امر سوم اصحاب کے تابعین کی فضیلتین اور انکی نشانیان ،

اس دعا مین جسطرح پر امام زین العابدین علیہ السلام نے پیغمبر خدا کے اصحاب پر درود بھیجا ہے اسی طرح پر انکے تابعین کے حقمین رحمت کی طلب کی ہو چنانچہ یہ الفاظ امام صاحب کی دعا کے ہین (اللھم واوصل الی التابعین لہم باحسان الذین یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جزائک الذین یقصد واسمتہم وتحروا جہتہم ومضوا علی شاکلتہم لم یثنہم ریب فی بصیرتہم ولم یختلجہم شک فی قفو آثارہم والائتمام بہدایۃ منارہم مکانفین وموازرین لہم یدینون بدینہم ویہتدون بہدیہم یتفقون علیہم ولا یتہمونہم فیما ادوا الیہم) کہ خداوندا انکی تبعیت کرنے والونکو جزاء خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہین کہ پروردگار مغفرت کر ہماری اور ہمارے اُن بھائیون کی جو ہم مین سے ایمان مین سبقت لے گئے ہین کیسے تابعین جو اصحاب کی چال پر چلتے ہین اور اُنکے آثار کی پیروی کرتے ہین اور انکی ہدایت کی نشانیونکی اقتدا کرتے ہین جنکو کوئی شک انکی خوبی مین نہین ہوتا اور کیسے تابعین جو اپنا دین ویسا ہی رکھتے ہین جیسا کہ اصحاب کا تھا اور انسے اتفاق رکھتے ہین اور اصحاب پر کچھ تہمت نہین کرتے ۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہی کہ بعد اصحاب کرام کے رتبہ تابعین کا ہے اور وہی سب امت سے افضل ہین اور انکی نشانیان وہی ہین جو کہ امام علیہ السلام نے بیان کردین پس اب اسمین تو کچھ شبہہ باقی نہین رہا کہ امت محمدی مین وہی گروہ سب سے افضل ہے جو کہ اصحاب کی تبعیت کرے اور وہی فرقہ اصل راہ پر ایمان کے ہے جو قدم بقدم صحابہ کے چلے اب یہ امر باقی رہگیا کہ وہ فرقہ جو اصحاب کی چال پر چلتا ہے کونسا ہے وہ ہے جسکا نام اہل سنت ہی یا وہ جسکا نام شیعہ ہی اور یہ امر دونون کے عقائد پر نظر کرنے سے طے ہو سکتا ہی پس سنیون کے عقیدے وہی ہین جو کہ امام نے اپنی دعا مین بیان فرمائے کہ وہ اصحاب کے تابع ہین اور اصحاب کے حق مین دعاء خیر کرتے ہیں اور انکو ایمان مین سابق اور مقدم جانکر انکے لیے

رحمت طلب کرتے ہیں اُنکے آثار کی پیروی کرتے ہین اُنکو اچھا جانتے ہین اور شیعون کے عقیدے بالکل خلاف اسکے ہین وہ اصحاب کو بُرا جانتے ہین انکو بُرا کہتے ہین انپر تبرا کرتے ہین اُنکو منافق اور کافر جانتے ہین اُنکی پیروی کو کفر سمجھتے ہین انکی خوبیون مین شک و شبہہ کہتے ہین اور اُنپر ہر طرح کی تہمتین لگاتے ہیں غرضکہ جو شخص عقل و ایمان رکھتا ہو اُسکو لازم ہی کہ وہ اول امام کی دعا کے الفاظ پر غور کرے بعدہ سنیون اور شیعون کے عقیدون پر غور کرے تب انصاف کرے کہ امام کے قول کے مطابق سنی حق پر ہین یا شیعہ +

تیسری شہادت

شیعونکی معتبر ترین تفسیر مین جسکو وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کیطرف منسوب کرتے ہین لکھا ہے (ان اللہ اوحی الی آدم ان اللہ لیفیض علی کل واحد من محبی محمد و آل محمد و اصحاب محمد مالو قسمت علی کل عدد ما خلق اللہ من طول الدہر الی آخرہ وکانوا کفارا لاداہم الی عاقبۃ محمودۃ و ایمان باللہ حتی لیستحقوا بہ الجنۃ وان رجلا من یبغض آل محمد وصحابہ او واحدا منہم لعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل خلق اللہ لاہلکہم اجمعین) ترجمہ خدائے عزوجل نے وحی کی آدم پر کہ خدا اُن لوگون پر جو محبت رکھتے ہین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور اُنکی آل سے اور اُنکے اصحاب سے ایسی رحمت نازل کریگا کہ اگر وہ تقسیم کیجاوے اوپر تمام مخلوقات کے اول سے آخر تک تو وہ کافی ہو اور اگر سب کفار ہون تو اُنکی عاقبت بھی اچھی ہو جاوے اور وہ مومن ہو جاوین اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمد کے اور اصحاب محمدؐ کے یا ایک سے بھی اُنمین سے تو خدا اُسپر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوقات پر تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاوین +

چوتھی شہادت

اُسی تفسیر مین لکھا ہے (لما بعث اللہ موسی بن عمران واصطفاہ نجیا وفلق لہ البحر ونجی بنی اسرائیل واعطاہ التوراۃ والالواح رای مکانہ من ربہ عزوجل فقال یا رب لقد اکرمتنی بکرامۃ لم تکرم بہا احدا من قبلی فہل فی انبیائک عندک من ہو اکرم منی فقال اللہ تعالی یا موسی اما علمت ان محمدا افضل عندی من جمیع خلقی فقال موسی فہل فی آل الانبیاء اکرم من آلی فقال عزوجل یا موسی اما علمت ان فضل آل محمد علی آل جمیع النبیین کفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال یا رب ان کان فضل آل محمد عندک کذلک فہل فی صحابۃ الانبیاء عندک اکرم من صحابی فقال یا موسی اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع النبیین فقال موسی ان کان فضل محمد و آل محمد وصحاب محمد کما وصفت فہل فی امم الانبیاء افضل عندک من امتی ظللت علیہم الغمام و انزلت علیہم المن والسلوی وفلقت لہم البحر فقال اللہ یا موسی ان فضل امۃ محمد علی امم جمیع الانبیاء کفضلہ علی خلقی) ترجمہ جب کہ خداوند تعالی نے حضرت موسی ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور اُنکو برگزیدہ کیا اور اُنکے سبب سے دریا کو پھاڑ دیا

اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور توریت اور لوح انکو عطا کی تب حضرت موسیٰ نے اپنا رتبہ دیکھکر خدائے عزوجل
سے عرض کی کہ یا آلٰہی تو نے مجھکو ایسی بزرگی دی ہی کہ کسی اور نبی کو پہلے نہین دی تیرے یہان مجھ سے زیادہ
اور کسی کی بھی بزرگی ہی خداوند تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے موسیٰ تمکین معلوم نہین کہ محمد میرے نزدیک تمام
مخلوقات سے افضل ہین تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ کسی نبی کی آل میری آل سے بزرگتر ہے جواب ہوا
کہ تم نہیں جانتے کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیا کی آل پر ایسی ہی جیسے کہ انکو فضیلت سب پیغمبروں پر ہی تب
حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ آلٰہی میرے صحاب سے زیادہ تیرے نزدیک اور کسی نبی کے صحاب کا رتبہ ہی جواب ہوا
کہ اے موسیٰ تم نہین جانتے کہ فضیلت صحاب محمد کی تمام انبیا کے اصحاب پر اُس طرح ہے جسطرح کہ فضیلت آل محمد
کی سب انبیا کی آل پر ہی تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمد اور آل محمد اور اصحاب محمد کی ایسی ہی
جیسی کہ تو نے ارشاد فرمائی پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہی جن پر تو نے بادلون کا سایہ
کیا جن پر من و سلویٰ نازل کیا جنکے لیے دریا کو پل کردیا خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ فضیلت امت محمد کی سب
انبیا کی امت پر اتنی ہے جتنی کہ مجھکو میری خلقت پر فضیلت ہی ؛؛ اِن دونون روایتون سے دو باتین ثابت ہوئین
اول یہ کہ جو شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے دشمنی رکھے وہ مستوجب عذاب کا ہے اور عذاب
بھی ایسا کہ جس سے تمام دنیا ہلاک ہو جاوے اور جو دوستی رکھے وہ مستحق ثواب کا ہی اور ثواب بھی کیسا کہ جس سے
کفار کی عاقبت بنجاوے ؛؛ دوسری یہ کہ اصحاب نبی کی فضیلت اور نبیون کے اصحاب پر ایسی ہی جیسی کہ فضیلت
پیغمبر صاحب کے آل کی اور پیغمبرون کی آل پر اور ان دونون باتون کے ثابت ہونے سے مذہب شیعون کا باطل
ہو گیا اس لئے کہ مدار اُنکے مذہب کا صحابہ کی دشمنی اور اُنکے بُرا جاننے پر ہے جو شخص اصحاب سے دشمنی رکھے
وہی پکا مومن ہی اور جو اُنکو سب سے بُرا جانے وہی سچا شیعہ ہے پس ان دونون روایتون سے جسکے راوی
امام حسن عسکری علیہ السلام ہین اور جو شیعون کے اقرار سے صحیح اور مستند روایت ہی حضرات شیعہ کو سوائے
دو امرون کے تیسرا چارہ باقی نہین رہا کہ اصحاب کو بہتر جانیں اور انکی فضیلت کے قائل ہوں اور اُنسے
محبت رکھین تاکہ وہ مستحق ثواب کے ہون یا کہ اُنکو بُرا جانین اور اُنسے دشمنی رکھیں تاکہ مستوجب عذاب
کے ہون لیکن حضرات شیعہ جب تک کہ اپنا مذہب ترک نہ کرینگے اور سنیون کے شریک نہو جاوینگے
تب تک وہ فضیلت صحابہ کے قائل نہونگے کوئی شخص باوجود اقرار فضیلت صحابہ کے شیعہ
رہ نہیں سکتا تمام علماے شیعہ عبداللہ بن سبا کے وقت سے لیکر جناب قبلہ و کعبہ کے عصر تک
اسی فکر مین مر گئے کہ اصحاب کے معائب تلاش کرین اور انکی برائیان ثابت کرین اور اُنکے فضائل
سے انکار کرین اگر کسی کو انکار ہو تو وہ ذرا تکلیف گوارا کرے اور شیعون کی کتابون کو اُٹھا کر دیکھے

کوئی ورق نہوگا جسمین اصحاب کی برائیان نہون کوئی صفحہ نہ ملیگا جسمین اُنپر تبرا نہو جناب مجتہد صاحب
قبلہ صوارم مین ارشاد فرماتے ہین کہ (اما احادیث فضائل صحابہ از طریق امامیہ با وجود کثرت احادیث
مختلفہ در ہر امر جزئے از جزئیات اصلیہ و فرعیہ اگر تمام کتب احادیث امامیہ ورقا ورقا بہ نیت تفحص بمطالعہ
در آرند مظنون آنست کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سروپا درست نداشتہ باشد دست بہم ندہد اما احادیث
مثالب معائب آنہا پس بلا اغراق اینست کہ متجاوز از ہزار حدیث باشد) اے اہل انصاف ذرا آنکھ
کھولو اور نیند سے چونکو اور حضرات شیعہ کے حال کو دیکھو کہ خود ہی اپنے امامون کیطرف سے روایت کرتے
ہین کہ پیغمبر صاحب کے اصحاب کا رتبہ سب سے بڑھکر ہے اور کسی اور نبی کے یار اُنکے درجے کو نہیں پہونچتے
اور جو اُنسے محبت رکھے وہ ناجی اور جو دشمنی رکھے وہ ناری ہے اور پھر خود ہی یہ فرمادین کہ کوئی آیت
کوئی حدیث کوئی روایت اُنکے فضیلت مین نہین ہے اور جو ہے وہ بے سروپا ہے بلکہ ہزار ہا احادیث
اُنکی برائیون مین ہین اگر ہم ہزار برس تک سوچین اور اس مشکل عقدے کو حل کرنا چاہین مگر نہ ہماری سمجھ
اس مسئلے تک پہونچ سکتی ہے نہ ہمسے یہ گرہ کھل سکتی ہے اگر حقیقت میں ہمارے پیغمبر کے صحاب
ایسے افضل ہیں کہ کسی پیغمبر کے اصحاب اُنکے درجے تک نہیں پہونچتے اور اُنکی دشمنی باعث عذاب اور
اُنکی دوستی ذریعۂ ثواب ہے تو چاہیے کہ قول سنیونکا درست ہو اور ایسے بزرگون کی تعریف مین اگر
ہزارون احادیث اور لاکھون روایتین منقول ہون تو بھی تھوڑی ہیں اور اگر قول شیعونکا صحیح ہے
تو چاہیے کہ ایسے شخصونکی دشمنی باعث نجات اور دوستی موجب ہلاکت ہووے لیکن درحقیقت یہ
قول مجتہد صاحب کا محض غلط اور بالکل باطل ہے اس لیے کہ خود شیعونکی کتابونسے ہزار ہا احادیث اور اقوال
فضائل میں صحابہ کے ہم نکال سکتے ہیں چنانچہ اسی رسالے مین ہم اپنے اس قول کو ثابت کرین گے اور
صدہا روایتین فضیلت صحابہ کی کتب شیعہ سے نکالکر مجتہد صاحب کے مقلدین کی خدمت میں پیش
کرکے قبلہ و کعبہ کے قول کی تکذیب کرینگے اگر کوئی شیعہ تعجب کرے کہ کیونکر ہمارے علمانے صحاب
کی فضیلت بیان کی ہے اور کسطرح اُنکی تعریف کی روایتون کی تصدیق فرمائی ہے تو اُسکے واسطے
ہم ایک قاعدہ مسلمہ مجتہد صاحب کو بیان کرتے ہیں کہ وہ صوارم میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ کسی اہل مذہب
سے جو کسی کے فضائل کا اعتقاد رکھے اُسکے معائب کے روایات کی توقع رکھنا یا جس کسی کے وہ
معائب کا معتقد ہو اُسکے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بیجا ہے لیکن خدانے اپنی حجت تمام کرنے کے واسطے
سنیونکو مجبور کردیا کہ اُنھون نے اصحاب کی برائیونکو خود ہی روایت کیا چنانچہ الفاظ اُسکے یہ ہین (ہر چند از اہل مذہبیکہ
روایات مطاعن شخصی کند توقع روایت فضائل آنشخص داشتن بیجاست و ہمچنین بالعکس لیکن جناب حق سبحا

صوارم مطبوعہ
کلکتہ ورق ۱۱
سطر ۱۰
۱۲

تعالی اتماماللحجۃ قلوب مخالفین جناب امیرالمومنین علیہ السلام چنان مسخر گردانیدہ کہ باوجود انیکہ بنا بر پیش آمد و
تقرب سلاطین بنی عدی و تیم و بنی امیہ اخبار فضائل آنہارا بسیار وضع نمودہ اند چون دروغگو را حافظہ نمی
باشد ہمان مخالفین از غایت ناقباحت فہمی باعجاز جناب امیرالمومنین باز مثالب اصحاب ثلثہ و اتباع ایشان
راہم مذکور ساختہ اند و علما و محدثین ایشان چنین احادیث و اخبار را در کتب و مصنفات خود مندرج فرمودہ اند)
ہم اسی قاعدے کو تسلیم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے لیے شیعون کو مجبور کر دیا کہ انھون
نے صحابہ کی بزرگیان اور فضیلتین اپنی کتابون میں ائمہ کرام کی زبان سے روایت کیں (ہر چند از اہل مذہبیکہ
روایات مطاعن شخصی کنند توقع روایات فضائل آنشخص داشتن بیجا ست و ہم چنین بالعکس لیکن جناب
حق سبحانہ تعالی اتماماللحجۃ قلوب مخالفین صحابہ کبار چنان مسخر گردانیدہ کہ باوجود انیکہ بضرورت ترویج عقائد
عبداللہ بن سبا و شیعیانش اخبار مثالب صحابہ بسیار وضع نمودہ اند چون دروغگو را حافظہ نمی باشد ہمان مخالفین
از غایت نافہمی باعجاز جناب امیرالمومنین باز فضائل اصحاب ثلثہ و اتباع ایشان راہم مذکور ساختہ اند و
علماے محدثین ایشان چنین احادیث و اخبار را در کتب و مصنفات خود مندرج فرمودہ اند)

پانچوین شہادت

شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار مین امام موسی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے (عن الحسن
ابن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان
عثمان منی بمنزلۃ الفواد) ترجمہ امام حسن علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میرے سمع کے ہے اور عمر بمنزلہ بصر کے اور عثمان بمنزلہ دل کے اور جب کہ حضرات
خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کا امام حسن کے قول سے بمنزلہ پیغمبر خدا کے سمع و بصر اور دل کے
ہونا ثابت ہوا تو پھر انسے محبت نہ رکھنا درحقیقت پیغمبر خدا سے محبت نہ رکھنا ہے اور انسے عداوت
رکھنا در اصل پیغمبر خدا سے دشمنی رکھنا ہے۔ سننے والون کو تعجب ہوگا کہ امام حسن کی روایت سے علماے
شیعہ نے کیونکر ایسی حدیث کو اپنی کتابون مین ذکر کیا اور انتظار ہوگا کہ اگر اسکو نقل کیا ہے اور اسکی
صحت کو تسلیم کر لیا ہے تو اسکا کیا جواب دیا ہے اسلیے ہم اُس جواب کو بیان کرتے ہین وہ جواب یہ ہے کہ اس حدیث
کے اُن الفاظ کے بعد جنکو اوپر ہمنے نقل کیا یہ الفاظ اور بڑھائے ہین اور انھین کو جواب اس حدیث کا تصور
کیا ہے (فلما کان من الغد الخ) ترجمہ امام حسنؑ فرماتے ہین کہ جب دوسرا دن ہوا تب مین حضرت کی خدمت مین
حاضر ہوا اسوقت امیرالمومنین علی علیہ السلام اور ابوبکر اور عمر اور عثمان موجود تھے مین نے حضرت سے عرض
کی کہ اے پدر بزرگوار مینے کل آپ کی زبان سے سنا جو کچھ آپنے ان اصحاب کی نسبت فرمایا وہ کیا ہے

حضرت نے فرمایا کہ ہان بیٹے کہا ہے بعد اسکے حضرت نے انکی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہی سمع اور بصر اور دل
ہین اور اس وصی یعنی علی کی محبت سے سوال کیئے جائینگے اور یہ کہکر آیت پڑھی کہ خدائے عز و جل فرماتا ہے
کہ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا بعدہ فرمایا کہ قسم ہے مجھکو اپنے پروردگار کے عزت
کی کہ تمام امت میری قیامت کے دن کھڑی کیجاوے گی اور اُنسے سوال علی کی محبت سے ہوگا اور یہی مطلب ہے
خدا کے اِس قول کا کہ وَقِفُوْہُمْ اِنَّہُمْ مَسْئُوْلُوْنَ کہ کھڑا کرو انکو ابھی اِنسے پوچھنا ہے۔ اِس حدیث کے
اِن الفاظ زائد کو ہم چند دلیلون سے صحیح نہین جانتے اور اُسکو دوسرے دنکا جمایا ہوا فقرہ سمجھتے ہین۔
(پہلی دلیل) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول روز جب امام حسن نے حضرت سے سنا کہ ابوبکر بمنزلہ سمع
کے اور عمر بمنزلہ بصر کے اور عثمان بمنزلہ دل کے ہین تو اُس روز کچھ استفسار نہ کیا دوسرے دن پوچھنے کا
کیا سبب ہے اگر امام حسن کو پوچھنا ہوتا تو اُسی وقت پوچھتے اگر یہ خیال کیا جاے کہ پہلے دن بسبب موجود
ہونے خلفائے موصوفین کے اُنکے خوف سے نہ پوچھا تو دوسرے دن بھی اسی حدیث سے انکا موجود ہونا
ثابت ہوتا ہے اگر انکا خوف تھا تو گھر مین پوچھتے کہ یا حضرت آج آپنے اُنکے سامنے ایسا ایسا فرمایا اسکی
حقیقت کیا ہے نہ کہ بھری مجلس مین انھین کے سامنے استفسار کرتے اس سے صاف ظاہر ہو کہ یہ فقرہ دوسرے
دن کا جمایا ہوا ہے * (دوسری دلیل) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اول روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
صرف تنبیہ اور تمثیل پر قناعت فرمائی اور حضرات خلفاء ثلثہ کو بمنزلہ سمع اور بصر اور فواد کے کہکر سکوت کیا تو یہ
فرمانا یا دل سے تھا یا براہ تقیہ یا بطور استہزا اگر دل سے تھا جیسا کہ ہم سمجھتے ہین فنعم الوفاق جھگڑا طے ہوا اگر براہ
تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہوا حالانکہ خود حضرات شیعہ اُسکے قائل نہین دوسرے
اگر پہلے دن حضرت نے براہ تقیہ فرمایا تھا تو دوسرے دن بھی وہی سبب تقیہ کا یعنی حاضر ہونا اُن خلفا کا جنکے
خوف سے یا جنکے خوش کرنے کو حضرت نے ایسا کچھ فرمایا موجود تھا اگر بطور استہزا تھا تو پیغمبر صاحب کی نسبت
مسخرگی اور ٹھٹھے بازی کا اطلاق کرنا ہے اور یہ سواے شیعون کے دوسرے سے نہیں ہو سکتا وہ جو چاہین
پیغمبر صاحب پر تہمت کرین (تیسری دلیل) پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام جو کچھ فرماتے تھے اور کہتے
تھے وہ صاف صاف کچھ لگی لپٹی نہ رکھتے تھے اور کسی کو دھوکا نہ دیتے تھے اور کسی کو شبہے میں نہ ڈالتے تھے
پس اگر دوسرے دن کے جمائے ہوے فقرے کو ہم صحیح مانین تو گویا پیغمبر صاحب پر تہمت کرین اس لیے کہ اگر
دوسرے دن امام حسن استفسار نکرتے اور پیغمبر صاحب اصل مطلب نہ بتاتے تو لوگ شبہے میں رہتے اور حضرت کے
کلام کو صدق اور صفائی پر قیاس کر کے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذی النورین رضی اللہ
تعالی عنہم کو بمنزلہ سمع اور بصر اور دل کے سمجھتے جیسا کہ اُن لفظون سے جو حضرت نے فرمائین معلوم ہوتا ہے

پس کیا کوئی ایمان رکھنے والا پیغمبر صاحب پر ایسی تہمت کر سکتا ہے اور جسکا کام صاف بیان کر دینے اور لگی لپٹی نہ رکھنے کا ہو اُسکی باتون کی ایسی تاویل کر سکتا ہے نعوذ باللہ من ذلک * حقیقت یہ ہے کہ حضرات شیعہ نے دین کو مسخرہ اور ٹھٹھے مین ڈال دیا ہے اور پیغمبر خدا کی احادیث اور کلام اللہ کی آیات کو تحریف اور تغیر کر کے بدل دیا ہے نہ خدا کے کلام کو کلام مبین جانتے ہین نہ پیغمبر صاحب کی حدیث کو صاف سمجھتے ہین سب مین شک اور شبہہ کرتے ہین اور سب کو ذوجہتین اور ذومعنیین جانتے ہین چونکہ بناء مذہب تشیع نفاق اور جھوٹھ پر ہے اس لیئے سبکو اپنا ہی سا جانکر ایسی تاویلات کرتے ہین ورنہ کون شخص ہو کہ پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا کہیگا کہ وہ ایک روز کچھ کہتے تھے دوسرے دن اُسکی کچھ تاویل کرتے تھے فرض کرو کہ اگر کسی شخص نے پہلے ہی دنکی باتین سنی ہون اور اُسنے پیغمبر صاحب کو ہادی اور نبی سمجھکر اُنکے کلام کو حق جانا ہو حالانکہ بقول شیعون کے وہ حق نہ تھا اور اُسکا مطلب دوسرا ہی تھا جسکو دوسرے دن حضرت نے امام حسن کے پوچھنے پر بتلایا اور وہ شخص دوسرے دن حضور مین حضرت کے حاضر نہوا ہو اور اُسنے پیغمبر خدا کی زبان سے اُس مجمل فقرے کی شرح نہ سنی ہو تو اُسکے دل میں جو یقین اُس کلام کی صحت پر ہوگیا ہو اور جسکے سبب سے وہ گمراہ ہوا ہو اُسکا الزام کس پر ہوگا اُسی سننے والے بیچارے پر یا معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت پر * (چوتھی دلیل) معلوم نہیں کہ امام حسن کو دوسرے دن استفسار کی کیا ضرورت تھی شاید حضرات شیعہ یہ فرماوین کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب جنکی نسبت حضرت نے ایسی تمثیل و تشبیہ دی ہے منافق اور کافر تھے و نعوذ باللہ منہ اور اُنھین کی نسبت حضرت نے ایسا کچھ فرمایا تو اُنکو تعجب ہوا اس لیئے اُسکے رفع کرنے کے لیئے یہ پوچھا مگر یہ بات لائق تسلیم کرنے کے نہین ہے اس لیئے کہ پیغمبر خدا نے اکثر اُن اصحاب کی تعریف کی ہے اور اُنکی ثنا اور صفت بیان فرمائی ہے کہ جسکو خود امامیہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور جسکو جابجا ہمنے نقل کیا اور نقل کرینگے انشاء اللہ تعالی تو پھر آنکی تعریف پر امام حسن کو تعجب ہونیکا کوئی موقع نہ تھا ہان اگر کبھی حضرت نے انکی تعریف نہ کی ہوتی اور کبھی اُنکو امام حسن نے پیغمبر صاحب کی صحبت مین دیکھا ہوتا اور پھر اُنکی نسبت ایسا سنتے تو تعجب کرنیکا محل تھا اگر کوئی صاحب یہ فرماوین کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ صحابہ منافق ہین اور اُنکے سامنے کبھی پیغمبر خدا نے انکی تعریف نہیں کی تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن کو ایسا شبہہ نہ تھا اور وہ اُن اصحاب کو حضرت کے یار دمین سے جانتے تھے چنانچہ الفاظ حدیث کے یہ ہین (یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک) کہ اپنے یارون اور اصحاب کی نسبت آپ سے مینے ایسا کچھ سنا تو اگر امام حسن اُنکو اصحاب پیغمبر کا نہ جانتے تو اصحابک نفرماتے و رجب اُنکو صحاب مین جانتے تھے تو پھر کوئی تعجب کرنے کا مقام نہ تھا اس لیئے کہ قطع نظر حضرات خلفاء ثلثہ کے اور اصحاب

کی نسبت بھی بہت کچھ ثنا و صفت حضرت نے کی ہے کہ اسکا خود حضرات شیعہ کو اقرار ہے اور اُنکی کتابین
اس سے بھری ہوئی ہین اور بالفرض اگر امام حسن کو شبہہ تھا تو وہ گھر مین اسکو رفع کرتے اور تنہائی اور خلوت مین
پوچھتے پھر انھیں اصحاب کے سامنے پوچھنا اور پیغمبر صاحب کی مجمل بات کو صاف کرانا اور گول گول نہ رہنے دینا موافق
اصول شیعون کے شان امامت کے خلاف تھا (پانچوین دلیل) قطع نظر اوصاف اور تعریف کے جو پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام
نے اُن اصحاب کی اکثر کی ہیں اپنے سمع و بصر سے بھی تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ فقط اس حدیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ اور روایتون
سے بھی اسکا ثبوت ہوتا ہے چنانچہ خود علمار شیعہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ پیغمبر خدا نے ہجرت
کی شب مین ابوبکر صدیق سے کہا (جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن) کہ
خدا تجھکو بمنزلہ میرے سمع اور بصر کے اور بجاے سر کے جسم میں اور بمنزلہ روح کے بدن مین گردانیگا پس جب کہ
ایکمرتبہ فقط ابوبکر صدیق کی نسبت سمع اور بصر اور سر اور روح کے سب لفاظ پیغمبر صاحب نے فرمادیئے ہوں تو پھر کیا
تعجب ہے کہ دوسری مرتبہ انکی نسبت صرف لفظ سمع کا فرمایا ہو اور اُنکے ساتھ ہی حضرت عمر اور عثمان کی
بھی تشبیہ بصر اور فواد سے کی ہو (چھٹی دلیل) علمار شیعہ نے ایسی تاویلات سے جیسی کہ اس حدیث مین کی ہین
اکثر احادیث اور اقوال کو مضحکہ اطفال بنا دیا ہے اور تحریف لفظی و معنوی مین محرفین اہل کتاب کو بھی مات
کر دیا ہے چنانچہ بطور نظیر کے اس مقام پر مین ایک روایت لکھتا ہون دہو ہذہ +
میر نصاحب قبلہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم میں لکھتے ہین کہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے

[illegible]

پس حضرت صادق علیہ السلام فرمود که [illegible]

[illegible]

کہ اکیمرتبہ ایک مخالف سرکش امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں آیا اور ایک شیعہ سے پوچھنے لگا کہ تو
عشرۂ مبشرہ کے یعنی دسون اصحاب کے حق میں کیا کہتا ہی شیعہ نے جواب دیا کہ میں اُنکے حق میں وہ کلمۂ خیر کہتا ہون
کہ جسکے سبب سے خداوند عالم میرے گناہ بخشتا ہے اور میرے درجات بلند کرتا ہی پس اُس ناصبی نے کہا کہ خدا کا
شکر ہی کہ مجھے تیری دشمنی سے نجات دی مجھے یہ گمان تھا کہ تو رافضی ہی اور صحابہ کبار سے دشمنی رکھتا ہی
تب اُس مرد مومن نے دوسری بار کہا کہ خبردار ہو کہ جو شخص صحابہ میں سے ایک کو دشمن رکھے اُسپر خدا کی لعنت ہو ناصبی
نے کہا شاید تو نے کچھ تاویل کی اس لیئے بتلا کہ جو شخص عشرۂ مبشرہ کو دشمن رکھے اُسکے حق میں تو کیا کہتا ہے تب مرد
مومن نے کہا کہ جو شخص عشرۂ مبشرہ یعنی دسون کو دشمن رکھے اُسپر خدا کی اور فرشتونکی اور تمام خلق کی لعنت ہو پس
وہ ناصبی اُٹھا اور اُسنے اس مومن کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے معاف کر مین تجھکو رافضی جانتا تھا اس مرد مومن
نے کہا کہ مین تجھسے مواخذہ نہیں کرتا تو میرا بھائی ہی یہ سنکر وہ ناصبی چلا گیا جب وہ باہر گیا تب امام جعفر صادق علیہ السلام
نے اُس مرد مومن سے کہا کہ تو نے نہایت محکم کلام کیا خدا تجھکو جزاء خیر دے فرشتے تیرے حسن توریہ سے خوش ہوے
کہ تو نے اپنے دین کو بھی خلل سے بچایا اور اپنے آپ کو اُسکے ہاتھ سے چھڑایا خدا ہمارے مخالفونکی نابینائی کو اور
زیادہ بڑھاوے اور انکی نافہمی پر نافہمی زیادہ کرے کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے جب یہ امام نے فرمایا تو جو لوگ ایسی
باتوں کو نہیں سمجھتے تھے اُنھون نے عرض کی کہ یا حضرت اس مرد مومن نے کیا کہا جیسا وہ ناصبی کہتا تھا
ویسا ہی یہ بھی اُسکی ہان میں ہان ملاتا جاتا تھا تب امام نے فرمایا کہ تم نہیں سمجھتے میں اسکا مطلب سمجھتا ہون مراد
اس مرد مومن کے اس کہنے سے کہ جو شخص ایک کو دشمن رکھے اصحاب میں سے اُسپر خدا کی لعنت ہو حضرت علی
ہین اور مطلب اس کہنے سے کہ جو شخص دشمن رکھے دسون کو اُسپر خدا کی لعنت ہو یہ ہی کہ حضرت علی بھی اُنہین داخل
ہین پس جو شخص دسون کو دشمن رکھیگا وہ لامحالہ حضرت علی کو بھی دشمن رکھیگا اس لیئے اُسپر لعنت خدا کی اس
روایت کو دیکھکر گو حضرات شیعہ فخر کرتے ہون اور اپنے بزرگونکی حیلہ سازیون پر ناز فرماتے ہون لیکن جو کوئی عاقل سنیگا
وہ تعجب ہی کریگا اور ایسے دین و مذہب پر کہ جسکی بنا اسی حیلہ سازی اور مکاری اور دغابازی پر ہے ہزار دل سے
نفرت کریگا نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن اماموں کا کام ہدایت خلق اللہ ہو اور جنکی امامت مثل نبوت کے
اصول دین میں داخل ہو اور جنکے اقوال اور افعال اور حرکات و سکنات پر مدار مذہب کا ہو جب وہ ہی ایسے ہون کہ
کبھی صاف بات نہ کہیں اور دھوکا دہی اور حیلہ سازی کو موجب رضاء الٰہی کا فرمادین تو پھر اُنکی امت کے
لوگ کیسے ہونگے اور وہ نفاق اور دغابازی کو کیون اپنا شعار نہ گردانینگے * ہم اس سے بھی زیادہ دل
خوش کن ایک اور روایت بیان کرتے ہیں اور حضرات شیعہ کی دقیقہ فہمی اور نکتہ سنجی کو ظاہر کرتے
ہیں اور صاف سیدھی لفظون سے جو عجیب معنی وہ مراد لیتے ہیں اُسکا نمونہ دکھلاتے ہیں *

چھٹی شہادت

امام جعفر صادق علیہ السّلام نے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرمایا ہے (کہ ہما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ) کہ دونون امام ہین عادل اور انصاف کرنیوالے دونون حق پر تھے اور مرے حق پر اُن دونون پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن + اِس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوے اوّل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا امام اور خلیفۂ برحق ہونا اس لیے کہ اگر اُنکی خلافت حق نہوتی اور وہ غاصب تھے تو امام جعفر صادق کیونکر انکو امام کہتے دوم اُنکا عادل ور منصف ہونا اور اس سے تمام مطاعن جو شیعون نے اُنکی نسبت بیان کیے ہین باطل ہوئے اس لیے کہ اگر اُنکے عدل اور انصاف میں کچھ بھی فرق ہوتا تو امام ہرگز انکو عادل ور منصف نفرماتے سوم انکا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک قائم رہنا چہارم قیامت کے دن مستحق رحمت آلہی ہونا اور کوئی شخص جو ایمان اور پرہیز گاری مین کامل نہو مستحق رحمت الٰہی نہین ہو سکتا اہل انصاف فرا انصاف کو دخل وین اور غور کرین کہ اس سے زیادہ اور فضیلت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا ہوگی جو زبان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ثابت ہوئی اور جس سے امامت اور خلافت اور معدلت اور استحقاق رحمت آلہی اُنکی نسبت بخوبی ظاہر ہوا حضرات شیعہ جب ہمارے محدثین کی بیان کی ہوئی کسی حدیث کو شان مین صحابۂ کبار کے سنتے ہیں تو اُسکو غلط اور موضوع اور جھوٹھ کہدیتے ہیں اور اُس سے انکار کرجاتے ہین لیکن اب ایسی روایتون کو کیا کرینگے جسکو انھین کے علما نے نقل کیا ہے اور جو انھین کی کتابون مین مذکور ہین بجز اسکے کہ اُنمین تحریف کرین اور کسی قصہ کہانی کو ملاکر اسکے معنی بدلین چنانچہ اس حدیث میں بھی ایسا ہی کیا ہے اور چند فقرے بڑھاکر اس حدیث کی تحریف کی ہے کہ اسکو ہم بیان کرتے ہیں + رسالۂ ادلۂ تقیہ در ثبوت تقیہ مین جو کہ مزین بدستخط حضرت سلطان العلما یعنی سید محمد صاحب مجتہد کے ۱۲۸۴ھ ہجری میں لودھیانہ مین چھپا ہی اس حدیث کی نسبت یہ لکھا ہوا ہے کہ (علماء اہل سنت نے نقل حدیث مین خیانت کی ہی اور اُن الفاظ کو منتخب کرلیا ہی کہ جو بنظر سرسری موہم مدح شیخین کے ہین حالانکہ باطنا وہ الفاظ بھی سراپا طعن و تشنیع سے مملو اور مشحون ہیں چنانچہ خود امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی حدیث مین اُن الفاظ کے معنی بہ تفصیل و توضیح ارشاد فرماتے ہین) اور بعد ایک تقریر پیچ لچر کے اُس رسالے میں اصل خیانت کے الفاظ اس طرح پر منقول ہین (واضح ہو کہ اصل حدیث یہ ہے کہ بعض مخالفین نے حضرت سے دربارۂ شیخین سوال کیا حضرت نے جواب مین از راہ توریہ یہ ارشاد فرمایا کہ ہما امامان الخ فلما انصرف الناس قال لہ رجل من خاصتہ یا ابن رسول اللہ لقد تعجبت مما قلت فی حق ابی بکر و عمر فقال نعم ہما امام اہل النار کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا منہم ائمۃ یدعون

الی النار واما العادلان فلعدولہم عن الحق کقولہ تعالی والذین کفروا بربہم یعدلون واما القاسطان فقد قال اللہ تعالی واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیہ ہو امیر المؤمنین حیث اذیا وغصبا حقہ والمراد من عمہما علی الحق انہما ماتا علی عداوتہ من غیر ندامۃ عن ذلک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانہ کان رحمۃ للعالمین وسیکون خصمًا لہما ساخطًا علیہما منتقمًا عنہما یوم الدین انتہی خلاصہ ان کلمات کا یہ ہے کہ جب مجلس مخالفین سے خالی ہوئی تو ایک شخص نے خواص اصحاب سے امام معصوم کی خدمت میں عرض کی کہ مین ان کلمات سے جو آپنے حق شیخین مین ارشاد فرمائے بہت متعجب ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مینے ان دونون کو امام اس سبب سے کہا کہ وہ امام اہل نار تھے چنانچہ حق تعالی قرآن مین کافرونکو امام اہل نار فرماتا ہے وجعلنا منہم الآیۃ یعنی کافرونکو ہمنے امام اہل نار گردانا ہے اور عادل اس وجہ سے کہا کہ اُن دونون نے عدول کیا تھا۔ حق سے جیسا کہ خداوند عالم کافرونکو انھین معنون سے عادل فرماتا ہے والذین کفروا بربہم یعدلون مترجم کہتا ہے کہ کتب احادیث اہل سنت مین وارد ہے کہ پیغمبر برحق نے نوشیروان کو عادل فرمایا حتی کہ سعدی شیرازی نے اسکو گلستان مین نظم کیا اور کہا ہے

شعر: درآوان عدلش بنازم چنان — کہ سید بدوران نوشیروان

پس جب کہ مدح عدل نوشیروان کافر کو مفید نہیں تو شیخین کو بھی مفید نہوگی اور یہ وجہ بھی اُنھیں سترہ وجہون سے ہے اور قاسط اس وجہ سے کہا کہ قاسط کے معنی ظالم کے ہین چنانچہ قرآن میں وارد ہے واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا یعنی ظالمین جہنم کی لکڑیان ہین پھر امام معصوم فرماتے ہین یہ جو مینے کہا کانا علی الحق تو اس سے مراد یہ کہ وہ دونون غالب تھے حق پر اور حق مغلوب تھا اور مراد اُس حق سے کہ جن پر غالب تھے امیر المؤمنین ہین کہ انکو اذیت دی اور اُنکے حق کو چھین لیا مترجم کہتا ہے کہ اس جملہ مین امام معصوم نے جار و مجرور کو متعلق گردانا ہے بلفظ مستولیین کہ وہ خبر خاص ہے اور محذوف ہے بقرینۂ مقام اور مذہب جمہور نحاۃ کا مانند سیبویہ وغیرہ کے یہ ہے کہ جب خبر خاص پر کوئی قرینہ دلالت کرے تو حذف اُسکا جائز ہے اور چونکہ امام جعفر صادق علیہ السّلام باتفاق جمہور اہل اسلام افصح الفصحی اور از جملہ عرب عربا ہین پس کلام اُن حضرت کا بجائے خود مستند ہوگا خواہ موافق نحاۃ کے ہو خواہ مخالف چہ جائے آنکہ بسبب پائے جانے قرینے کے کلام اُن حضرت کا مطابق جمہور نحاۃ کے بھی ہے پس اب جائے اعتراض بھی باقی نہ رہی اور وہ قرینہ یہ ہے کہ علی کے معنی کلام مین استعلا کے ہیں اور استعلا اُنکے محاورے میں معنی غلبہ اور استیلا بھی آیا ہے چنانچہ ملاحظۂ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کہتے ہین علوت الرجل ای غلبتہ پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہونگے کہ کانا غالبین علی الحق والحق مغلوبا عنہما اور یہ جو معصوم نے فرمایا ہے کہ مراد حق سے امام بحق جناب امیر ہین امر حق ہے اور کچھ بعید نہیں اس واسطے کہ لفظ حق کا اطلاق خدا اور رسول اور امام بلکہ موت اور قیامت اور قرآن اور کلمہ اور کلام پر ہوتا ہے کما لا یخفی پس اگر مراد حق سے مولائے برحق ہون

خلاف حق لازم نہین آتا اور مخفی نہ رہے کہ اس مقام مین دو وجہین اور بھی ہین کہ حمل کلام معصوم کا اُنپر صحیح ہے وجہ اول یہ ہے کہ علی بمعنی استعلاء ہو وے پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہونگے کہ وہ دونون کہ عین باطل تھے حق پر فوقیت لیگئے اور اُنھوں نے حق کو پست کر دیا جیسا کہ معصوم دعاے صنمی قریش مین ارشاد فرماتے ہین پس بنا بر طریقۂ جمع بین الحدیثین کے ارادہ اُس معنی کا کلام معصوم سے صحیح ہوگا اور یہ نوع استعلاء مستلزم استیلا بھی ہے پس اس وجہ سے بھی مقدر ہونا لفظ مستولیین کا صحیح ہوگا کما فعلہ المصوم، فتامل ÷ وجہ دوم یہ ہے کہ کلام عرب مین علی کو مقام مخالفت ور مضرت اور عداوت مین بھی اطلاق کرتے ہین چنانچہ شایع و ذایع ہے کہ بیچ محاورے عرب کے مقام جواب یا اعتراض میں کہتے ہین کہ ہذا لنا لا علینا یعنی یہ امر نافع ہے واسطے ہمارے نہ مخالف اور مضر ہمارے اور مشہور ہے کہ جب اثناے راہ میں لشکر حر جناب سید الشہدا سے ملاقی ہوا تو حضرت نے حر سے فرمایا اعلینا ام لنا یعنی تو ہماری کمک کو آیا ہے یا ہماری عداوت پر کمر باندھی ہے و ایضا قال اللہ تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت قال صاحب الکشاف ینفعہا ما کسبت من الخیر و یضرہا ما اکتسبت من الشر پس بنا بر اس وجہ کے معنی کانا علی الحق کے یہ ہونگے کہ وہ دونون مخالف حق کے اور دشمن حق تھے اور یہی معنی قول آیندہ مین بھی معصوم نے فرمائے ہیں پس ارادہ اس معنی کا کلام امام سے اِس مقام میں بھی صحیح ہوگا فافہم پھر معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ یہ جو مینے کہا ماتا علی الحق مراد اُس سے یہ ہے کہ عداوت حق پر مرے یعنی جناب امیر کی عداوت تا دم مرگ اُن کے دلون مین رہی اور تا دم مرگ نادم نہ ہوے اس مقام میں علی کو بمعنی عداوت معصوم نے اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ ہمنے وجہ ثانی مین بیان کیا پھر معصوم فرماتے ہین کہ یہ جو مینے کہا فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ پس مراد رحمۃ اللہ سے رسول خدا ہین کہ اُن دونون کے دشمن ہونگے بروز قیامت اور اُنپر غضبناک ہونگے اور اُنسے روز قیامت کو انتقام لینگے مترجم کہتا ہے کہ اس مقام میں بھی علی کو معصوم نے مقام عداوت میں ارشاد فرمایا ہے اور رحمت خدا ہونا حضرت رسالت مآب کا مقام شک و ارتیاب نہیں حق تعالی خود فرماتا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین بہر صورت اہل انصاف پر معانی ان الفاظ کے ظاہر و باہر ہوے کہ ہرگز یہ الفاظ مقام مدح شیخین مین وارد نہین ہیں بلکہ سراپا یہ حدیث رد و قدح شیخین پر دلالت کرتی ہے انتہی بلفظہ) اِس تاویل کی غلطی ہم چند دلائل سے ثابت کرتے ہین ÷

(پہلی دلیل) اِس رسالے کے مؤلف نے تبقلید اپنے علما کے جو کچھ واہیات بیان کیا ہے اسکے نقل کرنے سے مجھے شرم آتی ہے اگر احادیث کی ایسی ہی تاویلین کیجاوین تو کوئی حدیث کسی کی مدح و ثنا مین باقی نہ رہے بلکہ ہر ملحد اور زندیق آیات قرآنی کو ایسی تاویل سے موافق اپنے مطلب کے بنالے کسی ہندو کی نقل ہے کہ اُسنے ایک مسلمان سے کہا کہ ہمارے رام لچھمن کا ذکر تمھارے قرآن میں بھی ہے وہ مسلمان حیران ہوکر پوچھنے لگا کہ،

کس جگہ قرآن مین انکا ذکر ہے اُسنے کہا کہ سورہ یوسف کے اول مین جو (آلرا) حروف مقطعات ہین اُنمین (الف) سے مراد اللہ ہے اور (لام) سے مراد چھین اور (رے) سے مراد امام ہین وہ مسلمان یہ سنکر ہنسنے لگا لیکن ہمارے نزدیک جو تاویل امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کی حضرات شیعہ نے کی ہے وہ اس ہندو کی تاویل سے بھی بدتر ہے اس لیئے کہ اُسنے تو حروف کے لحاظ سے کچھ جوڑ ملا دیا لیکن شیعون کے علما نے جو کچھ فرمایا وہ تو سراسر بے جوڑ ہے اور ہر ایک خارجی اور ناصبی اہل بیت علیہ السلام کی شان میں جو احادیث ہین انمین بھی ایسی ہی تاویلات بیجا کر سکتا ہے (فما ہو جوابہم فہو جوابنا) (دوسری دلیل) یہ قول جو شان مین حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کہا گیا وہ امام جعفر صادق کا ہے اور امام موصوف تقیے سے ممنوع تھے انکو حکم تھا کہ وہ کسی سے خوف نکرین اور بلا خوف وخطر علوم اہل بیت کو منتشر کرین تو انھون نے کس لیئے تقیہ کیا اور کیون ایک ناصبی کے ڈر سے ایسی بڑی تعریف کی اور پھر جب وہ چلے گئے تو اُسکی تاویل کرکے اپنے خواص کو اصل مطلب سمجھایا اور وہ قول جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام موصوف تقیے سے ممنوع تھے یہ ہے بحار الانوار مین ملا باقر مجلسی نے اور کافی میں ملا یعقوب کلینی نے لکھا ہے کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا اُسمین اُنکے لیئے یہ حکم تھا (حدث الناس وافتہم ولا تخافن الا اللہ وانشر علوم اہل بیتک وصدق آباءک الصالحین فانک فی حرز وامان) کہ تمام مخلوق کو فتوی دو اور اُنسے باتین کرو اور کسی سے سوائے خدا کے نہ ڈرو اور اپنے اہل بیت کے علوم کو منتشر کرو اور اپنے آباء صالحین کی تصدیق کرو اس لیئے کہ تم حرز وامان میں ہو پس باوجود اسکے کہ جب ایسے اطمینان کا حکم الٰہی انکو ہو چکا تھا اور تقیہ کرنے سے وہ منع کر دیے گئے تھے تو پھر سمجھ مین نہین آتا کہ کسکا خوف تھا جسکے سبب سے ایسی تعریف صحابہ کی کرتے تھے اور لوگونکو دھوکا دیتے تھے افسوس ہے کہ شیعیان علی نے اپنے امامونکی محبت کے پیرایے مین کیسی ہجو کی ہے اور اُنپر کیا کیا تہمتین لگائی ہین ٭ (تیسری دلیل) اگر کوئی شیعہ کہے کہ جب یہ عبارت زائد بھی اصل حدیث میں داخل ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک ٹکڑا اُسکا تسلیم کیا جاوے اور دوسرا ٹکڑا زائد اور غلط ٹھہرایا جاوے اس لیے ضرور ہے کہ کل عبارت حدیث کی تسلیم کیجاوے اور جو تاویل اس حدیث کی امام نے بیان کی وہ بھی امام ہی کیطرف سے سمجھی جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ (اقرار العقلاء حجۃ علی انفسہم دون الادعاء لہم) کہ اقرار آدمی کا اُسپر حجت ہوتا ہے پس اسی قاعدے سے جسقدر اقرار فضیلت شیخین کا ہے وہ اُنپر حجت ہے اور جو تاویل کی گئی ہے وہ ہمپر حجت نہین اور قطع نظر اسکے عادت بھی محدثین شیعہ کی یہ ہے کہ وہ عبارت کو حدیث کی کم و بیش کر دیا کرتے ہین اور اپنے مذہب کے موافق بنا لیتے ہین جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حدیث مسئلہ قضا و قدر مین شیخ صدوق کی نسبت بیان کیا ہے (انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل) پس جب اُنپر اعتماد اسامر کا نرہا کہ وہ حدیث

مین تحریف نہین کرتے اور کچھ تغیر و تبدل کو راہ نہین دیتے تو پھر کیونکر وہ تاویل جو سراسر لوح اور خرافات ہو صحیح مانی جاوے اور ایسی واہیات کی ایمہ کیطرف کیونکر نسبت دیجاوے حالانکہ ایمہ خود اس امر کی شکایت کرتے رہے ہین اور اپنے شیعون پر لعنت ملامت کرتے آئے ہیں کہ وہ تاویلات غلط اُنکی احادیث مین کر دیتے ہیں اور حدیث کے مضمون کو اور کا اور بنا دیتے ہین چنانچہ ابو عمرو کشی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کو اسی بارہ مین نقل کیا ہے وہو ہذہ (ان الناس اولعوا بالکذب علینا ان اللہ افترض علیہم لا یرید منہم غیرہ وانی احدث احدہم بالحدیث فلا یخرج من عندی حتی یتاولہ علی غیر تاویلہ ذلک انہم لا یطلبون بحدیثنا و بحبنا ما عند اللہ وانما یطلبون الدنیا) کہ آدمیون نے بہت زیادتی کی ہمپر جھوٹھ لگانے کی مین جو حدیث اُنسے کہتا ہون وہ میرے پاس سے نکلنے نہین پاتے کہ وہین اُسکی دوسری تاویل خلاف کرنے لگتے ہین اور اسکا سبب یہ ہے کہ وہ میری احادیث سے اُس چیز کے طالب نہیں جو خدا کے پاس ہے بلکہ صرف دنیا کے طلبگار ہین پس جب کہ خود امام کی تصدیق سے ثابت ہوا کہ اُنکے پاس بیٹھنے والونکی یہ عادت تھی کہ وہین بیٹھے بیٹھے اُنکی احادیث کی تاویل غلط کر دیا کرتے تھے تو پھر ایسے لوگون سے کیا بعید ہے کہ اُنھون نے ایسی تاویل اس حدیث کی بھی کی ہو ✤ (چوتھی دلیل) اُس تاویل پر جو اس حدیث کے الفاظ کی کی ہے اگر غور بحث کرین تو ہمکو معلوم ہو جاوے کہ وہ کس قدر مہمل و غلط اور خلاف محاورہ ہے ✤ اول تاویل لفظ اماما ن کی یہ کی ہے کہ اماما اہل النار تو مضاف الیہ کو محذوف کر دیا ہے لیکن موافق قاعدہ نحو کے حذف مضاف الیہ کا سوائے حالت تنوین یا بنا ر مضاف یا اضافت ثانیہ کے جائز نہیں اگر شک ہو تو رضی اُٹھا کر دیکھ لو دوسرے لفظ امام جب مطلق چھوڑا گیا تو اُس سے وہی معنی جو اصلی ہین یعنی مدح اور صفت کے مراد لئے جاوینگے اس لئے کہ لفظ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے تو کیونکر اُس سے امام اہل النار مراد ہو سکتے ہین بخلاف آیہ ائمۃ یدعون الی النار کے کہ وہان یہ مقید ہے نہ مطلق ✤ دوسری تاویل قاسطونکی بھی غلط ہے اس لئے کہ قرآن شریف مین بمقابلہ مسلمون کے قاسطون وارد ہے پس تعین معنی کے واسطے قرینے کا ہونا ضرور ہے کہ وہ آیۃ مین موجود ہے اور حدیث میں مفقود بلکہ اشارہ طرف آیہ کریمہ واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین کے ہے ✤ تیسرے حق سے مراد نام علی مرتضیٰ کا لینا خلاف عرف عام اور تبادر اذہان اور معنی ظاہری کے ہے بغیر پہلے ہونے ذکر مرتضوی کے حق سے اُنکا نام مراد لینا حدیث کو چیستان ٹھہرانا ہے علاوہ اسکے حرف علی کو بمعنے استیلا ر بلا دلیل قرار دینا اور استیلا ر کو مرادف استعلا ٹھہرانا زبردستی معنی بنانا اور خرافات بکنا ہے اور لغت مین قیاس کو دخل دینا حالانکہ قیاس فی اللغۃ جائز نہین غور کرنا چاہئیے کہ زید علی الحق جب بولا جاتا ہے تو اُس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حق پر ہے

یا یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ باطل پر+ چوتھی تاویل علیہما رحمۃ اللہ یوم القیمہ کی جو کی گئی ہے اُسکی نسبت کسی نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ حضرات امامیہ جب اپنے پیشواؤن کے حقمین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین تو ہم سمجھتے ہین کہ علیہ سے وہی مخالفت مراد ہے اور رحمۃ اللہ سے رسول اللہ مراد ہین یعنی مخالف ہی رسول کا استغفر اللہ کہ حضرات شیعہ احادیث کو ایسی تاویلات بیجا سے مضحکہ اطفال بناتے ہین اور ائمہ پر ایسی بیجا تاویلات کی تہمت کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہین۔

ساتوین شہادت

نہج البلاغۃ مین حضرت امیرالمومنین علی مرتضی کیطرف سے شان مین حضرت ابوبکر صدیق کے یہ عبارت منقول ہے للہ بلاد فلان لقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنۃ وخلف البدعۃ وذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق متشبعۃ لا یہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی) ترجمہ خدا انعام کرے فلان یعنی ابوبکر پر جسنے کجی کو سیدھا کیا جسنے امراض نفسانیہ کی دوا کی جسنے سنت کو پیغمبر کی قائم کیا اور بدعت کو دور کیا گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اور اُسکے فساد سے پہلے رحلت کی خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا کوچ کیا اس دنیا سے اور چھوڑ گیا آدمیون کو شاخ درشاخ راہونمین کہ نہ گمراہ ہدایت پاتا ہے اور نہ راہ پانے والا یقین حاصل کرسکتا ہے مین حضرت علی کے اس قول کی نسبت تمام اقوال کو اہل سنت اور شیعہ کے نقل کرتا ہون اور جو کچھ دونون نے ابتک اس قول کی نسبت لکھا ہے اُسکو بیان کرتا ہون اور حضرات شیعہ کی خدمت مین نہایت ادب سے عرض کرتا ہون کہ اس بحث کو ذرا دل سے سنیں اور غور سے دیکھین اور تعصب اور عناد کو چھوڑ کر انصاف کرین کہ اُنکے علما حق پر ہین یا کہ اہل سنت کے ہین اس قول کی نسبت اول تحفہ اثناعشریہ کے مضمون کو لکھتا ہون بعدہ جو علامہ کنتوری نے اسکا جواب دیا ہے کہ اُسکو لکھکر جو تردید اسکی جناب خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی صاحب نے کی ہے لکھونگا خاتم المحدثین تحفہ اثناعشریہ مین بعد نقل کرنے اس عبارت کے لکھتے ہین کہ جناب امیر کی اس عبارت مین جامع نہج البلاغۃ نے کہ شریف رضی ہین اپنے حفظ مذہب کے واسطے عجیب تصرف کیا ہے یعنی لفظ ابوبکر کو حذف کرکے بجاے اُسکے لفظ فلان لکھدیا تاکہ اہل سنت کو موقع اسپر سند پکڑنے کا نہو وے لیکن حضرت امیر کی کرامت ہے کہ اوصاف مذکورہ صریح اسپر دلالت کرتے ہین کہ مراد اُس سے کون ہین اسیواسطے نہج البلاغۃ کے شارحین نے فلان کے لفظ کی تعین میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مراد ابوبکر ہین اور بعضون نے کہا کہ عمر ہین لیکن اکثر شراح نے اول ہی کو ترجیح دی ہے۔ اب اُن جوابات کو سننا چاہیے جو کہ علماء شیعہ نے اس قول کی نسبت دیے ہین+

(جواب اوّل) حضرت علی گاہ گاہ اوصاف اور لیاقت شیخین کی اس لیئے بیان کردیا کرتے تھے کہ لوگ اُنکے
معتقد تھے اور انکی حسن سیرت اور خوبی انتظام کے قائل تھے بپاس خاطر لوگون کے اُنکی تعریف کرنا
مناسب وقت تھا پس یہ کلمات بھی اُسی قبیل سے ہین لیکن یہ جواب لائق تسلیم کرنے کے نہین ہے
اس لیے کہ کوئی عاقل منصف اسکو نہ مانے گا کہ ایک معصوم دس جھوٹھ صرف واسطے ایک آسان غرض
دنیا کے یعنی دلداری چند شخصون کے کہ وہ بھی یقینی نہ تھی اپنی زبان سے کہے اور اُن لوگون کی تعریف
کرے جنھون نے صریح عصیان خدا اور رسول کا کیا اور دین اسلام کو چھوڑ کر ارتداد پر کمر باندھی اور خدا کی
کتاب کی تحریف اور دین محمدی کی تبدیل کی حالانکہ حدیث صحیح میں وارد ہے (اذا مدح الفاسق غضب الرب)
کہ جب فاسق کی تعریف کیجاتی ہے خدا غضب مین آجاتا ہے پس جب ایک فاسق کی تعریف سے خدا کے جل شانہ
غضب مین آوے تو ایسے شخص کی تعریف سے جو محرف کتاب اللہ اور مبدل دین خدا ہوا اور جسنے پیغمبر خدا کی وصیتونکو
بھلا دیا ہو اور اُسکے وصی کے حقوق کو غصب کیا ہو اور اُسکے اولاد کو ستایا ہو اور کوئی دقیقہ ظلم اور جبر کا
خاندان رسول پر نہ چھوڑا ہو تو ایسے شخص کی تعریف سے معلوم نہین کہ خداوند عالم کسقدر غضب مین
آیا ہوگا اور باعث اُسکا کون ہوا ہوگا شیعون کے دین اور دیانت اور عقل اور فراست سے نہایت
ہی بعید ہے کہ ایسے معصوم کی نسبت جیسے کہ امیر المومنین تھے ایسی معصیت کا اطلاق کرتے ہین اور یہ بھی
معلوم نہین ہوتا کہ ایسی تعریف کرنے کی کیا ضرورت تھی کونسا لشکر باغی ہوگیا تھا کہ جسکا راہ راست پر
آنا بغیر ایسے جھوٹھ بولنے اور قسمین کھانے کے ممکن نہ تھا اگر صرف دلدہی حضرات شیخین کے معتقدین کی منظور تھی
تو صرف تعریف اُنکی جسمین ذکر اُنکے انتظام امور خلافت کا ہوتا کافی تھی تاکہ مطلب بھی حاصل ہوجاتا اور
بہت جھوٹھ بھی نہ بولنا پڑتا بلکہ ایسے مضامین جیسے کہ اس عبارت مین مذکور ہین معصوم کی زبان سے
ادا ہونا اور اسکو باطل اور غلط سمجھنا اور اُسکو جھوٹھ اور غلط کہنا درحقیقت اُنکی معصومیت مین داغ لگانا ہے
اِس جواب کو علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ اثنا عشریہ اس طرح پر رد کیا ہے کہ یہ دعوی صاحب تحفہ کا محض
جھوٹھ ہے کسی شیعہ نے یہ توجیہ نہیں کی اور ایسی توجیہات کی شیعونکو ضرورت بھی نہ تھی اس لیئے کہ اِن
توجیہات کی اُسوقت ضرورت ہوتی جب کہ شیعونکی کتابون مین بجاے لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود ہوتا
اور جب وہ لفظ ہی کتب شیعہ میں موجود نہیں ہے تو اُنکو ایسی توجیہات کی احتیاج کیا ہے و ہذا
عبارتہ (قولہ عمدہ آن توجیہات نزد ایشان آنست الخ) (قولنا این ادعا کذب محض ست احتیاج این
یعنے علامہ کنتوری ۱۲ — یعنے صاحب تحفہ ۱۲
توجیہات شیعہ را وقتی می افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود وچون لفظ ابوبکر
در کتب شیعہ موجود نیست ایشان را احتیاج ہیچ یک از توجیہات نیست پس آنچہ ناصبی بعد تقریر

این توجیہات از ہذیانات خود سر کردہ از جہت ابتنای آن بر فاسد از قبیل بناء الفاسد علی الفاسد باشد)
یہ جواب علامہ کنتوری کا غلط ہے اور جو اُنھون نے نسبت خاتم المحدثین صاحب تحفہ کے فرمایا کہ ادعا کذب
محض است وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کہتے ہین کہ این جواب کذب محض ست اور ثبوت اسکا یہ ہے کہ خود
شیعون کے علمانے لکھا ہی کہ مراد فلان سے ابو بکر صدیق ہین چنانچہ ابن میثم بحرانی جو محققین شیعہ سے ہین شرح
نہج البلاغۃ مین فلان کی لفظ کی شرح مین لکھتے ہین کہ مراد فلان سے یا ابو بکر ہین یا عمر لیکن میرے نزدیک مراد
فلان سے ابو بکر ہے و ہذہ عبارتہ (اقول ان ارادتہ لابی بکر اشبہ من ارادتہ لعمر) غرض کہ معلوم نہین کہ باوجود
اسکے کہ ابن میثم بحرانی سا متبحر فاضل جسکے علم و تقدس پر ملا باقر مجلسی کو ناز ہے فلان کے لفظ سے مراد
ابو بکر لیتا ہے اور باوجود اسکے جناب علامہ کنتوری اُس سے انکار فرماتے ہیں اور صاحب تحفہ کی جناب
مین کذب کی نسبت کرتے ہین شاید علامۂ موصوف کی یہ غرض ہو گی کہ برائے نام جواب تحفہ کا تو لکھنا
شروع کر دیا ہے اور حقیقت مین کچھ جواب ایسی روایتون کا نہین ہے اس لیئے اُس سے انکار ہی کر دینا
مناسب ہے تاکہ عوام کی نظرون میں وقعت پیدا ہووے اور وہ شاہ صاحب کو جھوٹا جانین لیکن یہ نہ
سمجھے کہ خدانے ہر فرعون کے پیچھے ایک موسیٰ کر دیا ہے علماء اہل سنت کب پیچھا چھوڑینگے اور کس طرح دار و گیر
سے نجات دینگے اور ابن میثم بحرانی کے قول کو دکھلا کر الا لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھنے لگین گے + اور قطع
نظر اسکے کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہین یا نہین جو توجیہ شیعہ کی جناب صاحب تحفہ نے بیان کی ہے وہ
خود شیعون کے علماء کے قول سے ثابت ہے اور لفظ بہ لفظ اُسکا انکی عبارت سے مطابق ہے چنانچہ ابن
میثم بحرانی جو نہایت نامی علماء شیعہ سے ہے اُسی شرح نہج البلاغۃ مین لکھتا ہے کہ شیعون نے اسکے دو جواب
دیئے ہین منجملہ اُن دو کے ایک یہی ہے جسے شاہ صاحب نے بیان کیا چنانچہ عبارت اُسکی یہ ہے (جاز ان یکون
ذلک المدح منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین و استجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام) افسوس ہے
کہ علامۂ کنتوری مر گئے ورنہ مین اس عبارت کو اُنکے مپشوا اور مجتہد کی اُنکے سامنے کر کے عرض کرتا کہ حضرت
ادعای شاہ صاحب کذب محض ست یا انکار جناب کذب محض ست لیکن چونکہ سنتا ہون کہ اُنکے
صاحبزادے زندہ ہین اور کتاب استقصاء الافحام کی تحریر پر ناز کر رہے ہین خدا کرے کہ کوئی شخص
انکے سامنے اس عبارت کو رکھ دے اور اُنکے پدر بزرگوار کی قلعی انکے سامنے کھول دے +

(دوسرا جواب) بعضون نے علماء شیعہ سے یہ جواب دیا ہے کہ مراد فلان سے اور ہی کوئی آدمی ہے منجملہ صحابہ
رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جو کہ حضرت کے سامنے ہی وفات کر گیا اور قبل وقوع فتنہ و فساد کے دنیا سے
رحلت کر گیا اور علامۂ راوندی نے جو علماء شیعہ سے ہین اسی قول کو پسند کیا ہے لیکن ذرا سوچنے

سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ قول نہایت ہی پوچ اور بے بنیاد ہے اس لیئے کہ اس خطبے مین حضرت علی نے ان لفظون سے تعریف کی ہے کہ وہ شخص خود رحلت کر گیا اور لوگونکو شاخ درشاخ راہونمین چھوڑ گیا کہ کوئی گمراہ ہدایت نہین پا سکتا پس جو شخص پیغمبر صاحب کے سامنے مر گیا ہو اُسکی نسبت یہ تعریف کیونکر صادق ہو سکتی ہے کسیکے خیال مین یہ بات آ سکتی ہے کہ باوجود موجود ہونے پیغمبر صاحب کے کسی کے مرنے سے اسقدر خرابی ہوئی ہو کہ لوگ شاخ درشاخ راہونمین پڑ گئے ہون پس کیونکر حضرت امیرالمومنین کسی ایسے آدمی کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا ہو یہ تعریف فرماتے اور جو بات ایک ادنیٰ آدمی سے نہین نکل سکتی وہ حضرت علی ارشاد فرماتے غرضکہ صاف ظاہر ہے کہ مراد حضرت علی کی فلان سے ایسا ہی آدمی ہے جو کہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوات مرا ہو اور جسکے مرنے سے لوگ شاخ درشاخ راہون مین پڑ گئے ہون اور ایسا آدمی کوئی نہین ہے سوائے حضرت ابوبکرؓ کے یا حضرت عمرؓ کے اور جس کسیکو انمین سے حضرات شیعہ لفظ فلان سے مراد لین ہمارا مطلب حاصل ہے + اس جواب کا علامہ کنتوری نے بجواب تحفۂ اثنا عشریہ کے عجیب جواب دیا ہے کہ جس سے نہ انکار نکلتا ہے نہ اقرار اور جسکی لفظون اور عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامۂ کنتوری پر راہ آنے جانے کی بالکل بند ہے اور ایسی بردمات مین بیچارہ گرفتار ہے کہ کچھ نہین کر سکتا اور شاہ صاحب قدس سرہ کی تقریر کا کچھ جواب نہین دے سکتا وہذہ عبارۃ (قولہ و بعضے امامیہ گفتہ اند کہ مراد آنجناب ازین مرد شخصے دیگر ست از جملہ صحابۂ رسول الخ) قولنا دانستی کہ بنا بر تصریح ابن ابی الحدید این قول قطب راوندیست و ہیچکیے از امامیہ و غیر امامیہ مثل ابن ابی الحدید سوائے قطب الدین راوندی شرح کتاب نہج البلاغۃ نہ نوشتہ) لیکن اس تقریر سے یہ ظاہر ہے کہ علامۂ کنتوری نے اس قول کو تسلیم کر لیا اور مثل پہلے جواب کے اُس سے انکار نہیں کیا اور شاہ صاحب کو کاذب نہیں بنایا + باقی رہا یہ امر کہ کسی نے شرح نہج البلاغۃ کی قطب الدین راوندی سے پہلے لکھی ہے یا نہین وہ بحث سے خارج ہے پس حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ اپنے علما کے جواب کو خیال کرین کہ جب چارون طرف سے راہ بند ہو جاتی ہے تو کیسا سکوت کر جاتے ہیں اور اصل مطلب کو چھوڑ کر خارج از بحث گفتگو کرنے لگتے ہیں لیکن ہم باین نظر کہ شاید کوئی شیعہ اپنے بزرگ قطب الدین راوندی کے قول سے براہ جہالت یا بوجہ دھوکا دہی انکار کرے اُسکی اصل عبارت کو بھی نقل کرتے ہین (فانہ قال فی الشرح انہ علیہ السلام یمدح بعض صحابہ بحسن السیرۃ وانہ مات قبل الفتنۃ التی وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (تیسرا جواب) بعض علماء امامیہ نے اس طرح پر جواب دیا ہے کہ غرض حضرت امیر کی اس قول سے توبیخ عثمان تھی تا کہ لوگون کو معلوم ہو کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے اور فتنہ اور فساد اُنکے زمانے مین بہت ہوا

لیکن یہ جواب دونون پچھلے جوابون سے بھی زیادہ پوچ ہے اس لئے کہ توبیخ عثمان کی اور طرح پر بھی ہو سکتی تھی اور فقط یہ کہدینا کہ وہ سیرت شیخین پر نہین چلے حصول مطلب کے لیئے کافی تھا اس جھوٹھ بولنے سے معصوم کو کیا حاصل تھا علاوہ برین اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ سیرت شیخین حضرت امیر کے نزدیک بھی پسندیدہ تھی اگر حضرات شیعہ اس امر کو مانین تو خلافت شیخین کی اس سے ثابت ہوتی ہے اگر نہ مانین اور سیرت شیخین کو پسندیدہ نہ کہین تو حضرت عثمان کو اُنکی سیرت ناپسندیدہ کے چھوڑنے پر توبیخ کرنے کے کیا معنی لیکن علاوہ ان باتون کے یہ جواب کسطرح پر لائق تسلیم کے نہیں اس لیئے کہ مخالفت حضرت عثمان کی سیرت شیخین سے ہرگز اس عبارت میں مذکور نہیں ہے (لاصراحتًا ولا اشارتًا) اور یہ عبارت خطبہا کوفہ مین حضرت امیر نے ارشاد فرمائی ہے اُسوقت عثمان کہان تھے اور فتنہ وفساد کہان اور اگر توبیخ عثمان حضرت امیر کو منظور ہوئی تو صراحتًا کیون نفرماتے کہ عثمان نے ایسا ایسا کیا اور اُنکے زمانے مین فتنہ وفساد پیدا ہوا اگر کوئی کہے کہ صاف کہنے مین لوگونکی مخالفت کا ڈر تھا اُسکا جواب یہ ہے کہ جس بات کا ڈر تھا یعنی مخالفت اہل شام وہ موجود ہی تھی اور صرف حضرت عثمان کے قتل کے بہانے سے اہل شام حضرت علی سے پھر گئے تھے اور نوبت مقاتلہ اور مجادلہ کی پہونچ چکی تھی پس اس سے زیادہ صاف کہنے مین کس ضرت کا اندیشہ تھا شاید شیعون نے یہ مثل نہین سنی کہ (انا الغریق فما خوفی من البلل) یعنی مین ڈوبا ہوا ہوں پھر مجھکو بھیگنے کا کیا ڈر ہے علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ کے اس جواب کا یہ جواب دیا ہے کہ کسی نے علماء امامیہ سے یہ توجیہ جو صاحب تحفہ بیان کرتے ہین نہین کی گویا علامہ موصوف نے مثل پہلے جواب کے اس جواب سے بھی انکار کیا اور اسکو شاہ صاحب کا جھوٹھ تصور کیا کما قیل (قولہ وبعضے از امامیہ چنین گفتہ اند کہ غرض حضرت امیر توبیخ عثمان وتعریض براو بود الخ (قولنا ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ مگر ابن ابی الحدید در شرح این کلام این مقابلہ را بطرف جارودیہ کہ از فرق زیدیہ ست نسبت دادہ الی قولہ بعض مقالہ زیدیہ را بامامیہ نسبت دادن کذب صریح ست انتہی) لیکن یہ جواب علامۂ کنتوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اس لیئے کہ خود علماء امامیہ نے اس جواب کو قبول کیا ہے اور اُس سے انکار نہین کیا معلوم ہوتا ہے کہ علامۂ کنتوری نے اُن اقوال کو ملاحظہ نہیں فرمایا اس لیئے اُس سے انکار کیا یا دیدہ ودانستہ عوام کو دھوکا دیا اگر کسی کو علامۂ کنتوری کی جہالت یا دھوکا دہی دریافت کرنا منظور ہو تو وہ ابن میثم بحرانی کی تحریر کو انکی شرح نہج البلاغۃ مین دیکھے چنانچہ بلفظہ ہم اُس عبارت کو نقل کرتے ہیں اور علماء اثنا عشریہ کی خدمت مین اُسے تحفہ گذرانتے ہین (واعلم ان الشیعۃ قد اوردوا ہہنا سوالا فقالوا ان ہذہ الممادح التی ذکرہا علیہ السلام فی احد ہذین الرجلین ینافی ما اجمعنا علیہ من تخطیتہما واخذہما المنصب الخلافۃ فاما ان یکون ہذا الکلام من کلامہ علیہ السلام اوان یکون اجماعنا خطاءً ثم اجابوا من جہبین

احدہما لا نسلم التنافی المذکور فانہ جاز ان یکون ذلک المدح منہ علیہ السلام علی وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین و استجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام الثانی انہ جاز ان یکون مدحہ ذلک لاحدہما فی معرض توبیخ عثمان لوقوع الفتنۃ فی خلافتہ و اضطراب الامر علیہ و اسارۃ سبال المسلمین ہو و بنوابیہ حتی کان ذلک سبباً لثوران المسلمین من الامصار و قتلہم لہ و ینبہ علی ذلک قولہ و خلف الفتنۃ و ذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا و سبق شرہا و قولہ و ترکہم فی طرق متشعبۃ الی آخرہ فان مفہوم ذلک یستلزم ان الوالی بعد ہذا الموصوف قد اتصف باضداد ہذہ الصفات و اللہ اعلم) انتہی بلفظہ یعنی شیعون نے اس قول کی نسبت یہ بحث کی ہے کہ یہ تعریف حضرت امیر کی بہ نسبت ابو بکر رض یا عمر رض کے مخالف ہمارے اجماع کے ہے جو بہ نسبت خاطی ہونے اُنکے کے ہے کہ اُنھون نے منصب خلافت کو غصب کیا اور جور و ظلم کیا پس دو حال سے خالی نہین یا تو یہ کلام حضرت امیر علیہ السلام کا نہین ہے یا اجماع ہم شیعون کا بہ نسبت خطا شیخین کے خطا ہے اور اسکا شیعون نے دو طرح سے جواب دیا ہے اوّل یہ کہ ہم مخالفت کو اس طرح سے دفع کرتے ہین کہ جائز ہے کہ یہ تعریفین حضرت علی کی بہ نسبت ابو بکر رض یا عمر رض کے بنظر استمالہ قلوب اُن آدمیون کے تھین جو کہ حسن سیرت اور صحت خلافت شیخین کے معتقد تھے دوسرے یہ کہ یہ تعریفین بنظر توبیخ عثمان کے تھین کہ امر خلافت بسبب ظہور فتنون کے اُنکے زمانے مین ابتر ہو گیا اور مسلمانون نے بلوہ کرکے اُنکو قتل کیا اور یہ جواب قرین قیاس ہے اس لیے کہ عبارت سے اس خطبے کی معلوم ہوتا ہے کہ جو خلیفہ بعد اسکے جسکی تعریف حضرت علی کرتے ہین ایسا تھا کہ جس مین صفت متذکرہ کے اضداد جمع تھے اس تحریر سے علامہ بحرانی کی چند فائدے حاصل ہوئے اوّل یہ کہ جو انکار علامہ کنتوری نے کیا تھا کہ (ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ) اُسکا بطلان ثابت ہو گیا اور انھین کے مجتہد اور پیشوا کے اقرار سے اُنکا جھوٹھا ہونا ظاہر ہوا دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اوّلاً بجاے فلان کے اصل خطبہ مین لفظ ابو بکر یا عمر کا تھا اور پیچھے اصل لفظ کو بدل کر لفظ فلان لکھدیا اس لیے کہ کیونکر عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ حضرت امیر سا فصیح و بلیغ ایسے خطبے مین لفظ مبہم بیان فرماوے اور بجاے نام کے حرف فلان ارشاد کرے تیسرے ثابت ہوتا ہے کہ اُسوقت تک جب کہ علامہ بحرانی نے شرح نہج البلاغۃ لکھی تمام شیعہ لفظ فلان سے یا حضرت ابو بکر رض سمجھتے تھے یا حضرت عمر رض مراد لیتے تھے اس لیے کہ شارح موصوف شیعون کے قول کو نقل کرکے کہتا ہے (فقالوا ان ہذا المادح التی ذکرہا علیہ السلام فی احد ہذین الرجلین) کہ شیعہ کہتے ہین کہ یہ مدح دو میں سے ایک ہے یا ابو بکر یا عمر رضی اللہ عنہما جو تھے اس تحریر سے تقریر قطب الاقطاب ولدی کی مہمل ہو گئی یعنی اونھون نے اپنے بچانے کے لیے یہ توجیہ کی کہ مراد فلان سے وہ شخص ہے جو کہ سامنے پیغمبر خدا کے

مرچکا تھا اس لیے کہ اگر اُس تقریر کو اور علماء شیعہ قبول کر لیتے اور اسکو مہمل جانکر مطروح نہ کر دیتے تو ایسی تاویلات کی حاجت نہوتی جو علامہ بحرانی نے شیعون کیطرف سے بیان کی ہیں + اگرچہ اُس تحریر سے جو ہم کر چکے سب مطلب حاصل ہوگیا اور علماء شیعہ کی توجیہات کا پوچ اور بیہودہ ہونا ثابت ہو گیا لیکن ہم ذرا اس امر کی اور تصریح کرتے ہین کہ لفظ فلان سے علماء شیعہ کے نزدیک دو ہی شخص مراد ہین یا حضرت ابو بکر صدیق رض یا حضرت عمر رض چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ تحفہ میں فرماتے ہین (و لہذا شارحین نہج البلاغۃ از امامیہ در تعین فلان اختلاف کردہ اند بعضے گفتہ اند کہ مراد ابوبکر است و بعضے گفتہ اند عمر است) لیکن علامہ کنتوری نے موافق اپنی عادت کے اس سے بھی انکار فرمایا اور اسکو بھی شاہ صاحب کا جھوٹھ تصور کیا چنانچہ جو جواب تحفہ کا اُنھون نے لکھا ہے اُسمین اس تحریر کا شاہ صاحب کی ان لفظون سے جواب دیا ہی (قولنا ان ہذا الا افک مبین ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است) خاتم المتکلمین حضرت مولانا مولوی حیدر علی صاحب قبلہ جنکے نام سے شیعون کے بدن میں رعشہ اور لرزہ پیدا ہوتا ہے اسکے جواب میں فرماتے ہیں (سبحانک ہذا بہتان عظیم زیراکہ مراد ازین شراح امامیہ مثل بحرانی ہستند و لیکن چون این بے نصیب کتب مذکورہ را ندیدہ میگوید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر است اینک عبارت رئیس الحکماء والمتبحرین کمال الدین مذکور بگوش خود بشنود خاک مذلت بر سر خود بریزد واز مسند تکلم و تصنیف برخیزد حیث قال و عن قطب الدین الراوندی انہ انما اراد الخ) یعنی ملا کمال الدین جو ایک نامی عالم شیعہ کے ہین وہ شرح نہج البلاغۃ میں لکھتے ہین کہ فلان کے لفظ سے مراد لینے مین اختلاف ہے قطب الدین راوندی جو ایک بڑے عالم شیعون کے ہین کہتے ہین کہ حضرت امیر کی مراد اس فلان سے کوئی دوسرا آدمی ہی جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے دنیا سے رحلت کر گیا تھا اور ابن ابی الحدید کا قول ہی کہ مراد اُس سے عمر رض ہین لیکن میرے نزدیک مراد فلان سے ابو بکر ہین فقط اسکو دیکھکر حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے محدثین اور علما کے جوابات پر خیال کرین کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایات کے اُس سے انکار کرتے ہین اور حضرت مؤلف تحفہ قدس سرہ کو جھٹلاتے ہیں اور عوام کو دھوکا دیتے ہیں + اگرچہ عبارت جناب امیر کی اظہار فضائل ابو بکر صدیق رض مین ایسی صریح اور صاف ہے کہ بعد اُسکے سُننے کے کسی قسم کا کوئی طعن اُسپر شیعونکی زبان سے نکل نہیں سکتا لیکن جو فضیلتین اُن لفظون سے ثابت ہوتی ہین اُنکو ذرا تفصیل کے ساتھ ہم بیان کرتے ہیں پس واضح ہو کہ اس خطبے مین جناب امیر نے حضرت ابو بکر صدیق رض کے دس وصفون کا بیان کیا اول یہ کہ خلق کو جو کجی میں گرفتار تھی نکال کر خدا کی راہ پر لائے اور اُنکو راہ راست دکھلائی ++

۵ بعض اصحابہ زمن الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات قبل وقوع الفتن وانتشارہا وقال ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذکورۃ فی الکلام یدل علی انہ اراد رجلا ولی امر الخلافۃ قبلہ کقولہ قوم الاود وداوی العمد ولم یرد عثمان لوقوعہ فی الفتنۃ وسببہا ولا ابا بکر لقصر مدۃ خلافتہ وبعد عہدہ عن الفتن وکان الاظہر انہ اراد عمر واقول ان ارادتہ لابی بکر اشبہ من ارادتہ لعمر ۱۲

دوسرے امراض نفسانیہ کا اپنے وعظ و نصیحت سے معالجہ کیا تیسرے پیغمبر خدا کی سنت کو قائم کیا چوتھے ایسا انتظام کیا کہ کچھ فتنہ و فساد اُنکے زمانے مین نہوا پانچوین خاشاک ملامت سے پاک دامن گئے چھٹے خلافت کی خوبی پائی اور اُسکے شر سے محفوظ رہے ساتوین خدا کی طاعت جیسی کہ چاہیے بجا لائے آٹھوین خوف اور تقوے کا حق بخوبی ادا کیا نوین خلق خدا بعد اُنکے تشویش اور حیرت مین پڑ گئی دسوین بعد اُنکے لوگ مختلف ہو گئے * چنانچہ انھین اوصاف کی تصریح میں مولانا صاحب تحفہ مین فرماتے ہین (پس درین عبارت سراسر بشارت ابوبکر را بدہ وصف عالی موصوف نمودہ) لیکن علامۂ کنتوری اسکے جواب مین لکھتے ہین (اثبت الجدار ثم انقش دل این معنی باثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر ست بعد از ان باین اوصاف اثبات فضل ابوبکر باید نمود) اسکی تردید مین مولانا حیدر علی صاحب ازالۃ الغین مین فرماتے ہین (بحمد اللہ کہ ہم بنا، دیوار محکم شد و ہم نقش و نگار صورت بست و خود شراح نہج البلاغۃ آن اوصاف را کہ تا ماک عشرۃ کاملۃ عبارت از انست ہمین عدد یاد کردہ اند عبارت بحرانی بعد از ترجیح صدیق باید شنید وصفہ بامور احدہا تقویمہ للاود وہو کنایۃ عن تقویمہ الخ) اے مسلمانو حضرات شیعہ کو دیکھو کہ کسطرح پر صحابہ کی ہر فضیلت سے انکار کر جاتے ہین اور باوجود اقرار اپنے بزرگون کے صاف منکر ہو جاتے ہین اور فضیحت اور رسوائی سے بالکل بے خوف ہو جاتے ہین اس علامۂ کنتوری نے باین فضیلت جب دیکھا کہ کچھ جواب ایسی روایتون کا نہیں ہو پس بمجبوری انکار کرنا شروع کیا اور لا نسلم اور لیس بصحیح کہکر اپنے جواب کو ختم کیا لیکن قطع نظر اسکے کہ خود علماء شیعہ نے اقرار کیا ہی کہ مراد فلاں سے حضرت ابوبکرؓ ہین یا حضرت عمرؓ بالفرض اگر وہ اقرار بھی نہ کرتے تو بھی لفظ فلان سے کوئی شخص مراد ہوگا یا ماسواے حضرات شیخین کے دوسرا کوئی ہو یا اُنھین مین سے کوئی ایک ہو اگر کوئی تیسرا شخص مراد لیا جاوے تو وہی شخص ہوگا جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا تھا۔ جیسا کہ قطب الدین راوندی نے دعوی کیا ہی اور جب کہ یہ صفتین ایسے شخص کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر گیا ہو ثابت نہین ہو سکتین تو لا محالہ مراد فلان سے یا ابوبکر صدیقؓ ہونگے یا حضرت عمر فاروقؓ تو پھر اُس سے انکار کرنا اور بجواب تحفہ کے اپنے نامۂ اعمال کیطرح چند ورق سیاہ کرنا بالکل عبث اور لغو تھا اس سے تو یہی بہتر تھا کہ اس روایت ہی سے انکار کر جاتے اور حضرت علی کیطرف منسوب کرنے سے منکر ہو جاتے یا اُسکو تقیے پر محمول کر کے اپنے جواب میں صرف تقیے کا عذر پیش کرتے لیکن ان دو راہون کو چھوڑ کر علامۂ کنتوری کا تیسری راہ پر چلنا سراسر نادانی تھی آخر اُسکا لطف اُٹھایا کہ جس امر سے انکار کیا اور جس روایت سے منکر ہوے اُسی کو ہمنے اُنکی کتابون اور اُنکے علما کے قول سے ثابت کر کے اُنکو بدنام کیا اے معاشر مسلمین رحمکم اللہ اکنون کجا مانند دعاوی لا طائلہ رفض

ع لاعوجاج الخلق عن سبیل الحق الی الاستقامۃ فیہا واستعار لفظ العمد للامراض ... الثانی مداواۃ العمد ... الامراض النفسانیۃ ... وصف المداواۃ لمعالجتہ ... بالمواعظ البالغۃ ... الثالث اقامۃ السنۃ ... الرابع تخلیفہ للفتنۃ ... الخامس ... السادس ... السابع ... الثامن ... التاسع ... العاشر ... المخالف لہا ... انتہی بلفظہ ۱۲

که در مطاعن تقریر کرده هزاران رسائل وکتب را شل نامهای اعمال خود درسیاهی وتباهی گرفتند وانصاف
باید داد که حالیا از عمده طعنهای رفضه که در اسفار کلامیه ایشان مبسوطست چیزے باقیست که بعد شهادت
جناب مرتضوی حاجت به رد آن افتد پس برسو رعاقبت این قوم بنالهای جانکاه باید گریست و ریگ
بیابان مذلت برسرهای ایشان باید ریخت) اگر حضرات شیعہ کو اب بھی سیری نہ ہوئی ہو اور باوجود ایسی
روایتون کے انکی خاطر جمع نہوئی ہو تو ہم انکی تسکین کے لیے ابھی بہت سی سندین اور روایتین صحابہ کرام
کی فضیلت مین موجود رکھتے ہین اور خود ائمہ کرام کی زبان سے اُسکے ثابت کرنے پر مستعد ہین جسکو سننا ہو وہ سنے +

آٹھوین شہادت

علی بن عیسی اردبیلی امامی اثنا عشری نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ مین لکھا ہے (انہ سُئل الامام
ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف ہل یجوز فقال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفہ بالفضۃ فقال الراوی تقول ہکذا
فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ
فی الدنیا والآخرۃ) ترجمہ کسی شخص سے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا درست ہے یا نہین
تب امام نے جواب دیا کہ ہان اس لیے کہ ابوبکر صدیق کی تلوار کے قبضے پر بھی حلیہ چاندی کا تھا راوی کہتا ہے
کہ اُسنے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہین یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل
پڑے اور کہنے لگے کہ ہان وہ صدیق ہے ہان وہ صدیق ہے ہان وہ صدیق ہے جو کوئی اسکو صدیق نہ کہے
خدا اُسکی دنیا و آخرت مین تصدیق نہ کرے + اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہین پہلا فائدہ زبان سے
امام علیہ السلام کی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق ہونے سے اُنکا تمام امت سے افضل ہونا
لازم آتا ہے اس لیے کہ قواعد مقررہ منصوصہ قرآن سے یہ امر ظاہر ہے کہ بعد پیغمبرون کے مرتبہ صدیق کا ہے اور
تمام امت سے صدیقین کا درجہ افضل ہے جیسا کہ خداوند تعالی فرماتا ہے فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ
النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا + دوسرا فائدہ امام سے جب سائل نے سوال
کیا تو اُسنے صرف ایک مسئلے کا استفسار کیا اسکے جواب مین ہان یا نہین کہنا کافی تھا مگر امام نے اسپر قناعت
نکی بلکہ ابوبکر صدیق کے فعل کو سند لیکر جواب دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسائل دینی مین افعال صحابہ پر
تمسک کرنا چاہیئے اور یہ حصہ صرف اہل سنت کو نصیب ہوا ہے حضرات شیعہ اس سے محروم ہین وہ بھی
کسی مسئلے مین قول یا فعل صحابہ کو سند نہین جانتے پس درحقیقت اماموں کے تابع اہل سنت ہین نہ شیعہ +
تیسرا فائدہ امام سے جب سائل نے مسئلہ پوچھا اور اُنھون نے ابوبکر صدیق کا ذکر بھی کیا تو اُنکو صدیق کہنا
ضرور نہ تھا یہی کافی تھا کہ وہ نام ابوبکر صدیق کا لیتے مگر امام کو ایسی محبت اُنسے تھی کہ بغیر صدیق کے

اُنکا نام لینا اُنکے دلکو گوارا نہین ہوا اس لیئے اس لقب سے اُنکو یاد کیا پس یہ بڑی عمدہ دلیل محبت ائمہ کی ساتھ صحابہ کے ہے افسوس حضرات شیعہ کی سمجھ پر کہ وہ ائمہ کو دشمن صحابہ کا جانتے ہیں چوتھا فائدہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو سائل کے تعجب پر نہایت غصہ آیا اور جب سنے پوچھا کہ آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہین تو آپ کو اس قدر غیظ ہوا کہ اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور تین مرتبہ فرمایا نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ جو کوئی اُنکو صدیق نہ کہے خدا اسکی دنیا و آخرت مین تصدیق نہ کرے پس حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ وہ ذرا انصاف سے اس روایت کو دیکھین اور امام کی شہادت سے اپنے آپ کو خدا کے نزدیک دنیا و آخرت میں بسبب نہ تصدیق کرنے صدیقیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے جھوٹا جانین + پانچوان فائدہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والا شیعہ تھا اور صحابہ کا دشمن اسیواسطے امام سے صدیق کہنے پر اسکو تعجب ہوا اگر کوئی سنی ہوتا تو وہ تعجب نہ کرتا اور جب کہ سائل کا شیعہ ہونا ثابت ہوا تو پھر موقع تقیے کا بھی نہ رہا ہان اگر سائل سنی یا ناصبی یا خارجی ہوتا تو تقیے کی گنجایش تھی + اب ہم حضرات شیعہ کے اقوال کو جو اس روایت کی نسبت ہین بیان کر کے اُنکا رد کرتے ہین + پہلا قول قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق میں اس روایت سے انکار کیا ہے اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے اور صاف لکھا ہے کہ اس روایت کا کچھ پتہ نشان کشف الغمہ مین نہین ہے بلکہ ایسی روایت کا کشف الغمہ میں موجود ہونا خلاف قیاس ہے اس لیے کہ اُس کتاب مین پیغمبر خدا اور ائمہ اثنا عشر کا حال لکھا ہے نہ ابوبکر کا تو کیا وجہ تھی کہ مؤلف اُس کتاب کا ایسی روایت کو لکھتا چنانچہ قاضی صاحب کی عبارت کے الفاظ یہ ہین (وکذا الحال فیما نقلہ عن راس التعصب والحیف من حدیث حلیۃ السیف لیس ذلک فی الکتاب عنہ خبر ولا عین ولا اثر وایضا لا مناسبۃ لذکر ذلک فی ہذا الکتاب المقصود علی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمۃ الاثنا عشر و ذکر اسمائہم وکناہم واسماء آبائہم وامہاتہم وموالیدہم ووفیاتہم ومعجزاتہم کما لا یخفی علی من طالع ہذا الکتاب) پس اس قول کو دیکھکر کونسا شیعہ ہوگا جسکو اس روایت کے نہ موجود ہونے پر یقین نہ آوے گا اور سنیون کے قول کو کیونکر غلط نہ جانیگا لیکن الحمد للہ کہ کتاب کشف الغمہ اس ہندوستان مین صدہا جگہ موجود ہے جس کسیکو شک ہو وہ اسکو لیکر دیکھے کہ یہ روایت موجود ہے یا نہین اور قاضی صاحب کی صداقت کی داد دے لیکن اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ شاید بعد مین کسی سنی نے یہ عبارت ملا دی ہے اور کتاب کشف الغمہ مین اس روایت کے موجود ہونے سے اُسکو اطمینان نہو تو اُسکے اطمینان کے لیئے ہم مجتہد صاحب کی کتاب کو پیش کرتے ہین کہ اُنھون نے

بفضلہ تعالی اس روایت کے موجود ہونے سے کتاب مذکور مین اقرار کیا اور یہ توجیہ فرمائی کہ یہ روایت مُولف کتاب نے ابن جوزی سے جو کہ عالم سنیون کے ہین نقل کی ہے خیر جو کچھ ہو اسکی بحث ہم پیچھے کرینگے بالفعل ہمکو قاضی نور اللہ شوستری صاحب کی تکذیب منظور ہے کہ اُنھون نے اس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اُسکے واسطے ہم مجتہد صاحب کی کتاب طعن الرماح کی عبارت نقل کرتے ہین جسمین اُنھون نے اس روایت کے موجود ہونے کا اقرار کیا ہے و ہو ہذہ (قال المجتہد القمقام فی طعن الرماح روایت نعم الصدیق باسناد کتب شیعیان منودہ از کتاب کشف الغمہ نقل کردہ چون اتفاق مراجعت بآن کتاب شد مصنف آن کہ مولانا الوزیر علی بن عیسٰی اردبیلی ست از ابن جوزی کہ از مشاہیر علماء اہل سنت ست روایت مذکورہ را نقل کردہ) اس تحریر سے مثل آفتاب نیمروز کے قاضی نور اللہ شوستری کا جھوٹھا ہونا ثابت ہو گیا اور خود مجتہد صاحب کی تحریر سے اُنکے قاضی کا جسکو مولانا اور سید نا لکھکر اپنی کتاب مین یاد کیا ہے افترا ظاہر ہو گیا عجب حال ہے علماء شیعہ کا کہ جب کوئی روایت اُنکی کتاب سے سند لاکر پیش کیجاتی ہے تو اول صاف انکار کر جاتے ہین اور ناقل کو جھوٹھا اور کاذب بتاتے ہین اور جب اُسکی صحت اور سند پہنچائی جاتی ہے تب توجیہات لاطائل کرنے لگتے ہین چنانچہ اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے خلاف اپنے مذہب کے پایا اُس سے انکار کیا لیکن جب وہ روایت اس کتاب سے ثابت کر دی گئی تب بمجبوری مجتہد صاحب نے اُسکی موجودگی کا اقرار کیا اور ایک دوسری توجیہ لاطائل سے اُسکا باطل کرنا چاہا چنانچہ اب ہم اُس توجیہ کو بھی باطل کرتے ہین مجتہد صاحب کی توجیہ کا سارا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت نعم الصدیق کی اگرچہ کتاب کشف الغمہ مین مذکور ہے لیکن اُس مُولف موصوف نے علامہ ابن جوزی سے جو کہ مشاہیر علماء اہل سنت سے ہے نقل کیا ہے اس لیے گویا یہ روایت اہل سنت کی ہے نہ شیعونکی اسکا جواب یہ ہے کہ شاید مجتہد صاحب نے کتاب کشف الغمہ کو از اول تا آخر ملاحظہ نہین فرمایا ورنہ ایسا ارشاد نفرماتے اس لیے کہ مُولف کتاب موصوف نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے اور نقل کیا ہے وہ متفق علیہ فریقین ہے اور علماء شیعہ نے یکی بعد دیگرے اُسکو قبول کیا ہے اور وہ شیعون کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ علامہ معز الدین محمد در کتاب امامت میں لکھتے ہیں (کہ کتاب کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سعید اردبیلی ست وانچہ در کتاب مستطاب مذکور ست مقبول طبائع موافق و مخالف ست انتہی) پس گو کہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی ہی سے نقل کی ہو لیکن جب کہ وہ التزام اس امر کا کر چکا ہے کہ جو روایت لکھی جاویگی وہ مقبول فریقین ہو گی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی مقبول فریقین ہے اور جب مقبول فریقین ہونا ثابت ہوا تو اس روایت سے

الزام شیعون پر دنیا درست ٹھہرا اور اسکا جواب شیعون سے لینا واجب ہوا صاحب استقصاء الافحام
نے جنکی کتاب پر آج کل شیعون کو بڑا فخر ہے نہایت جودت طبع کو دخل دیا ہے اور اپنی دقیقہ فہمی و نکتہ سنجی
سے اسکا یہ جواب دیا ہی کہ اس کلام سے زرد ستانی کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کشف الغمہ مین مذکور ہے اسکو
اہل حق بھی قبول کرتے ہین اور اسکا انکار نہیں کرتے اور یہ امر آخر ہے اور ہونا روایات کشف الغمہ کا
اجماعیات اہل حق اور اہل خلاف سے دوسرا امر ہے اس لیے کہ قبول کرنا کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ اپنے
واسطے حجت پکڑین نہ کہ اس لیے کہ مخالف اس سے ہم پر حجت کرے علاوہ اسکے کلام زرد ستانی محمول
اصول اور مقاصد کتاب کشف الغمہ پر ہے کہ جو مقصود بالذات ہے وہ مقبول اہل حق ہے نہ کہ وہ جو مقصود
بالذات نہیں ہو وہ بھی مقبول ہو فقط چنانچہ اصل عبارت استقصاء کی یہ ہے (اول آنکہ ازین کلام زرد
ستانی نہایت آنچہ مستفاد میشود اینست کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکورست آنرا اہل حق ہم قبول میسازند
و برد و انکار آن نمی پردازند و این امر آخرست و بودن روایات کشف الغمہ از اجماعیات و اتفاقیات اہل
حق و اہل خلاف کہ مخاطب مدعی آنست امر آخر زیرا کہ مفہوم ثانی آنست کہ اہل حق در روایت این روایات
شریک اند و از قبول کردن آن روایات اینمعنی مستفاد نمیشود چہ قبول روایت باین وجہ ہم متصورست کہ اہل خلاف
روایت آن کردہ باشند و اہل حق قبول آن نمودہ باشند و قبول گاہی باینمعنی ست کہ این روایت را صحیح
میدانیم و آنچہ دران مذکورست آنرا حجت میگیریم و گاہی باینمعنی کہ چون بآن بر بعض مطالب خود احتجاج
میکنیم پس برای این امر قبولش کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن برما احتجاج نماید دوم آنکہ کلام زرد ستانی
محمول بر اصول مقاصد آن کتاب ست یعنی آنچہ دران کتاب برائے احتجاج و استدلال از اہل خلاف
نقل فرمودہ و مقصود بالذات ست مقبول اہل حق ہم ست نہ اینکہ آنچہ مقصود بالذات نیست و محض استطراد او
تبعاً نقل شدہ آنہم مقبولست و لیاقت حجیت نزد اہل حق دارد حاشا و کلا) لیکن صاحب استقصاء کی اس
تحریر کا مطلب معلوم نہیں ہوتا اور اس سے مشکل مسئلہ حل نہیں ہوتا یعنی ہمارا یہ قول ہے کہ مؤلف
کشف الغمہ نے جو روایت لکھی ہے خواہ وہ اپنے یہاں سے لی ہو خواہ سنیوں سے وہ روایت وہی ہے
جسکو علماء شیعہ نے بھی قبول کیا ہے اور اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ روایت نعم الصدیق بھی مقبول
علماء شیعہ ہے خواہ مؤلف موصوف نے اپنے کسی عالم کی کتاب سے نقل کی ہو خواہ ابن جوزی کے کسی نسخے
سے لی ہو اور اس سے مجتہد صاحب کی وہ توجیہ کہ یہ روایت ابن جوزی سے نقل کی ہے باطل ہوتی ہے
اور صاحب استقصاء کی تحریر سے کچھ مطلب حاصل نہین ہوتا حقیقت مین وہ بیچارہ کیا کرے ایسی بات
مین پڑ گیا ہے کہ نہ کچھ کہہ سکتا ہے نہ کچھ جواب دے سکتا ہے اپنے مجتہدین اور علما کے اضطراب پر حیرت کرکے

جہانتک اُس سے ہوتا ہے اُنکی بات بناتا ہے اور چونکہ جھوٹھی بات کو کوئی سوائے ایسی آبلہ فریب تقریرون کے سچ کرکے دکھلا نہیں سکتا اسیواسطے وہ بھی ایسی ہی پوچ باتون سے اپنا دل خوش کرتا ہے ورنہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ ایسی توجیہ لاطائل جو صاحب استقصا نے کی ہے کسی لڑکے کی زبان سے بھی نہ نکلے گی یعنی اسکا تو اقرار ہی کرتے جاتے ہین کہ جو کچھ کشف الغمہ میں لکھا ہے وہ مقبول فریقین ہے اور جب اسکو بعض روایات مین اپنے مذہب کے حق مین مضر جانتے ہین تو اُسکی توجیہ اس طرح کرتے ہین کہ، مقبولیت سے صرف اُنھین روایات کی مقبولیت مراد ہے جنسے ہم حجت کرین نہ کہ وہ روایات جنسے مخالف ہمپر حجت کرے یا قبول سے اُن روایات کی مقبولیت مراد ہے جوکہ مقصود بالذات ہین نہ وہ روایات جوکہ مقصود بالذات نہین ہین اور یہ خیال نہین فرماتے کہ ایسی توجیہات پوچ ولچر کو مخالف کب سنے گا اور وہ ایسی باتون کو کب مانے گا چنانچہ ہم بوجوہات قوی اس تحریر کو رد کرتے ہین +

اول یہ بات تو خود صاحب استقصا نے قبول کی ہے (کہ انچہ در کشف الغمہ مذکورست آنرا اہل حق ہم قبول میسازند و بردوانکار آن نمی پردازند) پس ہم ایسے امر مقبول کردہ صاحب استقصا کو منظور کرکے کہتے ہین کہ (روایت نعم الصدیق در کشف الغمہ مذکورست و انچہ در کشف الغمہ مذکورست آنرا اہل حق ہم قبول میسازند و بردوانکار آن نمی پردازند و قاضی نوراللہ شوستری آنرا قبول نمی سازند و جناب مجتہد صاحب قبلہ بردوانکار آن مے پردازند پس ہر دو قاضی و مجتہد از اہل حق ہستند و ہر کہ از اہل حق باشد آنرا لازم ست کہ این روایت را قبول سازد و بردوانکار آن نپردازد) دوسرے صاحب استقصا نے قبول کے دو معنی فرض کیئے ہین کہ (قبول گاہی بایمعنی ست کہ این روایت را صحیح میدانیم وانچہ دران مذکورست آنرا حجت میگیریم و گاہی بایمعنی کہ چون بآن بر بعض مطالب خود احتجاج میکنیم پس برای این امر قبول کردہ ایم نہ بایمعنی کہ خصم بآن برما احتجاج نماید) لیکن انھین معنی فرضی پر مقولہ مضمون الشعر فی بطن الشاعر صادق ہے اس لیئے کہ ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ اس کتاب کی روایتون کی نسبت معز الدین اثنا عشری نے لکھا ہے کہ (انچہ در کتاب مستطاب مذکورست مقبول طبائع موافق و مخالف ست) اور جب مقبول فریقین ہونا اسکا ثابت ہوا تو پھر یہ کہنا کہ ہمنے اس لیئے قبول کیا ہے کہ ہم حجت پکڑین نہ کہ اس لیئے کہ مخالف ہمپر حجت پکڑے محض نادانی ہے اسکی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص کسی قبالہ و دستاویز کی صحت کا اقرار کرے اور اس امر کو قبول کرے کہ جو کچھ اسمین لکھا ہے خواہ وہ میرا لکھا ہو یا دوسرے فریق کا وہ سب مجھے مقبول اور منظور ہے اور پھر جب کسی عبارت پراس دستاویز کی دوسرا فریق گرفت کرے تب وہ قبول کرنیوالا دستاویز کا کہے کہ یہ عبارت لکھائی ہوئی دوسرے فریق کی ہے مینے تو اس لیئے اسکو قبول کیا تھا کہ اُسپر حجت پکڑونگا نہ کہ اس لیئے کہ وہ مجھپر

حجت پکڑے پس منصف کیا فیصلہ کریگا یعنی کیا فتوی دیگا اور چونکہ صاحب استقصا بھی منصف ہین اور اُنکے والد ماجد مفتی تھے اس لیئے وہ خود ہی برائے خدا اسکا انصاف کرین اور اس امر کو منفصل فرماوین + تیسرے اگر یہ امر تسلیم کرلیا جاوے کہ روایت کا قبول کرنا اپنے واسطے حجت لانے کے لیئے ہے نہ کہ دوسرے کی حجت کرنے کے واسطے تو سب جھگڑا ہی طے ہوجاوے کوئی فریق کسی دوسرے پر کسی روایت کی سند نہیں لاسکتا اور یہی جواب دے سکتا ہے جیسا کہ صاحب استقصا نے دیا ہے کہ (چون بہ آن بعض مطالب خود احتجاج میکنیم پس برای این امر قبولش کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن برما احتجاج کند) چوتھے عام قاعدہ ہی کہ جب کسی فریق کی روایت یا خبر کی صحت تسلیم کیجاوے تو اُسکی جوابدہی صحت کے تسلیم کرنیوالے پر ایسی ہی ہوتی ہی جیسی کہ اصل روایت کرنے والے پر چنانچہ قطع نظر معاملات دنیاوی کے ہم دینی سند بیان کرتے ہین کہ اکثر باتین توریت وانجیل کی ہماری کتابون مین مذکور ہین اور ہم اُنکو قبول اور منظور کرتے ہین پس جب اُن روایتونکی صحت ہم نے تسلیم کرلی تو اُسکی جوابدہی ہمارے ذمے بھی ویسی ہی ہے جیسے کہ یہود اور عیسائیون کے ذمے پس اگر کسی روایت یا خبر کی نسبت جسکو ہمنے تسلیم کرلیا ہے کوئی اعتراض کرے تو اسکا ہم یہ جواب دے سکتے ہین جیسا کہ صاحب استقصا نے دیا ہے کہ (چون بآن بر بعض مطالب خود احتجاج میکنیم پس برا سے این امر قبولش کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن برما احتجاج کند) حقیقت مین ہم ایسا جواب نہین دے سکتے اور اگر دین تو کوئی مخالف اسکو تسلیم نہین کرسکتا + پانچوین اگر کسی فریق مخالف کی کوئی روایت ہم نقل کرین اور اسکو قبول کرنے سے کوئی غرض خاص ہووے اور اُس مین کوئی امر ایسا ہو جسکو ہم قبول نکرتے ہون ہمکو لازم ہوگا کہ ہم اُسکے مطلب کو جو کہ ہمارے مفید ہو لیکر باقی عبارت کو چھوڑ دین یا اُسکی نسبت صاف لکھ دین کہ اِس روایت کا اسیقدر مضمون ہمکو تسلیم ہے اور باقی سے انکار ہے اگر ہم ایسا نکرین اور اُس روایت کو بلا انکار اُسکے کسی جزو کے قبول کرلین تو پھر ہم اُسکی قبولیت سے انکار نہین کرسکتے اسی طرح پر اگر مولف کتاب کشف الغمہ کا اس روایت کو کسی خاص مطلب کیواسطے قبول کرتا تو اُسکو اُسکا مطلب ہی کہدینا کافی تھا یا اصل روایت لکھکر اُسکے جزو نامقبول پہ اشارہ کردینا لازم تھا جب اُسنے ایسا نہین کیا تو اب بعد چندین سال توجیہ صاحب استقصا کی کچھ بکار آمد نہیں ہوتی + چھٹے یہ قول صاحب استقصا کا کہ (کلام زردستانی محمول بر اصول و مقاصد آن کتاب ست نہ اینکہ آنچہ مقصود بالذات نیست آنہم مقبول ست) یہ فقط قول ہی قول ہے نہ اسکی کچھ سند نہ اس پر کچھ حجت ہے ایسا دعوی بلا دلیل لایق سماعت کے نہین ہو اگر مولف موصوف یہ لکھدیتا کہ جو اصول اور مقاصد اس کتاب کے ہین وہ مقبول ہین نہ وہ جو کہ مقصود بالذات نہیں ہین وہ بھی مقبول ہین تو بیشک ہم تسلیم کرتے

لیکن جب کہ اُسنے یہ قید نہین کی اور اپنے کلام کو بہ نسبت کتاب کے مطلق چھوڑ دیا تو ہم بھی اُس سے فرد کامل
مراد لین گے یعنی جو کچھ اُس کتاب مین ہی خواہ مقصود بالذات ہو یا نہو وہ سب مقبول ہے + اے حضرات شیعہ
تمکو خدا کی قسم ہے کہ ذرا غور کرو اور انصاف کو دخل دو کہ اِس بحث مین تمھارے علما کس گرداب بلا مین پڑگئے
ہین اور کیسے بدست و پا ہورہے ہین اور ہر چند ہاتھ پانون مارتے ہین مگر مقصود کے کنارے تک نہین پہنچنے
نہین پاتے کوئی تو اِس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کرتا ہے کوئی موجود ہونے کا تو اقرار
کرتا ہے لیکن اُسکو سینون کے علما سے نقل کرنا بیان کرتا ہے کوئی اسکو قبول ہی نہین کرتا کوئی قبولیت
کے معنی گڑھ گڑھکر بیان کرتا ہے اور حقیقت میں کوئی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا اور مثل الغریق
یتشبث بکل حشیش پر عمل کر رکھا ہے دوسرا قول بعضون نے اِس روایت سے یہ جواب دیا ہے کہ اگر صحت
اسکی تسلیم کیجاوے تو امام کا ابوبکر کی نسبت صدیق کہنا بنظر تخصیص و تمییز مخاطب کے ہوگا بغیر تصدیق
اُسکے مضمون کے جیسا کہ احقاق الحق مین قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے (اقول ذکر الصدیق لاجل ۵۷ ڈوبتا ہوا
التخصیص والتمییز للمخاطب من غیر تصدیق بمضمونہ) لیکن یہ قول باطل ہے اسلیے کہ اگر امام حضرت ابوبکر آدمی تنکے
رضی اللہ تعالی عنہ کے نام کے بعد انکا لقب صدیق کہکر سکوت فرماجاتے تو حضرات شیعہ کو اِس تاویل کو پکڑتا ہی
کی گنجایش تھی لیکن یہ تخصیص مخاطب کی بغیر تصدیق اُسکے مضمون کے آیندہ کے فقرے سے باطل ۱۲
ہوتی ہے اس لیے کہ جب سائل نے متعجبانہ سوال کیا کہ یا حضرت آپ بھی اُنکو صدیق کہتے ہین تو امام اپنی
جگہ سے اُچھل پڑے اور کہا کہ نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق کہ ہان وہ صدیق ہین ہان وہ صدیق ہین ہان
وہ صدیق ہین اور پھر اسپر بھی قناعت نہ کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ (من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا
والآخرۃ) جو اُنکو صدیق نہ کہے اُسکی خدا دنیا و آخرت مین تصدیق نہ کرے اگر ایسے کلمات پر بھی حضرات
شیعہ یہ فرمادین کہ امام نے صرف مخاطب کے سمجھنے کے لیے صدیق کہا تھا اور اُسکے مضمون کو تصدیق نکیا
تھا تو یہ انھین کو زیبا ہے + تیسرا قول جب حضرات شیعہ نے یہ خیال کیا کہ یہ تاویل بھی بوجہہ موجود ہونے
جملہ من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ کے نہین بنتی تب تیسری تاویل شروع کی کہ شاید حضرت امام
علیہ السلام نے ابوبکر صدیق کی نسبت جو کچھ فرمایا ہے وہ بنظر استہزا کے فرمایا ہوگا جیسا کہ احقاق الحق میں لکھا ہی
(والاستہزا کما فی قولہ ذق انک انت العزیز الکریم) یعنی امام نے ابوبکر کو صدیق بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے فرمایا۔
جیسا کہ خدا نے دوزخیونکی نسبت بھی عزیز اور کریم فرمایا ہے اور بنظر استہزا کے انکی شان مین قرآن مین کہا ہے کہ
چکھو تم بڑے عزیز اور کریم ہو مگر یہ قول بھی باطل ہے اس لیے کہ الفاظ کو معنی حقیقی سے پھیرنے کے لیے
کوئی قرینہ چاہیے ورنہ بغیر قرینے کے بلا قیاس الفاظ سے معنی حقیقی مراد نہ لینا جائز نہیں ہے پس آیہ کریمہ مین

وہ قرینہ موجود ہے کہ اوپر سے ذکر زقوم اور عذاب دوزخ کا ہے اور خطاب بھی دوزخیوں سے ہے اور چونکہ دوزخی اول آپ کو بڑا عزیز اور کریم جانتے تھے اس لیئے انسے خطاب کیا گیا کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْاَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ اِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيمِ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ اور اس آیت کے کسی مقام سے کوئی ایسا قرینہ پایا نہین جاتا جس سے معلوم ہو کہ امام نے بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے یہ فرمایا ہو اس لیئے کہ اول تو سائل شیعہ تھا اُسکے سامنے استہزا کرنے کا کیا موقع تھا دوسرے اُسنے اپنی طرف سے کچھ استفسار بہ نسبت حضرت صدیق کے نہ کیا تھا بلکہ اُسنے ایک مسئلہ فقہی پوچھا تھا کہ آیا حلیہ سیف کا جائز ہے یا نہین امام نے اُسکو جائز فرمایا اور اسکی سند مین حضرت ابو بکر صدیق کا ذکر کیا جب اُس سائل کو تعجب ہوا تو اُسکے تعجب دور کرنے کے لیئے حضرت نے کلمہ نعم الصدیق مکرر سہ کرر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تو یہ محل اور موقع کسی طرح پر استہزا کرنیکا نہ تھا اور لو فرضنا کہ کلمہ نعم الصدیق بھی بنظر استہزا کے ہو لیکن بعد اسکے جو حضرت نے فرمایا کہ من لم یصدقہ الخ یہ کلمہ استہزا اور ٹھٹھے پر کس قرینے سے محمول کیا جاویگا اور اگر بغیر قرینہ بلا قیاس کے ایسے کلمات طیبات استہزا اور سخریہ پر محمول کیئے جاوین تو ہر ملحد وزندیق ہر آیت اور حدیث کی نسبت ایسا ہی کہہ سکتا ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا چوتھا قول جب حضرات نے دیکھا کہ یہ تاویل بھی نہین بنتی اور امام کی نسبت استہزا اور سخریہ کے منسوب کرنے سے کام نہین نکلتا تب اُنہے اُس معمولی تاویل سے پناہ لی جو سنیون کے ہر حملہ کے لیئے سپر بنائی گئی ہے اور جو ناصبیون کے ہر حربے کے واسطے ڈھال مقرر کی گئی ہے یعنی تقیہ جیسا کہ حقائق الحق میں بر سبیل تنزل لکھا ہے او للتقیۃ عن السائل اور مجتہد صاحب نے بھی خیر پر طعن الرماح مین فرمایا ہے (و لو نزلنا عن ذلک پس محمول بر تقیہ خواہد بود) لیکن اس تاویل کی بھی گنجائش نہین ہے اس لیئے کہ الفاظ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل مومنین اور محبین سے تھا ورنہ جب امام نے حضرت ابو بکر کو صدیق کہا تو اسے کچھ تعجب نہوتا اور وہ یہ استفسار نکرتا کہ آپ بھی ایسا کہتے ہین سائل کا تعجب کرنا اور امام کا غصہ ہو کر جواب دینا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سائل سنی نہ تھا جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوتی اور اگر سائل سنی بھی ہوتا تب بھی امام کا تقیہ کرنا اور سنی سے ڈر کر خلفا جور کی تعریف کرنا خلاف شان امامت کے تھا اس لیئے کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام تقیے سے ممنوع تھے اور اُنکو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اور جو صحیفہ خدا نے انپر بھیجا تھا اُسمین اُنکو علوم کے منتشر کرنے اور مسائل شرعی کو بلا خوف و خطر ظاہر کرنے کی تاکید تھی اُنکو خدا نے مطمئن کر دیا تھا اور اُنکے حق مین (فانک فی حرز و امان) فرما دیا تھا پس ایسی حالت مین امام کا ایک سنی سے ڈر جانا اور اُسکے خوف سے ایک غاصب بلکہ کافر کو صدیق کہنا اور باوجود اطمینان خدا کے جان و عزت کا اندیشہ کرنا۔

تعجب کا مقام ہے علاوہ برین امام کے حالات پر بھی نظر کرنا اور اُنکے طور اور طریقے کو بھی دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ ہمیشہ سنیون سے ڈرجاتے تھے اور ناصبیون کے خوف سے جھوٹھی تعریف صحابہ کی کیا کرتے تھے یا کبھی اپنی امامت کے جلال پر بھی آجاتے تھے اور اپنی شان صدق گوئی کو بھی ظاہر فرماتے تھے اگر یہ ثابت ہو کہ کبھی کسی سُنی کے مقابلے مین حضرت نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہین کیا اور ہمیشہ ہر ایک سُنی کے روبرو تقیے کو کام فرمایا تو خیر اس حدیث کی نسبت بھی ہم عذر تقیہ کو تسلیم کر سکتے ہین اور اگر یہ امر معلوم ہو کہ امام نے بڑے بڑے سنیون کے سامنے اظہار حق فرمایا ہے اور بلا خوف اُنکے جو کچھ دل مین تھا اُسکو ظاہر کر دیا ہے تو پھر کیونکر ہم اس حدیث کی نسبت عذر تقیے کو قبول کرین اب ہم امر دوم کو کتب شیعہ سے ثابت کرتے ہین ملا باقر مجلسی کتاب حق الیقین مین لکھتے ہین کہ (در زمان حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کہ اواخر زمان بنی امیہ و اوائل دولت بنی عباس بود ازان دو بزرگوار آن قدر از مسائل حلال و حرام و علم تفسیر و کلام و قصص انبیاء و سیر و تواریخ ملوک عرب و عجم و غیر آنہا از سایر علوم منتشر گردید کہ عالم را فرا گرفت و محدثان شیعہ در اطراف عالم منتشر گردیدہ و پیوستہ در مناظرات و مباحثات علما بر جمیع فرق غالب بودند و چہار ہزار کس از علماء مشہور را از حضرت صادق روایت کردہ اند و چہار صد اصل در میان شیعہ بہم رسید کہ اصحاب باقر و صادق و کاظم علیہم السلام روایت کردہ بودند (الی قولہ) و بہ طرق معتبرہ منقولست کہ قتادہ بصری کہ از مفسرین مشہورہ عامہ است بخدمت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام آمد حضرت فرمود توئی فقیہ اہل بصرہ گفت بلی حضرت فرمود وای بر تو ای قتادہ حق تعالی خلق آفریدہ است کہ ایشان را حجتہای خود گردانیدہ است بر خلق خود پس ایشان میخہای زمین اند و خازنان علم الٰہی اند پس قتادہ مدتے ساکت شد کہ یارای سخن گفتن نداشت پس گفت بخدا سوگند کہ در پیش فقہا و خلفا و پادشاہان و ابن عباس نشستہ ام و دل من نزد ایشان مضطرب نشدہ چنانچہ نزد تو مضطرب شدہ است حضرت فرمود میدانی کہ کجائی در پیش خانہ نشستہ کہ حق تعالی در شان ایشان فرمودہ است کہ (فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع و یذکر فیہا اسمہ) قتادہ گفت راست گفتی) پس جب کہ بڑے بڑے مفسرین اور مشہور فقہا اور نامی علما کے مقابلے مین امام تقیہ نہ کرین اور اُنکو بُرا بھلا کہین اور وائے بر تو اور مثل اُسکے اور کلمات عتاب کے فرمانے مین کچھ تامل نفرماوین اور اُنکے شاگرد اور حاضر باش بڑی بڑی مجلسون مین سنیون سے مباحثہ کرین اور اُنکو ہراوین اور ہزارون عالم اور سیکڑون فقیہ اُنسے تعلیم پاوین تو کیونکر ہم اس امر کو مانین کہ ایسے زبردست امام جنکی مجلس مین آنے سے بڑے بڑے عالمون کے بدنمین لرزہ پڑجاوے اور صورت دیکھنے سے انکا دل کانپنے لگے ایک سنی کے سامنے آنے سے ڈرجاوین اور خلفاء جور کی ایسی بڑی تعریف کرنے لگین کیا وہ سائل جسنے حلیہ سیف کا سوال کیا تھا قتادہ بصری سے بھی بڑھکر تھا یا کوئی لشکر اور فوج لیکر

امام سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا کہ امام قتادہ سے تو نہ ڈرے اور اسپر تو عتاب کیا اور سائل سے ڈر کر ابو بکر کو صدیق صدیق صدیق کہنے لگے ہمارے نزدیک تو اگر کوئی بادشاہ اور امیر بھی آتا تب بھی امام کلمہ حق کہنے سے درگذر نفرماتے اور جو کچھ اُنکے دل مین ہوتا اُسکے خلاف ہرگز کچھ بھی زبان سے نہ نکالتے اور یہ صرف ہمارا خیال ہی خیال نہین ہے بلکہ اسکا ثبوت شیعونکی کتابون سے ہوتا ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی حق الیقین مین لکھتے ہین کہ (در روایت دیگر معتبر وارد شدہ است کہ درسالیکہ ہشام بن عبد الملک بحج رفتہ بود در مسجد الحرام دید کہ مردم نزد حضرت امام محمد باقر ہجوم آوردہ اند واز امور دین خود سوال کنند عکرمہ شاگرد ابن عباس از ہشام پرسید کہ کیست اینکہ نور علم از جبین او ساطع ست میروم کہ او را خجل کنم چون نزدیک حضرت آمد وایستاد لرزہ بر اندام او افتاد و مضطرب شد و گفت یا ابن رسول اللہ من در مجالس بسیار نزد ابن عباس و دیگران نشستہ ام این حالت مرا عارض نشدہ حضرت ہماں جواب فرمود پس معلوم شد کہ از معجزات امام و شواہد امامت آنست کہ حقتعالی محبت ایشان را در دل دوستان و مہابت ایشان را در دلہای دشمنان می افگند) پس جب کہ ہشام ابن عبد الملک سے ظالم بادشاہ کے موجود ہونے پر امام کا رعب دشمن پر ہو جاوے اور امام کے خوف سے اُنکے بدن پر لرزہ آجاوے تو تعجب ہے کہ پھر امام ایک سنی کے رعب مین آجاوین اور ایک ادنی آدمی سے ڈر جاوین * مین ہرچند غور کرتا ہون اور بہت سوچتا ہون لیکن حضرات شیعہ رحمہم اللہ کی باتین میری سمجھ مین نہین آتین اور امامت کی حقیقت تو فرشتے اور انبیا بھی نہین سمجھے تو وہ مین کیا سمجھ سکتا ہون لیکن اُسکے ظاہری شواہد بھی میرے ذہن مین نہین آتے کہ کبھی تو حضرات شیعہ امامون کو ایسا شجاع اور ذی رعب بنا دیتے ہین کہ بادشاہون اور ظالمونکو بھی مجال گفتگو کی اُنکے سامنے نہ تھی اور عالمون اور فقیہونکو بھی جرأت بات کرنے کی اُنسے نہوتی تھی سبکو بُرا بھلا کہتے تھے اور لوگ چپ سنا کرتے تھے اور سوائے درست اور بجا کے امام کے سامنے کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلتا تھا اور کبھی حضرات شیعہ امامونکو ایسا خوف زدہ اور جبان ونعوذ باللہ منہ بنا دیتے ہین کہ وہ ایک ادنی آدمی سے ڈر جاتے تھے اور اگر انکی مجلس مین ایک سنی بھی آجاتا تھا تو وہ چپ ہو جاتے تھے اور اُسکا ایسا رعب انپر چھا جاتا تھا کہ ایک بات بھی ایسی کہ جو اُس سنی کے عقیدے کے خلاف ہوتی تھی نفرماتے تھے حقیقت میں یہ سب تہمتین شیعونکی امامون پر ہین وہ تو نبی زادے اور رسول کے جان و جگر تھے اُنکی رگ رگ مین انکے جد کی عادات اور اخلاق کا اثر تھا اُنکی بات بات مین اُنکے نانا کے کلام کا جلوہ ظاہر ہوتا تھا جسطرح اُنکا ظاہری جمال نمونہ پیغمبر صاحب کے حسن کا تھا اسی طرح اُنکے باطنی کمال سے کمالات نبوی کا ظہور ہوتا تھا اُنکا دل اُنکی زبان حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے مانند یکسان تھی نفاق اور جھوٹھ

اور حیلہ اور تقیہ اُنکے کمالات کے حق مین ایک سخت عیب تھا کیونکر خدا ایسے لوگونکو جو سراسر نور کے پتلے تھے ایسی کثافتون سے پاک نرکھتا اور کس لیئے اُن پاک اماموںکو جو سراپا طہارت کی صورت تھے ایسی نجاستون سے دور نہ رکھتا اے حضرات شیعہ جنکی شان مین آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہو جنکی پاکی پر پاکی نے قسم کھائی ہو جنکی صداقت پر صدق کو ناز ہو جنکی صورت اور سیرت پیغمبر کیسی ہو جنکی گہوارہ جنبانی جبرئیل امین کے تعلق ہو جنکی زیارت کو ملائکہ عرش برین آتے ہون جنکے قول وفعل پر دین ومذہب کا مدار ہو انھین پر تم ایسی تہمتین کرو اور خوف اور جھوٹھ اور حیلے کو اُن پاک امامون کیطرف نسبت کرو اے بھائیو کیا محبت کے یہی معنی ہیں جو تم رکھتے ہو اگر امامت کی یہی شان ہے تو مسلمانونکا کیا ذکر ہے گبر و ترسا بھی نفرت کرینگے اور ایسی باتون کو سنکر سب الامان الامان پکارینگے اگر تمکو یہ شبہہ ہو کہ ہمارے علما اور محدثین نے ایسی روایتونکو لکھا ہے اور ایک گروہ نے فقہا کے اُسکو نقل کیا ہے تو یہ شبہہ ذراسے غور سے رفع ہوسکتا ہے یعنی تم اُن لوگون کے حالات پر غور کرو جو راوی تمھارے یہانکی روایتون کے ہین اور مدار تمھارے مذہب کی احادیث کا ہے کہ وہ سب کے سب جھوٹھے تھے اور امام انپر لعنت کیا کرتے تھے کہ اسکو ہم تمھاری ہی کتابون سے اپنے موقع پر آیندہ ثابت کرینگے تب تمکو معلوم ہوگا کہ امام کا ظاہر باطن ایک تھا جو اُنکے دل مین ہوتا تھا وہی زبان سے ارشاد فرماتے تھے اگر تم ہمارے کہنے کو غلط سمجھو تو اپنے ہی علما کے اقوال پر نظر کرو کہ اُنھون نے بھی ایمۂ کرام کیطرف سے ایسا ہی لکھا ہے اور خود ایمہ کی حدیث کو لکھکر اس بات کو صاف کر دیا ہے چنانچہ محدثین شیعہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث مین لکھتے ہین کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے (لا تذکروا سرنا بخلاف علانیتنا ولا علانیتنا بخلاف سرنا حسبکم ان تقولوا ما نقول وتصمتوا عما نصمت الخ) کہ ہمارا ظاہر و باطن ایک ہی ہمارے باطن کو برخلاف ہمارے ظاہر کے ہرگز نہ کہو اور نہ ہمارے ظاہر کو مخالف باطن کے کہو یہی تمھارے واسطے کافی ہے کہ جو ہم کہتے ہین وہی تم بھی کہو اور جس سے ہم چپ رہتے ہیں اُس سے تم بھی خاموش رہو پس اے حضرات شیعہ اگر حقیقت مین تم امام کے حکم پر عمل کرتے ہو اور اُنکے کہنے پر چلتے ہو تو اُنکے قول کو سنو اور اُسپر عمل کرو جیسا انھون نے حضرت ابوبکر کو صدیق کہا ویسا ہی تم بھی چپ چاپ اُنکو صدیق صدیق کہو اور سوائے اسکے وہ بات جس سے امام نے سکوت فرمایا تم بھی اُس سے خاموش رہو ✦ پانچوان قول بعض حضرات شیعہ یہ فرماتے ہین کہ امام علیہ السلام ابوبکر کو کسطرح صدیق کہتے اس لیئے کہ یہ لقب خاص جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ خود حضرت امیر نے فرمایا ہے (انا الصدیق الاکبر لا یقولہ بعدی الا کذاب) کہ مین صدیق اکبر ہون جو کوئی بعد میرے اس لقب کو اپنی نسبت کہیگا وہ جھوٹھا ہے لیکن یہ فرمانا بھی حضرات کا اُنکے لیئے چند دلیلون سے مفید نہین ✦

(پہلی دلیل) حضرت امیر کے اس قول سے خود اُنکا جواب ظاہر ہے اِس لئے کہ حضرت نے یہ فرمایا کہ بعد میرے کوئی شخص صدیق نہوگا اور جو کوئی اسکا دعوی کرے وہ جھوٹھا ہے اور یہ فرمانا دلالت اسپر کرتا ہے کہ حضرت امیر کے پہلے کوئی صدیق گذرا ہے اور وہ کون ہے حضرت ابوبکر صدیق ہین رضی اللہ تعالی عنہ + + (دوسری دلیل) اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ سواے حضرت علی کے اُسنے پہلے بھی کوئی صدیق نہین ہوا تو اسکا جواب ہم اُنھین کی کتابون سے دے سکتے ہین وہ یہ ہے کہ عیون اخبار الرضا وغیرہ کتب حدیث مین اُنکے موجود ہے کہ (ابوذر صدیق ہذہ الامۃ) پس جب ابوذر کی نسبت لفظ صدیق کا مذکور ہے تو تخصیص مرتضوی باقی نرہی + (تیسری دلیل) یہ امر قابل دیکھنے کے ہے کہ آیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ حضرت علی سے پہلے بہ لقب صدیق کے بین الصحابہ مشہور تھے یا نہین اور لوگ حضرت امیر کے سامنے بلکہ پیغمبر خدا کے روبرو اُنکو صدیق کہتے تھے یا نہین چنانچہ بلفظہ اسکا ثبوت خود شیعونکی کتابون سے ہوتا ہے چنانچہ ایک عالم شیعی منہج المقال مین فضیل سے روایت کرتا ہے کہ (قال سمعت ابا داؤد یقول حدثنی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان الجنۃ مشتاق الی ثلثۃ فجاء ابوبکر فقیل لہ یا ابابکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذ ہما فی الغار فلو سالت رسول اللہ من ہؤلاء الثلثۃ) کہ بریدہ اسلمی روایت کرتے ہین کہ مینے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضرت نے فرمایا کہ جنت تین آدمیونکی مشتاق ہے کہ اسمین ابوبکر آئے لوگون نے اُنسے کہا کہ اے ابوبکر تم صدیق ہو اور تم ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ہو تم پوچھو حضرت سے کہ وہ تین کون ہین فقط بس یہ روایت اِس امر کے ثبوت کے لیئے کافی ہے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے زمانے مین سب اصحاب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کو صدیق جانتے تھے اور اسی خطاب سے انکو یاد کیا کرتے تھے گویا صدیق اور ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اُنکا خطاب اور لقب ہو گیا تھا + اگر کسی شیعہ کو اِن روایات سے بھی سیری نہووے اور وہ اس روایت کی تائید امام کے دوسرے قول سے چاہین اور یہ پوچھین کہ سواے اس روایت نعم الصدیق کے اور بھی کبھی کسی امام نے ابوبکر کو صدیق کہا ہے تو اُسکا بھی ہم ثبوت دے سکتے ہین اور جب تک کہ اچھی طرح پر حضرات شیعہ کو اطمینان نہوجاوے ہم اُنکی تسکین اور تسلی کے واسطے روایت اُنھین کی کتابون سے لانے سے باز نہین رہتے چنانچہ ہم اسکا ثبوت دیتے ہین کہ اسی کتاب کشف الغمہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک دوسری حدیث موجود ہے جسمین حضرت ابوبکر صدیق کے نام کے ساتھ امام نے صدیق کا لفظ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام فرماتے ہین (ولدنی ابوبکر الصدیق مرتین) اور طرفہ یہ ہے کہ قاضی نوراللہ شوستری نے اگرچہ پہلی حدیث کے موجود ہونے سے کشف الغمہ مین انکار کیا تھا لیکن اِس حدیث کے موجود ہونے پر سکوت ہی

فرمایا اور کچھ زبان مبارک سے نہ نکالا اور حقیقت مین کہانتک تکذیب کرتے اور آفتاب پر کہانتک خاک ڈالتے آخر انکار کرتے کرتے تھک گئے اور سکوت اختیار کیا + اگر اس روایت کے بعد بھی کچھ تشنگی باقی رہے تو حضرات شیعہ کو لازم ہے کہ خود جناب امیر علیہ السلام کے اقوال پر نظر کرین اور انکی زبان سے حضرت ابوبکر کی نسبت خطاب صدیق کا سنین احتجاج طبرسی مین علامہ طبرسی سے جو کہ معتمدین علما شیعہ سے ہین لکھتے ہین کہ حضرت امیر فرماتے ہین کہ (کنا مع اسبع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علے حبل حراء اذ تحرک الجبل فقال لہ قر فانہ لیس علیک الا نبی و صدیق و شہید) کہ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حراء پر تھے کہ یکایک پہاڑ نے حرکت کی تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ قرار پکڑ کوئی نہین ہے تجھپر سواے نبی اور صدیق اور شہید کے اور دیکھنے کتب شیعہ سے ظاہر ہے کہ اسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر صدیق اور علی مرتضیٰ تھے پس حضرت نے اپنی ذات کے لیے نبی اور حضرت ابوبکر کی نسبت صدیق اور حضرت علی کے حق مین شہید فرمایا اگر کوئی متعصب شیعہ کہے کہ امام کے اقوال سے اگرچہ حضرت ابوبکر کی نسبت لفظ صدیق کا معلوم ہوتا ہے لیکن اسمین خیالات استہزا اور تقیہ وغیرہ کے ہین اس لیئے اُنسے خاطر خواہ اطمینان نہین ہوتا اگر خدا کی کتاب سے اُنکی نسبت اس خطاب کا ہونا ثابت کردیا جاے تو پھر کچھ شبہہ نہ رہے چنانچہ ہم ایسے متعصب سخت کی بھی خاطر شکنی گوارا نہین کرتے اور اُسکے (لیطمئن قلبی) کے کہنے پر اسکا ثبوت خدا کی کتاب سے بتصدیق مفسرین شیعہ کے پیش کرتے ہین واضح ہو کہ تفسیر مجمع البیان طبرسی مین جو نہایت معتبرین تفسیر شیعہ سے ہے لکھا ہے کہ (قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَالَّذِی جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ) کہ جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جسنے تصدیق کی اُسکی وہ ہی متقی ہین اور اسکی تفسیر مین علامۂ موصوف لکھتا ہے کہ (قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ و صدق ابوبکر عن ابی العامیۃ والکلینی) کہ جو شخص آیا ساتھ صدق کے اس سے مراد رسول خدا ہین اور جس نے تصدیق کی اُنکی اس سے مراد ابوبکر ہین فقط اور جس نے پیغمبر خدا کی سچے دل سے سب سے زیادہ تصدیق کی ہو اُسی کا لقب صدیق ہے پس بفضلہ تعالیٰ خدا کی کتاب سے بھی ابوبکر صدیق کا صدیق ہونا ثابت ہوگیا (والحمد للہ علی ذلک) اب بھی اگر حضرات شیعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہ جانین اور باوجود موجود ہونے ثبوت اُنکی صدیقیت کے خدا کی کتاب اور رسول کے کلام اور امام کے اقوال سے اُنکی صدیقیت کی تصدیق نہ کرین اور خدا کی کتاب اور رسول اور ائمہ کے اقوال سے روگردانی کرین تو اب سواے اسکے کہ ہم بھی اُنکی نسبت وہی کہین جو امام نے فرمایا ہی کیا چارہ ہو اس لیئے ہم اول تو نہایت منت اور عاجزی سے حضرات شیعہ کی خدمت مین عرض کرتے ہین

کہ اے بھائیو ابوبکر صدیق کو صدیق سمجھو انکو پیغمبر صاحب کا دوست اور ثانی اثنین اذ ہما فی الغار جانو اور جس لقب سے انکو ائمہ کرام علیہم السلام نے یاد کیا ہے اُسی لقب سے تم بھی یاد کرو اگر اسپر بھی وہ کچھ نہ سنین اور انکو صدیق نہ کہین تو ہم پھر امام کی وعید کو انھین سنائے دیتے ہین اور انکو رسوائی دنیا و آخرت سے ڈرائے دیتے ہین کہ ہزار برس پہلے سے امام فرما چکے ہین کہ (من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ)۔

نوین شہادت بیان حضرت عمر کے نکاح کا ساتھ جناب امّ کلثوم کے

یہ بات از روے کتب معتبرۂ شیعہ و اہل سنت کے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کا نکاح ساتھ حضرت ام کلثوم کے ہوا جو کہ خاص بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تھین اس امر کے ثبوت سے چند فائدے ظاہر ہوتے ہین ٭ اول اس نکاح سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ باہم حضرت علیؑ اور حضرت عمر فاروق کے کچھ عداوت نہ تھی بلکہ نہایت ہی دوستی تھی اگر دوستی نہوتی تو حضرت علیؑ اپنی بیٹی کا وہ بھی وہ بیٹی جو کہ خاص حضرت فاطمہ کے بطن سے تھین نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ نہ کرتے اور دشمن کو اپنے خاندان مین نہ لیتے ٭ دوسرے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کافر یا منافق یا مرتد نہ تھے ورنہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب مظہر العجائب والغرائب اپنی ایسی پیاری بیٹی کا نکاح اُسکے ساتھ نہ کرتے اور اگر اُنکے ایمان اور عبادت اور زہد اور پرہیزگاری پر اطمینان کامل حضرت امیر کو نہوتا تو وہ کبھی انکو اپنا داماد نہ بناتے ٭ تیسرے) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبھی کسی قسم کا رنج اور صدمہ جناب امیر کو یا حضرت فاطمہ علیہا السلام کو نہیں دیا اور کبھی کسی قسم کی دشمنی یا عداوت اُنکے ساتھ نہین رکھی ورنہ ممکن نہ تھا کہ حضرت امیر ایسے شخص کیساتھ جسنے انکو یا حضرت فاطمہ کو رنج دیا ہوتا اس نکاح کا ہونا جائز رکھتے ٭ بہر حال یہ امر اخلاص اور اتحاد اور محبت پر باہم جناب امیر اور حضرت عمرؓ کے ایسا شاہد عادل ہے کہ کسی طرح پر بعد ثبوت اس امر کے شیعونکی زبان پر عداوت کا نام نہیں آسکتا اور باوجود ہزار سعی باطل کے کوئی عذر وحیلہ انکا اس معاملے مین پیش نہین جاتا کسی معاملے میں ایسے دق اور زچ نہیں ہوے جیسے کہ اس معاملے مین ہوے ہین حقیقت میں یہ بحث لائق غور سے دیکھنے کے ہے کہ حضرات شیعہ نے عبد اللہ بن سبا کے زمانے سے لیکر جناب قبلہ و کعبہ کے وقت تک اس معاملے مین کیا کیا رنگ بدلے ہین اور کیسی توجیہات لاطائل کی ہین کسی نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے کوئی ام کلثوم کے بنت مرتضیٰ ہونے ہی کا منکر ہوا ہے کسی نے نکاح پر غصب کا اطلاق فرمایا ہے کوئی بعد نکاح کے ہم بستر ہونے

سے ساتھ حضرت عمرؓ کے منکر ہوا ہے کوئی کہتا ہے کہ جنیہ بشکل حضرت ام کلثوم کے حضرت عمرؓ کے پاس آتی تھی اور وہ ہمخواب ہوتی تھی کسی نے اسکو جناب امیر کے اعلی درجے کے صبر کا نتیجہ کہا ہو کسی نے اسکو تقیے پر لا لا ہے بہر حال ہر شخص کا جدا ترانہ اور ہر متنفس کا نیا فسانہ ہے جسکے سننے سے فقط ایک ہمین محو حیرت نہین بلکہ انکی نغمہ سرائی اور ترانہ سنجی کو سن سنکر ایک عالم اپنے قابو سے نکلا جاتا ہو اور وجد مین آ آ کر مرحبا اور حسنتؓ کہتا ہو شعر

اک ہم ہی تیری چال سے پستے نہین صنم ‏ ‏ ‏ پامال کبک بھی تو ہوے کوہسار مین

آب مین علمار شیعہ کے اقوال مختلفہ کو بیان کرتا ہون

(پہلا قول) بعض متعصب شیعون نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اس روایت کو بے اصل محض کہکر اپنا دامن چھوڑا یا ہے جیسا کہ مجتہد صاحب قبلہ وکعبہ اپنے ایک رسالے مین لکھتے ہین (دانتساب تزوج حضرت ام کلثوم بابن الخطاب بہ ثبوت نرسیدہ ومثل سید مرتضی کہ قریب العہد از زمان ائمۂ معصومین بود وغیر ایشان انکار بلیغ ازان نمودہ اند) لیکن یہ دعوی مجتہد صاحب کا چند دلائل سے غلط معلوم ہوتا ہے*

(پہلی دلیل) جناب قبلہ وکعبہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ جناب سید مرتضی نے جو کہ ائمہ کے زمانے سے قریب تھے نکاح کے ہونے سے انکار کیا ہے صحیح نہین ہے اس لیے کہ سید مرتضی دو ہین ایک ابو القاسم ثمانینی برادر رضی دوسرا سید مرتضی رازی صاحب تبصرۃ العوام۔ پہلے سید صاحب تو قدمائے متکلمین اور فقہاء شیعہ سے ہین اور موافق تحریر شہید ثالث کے جو مجالس المومنین مین کی ہے ۳۵۵ھ ہجری مین پیدا ہوے اور دوسرے سید صاحب انسے بہت پیچھے ہوے ہین پس وہ سید مرتضی جنکی نسبت مجتہد صاحب فرماتے ہین کہ (قریب العہد از زمان معصومین بود) منکر روایت نکاح نہین ہین اور انکی تالیفات مثل شافی اور تنزیہ الانبیاء والائمہ اسپر شاہد ہین معلوم نہین کہ انکی طرف انکار روایت نکاح کو مجتہد صاحب نے کیونکر منسوب فرمایا اور اگر دوسرے سید مرتضی مراد ہین اور شاید انھون نے انکار کیا ہو تو انکی نسبت مضمون اس فقرے کا کہ (قریب العہد از زمان معصومین بود) صحیح نہیں ہوتا +

اب ہم ان سید مرتضی کی تالیفات کو جو کہ زمانہ معصومین کے قریب تھے مجتہد صاحب کے قول کی تکذیب کے لیے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ سید صاحب موصوف نے دو کتابو نمین اسکا ذکر کیا ہے ایک کتاب شافی مین مفصلا دوسرے تنزیہ الانبیاء والائمہ مین مجملا چنانچہ ہم تزہۃ اثنا عشریہ سے جو جواب تحفہ کا ہے انکے قول کو نقل کرتے ہین (سید مرتضی علم الہدی در کتاب تنزیہ الانبیاء میفرماید فاما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتابنا الشافی الجواب عن ہذا الباب مشروحا وبینا انہ علیہ السلام ما اجاب عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد وتہدد ومراجعۃ ومنازعۃ وکلام طویل ماثور اشفق معہ من سوء الحال وظہور ما لا یزال یخفیہ الخ) یعنی نکاح عمرؓ کا ساتھ ام کلثوم کے جسکو اہلسنت

عمرؓ کی فضیلت مین شمار کرتے ہین جواب ہمنے اپنی کتاب شافی مین تفصیل دیا ہے اور وہان ہمنے بیان کیا ہے کہ حضرت امیر نے عقد اپنی بیٹی کا عمر کے ساتھ بہ طیب خاطر قبول نہین فرمایا بلکہ یہ عقد بعد اسکے ہوا ہے کہ عمرؓ نے بار بار حضرت امیر سے درخواست کی اور نوبت منازعت اور تخویف و تہدید کی پونہچی جب حضرت امیر نے دیکھا کہ کار دین و ملت فاش ہوتا ہے اور دامن تقیہ ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور حضرت عباس نے بھی بخیال فتنہ و فساد کے سمجھایا تب بلا رضا اور بغیر اختیار کے جناب امیر نے یہ نکاح کر دیا فقط اس تحریر کو سید مرتضیٰ کی کوئی شخص جناب قبلہ و کعبہ کی تحریر سے ملا دے اور اس فقرے کو کہ مثل جناب سید مرتضیٰ کہ قریب العہد از زمان ائمہ معصومین بود انکار بلیغ ازان نمودہ تنزیہ الانبیا کی عبارت مذکورہ سے مقابل کر کے جناب اجتہاد مآب کی صداقت کی داد دے ۞ اگر کوئی شخص اس تحریر پر بھی مجتہد صاحب کی صداقت مین شبہہ نہ کرے تو خود اُنکے والد ماجد کی زبان سے اُنکی تکذیب ہم ثابت کرتے ہین جناب مع لوی سید دلدار علی صاحب قبلہ مواعظ حسنیہ مین فرماتے ہین کہ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ تزویج ام کلثوم حضرت امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی اور بہت سی احادیث انھون نے اس قول کے ثبوت مین بیان کی ہین اور جب کہ باختیار حضرت امیر کے نکاح کا ہونا ثابت نہیں ہوا تو پھر محل اشکال باقی نہ رہا چنانچہ محصل کلام مواعظ حسنیہ کا کما نقل فے ازالۃ الغین یہ ہے (سید مرتضیٰ گفتہ است کہ تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشدہ و احادیث بسیار مؤید قول خود ذکر کردہ ہرگاہ باختیار حضرت امیر واقع نشدہ محل اشکال نیست) پس ان تحریرات سے صاف ظاہر ہے کہ بیچارہ سید مرتضیٰ حضرت عمرؓ کے نکاح کا منکر نہین ہے بلکہ اُسکا ہونا قطعی و یقینی جانتا ہے ہان اُسکا ہونا بخوشی خاطر جناب امیر کے اور برضامندی اُنکے بیان نہیں کرتا اور یہ امر آخر ہے اور انکا وقوع اصل واقعہ سے دوسرا امر ہے مگر قربان صداقت پر جناب قبلہ و کعبہ کی کہ ایسے دعوی کے کرنے مین جسکا غلط ہونا محتاج بہ بیان نہین ہے باین تقدس و اجتہاد کچھ لحاظ و خیال نہ فرمایا ۞ غرضکہ یہ قول مجتہد صاحب کا کہ سید مرتضیٰ نے وقوع نکاح سے انکار کیا ہے خود سید مرتضیٰ کی تحریر سے اور خود اُنکے والد ماجد کی تقریر سے غلط ٹھہرا لیکن یہ قول اُنکا کہ سوائے اُنکے اوروں نے بھی انکار کیا ہے کسی قدر صحیح ہے چنانچہ منجملہ منکرین اس قصہ کے اگلے علماء شیعہ مین سے ایک قطب الاقطاب راوندی مؤلف خرایج و جرایح ہین کہ اُنھون نے دعوی کیا ہے کہ اس نکاح کا ہونا پایۂ ثبوت کو نہین پونہچا چنانچہ اُنکے قول کو جناب مجتہد صاحب قبلہ نے کتاب مواعظ حسنیہ مین نقل کیا ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے جسکو ہم ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہین (گفت عرض نمودم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ مخالفین بر ما حجت می آرند و میگویند کہ چرا علی دختر خود را بخلیفۂ ثانی داد پس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کردہ نشستہ بودند درست

نشسته فرمودند که آیا چنین حرفهائے گویند بدرستیکه قومے چنین زعم میکنند لا یهتدون سواء السبیل) لیکن یہ دعوی قطب الاقطاب صاحب کا سراسر باطل ہی اور بروایات ائمہ کرام نکاح کا ہونا ثابت ہے چنانچہ ہم اُسکو اُنکے کتب احادیث اور فقہ اور کلام سے ثابت کرتے ہین ؎

ثبوت نکاح حضرت ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمر فاروق کے

(پہلا ثبوت) قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین مین اس نکاح کا اقرار کیا ہے اور ان لفظون سے اُسکی صحت کو ظاہر فرمایا ہے (اگر نبی دختر بہ عثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد) (دوسرا ثبوت) شرائع جو مشہور کتب فقہیہ شیعہ سے ہے اُسکا شارح ابوالقاسم قمی شرح شرائع مین جسکا نام مسالک ہے صاحب شرائع کے اس قول کے نیچے کہ (یجوز نکاح العربیۃ بالعجمی والہاشمیۃ غیر الہاشمی وبالعکس) فرماتا ہو کہ (زوج علی بنتہ ام کلثوم من عمر) کہ نکاح کیا علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا ساتھ عمر کے (تیسرا ثبوت) ابو الحسن علی بن اسماعیل شیعی اثنا عشری جسکی نسبت امام اعظم امامیہ کے خلاصۃ الاقوال مین فرماتے ہین کہ وہی پہلا شخص ہے جسنے موافق قاعدۂ علماء کلام کے مذہب اہل بیت کے اثبات میں گفتگو کی ہے وہ بھی اس نکاح کے ہونے کا مقر ہے چنانچہ اُسکے اس قول کو قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین مین نقل کیا ہے اور ہم ازالۃ الغین سے اُسکو نقل کرتے ہین (و او را از چند امر پرسیدند کہ از انجملہ مقدمۂ نکاح خلیفۂ ثانی است جواب داد کہ دادن دختر بہ عمر کہ جناب امیرالمومنین را اتفاق افتاد باین جہت بود کہ اظہار شہادتین مینمود وزبان اقرار بفضیلت رسول می کشود و دران باب غلظت و فظاظت ادرشتی[۱۲] از نیز مسطور بود) (چوتھا ثبوت) مجالس المومنین مین لکھا ہے کہ بعد وفات حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ام کلثوم کا دوسرا نکاح ساتھ محمد بن جعفر طیار کے ہوا وہذہ عبارتہ (محمد بن جعفر الطیار بعد از فوت عمر بن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیرالمومنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ از روی اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود) ؎

(پانچوان ثبوت) تہذیب میں جو نہایت معتبر کتاب حدیث کی مذہب امامیہ مین ہے لکھا ہے کہ حضرت عمر کی اولاد ام کلثوم کے بطن سے ہوئی اور ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام زید بن عمر تھا اور یہ روایت بہ سند ائمہ کرام کے اس محدث نے بیان کی ہے کما قال (عن محمد بن احمد بن یحیی عن جعفر بن محمد القمی عن القداح جعفر عن ابیہ علیہم السلام قال ماتت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام وابنہا زید بن عمر الخطاب فی ساعۃ واحدۃ ولا یدری ایہما ہلک قبل فلم تورث احدہما من الآخر وصلی علیہما جمیعا) ؎ ؎

(چھٹا ثبوت) قول سید مرتضی کا جو شافی اور تنزیہ الانبیاء مین لکھا ہے اور جسکو کشمیری نے اپنی

کتاب نزہہ مین بجواب تحفہ کے اور مجتہد صاحب نے مواعظ حسنیہ مین نقل کیا ہے اور جسکو ہم اوپر بیان کر چکے (انہ علیہ السّلام ما اجاب عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد وتہدد الخ) (ساتوان ثبوت) کتاب کافی مین ملا یعقوب کلینی لکھتے ہین کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِس نکاح کا حال پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ (ہو اوّل فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم اہل بیت مین سے غصب کی گئی ہے ✤ (آٹھوان ثبوت) مصائب النواصب مین لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر اور اکراہ سے ہوا ✤ غرضکہ روایت نکاح حضرت ام کلثوم شیعہ کی کتب احادیث اور اخبار اور فقہ اور کلام مین اس کثرت سے مذکور ہین کہ کسی طرح پر اُس سے انکار نہین ہو سکتا اور ایسی متواتر خبر کو کوئی جھٹلا نہین سکتا اہل انصاف اس فرقے کے تعصب وعناد کو دیکھین اور انکی کج مج بیانی کو ملاحظہ فرماوین کہ باوجودیکہ خود ہی ائمہ کرام علیہم السّلام سے اُس روایت کی صحت کا اقرار کرین اور اپنی احادیث کی کتابون مین سنداً اسکو روایت کرین اور اپنے فقہی مسائل کا اس سے استخراج فرماوین اور نہ ایک شخص بلکہ خلفاً عن سلفٍ واباً عن جدٍ بطور میراث کے اس روایت کی صحت بہ سند صحیح نقل کرتے آوین اور اسکی توجیہات سے سیکڑون ورق سیاہ کرین اور پھر بھی بعض حضرات غیرت اور انصاف کو چھوڑ کر بیساختہ اس روایت کے غلط ہونے کا دعوی کرین اور اصل واقعہ کے منکر ہو جاوین اور یہ نہ خیال کرین کہ اگر ایکدن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ حضرت ام کلثوم نکاح مین حضرت عمر کے رہتین اور کسی کو خبر نہوتی اور اسکی شہرت بدرجہ تواتر نہ پہونچتی تو شاید کوئی موقع انکار یا تکذیب کا ہوتا لیکن جب سالہا سال حضرت ام کلثوم زینت افزائے خانۂ فاروق ہوئی ہون اور تا حیات انکی اُنکے نکاح مین رہی ہون اور اُنسے اولاد بھی ہوئی ہو اور اُنکے بیٹے کا نام بھی زید بن عمر خطاب رکھا گیا ہو اور بعد حضرت عمر کے مرنیکے اُنکا نکاح جعفر طیار سے ہوا ہو تو ایسے متواتر اخبار کو کون چھپا سکتا ہے اور آفتاب روشن کو کف دست سے کون پوشیدہ کر سکتا ہے ہمنے یہ جو کچھ بیان کیا اسمین نہ اپنے عالمون کے اقوال کو نقل کیا ہے نہ اپنی کتابونکی سند لائے ہین جو کچھ حضرات شیعہ نے فرمایا اور جو کچھ اُنکے محدثین اور علماء نے تحریر کیا وہی ہمنے نقل کیا اور اُسی سے ثبوت نکاح کا دیا پس اگر باوجود اس ثبوت کے بھی کوئی اس نکاح سے انکار کرے تو وہ تواتر کا منکر ہے (دوسرا قول) جب کہ علماء اعلام شیعہ نے دیکھا کہ انکار کرنا اس روایت سے آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور اُسکو غلط اور جھوٹھ کہنا مقولہ (دروغ گویم برروی تو) پر عمل کرنا ہے اسلئے اُسکی توجیہ پر توجہ فرمائی اور دوسرے طور سے اس فضیلت کے ابطال پر کمر ہمت باندھی اگرچہ اُن،

بزرگون نے نہایت ہی سعی وکوشش کی اور ہر طرح کی توجیہ اور تاویل فرمائی لیکن اُس سے بجاے فائدے کے نقصان ہی ہوتا گیا اور بعوض قائم رہنے اصول مذہب تشیع کے اُسمین خلل ہی بڑھتا گیا کاش وہ انکار ہی کرتے جاتے اور گو اُنکے محدثین وعلماء جھوٹے ہوتے بلا سے مگر کبھی اُسکی صحت کا اقرار نفرماتے تو بہتر ہوتا اس لیے کہ جو توجیہات اس نکاح کے معاملے مین کی گئی ہین اُنکے دیکھنے سے ہر شخص مذہب تشیع سے نفرت کرتا ہے اور اُنکے سننے سے ہر مسلمان کے دلمین ایک جوش غیرت کا پیدا ہوتا ہی اور طرفہ یہ ہی کہ جسقدر زیادہ توجیہات کرتے ہین اور جسقدر زیادہ تاویلات بیان فرماتے ہین اُنسے انھین کے اصول وعقائد کی برائی کا اور ثبوت ہوتا جاتا ہے شعر۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی　　　مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی

وصال یار سے دونا ہوا عشق

اور زیادہ تر تعجب اسپر ہے کہ باوجود اسکے کہ خود اُنکے دلون مین یقین اسکا ہے کہ یہ توجیہات باطل اور تاویلات لاطائل اُنکے دین کی برائی ثابت کرنیوالی اور لوگونکو اُنکے مذہب سے نفرت دلانیوالی ہین مگر باانیہمہ علم وفضل اُس سے باز نہین رہتے اور باین تقدس واجتہاد ہل من مزید ہل من مزید کہکر اور بڑھاتے چلے جاتے ہین اور اپنے معائب کو ظاہر کرتے جاتے ہین ہمکو اُنکے علما اور فضلا کی تقریرون اور تحریرون کو دیکھکر نہایت ہی حیرت ہوتی ہی کہ بار خدایا اُنکی عقل پر کیسا پردہ پڑگیا اُنکے حیا وغیرت کو کون لیگیا کہ ایسے بے غیرتی کے کلمات زبان پر لانے سے شرم نہین کرتے اور ایسی عار وننگ کی باتونکو ائمہ کیطرف منسوب کرنے سے لحاظ نہین فرماتے دین محمدی کو تو خراب ہی کر چکے مذہب اسلام کو بھی بگاڑ چکے اصحاب نبوی کو بھی کافر اور منافق کہہ چکے ایک اہل بیت رہ گئے تھے جنکی مزید محبت کا دعوی کرتے تھے جنکے فضائل کا اقرار فرماتے تھے اُسکو بھی درپردہ کھودیا اُنکے فضائل کو بھی ایسی بے غیرتی کے کلمات کو اُنکی طرف منسوب کرکے معائب سے بدل دیا اور یہ سب کچھ تو کر چکے اور ہنوز ایمان کے دعوی مین ثابت قدم ہین معلوم نہین کہ انکا ایمان اور محبت کیا کیا نتیجے دکھلائیگی شعر۔

دل بردی ودین وجان شیرین　　　دین طرفہ کہ باز در کمینے

اب ہم اُس قول کو بیان کرتے ہین جو حضرات شیعہ نے بعد قبول کرنے صحت نکاح کے ارشاد فرمایا ہے اور اسکو ائمہ کرام کیطرف (وحاشا جنابهم عن ذلک) منسوب کیا ہے وہ قول یہ ہے کہ حضرات فرماتے ہین کہ نکاح ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمرؓ کے جناب امیر کی رضا اور خوشی سے نہین ہوا بلکہ عمر فاروق نے جناب امیر کو تنگ کیا اور اُنکو ڈرایا اور ہر قسم کا خوف دیا اور اُنپر نہایت درجہ تشدد کیا یہانتک کہ قریب تھا کہ نوبت خونریزی کی پہونچے تب حضرت عباس پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے چچا نے حضرت امیر علیہ السلام کو

دبا کر بخیال نہونے فتنہ و فساد کے یہ نکاح کر دیا پس اس نکاح سے برائی عمر کی ثابت ہوتی ہے + چنانچہ اس قول کے ثبوت مین ہم چند سندیں علمائے شیعہ کی بیان کرتے ہیں + (پہلی سند) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کتاب تنزیہ الانبیا مین فرماتے ہین (فاما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب الخ) یعنی حضرت امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح ساتھ عمر کے منظور نہیں کیا مگر بعد اسکے کہ عمر نے انکو دق کیا اور ڈرایا اور جھگڑا مچایا جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ فتنہ و فساد ہوا چاہتا ہے تب حضرت امیر سے اس کام کو اپنے اختیار مین لے لیا اور ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا اور یہ ہم بیان کر چکے ہین کہ شرع مین ہرگز ممنوع نہیں ہے کہ بجبر و اکراہ لڑکی کا نکاح اُس شخص کے ساتھ کر دیا جاوے جسکے ساتھ حالت اختیار مین جائز نہوتا خصوصاً عمر جیسے آدمی کے ساتھ کہ وہ اسلام بھی ظاہر کرتا تھا اور تمام شریعت کا پابند تھا + (دوسری سند) مواعظ حسنیہ مین مجتہد صاحب فرماتے ہین کما نقل فی ازالۃ الغین (کہ تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشد الی قولہ بالفرض اگر باختیار ہم باشد عقل ہیچ قبیح نمی داند کہ نکاح با مخالفین جائز باشد بلکہ عقل تجویز میکند کہ حضرت حقتعالیٰ مباح سازد برای ما نکاح کردن را با کفار چہ قباحت نکاح با کفار عقلے نیست مثل قباحت ظلم و قتل و امثال آں ورچہ گونہ عقلے باشد و حالانکہ معلوم ست کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دختر خود را با کفار تزویج کردہ ہرگاہ حقیقت حال چنیں باشد پس چہ قباحت ست درینکہ جناب امیر علیہ السلام تزویج نمایند دختر خود را باکسیکہ بظاہر مسلمان باشد) (تیسری سند) قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب مین لکھتے ہین کہ صاحب استغاثہ فرماتے ہین کہ ایک مخالف نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح عمر بن خطاب سے کر دیا ہم کہتے ہین کہ ہمکو خبر دی ہے ایک جماعت نے ہمارے مشایخ ثقات سے جنہین سے جعفر بن محمد بن ملک کوفی ہین اُنھون نے احمد بن فضل سے انھون نے محمد بن ابی عمیر سے اُنھون نے عبد اللہ بن سنان سے کہ جسنے سوال کیا امام جعفر سے بابت نکاح ام کلثوم انھون نے جواب دیا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی فرج ہے جو ہمسے غصب کی گئی ہے اور یہ خبر مطابق اُس خبر کے ہے جسکو ہمارے مشایخ نے بابت نکاح ام کلثوم کے ساتھ عمر کے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عمر نے عباس کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ نکاح ام کلثوم کا اُنکے ساتھ کر دیا جاوے حضرت امیر نے انکار کیا جب حضرت عباس یہ خبر عمر کے پاس لائے تب عمر نے کہا کہ اگر علی میرے ساتھ نکاح اپنی بیٹی کا نہ کر دینگے تو انکو قتل کرونگا تب پھر حضرت عباس حضرت علی کے پاس آئے اُنھون نے تب بھی انکار کیا یہانتک کہ آخر حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا کہ اگر تم نکاح نہین کرتے ہو مین کئے دیتا ہون اور تمکو قسم دیتا ہون کہ

میرے قول و فعل کے خلاف نکرنا اور یہ کہکر حضرت عباس عمرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ نکاح تمھارا ام کلثوم کے ساتھ ہوا جاتا ہی پس عمرؓ نے آدمیونکو جمع کیا اور کہا کہ یہ عباس چچا علی کے ہین اور علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم پر اُنکو اختیار دیا ہے اور اُنکے نکاح کر دینے کو ساتھ میرے اجازت دی ہے پس حضرت عباس نے نکاح ام کلثوم کا ساتھ عمرؓ کے کر دیا اور بعد تھوڑی مدت کے اُنکو عمر کے گھر بھیج دیا فقط اس روایت کو لکھکر قاضی صاحب اُسی کتاب مین فرماتے ہین کہ اصحاب حدیث اس روایت کو قبول نہین کرتے لیکن یہ مین خلاف نہین ہے درمیان اُنکے کہ عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمرؓ کے کر دیا بعد بہت سے جھگڑے قصے کے پس مین کہتا ہون کہ جس کسی نے اس حکایت سے انکار کیا ہے اُسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے نہین کیا مگر بسبب اُسکے کہ جسکو ہمارے مشایخ نے روایت کیا ہے اور وہ مطابق اس روایت کے ہے جو کہ امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت امام نے فرمایا۔
(ہو اول فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہمسے غصب کی گئی الحاصل ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اپنی خوشی سے نکاح نہین کیا بلکہ حضرت عباس نے زبردستی نکاح کر دیا لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلون سے (پہلی دلیل) اگر ہم تسلیم کرین کہ حضرت علی نے خود نکاح نہیں کیا بلکہ حضرت عباس کو اختیار دیدیا اور اُنھون نے نکاح کر دیا لیکن اس سے اصل نکاح کے ہونے میں کچھ شبہہ نہ رہا اگر

۵ ام کلثوم را نبود مگر از جہت چیزیکہ روایت کردہ اند از مشایخ ما چنانچہ حکایت کردیم و این مشاکل روایتی ست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند

حضرت امیر ام کلثوم کے باپ تھے تو حضرت عباس بھی ام کلثوم کے دادا ہوتے تھے اگر باپ نے نکاح نکیا نہ سہی
انکی اجازت سے دادا نے نکاح کر دیا حاصل مطلب جو ہم ثابت کرتے ہین وہ ثابت ہو گیا + (دوسری دلیل)
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائق زوجیت ام کلثوم کے تھے یا نہ تھے اگر لائق زوجیت کے نہ تھے
تو حضرت عباس پر جو کہ حضرت علی مرتضیٰ جناب سید الانبیاء کے چچا تھے نیز معاذ اللہ سخت الزام عائد
ہوتا ہے کہ انھون نے فاطمہ کی بیٹی پیغمبر خدا کی نواسی کا نکاح ساتھ ایسے شخص کے کر دیا جو کہ صلاحیت
زوجیت کی نہیں رکھتا تھا اور جو ایمان اور زہد و تقویٰ سے بھی بری تھا پس جو الزام حضرت علی کی ذات
پر (وحاشا جنابہ عن ذلک) موافق اصول شیعہ کے ہوتا ہے وہی حضرت عباس انکے چچا پر ہوگا +
(تیسری دلیل) وکیل اور مختار ہونا حضرت عباس کا حضرت علی کیطرف سے معاملہ تزویج مین ان
روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے پس شرعاً و عرفاً فعل وکیل عین فعل موکل ہے اس لیے جو فعل حضرت عباس
کا ہے وہی فعل حضرت علی کا سمجھنا چاہیے پس گو یہ نکاح حضرت عباس نے کر دیا ہو مگر جب کہ وہ وکیل
اور مختار جناب امیر کے ہوے تو یہ نکاح باجازت جناب امیر کی سمجھنا چاہیے اور اگر حضرت علی نے
حضرت عباس کو اجازت نہین دی اور وکیل نہین بنایا تو بلا اجازت انکے حضرت عباس کا وکیل اور
مختار ہونا جائز نہ ٹھہرا اور اس سے سخت الزام حضرت عباس پر آتا ہے اور غصب کرنے مین معین اور مددگار ہونا
انکا ثابت ہوتا ہے اور پھر نکاح کا ہونا بلا اجازت ولی کے لازم آتا ہے اور اسکا عدم جواز شرعاً و عرفاً
ظاہر ہے اور اس سے جو کچھ نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ عقلا کو معلوم ہے۔ خدا حضرات شیعہ کو ذرا عقل و انصاف
عطا فرما دے اور تھوڑی سی غیرت اور شرم عنایت کرے کہ وہ ان اقوال کے نتائج پر غور کریں اور جو جو
خرابیاں اسمیں ہیں انپر نظر فرماوین بار خدایا یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہین اور انکی فضیلت اور بزرگی کے
کیسے قائل ہین کہ ایسی باتین انکی طرف منسوب کرتے ہین اور محبت کے پردے مین انکی برائیان بیان
کرتے ہین خدا کے لیے کوئی انصاف کی آنکھ کھولکر دیکھے کہ وہ کیا کیا تہمتیں ائمہ کے اوپر کرتے ہین اور ذرا
گوش ہوش سے پنبہ غفلت نکال کر سنے کہ یہ حضرات کیسی برائیان اہل بیت اطہار کی بیان کرتے ہین
(نعوذ باللہ من ہفواتہم و من سوء عقیدتہم اللہم احفظنا من شرور انفسہم و من سیئات اعمالہم) (چوتھی دلیل)
اگر ہم تسلیم کرین کہ حضرت علی دل سے راضی نہ تھے کہ نکاح ہووے لیکن حضرت عباس کے سمجھانے سے
راضی ہوے اور وہ رضامندی بھی کچھ خوشی سے نہ تھی بلکہ مجبوری سے تو اس سے بھی وہی الزام
حضرت علی پر عائد ہوتا ہے جسکے بچانے کے لیے یہ بناوٹ کی گئی ہے یعنی خوف سے جان کے حضرت
عباس کے کہنے سے بمجبوری قبول کر لیا اور جان بچانے کے لیے عزت دینا گوارا فرمایا

(ونعوذ باللہ من ذلک) اور اگر خوف جان نہ تھا تو ایسے معاملے مین جسمین عزت و آبرو کی ہتک ہو دے اور جبر سے خاندان اہل بیت کو بٹہ لگے کہنا حضرت عباس کا ماننا ضرور نہ تھا بلکہ لازم تھا کہ اپنے انکار پر اصرار فرماتے اور ہزار عباس سمجھاتے ایک بات بھی انکی نہ سنتے بلکہ صاف کہتے کہ چچا تمکو بابن عبرگی کیا ہوا ہے جو ایسی سفارش کرتے ہو اور ہمیشہ کے لیے اہل بیت اطہار مین داغ لگاتے ہو عمر ایک کافر یا منافق یا مرتد یا غاصب یا خائن ہے کیونکر مجھ سے ہو سکتا ہے کہ اپنی بیٹی وہ بھی فاطمہ کے بطن سے جسکی اولاد کو پیغمبر خدا نے اپنی اولاد فرمایا ہے اور جسکے بیٹون بیٹیون کو سرور انبیا نے اپنا بیٹا بیٹی کہا ہے ایک کافر یا منافق کو دے دون اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فاطمہ زہرا کی روح کو ایذا دون اور اگر عمر فاروق نہ مانتے اور جبر کرنے ہی پر آمادہ ہوتے تو لازم تھا کہ اسد اللہی دکھلاتے ذوالفقار کو میان سے باہر نکالتے عرش سے اتری ہوئی تلوار کے جوہر دکھلاتے مرحب و انتر کیطرح غصب کرنیوالون کے ایک ایک وار مین دو دو ٹکڑے کرتے آخر وہ تلوار جسنے جبریل امین کے پر کاٹے اور وہ ذوالفقار جسنے جعفر جنی کے دو ٹکڑے کیے کسدن کے لیے تھی اور وہ شجاعت و مردانگی جو بدر و حنین مین کفار کو دکھلائی اور وہ قوت جو جنگ خیبر مین ظاہر فرمائی کس روز کے واسطے رکھ چھوڑی تھی برائے خدا کوئی اس عقل کے دشمن فرقے سے پوچھے کہ اس سے زیادہ شیر خدا کے حق مین دوسری ہتک اور بیحرمتی کی بات کیا ہوگی کہ انکی بنات طیبات کو جبر و اکراہ کا فر و فاسق لینے پر مستعد ہون اور شیر خدا سر دار اولیا سند الاصفیا سید اوصیا اسد اللہ الغالب امام المشارق والمغارب امیر المومنین علی بن ابیطالب کافرون کے قتل کرنیوالے خیبر کے فتح کرنیوالے دشمنون کے ایک نگاہ مین ہلاک کرنیوالے ہزار جنون کو ایک دو دستی مین زیر و زبر کرنے والے جنکی ذات خدا کی قدرت کی نشانی جنکا وجود اللہ کے جلال و عظمت کا نمونہ جنکے نام سے کفار عجم لرزان جنکی صورت سے شجاعان عرب ترسان کیسے علی خدا کے شیر رسول کے بھائی بتول کے شوہر امام حسنین کے پدر بزرگوار ۔ **اشعار** ۔

وصی نبی جفت پاک بتول	فروزندۂ شمع دین رسول	فشانندۂ جاں براہ خدا
نمایندۂ کفر از دین خدا	درآرندۂ عمرو و مرحب زپای	برآرندۂ باب خیبر زجای
رہانندۂ موسیٰ از رود نیل	دمانندۂ گل زنار خلیل	بساحل رسانندۂ فلک نوح
کشایندۂ بابہای فتوح	ہوا خواہ او جبرئیل امین	بفرمان او آسمان و زمین

نہ کس جنبشی ہم ترازوے او ۔ قوی دست قدرت زبازوی او

باینہمہ شجاعت و ہیبت اور باین جلال و عظمت ایک عمرؓ کے ڈرانے سے ڈرجادین اور کچھ چون وچرا نہ کرین اور عار و ننگ کو اپنے اوپر گوارا کرلیں اور بلا رضامندی اپنے اسکے گھر اپنی بیٹی لخت جگر نور نظر

حملۂ حیدری جلد اول مطبع سلطانی صفحہ سطر ۲ مطبوعہ سنہ ۱۲۶۷ ہجری ۱۲

کوجانے دین تف ایسے عقیدے پر اور نفرین ایسی تہمت پر۔ **شعر**۔

گر مسلمانی ہمین ست کہ حافظ دارد ۔۔۔ وای گر از پس امروز بود فردائی

(پانچوین دلیل) دیکھنے سے کتب معتبرۂ شیعہ کے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ صلاحیت وکالت جناب امیر کی نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ حضرت علی کے نزدیک خوار و ذلیل تھے اگرچہ ہمارا یہ لکھنا حضرات شیعہ کو ناگوار گذرے گا اور ناواقفونکو باعث حیرت و تعجب ہوگا لیکن ہمارا قصور نہین ہے ہم یا ہمارے علماء معاذ اللہ انکی نسبت ایسا نہین کہتے بلکہ حضرات شیعہ کے محدثین اور مجتہدین انکا حضرت علی کے نزدیک خوار و ذلیل ہونا بیان کرتے ہین چنانچہ علامۂ طبرسی علماء شیعہ سے اپنی کتاب احتجاج میں حضرت علی مرتضی سے روایت کرتے ہین کہ (ذہب من کنت اعتضد بہم علی دین اللہ من اہل بیتی وبقیت بین حقیرین قریبی العہد بجاہلیۃ عقیل و عباس) کہ وہ لوگ میرے اہل بیت کے جاتے رہے جنکی قوت کا خدا کے دین مین مجھے بھروسا تھا اور اب صرف وہ خوار و ذلیل قریب زمانہ جاہلیت کے رہ گئے ہین یعنی عقیل اور عباس پس حضرت علی انکو خوار و ذلیل کہتے اور انکو جاہل سمجھتے تو کیونکر انکو اپنا وکیل ایسے اہم معاملے مین کرتے اور کس لیے انکی بات ایسے بڑے معاملے مین سنتے اور کیون اُنکے کہنے پر چلتے شاید حضرات شیعہ نے اسیواسطے حضرت عباس کے اوپر بار نکاح کرا دینے کا رکھدیا ہے کہ وہ بقول مرتضوی خوار و ذلیل تھے اسیواسطے ایسی ذلت کی باتین کیا کرتے مگر تعجب ہے حضرت امیر علیہ السلام سے کہ اُنھون نے ایسے فی لسان کی بات کیون سنی اور کیون اُنکے کہنے پر عمل فرمایا یہ کوئی شیعہ خیال نہ کرے کہ فقط خوار و ذلیل کہدینے پر جناب امیر نے قناعت کی ہے بلکہ اگر انکی کتب معتبرہ سے ڈھونڈھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر نے اپنے اور پیغمبر کے چچا عباس کو بھانت کالیان سنائی ہین اور معاذ اللہ معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد جناب امیر نے حضرت عباس کو ولد الزنا بتایا ہے اگر کسیکو شک ہووے وہ روضۂ کلینی اور حیوۃ القلوب کو ملاحظہ کرے ۔۔ مولانا ابو الفضل اولانا مولوی علی بخش خانصاحب اپنے ایک رسالے مین اُسکی نقل کرتے ہین اس سے ہم منتخب کرکے مشتاقین کو سناتے ہین وہو ہذہ ملا باقر مجلسی نے حیوۃ القلوب مین لکھا ہے (کہ ابوجعفر طوسی بہ سند معتبر روایت کردہ از امام صادق کہ فضیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر و ابوطالب و عبد اللہ ابنای عبد المطلب بود و عبد المطلب با او مقاربت کردہ کہ عباس ازان بہمرسید زبیر با عبد المطلب دعوی کرد و بہ پرخاش برآمد کہ این کنیز از مادر ما بما میراث رسیدہ است تو بے رخصت ما با او مقاربت کردی و این فرزندی کہ بہمرسید یعنی عباس بندۂ ماست پس عبد المطلب اکابر قریش را بہ شفاعت نزد وی فرستاد کہ آنکہ زبیر راضی شد کہ دست از عباس بردارد

بشرطیکه نامه نوشته شود که عباس و فرزندانش در مجلسی که ما و فرزندان ما نشسته باشند نه نشینند و در هیچ امری با ما شریک نشود و حصّه نه برد پس باین مضمون نامه نوشته شد و اکابر قریش مهر کردند و این نامه نزد ائمه علیهم السلام بود) پس اس روایت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت عباس معاذ اللہ معاذ اللہ کنیزک زادے اور توبہ توبہ ولد الزنا تھے اور انکی کنیزک زادگی وغیرہ کی سند مہری و دستخطی ائمہ کے پاس موجود تھی شاید اسی سبب سے حضرت عباس نے حضرت علی کو ایسا ذلیل کیا کہ انکی بیٹی ام کلثوم کا بجبر و اکراہ نکاح عمر کے ساتھ کر دیا + اور جب کہ بروایت اہل تشیع حضرت عباس کی نسبت ولد الزنا ہونا (وحاشا جنابہ عن ذلک) ثابت ہوا تو لامحالہ انکا دشمن اہل بیت ہونا بھی لازم ہوا اس لیے کہ ہزارہا احادیث اور اقوال سے ثابت ہے کہ نہ ولد الزنا کا کوئی عمل مقبول ہے نہ وہ کبھی دوستی ساتھ اہل بیت کے رکھے گا کہ اسکو ہم بحار الانوار اور علل الشرائع اور احتجاج طبرسی اور تالیفات قاضی نور اللہ شوستری سے آیندہ ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہ بات ایسی مشہور ہے کہ عوام و خواص مومنین اس سے واقف ہین انکے بچون کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہے کما قال قائلہم شعر۔

محبت شہ مردان مجو ز بے پدرے ۔ کہ دست غیر گرفتہ است پای مادر او

کوئی صاحب مومنین سے یہ شبہہ نہ کرین کہ یہی ایک روایت حضرت عباس کی نسبت ہوگی بلکہ علاوہ اسکے بہت اسی احادیث و اخبار انکی شان مین موجود ہین چنانچہ ملا باقر مجلسی حیوٰۃ القلوب مین بہ سند معتبر فرماتے ہین۔ (کہ حضرت امام زین العابدین فرمود کہ در حق عبد اللہ بن عباس و پدرش این آیہ نازل شد من کان فی ہذہ اعمے فہو فی الآخرۃ اعمی) پس اب تو صاف باپ بیٹے دونون کا دنیا و عاقبت مین اندھا ہونا انکی کتابون سے نکل آیا بلکہ خدا کی شہادت سے ان دونون یعنی عباس اور انکے بیٹے عبد اللہ کا اعمی اور بے بصیرت ہونا ثابت ہو گیا استغفر اللہ استغفر اللہ تشیع بھی عجیب مذہب ہے جسکے تیر ملامت سے کوئی نہیں بچا اصحاب کو تو کافر اور منافق پہلے ہی بنا چکے اہل بیت رہ گئے تھے وہ بھی لعن و طعن سے نہ بچے خدایا تشیع دین و مذہب ہے یا الحاد و زندقہ ہے جسکے بانی نہ رسول کا خیال کرتے ہین نہ اہل بیت کا لحاظ رکھتے ہین نہ اصحاب کو برا بھلا کہنے سے چھوڑتے ہین نہ حضرت کے قریبون کو لعن و ملامت سے محفوظ رکھتے ہین پس جو سامنے آیا اسی کو برا بھلا کہنا شروع کیا جسکا ذکر آیا اسی پر تبرا کرنے لگے کسیکو صراحتاً کافر بنایا کسیکو اشارتاً منافق کہا کسی کو تقیتاً، فاسق ٹھہرایا کسیکو ولد الزنا کسیکو اندھا فرمایا واہ کیا دین ہے اور کیا مذہب جسکے طعن و تشنیع سے کوئی نہ بچا تو ایسے باحیا فرقے کی شکایت ہم صرف اصحاب کے برا بھلا کہنے پر کیا کرین + شعر۔

گھائل ترے نظر کا بنوع دگر ہر ایک ۔ زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہین

اگر کوئی مومن حضرت عباس کے اور فضائل اور کمالات کو اس روایت کے معارضہ مین پیش کرے اور اس

زخم پر مرہم رکھے تو اُنکو چاہیے کہ اس خیال محال سے درگذرے اور ملا باقر مجلسی کے فیصلے کو جو حیوۃ القلوب مین اُنھون نے کردیا ہے دیکھ لے کہ وہ فرماتے ہین (کہ بدانکہ درباب احوال عباس مدح وذم او احادیث، متعارض ست واکثر علما بخوبی او میل نمودہ اند وانچہ از احادیث ظاہر میشود آنست کہ او در مرتبہ کمال ایمان نہ بودہ است) پس ملا صاحب نے سب جھگڑا قصہ ہی طے کردیا اور حضرت عباس کے ناقص الایمان ہونے پر فتوی دیدیا شاید اُنکے نقص ایمان کا سبب سب سے زیادہ یہی تصور کیا گیا ہو کہ اُنھون نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کرادیا + (چھٹی دلیل) اگرچہ حضرات شیعہ نے واسطے جواز نکاح کے اسلام ظاہری سے حضرت عمر کے اقرار کیا اور اُنکو متمسک بکمال شریعت قرار دیا لیکن (ولا یصلح العطار ما افسدہ الدہر) جو رخنہ حضرت عمرؓ کے ایمان میں اُنکے بزرگون نے ڈالا ہے وہ اب اُنکے بند کرنے سے بند نہین ہوتا اور بغیر ترک مذہب تشیع کے اور اقرار فضیلت حضرت عمرؓ کے اس نکاح کا جواز موافق اصول مذہب شیعہ کے ثابت نہین ہوسکتا اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ موافق عقائد شیعون کے ایمان اور اسلام سے بے بہرہ تھے اور معاذ اللہ، منافق اور مرتد تھے اور وہ دشمن اہل بیت کے اور ناصبیون کے پیشوا تھے اور ناصبیون کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز ہی نہین ہے پس نکاح حضرت عمر کا کہ جو کفر اور نفاق اور عداوت اہل بیت مین سب سے بڑھکر تھے ساتھ ام کلثوم کے جو عزت اور بزرگی اور سیادت مین تمام جہان سے بہتر تھیں کیونکر جائز ہوتا چنانچہ ان دونون امرون کو ہم کتب شیعہ سے ثابت کرتے ہین امر اول حضرت عمرؓ کا مومن نہونا امر دوم ناصبی کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز نہونا (امر اول) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ مطابق اصول شیعہ کے مومن نہ تھے کافر اور منافق اور دشمن اہل بیت کے تھے ایسا صاف کھلا ہوا ہے کہ حاجت سند اور دلیل اور شاہد کی نہیں ہے لیکن عبرتاً للناظرین دو ایک روایتین اُنکے یہانکی بیان کرتے ہین + (روایت اول)۔ زاد المعاد مین ملا باقر مجلسی حذیفہ بن یمان سے نقل کرتے ہین کہ جب مین نے فضائل روز قتل عمر کے حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی زبان سے سنے تب سے مین اُنکے کفر پر یقین رکھتا تھا چنانچہ عبارت اُس کتاب کی بلفظہ یہ ہے (حذیفہ گفت پس برخاستم و برخاست حضرت رسول خدا و بخانہ ام سلمہ رفت و من برگشتم و صاحب یقین بودم در کفر عمر تا آنکہ بعد از وفات حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدم کہ او چہ فتنہا برانگیخت و کفر اصلی خود را اظہار کرد و از دین برگشت و دامان بیحیائی در قاحت برای غصب امامت و خلافت بر زد و قرآن را تحریف کرد و آتش در خانہ وحی و رسالت زد و بدعتہا در دین خدا پیدا کرد و ملت پیغمبر را تغیر داد و سنت آنحضرت را بدل کرد و نصاری و مجوس را از خود راضی کرد و نور دیدۂ مصطفی را بخشم آورد و تدبیر کشتن امیر المومنین کرد و جور و ستم در میانہ مردم علانیہ کرد و ہر چہ خدا حلال کردہ بود حرام کرد و ہر چہ حرام کردہ بود حلال کرد +

الی آخر ہذیانات المجلسی ۔ غرض کہ اس روایت سے صاف کفر حضرت عمرؓ کا (والعیاذ باللہ من ذلک) ثابت ہوا اور انکا کفر اصلی کا ظاہر کرنا اور مرتد ہو جانا اور قرآن کا تحریف کرنا اور نصاریٰ اور یہود کو راضی کرنا ثابت ہوا تو اب وہ دعویٰ جو بعض مجتہدین نے کیا تھا کہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج نہیں ہوئے باطل ہوا ۔ (روایت دوم) ملا باقر مجلسی رسالہ رجعیہ میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ ابوبکر و عمر ظاہر کلمہ گو تھے اور بطمع دنیا اسلام کے مظہر ہوئے تھے جب انھوں نے دیکھا کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے انکو کوئی حکومت نہ دی تب پیغمبر صاحب کے قتل و ہلاک پر آمادہ ہوئے ۔ وہ ہذہ عبارتہ بلفظہ (ایشان یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ الذی گفتہ بودند ظاہر کلمتین گفتند از برائے آنکہ شاید دراتی حکومتی حضرت بایشان بدہد و در باطن کافر بودند چون در آخر مایوس شدند با منافقان بر بالای عقبہ رفتند و بہمای خود را بستند کہ کسی ایشان را نشناسد و دبہا انداختند کہ شتر آن حضرت را رم دہند و حضرت را ہلاک کنند پس خدا جبرئیل را فرستاد و پیغمبر خود را از شر ایشان حفظ کرد) اس قول سے شیعوں کے امام مہدی کے ثابت ہوا کہ شیخین پیغمبر کے سامنے ہی اسباب مایوسی کے درپے قتل رسول ہو گئے تھے اور حضرت کے ہلاک کرنے کی تدبیر کر چکے تھے تو جو شخص پیغمبر خدا کے قتل پر مستعد ہوئے اس سے زیادہ کفر اور کسکا ہو گا اور جب یہ جرم حضرات شیخین پر امام مہدی فرضی کی زبان سے ثابت ہو گیا تو امام کے قول کو کون رد کر سکے گا (روایت سوم) ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں ایک حدیث کافی کی نقل کی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو نص علی امامت مرتضوی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے چنانچہ ہم اس حدیث کو استقصاء الافحام سے نقل کرتے ہیں (بیان قولہ علیہ السلام من ان یرتدوا عن الاسلام اے عن ظاہرہ والتکلم بالشہادتین فابقاہم علیٰ ظاہر الاسلام کان صلاحا للامۃ لیکون لہم ولاولادہم طریق الی قبول الحق والی الدخول فی الایمان فی کرور الازمان وہذا لا ینافی مامر وسیاتی ان الناس ارتدوا الا ثلثۃ لان المراد فیہا ارتدادہم عن الدین واقعا وہذا محمول علی ابقاہم علیٰ صورۃ الاسلام وظاہرہ وان کانوا فی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار وخص ہذا من لم یسمع النص علیٰ امیر المؤمنین علیہ السلام ولم یبغضہ ولم یعادہ فان من فعل شیئا من ذلک فقد انکر قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکفر ظاہرا ایضا ولم یبق لہ شئی من احکام الاسلام ووجب قتلہ) انتہی بلفظہ یعنی یہ فرمایا ہے حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام نے کہ جناب امیر علیہ السلام نے دعویٰ امامت کا اس خوف سے نہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ اصحاب اسکو نہ قبول کریں اور اسلام چھوڑ دیں اور مرتد ہو جاویں اور مرتد ہو جانے سے غرض یہ ہے کہ ظاہر اسلام کو چھوڑ دیں اور کلمہ شہادت سے منکر ہو جاویں اس لیے انکا اسلام ظاہری پر باقی رکھنا امت کے حق میں بہتر تھا تاکہ شاید وہ یا انکی اولاد میں سے کوئی حق کو قبول کرے اور کسی آیندہ زمانے میں مومن ہو جاوے اور یہ مخالف اس روایت کے نہیں ہے کہ سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے مگر تین اس لیے کہ مراد اس ارتداد سے ارتداد واقعی ہے اور ارتداد جسکا ذکر امام نے

گیا نہ پھرنا اُنکا ظاہری اسلام کی نظر سے ہی اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی مین حکم کفار مین داخل تھے لیکن یہ اسلام ظاہری بھی حصر نا اُنھین لوگونکی نسبت ہی جنھون نے نص امامت امیرالمومنین علیہ السلام کو نہین سنا اور اُنسے دشمنی اور عداوت نہین رکھی اور جس نے نص امامت سنکر اُس سے انکار کیا یا عداوت رکھی تو اُسنے بغیر صلوات اللہ علیہ کے قول سے انکار کیا اور ظاہر مین بھی کافر ہو گیا اور کوئی حکم اسلام کا اُسکے لیے باقی نہین رہا اور اُسکا قتل کرنا واجب ہو گیا انتہٰی اور صاحب استقصاء الافحام اس حدیث کے لکھنے کے بعد خود یہ فرماتے ہین کہ (اگر غرض از نقل این عبارت محض اثبات آنمعنی ست کہ صاحب بحار ثلثہ و اتباع ایشان را کافر و مرتد میدانند پس البتہ آنمعنی بسر و چشم مقبول ست اصلا جای استنکاف و انکار نیست) پس باقرار صاحب بحار الانوار اور صاحب استقصاء کے کافر ہونا خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کا ثابت ہوا اور اُنکا اسلام ظاہری بھی اُنکے قول سے جاتا رہا تو اب درمیان ایمان و کفر کے کوئی واسطہ تیسرا جسکو اسلام کے نام سے تعبیر کرتے ہین باقی نہ رہا اور جب کافر ہونا اُنکا نعوذ باللہ ثابت ہوا تو نکاح ام کلثوم کا کافر کے ساتھ لازم آیا تو اب کہان رہا قول سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا جو اُنھون نے شافی اور تنزیہ الانبیا مین فرمایا ہی کہ حضرت عمر مظہر اسلام اور متمسک بتمام شریعت تھے اس واسطے اُنکے ساتھ نکاح کر دینے مین کچھ خلل دینی نہ تھا اور باطل ہو گیا قول صاحب تنزیہ اثنا عشریہ کا جو اُنھون نے جواب مین تحفہ کے فرمایا ہی کہ کسی امامیہ کا یہ قول نہین ہی کہ حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹی کافر کو دی ہو بلکہ بدعتی اور مظہر اسلام اور منافق کو دی ہے اور ممنوع اور حرام نکاح کرنا ساتھ مشرک کے ہی نہ کہ بدعتی اور منافق کے اس لیے کہ اُنکے امام فرضی کی زبان سے موافق روایت بحار الانوار کے صاف کفر خلفاء ثلثہ کا اور واجب القتل ہونا اُنکا ثابت ہوتا ہے عجب حال ہی علماء شیعہ کا کہ جب جیسا موقع ہوتا ہی ویسا ہی کہنے لگتے ہین جیسی ضرورت ہوتی ہی ویسی ہی حدیثین بنا لیتے ہین کبھی تو حضرت عمر کو کافر اور منکر اسلام اور واجب القتل کہتے ہین کبھی اُنکو مظہر اسلام اور متمسک سائر الشریعت فرماتے ہین۔ جبکہ امر اول یعنی کفر حضرت عمر کا و نعوذ باللہ منہ موافق روایات صحاح اہل تشیع کے ثابت ہو گیا اب ہمکو اس امر کی ضرورت باقی نہین رہی کہ ہم اس مسئلے کو ثابت کرین کہ نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے گو وہ مظہر اسلام ہو جائز نہین ہی لیکن تاکہ وہ لوگ جو ان روایات کو غلط سمجھین اور کفر ظاہری کے قائل نہون اور اسلام کا حکم حضرت عمر پر جاری رکھین موافق اپنے اصول کے اس نکاح کو جائز نہ سمجھین ہم اس مسئلہ کو بھی بیان کرتے ہین ✣ (امر دوم) یعنی نہ جائز ہونا نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے (روی الکلینی عن الفضیل بن یسار قال سألت ابا عبد اللہ عن نکاح الناصب فقال لا واللہ ما یحل قال فضیل ثم سألتہ مرۃ اخری فقلت جعلت فداک ما تقول فی نکاحہم قال والمرأۃ العارفۃ قال ان العارفۃ لا توضع الا عند عارف) کلینی مین روایت ہی کہ فضیل کہتے ہین کہ مینے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ناصبی کا

نکاح جائز ہے تو حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہرگز حلال نہین ہی پھر دوسری مرتبہ بیٹنے پوچھا تو امام نے فرمایا کہ عورت عارفہ ہی یعنی مومنہ ہے بیٹنے کہا کہ ہان تب امام نے فرمایا کہ عارفہ نہین رہیگی مگر پاس عارف کے یعنی مومنہ کا مومن کے نکاح مین ہونا چاہیے پس اس روایت سے صاف ثابت ہوگیا کہ حضرت امام کے ارشاد کے مطابق نکاح عارفہ کا نہین جائز ہے مگر ساتھ عارف کے پس یا حضرت عمر کو مومن اور عارف کہین یا حضرت ام کلثوم کو ایمان اور معرفت کے دائرے سے خارج کرین ونعوذ باللہ منہ غرض کہ اب موافق قول امام کے سوائے ان دو حالتون کے تیسری حالت منتظرہ باقی نہین رہی حقیقت یہ ہے کہ اس قول سے امام کے حضرت عمر کا عارف اور کامل الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ام کلثوم کا نکاح حضرت امیر انکے ساتھ کسی حالت میں گو کہ اُسکو حضرات شیعہ جبر واکراہ سے تعبیر کرین نہونے دیتے کیا جناب امیر اس آیت کے مضمون سے واقف نہ تھے اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ اور کیا حضرت علی اس حدیث سے جو امام جعفر صادق نے فرمائی منکر تھے کہ (العارفۃ لاتوضع الا عند عارف) پس باوجود ہونے ایسی آیت اور قول امام کے کیونکر حضرت علی اُسکے خلاف کرتے جب کہ ہم اس امر کو ثابت کر چکے کہ یہ نکاح بجبر واکراہ نہین ہوا تو ہمکو ضرورت اُس قول ناپاک سے بحث کرنے کی نہین رہی جسکو علماء شیعہ نے امام کیطرف منسوب کیا ہی کہ امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو غصب کی گئی لیکن عبرتاً للسامعین اسکو بھی بغیر بحث کے چھوڑنا مناسب نہین سمجھتے پوشیدہ نرہی کہ محدثین شیعہ روایت کرتے ہین کہ امام صادق علیہ السلام سے کسی نے اس نکاح کی نسبت سوال کیا تو امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) صاحب تحفہ قدس سرہ اس بحث مین لکھتے ہین (سبحان اللہ چہ کلمہ ایست کہ از زبان ایشان برمے آید نزدیک ست کہ آسمان فرو افتد و زمین بشگافد اول درحق آن سیدہ پاک بضعۃ الرسول فلذۃ کبد البتول چہ فحش و سوء ادب ست و کدام خصلت خبیثہ را بدامن پاک آن طاہرہ مطہرہ می بندند دیگر درحق حضرت امیر و حضرت حسنین چہ قدر بے حفاظتے و بے ناموسی ثابت می کنند و درحق حضرت صادق کہ این کلمہ برآنجناب تہمت می نمایند چہ قدر بی حمیتی و بی غیرتی اعتقاد دارند این لفظ را اہل بزرگان بر زبان نمی آرند علی الخصوص ذکر این عضو مستورۃ الاسم و المسمی از اقارب بلکہ بزرگان خود امریست کہ اراذل و اوباش نیز احتراز واجب میدانند) اسکا جواب علامہ کشمیری نے نزہہ میں چند طرح پر دیا ہی کما قال (مردود ست بچند وجہ اول آنکہ بر تقدیر تسلیم صحت روایت و محفوظ بودن آن آنچہ افادہ فرمودہ تسویل و تحویل بیش نیست) اس عبارت سے علامہ کشمیری کی معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی صحت اُنکے نزدیک مسلم نہیں ہے حالانکہ بر تقدیر تسلیم صحت کہنا عوام کو دھوکا دینا ہے اس لیے کہ یہ حدیث

چند طرح سے موافق اصول شیعہ کے ثابت ہے اوّل یہ حدیث کافی کلینی میں جسکو حضرات شیعہ اصح الکتب
کہتے ہیں انھیں الفاظ سے امام صادق سے مروی ہے ÷ دوسرے قاضی نور اللہ شوستری نے
مصائب النواصب میں اس حدیث کو چند جگہ نقل کیا ہے چنانچہ جہاں بحث فاروق وام کلثوم
کی لکھی ہے اسکی بحث ختم میں چند جگہ اُسکا ذکر کیا ہے اور کسی جگہ اُس سے انکار نہیں کیا چنانچہ ترجمہ
فارسی اسکا کما ہو منقول فی ازالۃ الغین یہ ہے (اما انچہ مسابقہ اسطہ آنکہ قول امام صادق علیہ السلام
کہ این اول فرجی ست کہ غصب کردہ شد از ما مستلزم وقوع نزاع نیست) اور پھر اسی بحث میں
قول صاحب استغاثہ کو نقل کرکے اس طرح فرماتے ہیں در ترجمہ فی الفارسیۃ ہکذا (خبر دادہ اند بار اجماعتے
از مشایخ ثقات ما از ایشان جعفر بن محمد بن مالک کوفیست از احمد بن فضل از محمد بن ابی عمیر از عبد اللہ بن
سنان گفت سوال کردم جعفر بن محمد صادق را علیہ السلام از تزویج عمر از ام کلثوم پس گفت این اول
فرجی ست کہ غصب کردہ شدہ از ما) اور بعد اس کے پھر قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ (مشاکلہ روایتی
ست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند کہ گفتہ کہ این اول فرجی ست کہ از ما غصب کردہ اند) اور پھر جہاں جناب
امیر علیہ السلام کے صبر اور تحمل پر وصیت رسول کا ذکر کیا ہے وہاں قاضی صاحب موصوف فرماتے
ہیں در ترجمہ فی الفارسیۃ ہکذا (چون عمر خواستگاری ام کلثوم نمود علی متفکر شد و گفت اگر ابا نمایم او قصد
قتل من خواہد کرد و اگر قصد قتل من کند و ممانعت کنم او را از نفس خود بیرون بردہ ام از اطاعت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس تسلیم اینہ درین حال اصلح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا و تفویض
نمود امر او را بخدا و دانستہ بود کہ آنچہ عمر غصب کرد از اموال مسلمانان و ارتکاب کردہ از انکار حق او و قعود
بجای رسول خدا و تغیر احکام الٰہی و تبدیل فرائض خدا آنچہ گذشت اعظم ست نزد حقتعالی و اشنع و شنیع
ست از اغتصاب این فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود) اور علاوہ اسکے اور طرق متکثرہ سے ثبوت ان الفاظ کا
ہوتا ہے پس علامہ کشمیری کا بر تقدیر تسلیم صحت کہنا صرف دھوکا دینا ہے جو کہ شعار قدیم علماء متقدمین
شیعہ کا ہے اگر یہ الفاظ امام نے نہیں فرمائے اور انکی کتابوں میں مذکور نہ تھے تو چاہیے تھا کہ صاف
انکار کرتے اور اگر مذکور تھے تو اُسکا اقرار کرتے بر تقدیر تسلیم صحت کہنا کیا معنی ÷ غرضکہ اس حدیث
کی صحت میں کچھ شک و شبہہ نہ رہا اب ہم توجیہ اور تاویل علماء شیعہ کی جو اس لفظ کی نسبت ہے
بیان کرتے ہیں علامہ کشمیری نزہہ میں لکھتے ہیں کہ (مراد ازین کلام آنست کہ این نکاح اول
نکاحیست کہ از خاندان عالیہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اجبار و اکراہ بنا بر مصلحت وقت واقع
شدہ و بسبب وقوع آن باجبار و اکراہ تعبیر ازان بغصب فرمودہ اند و در تشنیعی ہیچگونہ شناعتی نیست

و مع وضوح المرام لا عبرة بالالفاظ عقد نکاحیکہ بغیر طیب خاطر باشد اصلا مستلزم زنا نیست) خلاصہ اس توجیہ کا یہ ہو کہ غصب بمعنی عدم رضا کے ہو اور مطلب (اول فرج غصبت منا) جو امام نے فرمایا ہے یہ ہے کہ یہ پہلا نکاح ہے کہ خاندان اہل بیت اطہار سے بلا رضامندی دلی کے بجبر و اکراہ ہوا اور لفظ غصبت مستلزم زنا نہین ہے لیکن یہ توجیہ بجاے خود نہیں ہے اس لیے کہ اگر یہ معنی حضرت امام کے دل میں تھے تو چاہیے تھا کہ انھین لفظون مین ادا فرماتے نہ کہ ایسا لفظ کریہ (وحاشا جنابہ عن ذلک) زبان پر لاتے پس لفظ غصبت کا فرمانا اور عدم رضا مراد لینا بلا وجہ الفاظ کو اُنکے حقیقی معنی سے پھیرنا ہے + علاوہ برین جو نکاح صحیح نہو وہ مستلزم زنا ہے اور از روے کتب معتبرۂ امامیہ کے مثل غنیہ اور تبصرہ اور کنز العرفان اور غایۃ المرام وغیرہ کے ثابت ہی کہ نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے درست نہیں ہو پس جب ایک عام مومنہ کا نکاح ایک عام ناصبی کے ساتھ درست نہو تو کیونکر نکاح قدوۂ مومنات بنت بضعۂ سرور موجودات کا ایک کافر یا منافق کے ساتھ درست ہوگا + یہ فرمانا علامۂ کشمیری کا کہ (در تمیینی ہیچگونہ شناعتی نیست) انھین کو زیبا ہے بلاشک نزدیک عبد اللہ بن سبا یہودی کے مقلدین کے جو کہ لباس محبت اہل بیت مین چاہتے ہین کہ اصول و فروع شریعت مصطفوی کو برہم کرین اور بیخ اسلام و دین محمدی کو اکھیڑ دین اور خوارج اور نواصب سے بھی گوے سبقت لیجادین اور زخارف دنیوی پیرایۂ مداہنت اور قربت مین تحصیل کرین بیشک یہ امر بعید معلوم ہوگا کہ رسول کی نواسی فاطمہ زہرا کی بیٹی حسن مجتبی کی بہن ایک رئیس مرتدین اور سرگروہ منافقین کے گھر مین غصب سے جاوے اور وہ غاصب جو چاہے سو کرے اور پھر بھی نہ شیر خدا نہ حسن مجتبی نہ شہید کربلا کچھ چون و چرا کرین اور ایسے واقعۂ ہوش ربا کا تماشا دیکھتے رہین ورنہ ہمسے ناقص ایمان والون کے تو ایسے سانحے کے سننے سے ہوش پران ہوتے ہین اور ہمارے ضعیف دل زبان حال سے الامان الامان پکارتے ہین ہم حضرات شیعہ کیسی محبت کہان سے لادین کہ خود ہی امام کی زبان سے (اول فرج غصبت منا) کی روایت کرین اور پھر خود ہی اُسکی نسبت ہیچگونہ شناعتے نیست کا کلمہ زبان پر لادین اور ایسے الفاظ نا ملایم اور نا مناسب کو سن سنکر شادیانے خوشی اور فرحت کے بجادین اور اپنے دین و ایمان کے دعوی مین ثابت قدم رہین اور ہرگز اسکو خلاف شان ائمہ کے نہ سمجھین اور اس سے انکی فضیلت و عزت مین کچھ خلل کا خیال بھی نہ کرین فقط بعد اسکے علامۂ کشمیری فرماتے ہین کہ (ہرگاہ جابرے شخصے را در طلاق دادن زوجہ اش اجبار نماید در عرف میگویند غصبت زوجتہ باوصف آن اگر جابر عقد نکاح با آن زن بکند نزد امام اعظم ابو حنیفہ کوفی زنا متحقق نمیشود و آن جابر زانی نیست) معلوم نہین کہ علامۂ کشمیری نے باین علم و عقل اس جملے کے لکھنے سے جواب عبارت تحفہ کا کیا تصور فرمایا ہے اس لیئے کہ الزام شاہ صاحب

قدس سرہ کا مطابق اصول شیعہ کے ہے نہ موافق اصول حنفیہ کے پس اُنکو اپنے اصول پر جواب دینا چاہیے
امام ابوحنیفہ کے اصول پر نظر کرنے سے کیا حاصل اگر وہ فقہی مسائل مین ابوحنیفہ کے قول پر چلنا چاہتے
ہین اور سوائے اسکے دوسرا چارہ اس بلا سے جانکاہ سے نکلنے کا نہین دیکھتے تو دل ماشاد چشم ماروشن وہ
فروع حنفیہ کو اختیار کرین اور اُسپر عمل فرماوین لیکن حضرت فریج کو لینا اور اصول و عقائد کو چھوڑنا کار آمد نہیں
ہے پس ایک کلمہ کہکر حنفیہ کے شریک ہو جاوین اور فضیلت فاروقی کا اقرار کرنے لگین پس نہ کچھ جھگڑا
رہے نہ قصہ نکاح کے ہونے کو بھی تسلیم کر لین اُسکے نسبت الطیبات للطیبین پڑھنے لگین ورنہ جبکہ
موافق مذہب امامیہ کے نکاح مومنہ کا ساتھ نواصب کے جائز ہی نہین ہے تو بیچارے ابوحنیفہ کے
قول سے اُنکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اگر کوئی روایات حضرات شیعہ کو دیکھے تو اُسکو شناعت اس فعل قبیح کی جسکو
(ہو اول فرج غصبت منا) سے تعبیر کیا ہے معلوم ہووے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار وغیرہ مین معاذ اللہ
معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد حضرت عمر کو ولد الزنا قرار دیا ہے اور اسکی سند امام تک پہنچائی ہے کما
قال فی معانی الاخبار (حدثنا علی بن احمد بن موسی رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبد اللہ الکوفی عن
موسی بن عمران النخعی عن عمہ الحسین بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزۃ عن ابی بصیر قال سالتہ عما روی
عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان ولد الزنا شر الثلثۃ قال علیہ السلام عنی بہ الاوسط انہ شر ممن تقدمہ
وممن تلاہ) یعنی ابی بصیر روایت کرتا ہے کہ مینے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ یا حضرت اس حدیث پیغمبر
علیہ الصلوۃ والسلام کے کیا معنی ہین کہ (ولد الزنا شر الثلثۃ) کہ ولد الزنا تینوں مین سے بدتر ہے امام نے
فرمایا کہ مراد اس سے عمر ہے کہ وہ اپنے پہلے یعنی ابوبکر سے اور اپنے پچھلے یعنی عثمان سے بھی بدتر ہے
اور تینوں سے زیادہ برا ہے پس جب ایسے ناپاک مذہب کے معتقدین ائمہ کیطرف ایسی تہمت کرین اور
اُنکی زبان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اولاد زنا سے ہونا بیان کرین ونعوذ باللہ منہ تو اگر نسبت فاطمہ
کا ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہونے کو امام کی زبان سے بالفاظ (اول فرج غصبت منا) کے لفظون سے
ادا کرے کے مصداق سواد الوجہ فی الدارین نہون تو کیا کرین ٭ لیکن اگر ہم اس امر کو بھی تسلیم کرین کہ موافق اصول
شیعہ کے لفظ کفر کا اطلاق حضرت عمر پر نہیں ہوتا اور انکا مظہر اسلام اور متمسک بہ تمام شریعت ہونا ثابت
ہوتا ہے اور اس بات کو بھی فرض کر لین کہ اُنکے مذہب مین نکاح کر دینا ساتھ ناصبی کے مومنہ اور عارفہ کا بھی
جائز ہے لیکن حضرات شیعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفاق و بدعت سے کیونکر انکار کرینگے اور اُنکے
مومن اور مخلص اور تابع سنت ہونے کو کیونکر قبول کرینگے اگر وہ یہ قبول کر لین کہ حضرت عمر نہ منافق
تھے نہ بدعتی بلکہ سچے مومن اور پکے تابع سنت تھے فنعم الوفاق اگر اسکو نہ مانین تو سب توجیہات

جو معاملہ نکاح ام کلثوم مین کی ہین عبث اور فضول اور بیکار ہوئی جاتی ہین اس لیے کہ جو شناعت نکاح مین ساتھ کافر کے ہے اس سے بڑھکر قباحت نکاح مین ساتھ منافق کے ہے چنانچہ خود صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے اسکا اقرار کیا ہے اور اس مضمون کو ان لفظون سے ادا فرمایا ہے (قال الفاضل الناصب چہارم آنکہ گویند کہ حضرات بنات و اخوات خود بہ کفرہ و فجرہ بزنی میدادند مثل حضرت سکینہ کہ در نکاح مصعب بن زبیر بود و علی ہذا القیاس دیگر قریبان خود را در عقد کفرہ و نواصب در آوردند چنانچہ در کتاب الآیات بتفصیل شرح رفتہ است اقول و بہ نستعین اگر مراد از کافر در قول را گویند حضرات بنات و اخوات خود را بہ کفرہ و فجرہ میدادند مشرک است این قول کذب محض است چہ ہیچ یکی از امامیہ قائل باین قول نیست و اگر مراد ازان مبتدع است بہ بدعتی کہ منجر بہ کفر صاحبش نشود کہ او را کافر تاویل گویند یا منافق کہ اظہار اسلام و تمسک بہ سائر شریعت باشد مسلم و محذوری ندارد بہ فحوای و لا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا الآیۃ ممنوع و محرم انکاح با مشرک است و بر حرمت مطلق انکاح با مبتدع کذا و تزویج با منافق دلیلی قائم نیست و قیاس یکی بر دیگری مع الفارق چہ منافق اگرچہ حرمتش در حقیقت عظیم تر است و فسادش در شریعت شدید تر و بہ فحوای ان المنافقین فی الدرک الاسفل در عقبی بعقوبت الیم گرفتار است لیکن حکمت الٰہیہ داعی و مقتضی آن شد کہ احکام مشرکین و منافقین در دار دنیا از ہم ممتاز باشد و ازینجاست کہ مشرکین را بہ فحوای فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم معاقب و ماخوذ گردانیدہ و منافقین را ازین ورطہ نجات بخشیدہ) اس تحریر پر علامہ کشمیری کی ہم انکا دل و جان سے شکر ادا کرتے ہین اور اپنی ممنونی ظاہر کرتے ہین کہ جو بات ہمکو لکھنی چاہیے تھی وہ خود علامہ ممدوح نے لکھدی اور جو تکلیف ہمکو کرنی پڑتی وہ خود گوارا فرمائی اور ان فقرون کو لکھکر کہ (منافق اگرچہ حرمتش در حقیقت عظیم تر است و فسادش در شریعت شدید تر) ہمارے طرف سے خود ہی جواب دیدیا لیکن ہم متحیر ہین کہ علامہ ممدوح نے صاحب تحفہ قدس سرہ کے اعتراض کے جواب مین اس تحریر سے کیا فائدہ خیال کیا اس لیے کہ انکا اعتراض اسپر ہے کہ شیعون کے نزدیک حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹیان کافر کو دی ہین علامہ اسکے جواب مین فرماتے ہین کہ نہین کافر کو نہین دین بلکہ منافق کو اسپر ہمارا یہ جواب ہوتا ہے کہ نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے حرام ہونے پر کوئی دلیل عقلی نہین ہے بلکہ صرف قباحت شرعی ہے اور وہ قباحت منافق کے ساتھ نکاح کرنے مین بھی موجود بلکہ کچھ زیادہ ہے وہ خود حضرت نے فرمادیا پس اب اہل انصاف غور کرین کہ اعتراض صاحب تحفہ کا اس سے اور مدلل ہو گیا یا انکا اعتراض اس جواب سے اٹھ گیا۔ باقی رہا یہ امر کہ احکام منافقین کے بہ نسبت کافرون کے ظاہر شریعت مین سخت نہین ہین اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ منافق ظاہر مین اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہین اور احکام شریعت ظاہر پر جاری ہین اس لیے وہ قتل وغیرہ سے محفوظ ہین اور اسکا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص سوائے خدا کے علم غیب نہین رکھتا جو دل کا حال جانے

پس شریعت نے نظر بر ظاہر اسلام اُنکے قتل کا حکم نہین دیا لیکن موافق اصول شیعہ کے ائمہ کرام کو علم ما کان وما یکون حاصل ہوتا ہے اور امور پوشیدہ اُنپر روشن ہوتے ہین اور حالات قلوب بنی آدم اُنپر ظاہر ہوتے ہین پس اُنکو منافقون سے احتراز کرنا اور اُنکو ذلت دینا اور اُنسے عداوت رکھنا اور اُنسے قرابت نکرنا بلکہ اگر وہ کسی دینی کام مین مدد کرنا چاہین تو اُنسے اعانت نہ لینا اور اُنکو کسی دینی کام مین شریک نہ کرنا اور اگر وہ مر جاوین تو اُنپر نماز جنازے کی نہ پڑھنا اور اُنکے لیے استغفار نکرنا واجب لازم ہو چنانچہ جن منافقون کا نفاق پیغمبر خدا کے سامنے کھل گیا تھا یا جنکے نفاق کی خبر خداے جلشانہ نے حضرت کو دیدی تھی اُنکے ساتھ اسی طرح پر برتاؤ کرنے کے لیے آیات قرآنی نازل ہوئین اور اُنکے لیے سخت احکام صادر ہوے بلکہ جس طرح پر جہاد کرنے کا حکم اوپر کفار کے ہوا اسی طرح پر اوپر منافقون کے ہوا جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہو یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ جَاہِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْہِمْ وَمَاْوٰہُمْ جَہَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ یعنی اے پیغمبر جہاد کر اوپر کافرونکے اور منافقون کے اور نہایت سختی کر اوپر اُنکے اور جگہ اُنکی جہنم ہی غرضکہ جب اُن منافقون کا جنکے نفاق کا حال معلوم ہو گیا حال مثل کفار کے ہوا اور جہاد بھی اُنپر واجب ہوا اور اُنپر غلظت و شدت بھی مثل کفار کے کرنے کا حکم ہو تو پھر نکاح مین درمیان کفار کے اور اُن منافقون کے کیا فرق رہا اب سواے اسکے کہ یا حضرات شیعہ حضرت عمر کو منافق نہ کہین اور اس کلمۂ کفر کے کہنے سے باز آوین یا اس نکاح کو حرام جانین دوسرا کوئی علاج نہین ہی + اگرچہ علماء شیعہ نے اس معاملے مین عوام کے فریب دینے کو اور جاہلون کے سمجھانے کو بہت ابلہ فریبی کی تقریرین کی ہے اور حضرت عمر کو مظہر اسلام کہکر اس نکاح کا جواز ثابت کیا ہے لیکن یہ فریب ذرا سی بات مین کھلا جاتا ہے اور یہ سب توطیہ (?) اُنکا ایک ادنی بات مین ہباءً منثورا ہو جاتا ہے یعنی ہم ایک استفتا کرتے ہین اُسکا فتوی لکھدین اور جو بات ہم پوچھتے ہین اُسکے جواب مین صرف لا یا نعم فرما دین وہو ہذا کیا فرماتے ہین جناب قبلہ و کعبہ ان دو مسئلون مین جنمین سے پہلا یہ ہے کہ ایک منافق جسنے خدا کی کتاب مین تحریف کی جسنے پیغمبر کی سنت کو بدلا جسنے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا حق غصب کیا جسنے معصومہ کے جسم اطہر کو (?) ایسا صدمہ جسمانی پونہچایا کہ اُس سے معصوم بچہ شہید ہوا اور جسنے سیدۃ النساء کا حق نہ دیا اور اُنکو جھوٹا جانا اور اُنکا دعوی ارث پدری کا نہ سنا اور جسنے امیر المومنین علی علیہ السلام کا حق غصب کیا اور جسنے اُنپر جبر و ظلم کیا وہ ایک مومنہ عارفہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہین + دوسرا مسئلہ ایک مومن نے جسکو خدا نے ذاتی شجاعت و شرافت مین یکتائی روزگار پیدا کیا ہے اور جسکے بازو کو قوت اور طاقت قلعہ شکنی کی دی اور جسکو جرأت دس ہزار جنگی سوار کے ساتھ لڑنے کی دی ہے اپنی بیٹی مومنہ عارفہ کا نکاح ایک منافق مرتد غاصب خائن کے ساتھ صرف اُسکی تہدید زبانی پر کر دیا اُسکی نسبت کیا حکم

شرعی ہے آیا وہ گنہگار رہا یا نہین) آور اگر ایسے استفتا پر فتوی دینے مین بھی چون وچرا کو جناب قبلہ وکعبہ دخل دین اور صاف جواب دین تو اُنسے ہم ایک صاف مسئلہ پوچھتے ہین اُسکو لکھدین (کیا فرماتے ہین علمار دین اور مفتیان شرع متین کہ نکاح مومنہ کا ساتھ سنی ناصبی کے جائز ہے یا نہین) پس جو کچھ جواب اِسکا لکھدین وہی تمام اس بحث کے طے کرنے کے لیے کافی ہے پھر نہ کسی توجیہ کی حاجت ہے نہ کسی تاویل کی ضرورت ہے ایک دو حرفی فتوے پر مدار اس تمام قصے جھگڑے کے فیصلے کا ہے پس اے حضرات شیعہ بنظر عنایت اس سوال کا جواب لکھدو اور اس جھگڑے قصے کو مٹیو * **شعر**

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا ۔۔۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

بعد اسکے علامہ کشمیری بجواب تحفہ کے فرماتے ہین (استبعاد ذکر فرج مستور الاسم ومسمی بر زبان اکابر در کمال استبعاب است و در واقع ذاتہ خامیست کہ ہیچ خبر نہ نماید چہ در کلام الہی کہ چند جا ذکر این عضو مستور الاسم والمسمی جاری شدہ وحضرت عائشہ صدیقہ در مجالس ومحافل نام عضو مخصوص حضرت سرور عالم علیہ السلام کہ مستور الاسم ست بزبان می بردند الخ*) اس تقریر سے مطلب علامہ کشمیری کا یہ ہو کہ شاہ صاحب کا یہ فرمانا کہ لفظ فرج کا زبان پر امام کے آنا خلاف شان بزرگی کے ہے موجب تعجب ہے اِس لیے کہ خدا کے کلام مین یہ لفظ مذکور ہوا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عضو مستور الاسم کا نام لیا ہے تو پھر امام نے اگر لیا تو کیا گناہ کیا فقط جواب اسکا یہ ہو کہ یہ نافہمی اور نادانی حضرت علامہ کی ہے اس لیے کہ آیات اور احادیث مین اگر نام اس عضو کا ہو تو مسائل شرعیہ کے بیان مین یا ستایش مومنین کے مقام پر ہے نہ کہ ایسے موقع ومحل پر جو محل نزاع ہے اور مسائل شرعیہ کے بیان مین ایسے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے تو اسکے بیان کا ایک سبب خاص ہو ہان اگر شاہ صاحب اُن احادیث واخبار امامیہ پر طعن کرتے جنمین واسطے بتانے مسئلہ شرعی کے اس عضو کا نام لیا گیا ہو تو یہ معارضہ یا تمثیل صحیح ہوتا حالانکہ صدہا احادیث امامیہ مین ائمہ کرام کی زبان سے اس عضو کا نام مذکور ہے اور شاہ صاحب نے کسی پر کچھ اعتراض نہین کیا اور اس محل خاص پر جو اعتراض کیا اُسکا مطلب یہ ہے کہ اراذل عوام کو بھی اس قدر غیرت اور حیا ہوتی ہے کہ اگر کوئی اُنکی جورو یا بیٹی کو لیجاوے تو وہ ایسا لفظ زبان پر نہین لاتے اور اپنی جورو یا بیٹی کی نسبت شرمگاہ کے غصب کر لینے کا لفظ زبان پر نہین لاتے تو کیونکر ممکن ہے کہ جناب امام نے ایسا لفظ زبان سے نکالا ہو بلکہ اگر فی الواقع یہ نکاح بجبر واکراہ ہوا تھا تو امام کو مناسب تھا کہ وہ سائل کے جواب مین فرما دیتے کہ بضرورت یہ نکاح ہوا تھا اور بوجہ مظہر اسلام اور متمسک بہ شریعت ہونے عمر کے شرعًا ایسا نکاح کر دینا جائز تھا نہ کہ اس عبارت والفاظ کو چھوڑ کر ایسا کریہ لفظ جسکے ہزار معنی بنائے جاوین مگر سمجھنے والے اور ہی کچھ سمجھتے ہین زبان پر لاتے اور اس تقریر کا جواب

خدا کے کلام مین اس لفظ کے ہونے یا حضرت عائشہ کے بنظر ضرورت مسئلہ شرعی کے اس لفظ کو زبان پر لانے سے نہین ہوتا این ہذا من ذالک + (تیسرا قول) بعض علما رشیعہ نے یہ خیال کر کے کہ نکاح کے ہونے سے انکار کرنا اپنی احادیث و اخبار کی کتابون پر خط نسخ کھینچنا ہے اور روایت (اول فرج غصبت منا) کہ جو خاص کلینی نے کافی مین امام صادق علیہ السلام کی حدیث کر کے لکھی ہے غیر صحیح کہنا امام کو جھٹلانا ہے اور اسکو بغیر توجیہ و تاویل کے تسلیم کرنا عقل اور ایمان اور عزت سے ہاتھ اٹھانا ہے اس لیے اسکے معنی بنانے اور الفاظ کو حقیقت سے مجاز کیطرف پھیرنے پر آمادہ ہوئے جب اسکو بھی بے سود دیکھا اور اس سے بھی کچھ مطلب حاصل نہو تب دوسری طرح کی تاویلات دور از کار کے جانب توجہ فرمائی اور صبر اور وصیت اور تقیے سے پناہ لی چنانچہ ہم ہر ایک تاویل کو تفصیل بیان کرتے ہین + (پہلی تاویل صبر) بعض علما رشیعہ نے فرمایا ہے کہ جو معاملہ جناب امیر کو پیش آیا اکثر انبیا اور اوصیا کو ایسے معاملے پیش آئے ہین اور انھون نے صبر فرمایا ہے اور اس سے انکے درجات خدا نے بڑھائے ہین جیسا کہ حضرت لوط پر بھی ایسا ہی واقعہ گذرا ہے چنانچہ حضرت لوط کے پاس جب فرشتے آدمی کی صورت ہو کر آئے اور انکو کچھ شبہہ ہوا تو انھون نے اپنی بیٹیان انکے سامنے کر دین اور کہا کہ یا قوم ہؤلاء بناتی ہن اطہر لکم کہ یہ میری بیٹیان حاضر ہین تمھارے واسطے اور یہ اچھی ہین تمھارے لیے اور بلکہ صاف فرمایا کہ ہؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین کہ یہ میری بیٹیان موجود ہین اگر تمکو کچھ کرنا ہے کرو پس تعجب ہے کہ جب حضرت لوط پیغمبر خدا نے اپنی بیٹیان سامنے کر دین اور ایسا کلمہ فحش زبان سے کہا کہ اگر کرنا ہے تو یہ بیٹیان حاضر ہین اور اسکا ثبوت آیات قرآنی سے ہوتا ہے تو پھر ناصبیون کا یہ اعتراض کہ حضرت امیر نے کیون اپنی بیٹی عمر کو دے دی تھی سراسر بیجا ہے جو جواب ناصبی حضرت لوط کے معاملے کا دینگے وہی ہم مومنین کیطرف سے خیال کرین فقط چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب مین اور اور علما رشیعہ نے اپنی کتابون مین اسکو لکھا ہے اور علاوہ اسکے حضرت ابراہیم اور حضرت آسیہ زن فرعون کی بھی مثالین دی ہین چنانچہ ہم ان سب کو لکھکر اسکا جواب دینگے بالفعل یہ نسبت صبر جناب امیر کے جو کچھ حضرات نے فرمایا ہے اسکو ہم ایک کتاب سیف صارم سے جو بعد ملاحظہ جناب مجتہد صاحب کے ۱۲۶۰ھ ہجری مین مطبع جعفریہ یعنی مطبع اثنا عشریہ مین چھپی ہے نقل کرتے ہین گویا مولف نے اپنے تمام مجتہدین و علما کے اقوال کا خلاصہ اسمین لکھا ہے مسلمانون کو چاہیے کہ اسکو غور سے دیکھین اور اس بیجارے مولف کی اور انکے مجتہدین و علما کی حیا و شرم کی داد دین اور انکے حق مین احسنت و آفرین کہین وہو ہذہ بلفظہ (جواب) کالشمس فی وسط النہار ظاہر و ہویدا ہے کہ ایسی صغیر سن معصومہ کا نکاح ایسے شخص مظہر الاسلام اور مظہر اور مقر کلام مرقومہ سے قربت و صلت کا بھی مفید نہین صرف ظہر اجبار شیخ فانی تھا اور اذیت رسانی

اور مضطر کرنا اور بظاہر یہانتک پونہچانا نفس رسول کو اور مظہر تمام حجت اور ثبوت غلبہ غالب کل غالب ہتا نفس پر کہ اگرچہ درحقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر مین غایت مناکحت ہے بموجب اقرار شیخ ثانی اور بعلم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن کے از روے علم باطنی کے بھی حضرت مولی پر ہویدا تھا اور مظہر الاسلام بظاہر مقر رسالت و معترف رسول انام سے قطع نظر اسکے بھی مناکحت ممنوع شرعی نہین تھی لیکن باعتبار ظاہر حال بنظر خواص و عوام البتہ کمال انتہاک حرمت تھی خدا فاہم کہ ایک منگیتر بیٹی السی صغیرہ کا باوصف دامادی اور ابن عمی رسول اور بلقب ہونے ساتھ نفس رسول کے اور خیبر گیر اور غالب کل غالب ہونے کے اور مخاطب بہ لافتا الا علی لا سیف الا ذو الفقار ہونے کے ایک شیخ فانی سے نکاح کرنا اور باوجود ورشیمی اسقدر اعتدال و تکرار کے ایسے سید عرب و عجم امیر المومنین کہ اس لقب کے خود صدیق و فاروق و صحابہ تقیہ نواصب تک گواہ ہین لوگونکی نظر مین ایک شیخ نومسلم ظاہری سے مغلوبیت کھائی دینا اور مجبور رکھلا دین حتی کہ بیٹی حوالہ کر دین کہ نفس سرکش کسی بشر کا ہر گز باوصف ظہور علت باحت شرعی کے بھی اس ہتک کو نہین گوارا کر سکتا سواے انبیا واوصیا کے کہ صبر و رضا سے حضرات علیہم التحیۃ والبرکات بعطاے حضرت کبریا انھین پر ختم ہے کہ باوصف عطاے قوت معجزہ صبر و تحمل بھی ایسا ہی انکو عطا ہے کہ یہ استعداد اور حوصلہ کسی اور بشر کو نہین حاصل کہ نفس پر اتنا غلبہ ہو سکے کہ انتہاے مرتبہ اور غایت کمال ہے غالب کل غالب ہونے کا) اے مسلمانون کہان ہو کس نیند مین ہو رہے ہو ذرا چونکو ہوش مین آؤ اٹھکر بیٹھو اس بچہ نادان مولف سیف صارم اور اسکے پیران نابالغ یعنی مجتہدین و علما کی عقل و حیا پر نوحہ کرو انکے ایمان و انصاف کے جانے پر مرثیہ پڑھو انکے حال زار پر رحم کرو دیکھو کیسی عقل و حیا انکی جاتی رہی ہے کہ عیب کو ہنر کرکے دکھلاتے ہین اور پردے مین محبت اہل بیت کے انکی شان مین کیا کچھ بکتے ہین جسکے سننے سے بدن پر رعشہ جس پر خیال کرنے سے دل کو لرزہ ہوتا ہے خیال کرو کہ بیعزتی کو شجاعت کہتے ہین بیحیائی کو صبر سے تعبیر کرتے ہین اے یارو یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہین کہ ان حضرات عالی درجات پر جنکی شان مین آیہ تطہیر نازل ہوئی جنکی عصمت و عفت پر پاکی نے قسم کھائی انکی نسبت کیا کیا کہتے ہین اے بھائیو صبر اسی کا نام ہے کہ ایک منافق بیٹی کو غصب کرلے اور بجبر و اکراہ نکاح ناجائز کرلے اور حضرات علیہم السلام بیٹھے بیٹھے دیکھا کرین اور سواے سکوت کے زبان سے بھی کچھ نفرمادین اور باوصف عطاے قوت معجزہ و کرامات کے صبر و تحمل کو کام فرماوین خدا کی قسم ہے کہ مین تعصب کو دخل نہین دیتا اپنے مذہب پر خیال نہین کرتا بلکہ صرف عقل و حیا سے پوچھتا ہون کہ جسکا نام حضرات شیعہ نے صبر رکھا ہے اور جس حالت کو صبر و تحمل سے تعبیر فرمایا ہے حقیقت میں وہ صبر و تحمل ہی ہے یا اسکی اور کچھ حقیقت ہے میری سمجھ مین تو یہی آتا ہے کہ انھون نے وقاحت اور بیعزتی کا نام صبر و تحمل رکھا ہے

اور محبت کے حیلے سے اہل بیت اطہار کو ذلیل کیا ہی نعوذ باللہ نعوذ باللہ یہ کیا خرافات ہے جو شیعہ لکھتے ہین ابھی کسی ادنیٰ عامی کے گھر جاکر کوئی شخص گر وہ شجاعت مین منظیر اور قوت مین لاثانی اور مال و دولت مین لاجواب ہو اُسکی بیٹی سے بجبر و اکراہ نکاح کرنیکا قصد کرے پھر تماشہ دیکھیے کہ وہ عامی چپ چاپ رہتا ہے یا اپنی جان عزت پر قربان کرتا ہے معلوم نہین کہ حضرات شیعہ نے امیر المومنین لعیسوب الدین صاحب ذوالفقار جد ائمہ اطہار کی عزت اور ہمت اور شجاعت کو ایک ادنیٰ آدمی کے برابر بھی خیال نہین کیا اور وقاحت کو بنام صبر و تحمل کے قرار دیا ہے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ ایسی قباحت کی باتین اُنکی طرف منسوب کرتے جاتے ہین اور ایسے الزام اُنکو دیتے جاتے ہین اور پھر بھی اُنکو غالب کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررۃ قاتل الکفرۃ و الفجرۃ سید الابرار مخاطب بہ لافتا الا علی لاسیف الا ذوالفقار کہتے جاتے ہین نہ خدا سے شرماتے ہین نہ رسول کا لحاظ کرتے ہین حقیقت مین دین و ایمان کو حضرات شیعہ نے بگاڑا اور شریعت محمدی کو اُنھون نے درہم برہم کیا اور شیطان کا نام بدنام ہوا یہ باتین شیطان کے دادا کو بھی نہ سوجھی ہونگی جو ان حضرات کو سوجھی ہین شعر

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں ۔۔۔ مصلحت را تہمتے بر آہوے چین بستہ اند

اب مین قصہ لوط کا بھی مختصر جواب لکھتا ہون اور آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرتا ہون پوشیدہ نرہے کہ آیہ مذکورہ کے یہ معنی نہیں ہین جو حضرات شیعہ نے تصور کیے ہین کہ حضرت لوط نے ویسے ہی بلا نکاح اپنی بیٹیان زنا کرنے کے لیے کسی کے سامنے کر دی ہون بلکہ مراد حضرت لوط کی پیش کرنے سے یہ تھی کہ تم اُنسے نکاح کر لو اور چونکہ اُسوقت نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا اس لیے اسمین کوئی قباحت شرعی نہ تھی اسیواسطے حضرت لوط کیطرف سے خدا نے یہ الفاظ فرمائے ہین کہ ہُنَّ اَطْہَرُ لَکُمْ کہ حضرت لوط نے یہ فرمایا کہ میری بیٹیان تمھارے واسطے پاک و پاکیزہ ہین اور طہارت بے نکاح کے نہین ہوتی ❊ اگر کوئی شیعہ کہے کہ ہم اس امر کو نہیں مانتے لفظ نکاح کا آیہ مین نہین ہے بہ جواب اُسکے ہم کہین گے کہ وہ تفسیرونکو ملاحظہ کرین اور سنیونکی تفسیرون کو نہ دیکھین اپنی ہی تفاسیر سے اسکی سند لین چنانچہ امین الدین طبرسی مجمع البیان مین جو کہ نہایت معتبر تفاسیر شیعہ سے ہے اور طہران دار السلطنت ایران مین چھپی ہے اسی آیہ کے ذیل مین فرماتے ہین (قال یا قوم ہؤلاء بناتی ہن اطہر لکم وکان یجوز فی شرعہ تزویج المومنہ من الکافر) کہ حضرت لوط کی شریعت مین نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا ❊

اگر کوئی دانشمند شیعہ یہ کہے کہ گو اس آیہ کے ان الفاظ سے مطلب نکاح کا ہو لیکن دوسری آیہ مین تو صاف فعل کرنا مذکور ہے کہ (ہؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین) کہ حضرت لوط نے کہا کہ یہ میری بیٹیان ہین اگر تم کرنیوالے ہو تو کرو اسکے جواب مین بھی ہم انھین کی تفسیرون پر رجوع کرتے ہین

اور جو ان آیات کا مطلب اُنھون نے بیان کیا ہے اسکو نقل کرتے ہین چنانچہ تفسیر مجمع البیان مذکور مین علامہ موصوف فرماتا ہے (کہ قولہ ان کنتم فاعلین کنایۃ عن النکاح ای ان کنتم تتزوجین) کہ فعل سے مراد نکاح ہی یعنی اگر تم نکاح کیا چاہو تو یہ میری بیٹیان حاضر ہین + اگر حضرات شیعہ کو ایک تفسیر پر اطمینان نہو تو دوسری تفسیر کی عبارت بھی سنین کہ فاضل کاشانی علماء شیعہ سے خلاصۃ المنہج مین اسی آیہ کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ (گفت لوط ای گروہ من اینہا دختران من اند ایشان را نجواہید کہ ایشان پاکیزہ اند شمارا و تزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج مومنات بکفار جائز بود) الحاصل قصۂ لوط سے اور واقعہ نکاح ام کلثوم سے کیا مناسبت ہی دونون مین بڑا فرق ہی حضرت لوط کی شریعت مین نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا اور انکا کہنا زنا کے لئے نہ تھا بلکہ نکاح کیواسطے تھا اور پیغمبر خدا کی شریعت مین اخیر کو نکاح ساتھ کافر کے حرام ہو گیا تھا اور مطابق اصول شیعہ کے دشمن اہل بیت اور ناصبی کے ساتھ بھی نکاح حرام تھا علاوہ اسکے یہان حضرت لوط کی بیٹیونکو کوئی غصب کر کے لے نہین گیا نہ اُنکی عفت و عصمت مین خلل آیا اور یہان تو معاملہ برعکس ہی کہ حضرت عمر نے نکاح بھی بجبر کرا لیا جو کہ شرعًا جائز نہ تھا اور پھر ام کلثوم کو اپنے گھر کیلئے اور چند سال تک رکھا اور اُنسے اولاد پیدا ہوئی پس دونون شخصونمین زمین و آسمان کا فرق ہو + ای حضرات شیعہ کہانتک باتین بناؤگے کیا کیا تاویلین کروگے جو کچھ کہوگے اسمین جھوٹے ٹھہروگے جو کچھ تاویل کروگے اسی سے اہل بیت پر الزام دوگے اس بحث کو اول سے آخر تک دیکھو کہ جو کچھ ہم کہتے ہین وہ سچ ہے یا جھوٹھ آپ لاف محبت اہل بیت نہ مارو اور صاف صاف اُنکی دشمنی کا اقرار کرو اور اپنے ہر عقیدے اور ہر مسئلے پر غور کر کے انصاف کرو کہ اس سے محبت اہل بیت کی ظاہر ہوتی ہے یا عداوت اگر محبت اہل بیت ہوتی تو کیا اُنکے جناب پاک کی نسبت ایسی ایسی قباحت کی باتین منسوب کرتے انکی شانمین ایسی ایسی بیغیرتیان بیان کرتے استغفر اللہ استغفر اللہ شعر

جامی چہ لاف میزنی از پاک دامنی ‌ ‌ ‌ بر خرقۂ تو این ہمہ داغ شراب چیست

چونکہ حضرات لوط کے قصے کا بھی جواب بخوبی ہو چکا اب یہان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کا کچھ بیان کرتا ہون بعض حضرات شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ کو بھی ایک بادشاہ جابر نے زبردستی چھین لیا تھا اور اسوقت حضرت ابراہیم سے سواے صبر اور دعا کے کچھ نہو اچنانچہ مؤلف سیف صارم اس مضمون کو اس عبارت سے بیان کرتا ہے وہو ہذہ بلفظہ (علاوہ اسکے تفسیر عزیزی سے ایک اور مختصر مضمون مقام حاجت ہم لکھتے ہین زیادہ تفصیل تفسیر مذکور مین وہ دیکھ سکتے ہین کہ اُنکے پیر عزیزی کی ہے المختصر کہ سارا بی بی حضرت ابراہیم کی کہ بہت خوبصورت تھین بسبب ظلم و جور اشقیا کے اپنے

خاوند ابراہیم کے ساتھ سر بصحرا نکلین جب مصر مین پونہچین تو وہانکا بادشاہ نہایت جبار تھا اُسکی عادت
تھی کہ جو عورت خوشرو ہوتی تھی اُسکے خاوند کو مار ڈالتا تھا اور بھائی بند ہوتا تو اُس سے چھین لیتا تھا
غرض اُنپر بھی وہی نوبت پونہچی کہ پیادے ظالم کے حضرت پاس آئے اور پوچھا کہ یہ عورت تمھاری کون ہے
حضرت نے کہا کہ بہن ہے یعنی مراد حضرت کے دل مین یہ تھی کہ دینی بہن ہے اور اولاد آدم منصف فہم
اس جگہ سے طریقۂ تقیہ اور شعار انبیا ایسے مقام مجبوری و اضطرار مین خیال کرسکتا ہے کہ اوصیا کو ہو
واقتدا با انبیا ہوتی ہے اور مومنین کو اسوۂ اُنسے تو ناصح صاحب کو اگر کچھ بھی قوت منفعلہ ہو تو سوچین اور
شرم کرین کہ انکے پیر عزیز خود کیا لکھتے ہین غرض پیادگان شاہ مذکور نے ابراہیم کو تو چھوڑ دیا اور حضرت
سارہ خاتون کو زبردستی لے گئے حضرت ابراہیم نے جب یہ حال دیکھا تو نماز و دعا مین مشغول ہوئے اور حضرت
سارہ جب اُس شقی کے پاس پونہچین وہ شقی عاشق ہوگیا اور چاہا کہ بے ادبی کرے بالجملہ حضرت سارہ نے
دعا کی کہ اُسکا حال یہ ہوا کہ دونوں ہاتھ خشک ہوگئے بدحال ہوا انجام کو حضرت سارہ نے دعا کی اچھا ہوگیا
پھر بدذاتی کی پھر وہی حال ہوا غرض تیسری دفعہ حضرت سارہ کو رخصت کیا اور ہاجرہ حوالہ کین) ہم اس
تحریر پر بھی آفرین و مرحبا کہتے ہین اور اس قصے کے اس موقع پر ذکر کرنے پر شاباش شاباش کہکر مولف
کا دل بڑھاتے ہین کہ اسنے ایسے قصے کو چھیڑا جس سے ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہی اور ہمکو ایک حجت
انپر ہوتی ہے لیکن سخت حیرت اُنکی عقل اور سمجھ پر ہے کہ اسمین اُنھون نے اپنا کیا فائدہ تصور کیا ہی یعنی
خلاصہ اس قصے کا یہی ہے کہ حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کو اُس بادشاہ جابر کے آدمی پکڑ لے گئے اور جب
اُس شقی نے بیحرمتی چاہی حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی خدا نے اُسکا ہاتھ خشک کر دیا اور اُنکی بی بی کی
عصمت کو بچا دیا بلکہ ایسا معجزہ دکھلایا کہ جسکے سبب سے اُسنے ایک لونڈی ہاجرہ اور نذر کی اب کوئی اس
قصے کو حضرت ام کلثوم کے حال سے ملادے کہ مطابق ہے یا مخالف اگر حضرت ام کلثوم کے ساتھ بھی
ایسا ہی معاملہ ہوتا کہ جب حضرت عمر انکو اپنے گھر لے گئے تھے تب حضرت علی خدا سے دعا کرتے اور اللہ جلشانہٗ
حضرت ابراہیم کیطرح اُنکی عصمت بچانے کے لیے عمر کا ہاتھ خشک کر دیتا اور انکو ڈرا دیتا اور وہ معجزہ دیکھکر
صحیح و سالم ام کلثوم کو حضرت علی کے گھر بھیجدیتے بلکہ اپنی طرف سے ایک لونڈی اور پیشکش کرتے اور تقصیر اپنی
معاف کراتے تو بیشک قصہ ابراہیم و سارہ کا مطابق اُنکے حال کے ہوتا حالانکہ برخلاف اُسکے حضرت عمر نے
زبردستی ام کلثوم کا نکاح کرالیا اور اپنے گھر آٹھ دس برس تک اُنکو رکھا اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی بھی اُنسے پیدا
ہوئی اور اُنکے جیتے جی حضرت ام کلثوم اُنکے گھر رہین اور بعد اُنکی وفات کے حضرت جعفر طیار کے بیٹے کے ساتھ
اُنکا نکاح ہوا پس تعجب ہے کہ خدا نے حضرت سارہ کی عصمت بچانے کے لیے تو معجزات دکھلائے بادشاہ جابر کا ہاتھ

بھی خشک کر دیا اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول کے غصب کا جب ایک منافق مرتد نے ارادہ کیا تو نہ خدا کے دریائے غیرت کو جوش ہوا نہ اسکا قہر و جلال ظاہر ہوا نہ اُسنے کوئی معجزہ دکھلایا نہ اس غاصب کا ہاتھ خشک کیا نہ کسی اور طرح پر اپنے رسول کی نواسی کو بچایا پس سوائے اسکے کیا کہا جاوے کہ شیعون کا خدا بھی عمر سے ڈر گیا اور اُسنے بھی خوف کے مارے کچھ دم نہ مارا یا آنکہ اپنے رسول کے وصی کیطرح اُسنے بھی صبر کیا اور تحمل فرمایا چونکہ ادنی آدمیونکو ایسے معاملات مین بے صبری ہو جاتی ہے اور وہ جان دینے پر آمادہ ہو جاتے ہین مگر چونکہ امام اور وصی کا رتبہ اور درجہ سب سے بڑا ہوتا ہے اس لیے انھون نے ایسے معاملے مین بھی صبر کیا۔ (نعوذ باللہ من ہفواتہم و من سوء عقیدتہم) اس قصے مین ایک شبہہ جاہلانہ اور رہا جاتا ہے جسکا رفع کرنا بھی مناسب ہے وہ یہ ہے کہ تواریخ و سیر سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم کی بی بی کو اُس جابر شقی نے پکڑوا بلایا حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی اُس دعا پر خدا نے معجزہ دکھلایا اور اُس کا ہاتھ خشک کیا اور حضرت علیؑ نے بعد جانے ام کلثوم کے دعا نہین کی کہ خدا اُسکو قبول کرتا اور معجزہ دکھلاتا فقط بیشک یہ سچ ہے کہ حضرت علی نے دعا نہین کی اور یہ بھی درست ہے کہ جب خود حضرت امیر جنکی بیٹی غصب کی گئی خاموش ہو گئے تو خدا کیا کرتا وہ بغیر دعا و سوال کے کیون اپنا قہر نازل کرتا لیکن حضرت امیر کو دعا کا مانع کون تھا انھون نے کیون سکوت فرمایا اور دعا کے لیے انھون نے اپنے گھر مین رات کیوقت کیون دروازہ بند کر کے ہاتھ نہ بڑھایا اگر مقابلہ کرنے مین خوف جان کا اور لڑنے مین اندیشہ قتل کا تھا تو خیر ایک مجبوری تھی جسکے باعث سے خاموش ہو گئے لیکن گھر مین رات کے وقت کسکا ڈر تھا جسکے سبب سے دعا تک نہ مانگی شاید خیال حضرت عمر کا ہو گا کہ وہ اکثر رات کو بھی گشت کے لئے نکلا کرتے اور لوگونکی خبر لیا کرتے تھے اگر کہین حضرت امیر کو دعا کرتے سن لیتے تو شاید اُنکو تکلیف دیتے اور پھر وہی امر پیش آ جاتا جسکے لحاظ سے حضرت امیر ساکت ہو گئے تھے یعنی خوف قتل مگر خیال اُسوقت کرنا ضرور تھا جبکہ دعا کے لیے چلانا ضرور ہوتا حالانکہ جہر دعا کے لیے ضرور نہیں ہے خدا دل کی دعا کو بھی، ویسا ہی سن لیتا ہے جیسا کہ زبان سے چلانے کو سنتا ہے پس دل ہی سے دعا کرتے اور زبان سے کچھ نہ فرماتے غرض تو مطلب حاصل ہونے سے تھی پس حضرت امیر کے مقابلہ نہ کرنیکا سبب تو ہمنے مانا کہ خوف جان کا تھا اور آواز سے دعا نہ کرنے کے لیے بھی ہمنے معذور تصور کیا کہ اندیشہ عمر کے سن لینے کا تھا لیکن دل سے دعا نہ کرنیکا کوئی سبب سمجھ مین نہین آتا کاش کوئی شیعہ ہمکو یہ بتا دے اور ہمارا شبہہ دور کر دے + اگر کوئی دانشمند یہ فرما دے کہ جب نکاح کر دیا تو پھر دعا مانگنے کی کیا ضرورت تھی معاذ اللہ عمر زانی اور فاسق نہ تھے جنکے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے حضرت علی کچھ لحاظ فرماتے تو بس یہی قول ہمارا ہے پھر روایت (اول فرج غصبت منا) کو کیا کرینگے اور اُن صدہا اوراق کو جو اس نکاح کی توجیہ کے لیے علما نے سیاہ کیے ہین کس آنکھ کے پانی سے

وهو ہونگے اگر نفس الامر یہی ہو کہ حضرت علی حضرت عمر سے راضی اور حضرت عمر حضرت علی سے خوش تھے
اور دونون ایمان اور اخلاص مین ایک دوسرے پر بھروسا رکھتے تھے اس لیے اپنی خوشی سے نکاح کردیا
تو بس جھگڑا اسطے ہوا لیکن مذہب شیع کا بطلان کالشمس فی نصف النہار ثابت ہوا اگر حقیقت مین یہ بات جو ہنے
بیان کی حضرات شیعہ تسلیم کرلین تو انکو سوا اپنے مذہب کے چھوڑنے کے دوسرا چارہ نہین ہے اور اسی
واسطے انکے علمانے ہزارون قسم کی تاویلات فرمائیں جنکی ضرورت نہ تھی لیکن اصل حقیقت کے بیان
کرنے سے چشم پوشی کی کسی نے عذر خوف جان کا بیان کیا کسی نے اسکو صبر و تحمل پر محمول کیا کسی نے
اسکے معارضہ مین حضرت لوط کے قصے کو پیش کیا کسی نے حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کے پکڑے جانے
پر بطور نظیر کے بیان کیا کسی نے حضرت ام کلثوم کی شکل پر جنیہ کی شکل ہونے کا دعوے کیا بہرحال یہ سب نظیرین
اور مثالین اور حکایتین بیان کرنا اور اسکے عذرات اور وجوہات پیش کرنا بلکہ اس نکاح کو مثل مردار کے
کھانے کے جو ضرورتاً شرعاً حلال ہو جاتا ہے سمجھنا کس لیے ہے اس لیے تاکہ یہ ثابت نہو کہ حضرت عمر رضی اللہ
تعالی عنہ لائق زوجیت حضرت ام کلثوم کے تھے اور حضرت علی نے خوشی سے انکے ساتھ نکاح کیا بس
ایک حضرت عمرؓ کی فضیلت سے انکار کے واسطے کیا کیا توجیہات کی ہین اور کیسے کیسے الزام حضرات
اہل بیت پر دیے ہیں کہ کچھ ہو خواہ اہل بیت بدنام ہون خواہ انکی بنات طیبات مغصوبہ ٹھہرین خواہ انکے اولیا
پر وقاحت کا الزام آوے سب کچھ منظور اور قبول ہے لیکن حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اقرار نہ کیا نہ کرتے ہین نہ کرینگے
(دوسری تاویل وصیت) جو کہ ہم اوپر صبر و تحمل کی تاویل سے جواب دے چکے اب دوسری تاویل کو بیان کرکے اسکا رد
کرتے ہین ﴿ جبکہ حضرات شیعہ نے خیال کیا کہ صبر کی تاویل درست نہین ہے اور بغیر کسی وجہ خاص کے
ایسے نازک معاملے میں تحمل کا عذر صحیح نہیں اس لیے اسکی تائید دوسری طرح سے کی اور اسکے لیے ایک وجہ
خاص پیدا کی یعنی وصیت کرنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کہ حضرت سرور کائنات اپنے وصی اور امام اول کو
وصیت فرما گئے تھے کہ وہ سوائے صبر کے کچھ نہ کرین اور جو جو ظلم و ستم خلفا جور کرین ان سب کی برداشت کرین
اور جو جو واقعے پیش آنیوالے تھے سب حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب امیر سے کہہ چکے تھے اور ہر ایک واقعہ پر
صبر و تحمل کی وصیت کر گئے تھے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ وصی نبی کے حکم کے خلاف کرتا اور صبر کو چھوڑ
دیتے چنانچہ اس مضمون کو قاضی نور اللہ شوستری نے اپنے مصائب مین بیان کیا ہے جسکا ترجمہ فارسی ازالۃ الغین
مین مذکور ہے کہ اسکو ہم نقل کرتے ہین ﴿ وبعضے از جہال ایشان گفتہ اند کہ چہ گنجایش دارد کہ علی تسلیم
نکاح کند ابنۃ خود را بہ شخصیکہ شما وصف کردید ما میگوئیم کہ این سخن جہل ست بہ وجوہ تدبیر و بیان آن آنست
کہ چون رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وصیت کرد علی را بانچہ محتاج بود در وقت وفات و معلوم او گردانید

جمیع انچہ جاری خواہد شد از امر ستولین و احدًا بعد واحدٍ پس علی گفت مرا بچہ امر میکنی آنحضرت فرمود صبر کن تا مردم رجوع کنند بسوی تو از روی طوع پس آن ہنگام قتال کن با ناکثین و قاسطین و مارقین و با احدی از ثلثہ منازعت مکن تا خود را بدست خود در تہلکہ نیندازی و مردم از نفاق بشقاق بر کردند پس علی علیہ السلام حافظ وصیت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بود بواسطۂ حفظ دین تا مردم بہ جاہلیت بر نہ گردند و چون عمرؓ خواستگاری ام کلثوم نمود علی متفکر شد و گفت اگر مانع شوم او قصد قتل من خواہد کرد و اگر قصد قتل من کند و ممانعت کنم او را از نفس خود بیرون روم از اطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و مخالف وصیت او میکنم و داخل میشود در دین انچہ مذکور سکرد از ان رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پس تسلیم نہ درین حال اصلح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض نمود امر او را بخدا زدا نستہ بود کہ انچہ عمر غصب کرد از اموال مسلمانان و از تکاب کردہ از انکار حق او و قعود بجای رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و تغیر احکام آلٰہی و تبدیل فرائض خدا چنانچہ گذشت اعظم ست نزد حقتعالیٰ و اقطع و اشنع است از اغتصاب این فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امر نمودہ بود) خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت امیر کو پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی کہ تم خلفاء ثلثہ کے عہد مین کچھ نہ کہنا اور نہ کچھ کرنا جو ظلم و ستم وہ چاہین کرین سر نہ ہلانا جو کچھ چاہین وہ غصب کر لین کچھ نہ بولنا اسیواسطے حضرت علی نے اصل معاملۂ امامت و خلافت مین کچھ دم نہ مارا اور سکوت کامل اختیار فرمایا حالانکہ عمر کے خلیفہ ہونے سے جو کچھ خرابیان ہوئین وہ ظاہر ہین پس خلافت کا غصب کرنا اور مسلمانون کے مال پر متصرف ہونا اور جناب امیر کو الگ کر کے خود پیغمبر خدا کی جگہ پر بیٹھنا خدا کے نزدیک بہت قبیح اور شنیع تھا بہ نسبت غصب کرنے فرج ام کلثوم کے پس جب ایسے بڑے قبیح اور شنیع معاملے مین یعنی غصب خلافت مین حضرت پیغمبر خدا کی وصیت کے سبب سے حضرت علی نے صبر کیا تو پھر ایک بیٹی کی شرمگاہ غصب کرنے پر صبر فرمایا تو کیا تعجب ہے اور اس تقریر لطیف کو لکھتے لکھتے قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب مین اپنے حیا و شرم کے جوہر دکھلاتے ہین اور فرماتے ہین کہ دعوی کرنا خلافت کا جو عمر نے کیا اور بیٹھنا مسند رسول پر خدا کے نزدیک ہزار فرج کے غصب کرنے سے بھی زیادہ برا تھا چہ جائے فرج واحد کما ذکر ترجمتہ فی ازالۃ الغین (وانچہ دعوی کرد از برای خود از امامت از روی ظلم و جور و تعدی و خلاف بر خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و بدفع امامے کہ نصب کردہ او را خدا و رسول خدا و استیلای او بر امور مسلمانان پس حکم بہ خلاف خدا و رسول اعظم ست نزد حقتعالیٰ از اغتصاب ہزار فرج از زنان مومنہ چہ جائے فرج واحد) اے مومنین باحیا اور اے شیعیان باصفا تمکو اپنی حیا اور صفا کی قسم ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس تقریر لطیف کی لطافت دیکھو اور اسکے الفاظ اور مضامین کو سوچو کہ ائمۂ اطہار اور بنات

طیبات کی نسبت کیا کچھ فرمایا ہو اور نکاح ام کلثوم کو کن لفظوں سے تعبیر کیا ہو سبحان اللہ جناب سیدۃ النساء
فاطمہ زہرا کی محبت کا دعویٰ بھی کرنا اور اُنکی بنات طاہرات پر ایسی تہمت بھی کرنا اور ایسی بے ادبی کے الفاظ
انکی شان مین زبان سے نکالنا قریب ہے کہ زمین شق ہووے آسمان سے بجلی قہر کی گرے کہ کس مونہہ سے
کسکی شان مین کیا کہتے ہیں اور یہ نہین سمجھتے کہ ام کلثوم اُس معصومہ کی بیٹی ہیں جسکی صورت کسی نے نہین دیکھی
جسکی عفت کی عصمت نے قسم کھائی جب قیامت کے دن میدان محشر مین اُنکا گذر ہوگا تب منادی ندا کریگا کہ
(غضوا ابصارکم) یعنی سب اپنی آنکھین بند کرلو کہ رسول کی بیٹی عفیفہ معصومہ گذرتی ہے کسی کی اُسپر نظر نہ پڑے
غرضکہ جسکی ماں کی عصمت کی خدا کے نزدیک یہ قدر و منزلت ہووے اُسکے جگر گوشہ کی حضرات
امامیہ ایسی فضیحت و رسوائی بیان کرین اور جو باتین ایک عامی کی نسبت کسی کی زبان سے نہ
نکلین اُنکو ایسی جناب کی شان مین بیان کرین رہا عذر وصیت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کا یہ
ایسا عذر ہے کہ نہ عقلاً لائق تسلیم ہے نہ نقلاً عقلاً اس لیے کہ پیغمبر خدا واسطے ہدایت خلق کے
مبعوث ہوے تھے اُنکا کام تھا خود وہ کام کرنا جسمین لوگ گمراہی سے بچین اور اورون سے
خصوصاً اپنے جانشینون اور وصیون سے وہ کام کرانا جسمین خلق خدا ضلالت سے محفوظ رہے
پس کیونکر عقل قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے یہ وصیت حضرت امیر کو کی ہو کہ گو خلفاء ثلثہ خلافت غصب کرین
اور تمھارا حق چھین لین اور لوگوں کے مال پر متصرف ہووین اور خدا کی کتاب میں تحریف کرین اور
میری سنت کو بدلین اور تمھاری بیٹیون کو چھین لیجاوین مگر دم نہ مارنا اور چپ رہنا اور یہ سب جور و
ستم اپنے نفس پر گوارا کرنا بھلا کسی کی سمجھ مین یہ بات آئیگی کہ پیغمبر خدا نے ایسا فرمایا ہو نعوذ باللہ منہ اس سے
بڑھکر اور کیا تہمت پیغمبر خدا پر ہوگی رہا یہ عذر کہ یہ اس واسطے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ لوگ ظاہر اسلام نہ چھوڑ دین
اور علانیہ کفر و شرک کرنے لگین تو یہ امر بھی عقل کے خلاف ہے اس لیے کہ اگر وہ لاکھون آدمی جنھون نے برسون
پیغمبر خدا کی صحبت پائی ہو اور جنھون نے ابتدائے اسلام سے اُسکی ترقی کے وقت تک وقتاً فوقتاً ایمان قبول کیا
ہو اور جنھوں نے جہاد اور لڑائیون مین اپنی جان دینے مین دریغ نہ کیا ہو اور جنھون نے اپنی آنکھ سے ہزارہا
معجزات دیکھے ہون اور جنکی شان مین خدا نے آیات فضیلت نازل کی ہون وہ سب کے سب الا قلیلا منہم
ایسے منافق اور ناقص الایمان ہون کہ وہ صرف حضرت علی کے مقابلہ کرنے سے ساتھ خلفاء ثلثہ کے ظاہری اسلام
کو بھی چھوڑ دین اور اپنے کفر اصلی کو ظاہر کر دین اور علانیہ مشرک ہو جاوین اور باوجودیکہ حضرت امیر حق پر ہون
اور حضرت مسلمانون کی جانون اور مالون کو اُنکے دست تعدی سے محفوظ رکھنے اور خدا کے دین کو تغیر و تبدل سے
بچانے اور لوگون کے گمراہ نہونے کیواسطے وہ اُنکا مقابلہ اور اُنسے مقاتلہ کرین اور پھر بھی کوئی مسلمان

انکا ساتھ نہ دے بلکہ ساتھ دینا کیسا اسی قصور مین حضرت علی کو چھوڑ دین اور ظاہری اسلام سے ہاتھ اُٹھا کر بت پرستی اختیار کر لین تو ایسی جماعت کے ایمان اور اسلام سے کیا فائدہ تھا اور بلکہ اُنکا مسلمان رہنا اور کافر ہو جانا برابر تھا تو پھر پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کا وصیت فرمانا اور حضرت علی کو بخیال کافر ہونے اُن لوگوں کے صبر پر تاکید کرنا کیا ضرور تھا اس لیے کہ جس امر کا اندیشہ تھا کہ لوگ ایمان و اسلام سے نہ پھر جاوین وہ موجود ہی تھا اور وہ سب کے سب ایمان و اسلام سے ہاتھ اُٹھائے ہوے تھے ورنہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر حضرت علی اس بات پر کہ اُنکی خلافت خلفاء جور نے غصب کی اور لوگون کے مالون پر تصرف کیا اور سنت نبوی کو تغیر دیا اور رسول کی نواسی کو غصب کر لے گئے اُن خلفاء سے مقابلہ کرتے اور اصحاب رسول سے مدد چاہتے تو وہ بجاے مدد دینے کے کلمہ شہادت سے بھی منکر ہو جاتے اور خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کا بھی انکار کرنے لگتے تو پھر اُنکے اسلام کا لحاظ کیا ضرور تھا اگر ایسے دلی کافر ظاہری مسلمان ظاہر مین کلمہ گو رہتے تو کیا اور بت پرست ہو جاتے تو کیا صرف اُنکے ظاہری اسلام کے لحاظ سے اس قدر ظلم و ستم اُٹھانا اور خدا کے دین کو غارت ہونے دینا اور بیٹیونکو چھین لیجانے دینا کیا معنی اور ایسے لوگونکی خاطر وصیت کرنا پیغمبر خدا کا اور صبر و تحمل پر ثابت قدم رہنے کی اپنے وصی کو تاکید کرنے سے کیا حاصل تھا + اے حضرات یہ معاملہ نکاح ام کلثوم کا ایسا آسان نہین کہ (اول فرج غصبت منا) کہکر اسکو ٹال دو اور اسکو ایسی پوچ لچر باتوں مین بہلا دو ذرا انصاف کر دیکھ اگر کسی شخص کا غلام یا خدمتگار یا ملازم جسنے چند ہی روز اپنے آقا کا نمک کھایا ہو وہ دیکھے کہ بعد مرنے اُس آقا کے کوئی شخص اُسکے مال کو غصب کرتا ہے یا اُسکے خاندان کی کسی لڑکی کی عزت لیتا ہو بلکہ غصب کرنا کسیکا عزت لینا کیسا وہ یہ سمجھے کہ ایسا ارادہ بھی رکھتا ہو تو اگر وہ نمک حلال ہوگا تو ضرور اپنی جان دینے پر مستعد ہوگا اور اپنے جیتے جی اپنے آقا کی حرمت و عزت مین داغ نہ آنے دیگا پس کیا چار لاکھ اصحاب رسول مین ایک بھی ایسا نہ تھا کہ وہ حضرت علی کا شریک ہوتا اور پیغمبر خدا کے خاندان کی عصمت و عفت بچاتا اصحاب رسول کو جانے دو اُن سب کو مرتد اور منافق سمجھو کیا بنی ہاشم میں بھی کوئی شخص نہ تھا جو اپنی بیٹیونکی عزت بچاتا اور دست تعدی سے ایک منافق کے اُنکو محفوظ رکھتا شاید اسکا جواب حضرات شیعہ یہ دینگے کہ پیغمبر خدا نے وصیت صبر کی کی تھی اور فرما دیا تھا کہ گو کوئی شخص کتنا ہی ظلم کرے اور گو تمھاری لڑکیون کو غصب کر لیجاوے اور جو چاہے سو کرے مگر کوئی دم نہ مارنا تب ہم کہین گے کہ وہ وصیت جنگ شام اور صفین مین کیون بھلا دی گئی اور کس لیے ہزارون آدمی کا خون کرایا تب شاید فرماوین کہ اُس وصیت مین یہ بھی تھا کہ خلفاء ثلثہ کے زمانے مین کچھ نہ کرنا مگر معاویہ سے لڑنا تب ہم کہین گے کہ وصیت پیغمبر خدا کی کیا ٹھہری مرزا دبیر اور میر انیس کا مرثیہ ٹھہرا کہ جو مضمون انکے ذہن مین آیا اُسیوقت ایک بند ایسا اپنی

طرف سے جھوٹھی سچی بنالی اور اپنی شاعری دکھلادی آخر اس وصیت کا کچھ سبب کوئی وجہ بھی ہو یا نہین اگر یہ
وجہ ہو کہ نوبت خونریزی کی نہ پہونچے تو جنگ معاویہ مین وہ وجہ موجود تھی کہ ہزارہا آدمی کے قتل کی نوبت آئی اور
اگر یہ سبب ہو کہ کوئی اصحاب مین سے شریک ہوگا ناحق علی کی جان جاوے گی تو اُسکا حال جنگ معاویہ مین کھل گیا
کہ تمام مہاجرین اور انصار اور اہل حل وعقد اور بزرگان دین حضرت علی کے ساتھ تھے اور ہزارون انکی عانت
مین شہید ہوے تو کیا وہ لوگ جنھون نے حضرت علی کو پیچھے مدد دی پہلے مدد نہ دیتے اور جس طرح معاویہ کے
ساتھ لڑے اُس طرح خلفاء کے ساتھ نہ لڑتے پس صاف ظاہر ہے کہ یہ وصیت کا مضمون صرف بنایا ہوا ہے
اور ناحق تہمت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا پر ہے اگر شک ہو تو ہم اُسکو نقلاً بھی ثابت کرتے ہین + پوشیدہ
نہ رہے کہ قطع نظر دلائل عقلی کے جس سے بطلان اس وصیت کا ثابت ہوتا ہے اگر ہم احادیث واخبار پر
کتب شیعہ کے غور کرتے ہین تو اُس سے بھی غلط ہونا اسکا معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ ماحصل وصیت کا یہ ہے
کہ حضرت علی خلفاء ثلثہ کے زمانے مین صبر وتحمل کرین اور اُنکے کسی ظلم وستم پر کچھ نہ بولین بس اگر حضرت علی
اُنکے زمانے مین صابر اور شاکر رہے ہون اور اُنکے ساتھ سختی اور درشتی کے ساتھ پیش نہ آئے ہون اور
انکا مقابلہ نکیا ہو تو بیشک ہم بھی تسلیم کرسکتے ہین کہ شاید ایسی وصیت ہوئی ہو لیکن اگر یہ امر ثابت ہوجاے
کہ حضرت علی نے اپنے جلال وقہر کو کام فرمایا اور خلفاء ثلثہ سے بہ سختی پیش آئے اور اُنسے مقابلہ کیا اور
اُنکو ہر طرح پر ڈرایا اور اُنکے قتل پر آمادہ ہوے تو کیونکر ہم قبول کرین کہ پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی اس لیے
کہ اگر وصیت کرتے تو ضرور حضرت علی اُسپر عمل کرتے اور کسی امر مین چون وچرا نفرماتے لیکن چھوٹی چھوٹی
باتو نمین تو حضرت امیر اُنکا مقابلہ کرین اور مرنے مارنے پر مستعد ہوجاوین اور وصیت نبوی کو بھلادین
اور ایسے بڑے معاملے مین مثل غصب ام کلثوم کے صبر وتحمل کرین اور وصیت پر عمل فرماوین یہ امر ہماری
ناقص فہم کی سمجھ سے باہر ہے اس دقیق مضمون کو حضرات شیعہ ہی سمجھتے ہونگے + اب ہم چند احادیث واخبار
کتب معتبرہ شیعہ کے نقل کرتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی ذرا ذرا سی بات پر مقابلہ خلفا کا کرتے اور
اور اُنکے قتل پر مستعد ہوتے تھے + (پہلی روایت) کشف الغمہ مین محمد بن خالد سے ایک روایت لکھی ہے جسکا مضمون
یہ ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے اثناء خطبے مین لوگون سے کہا کہ اگر مین چاہون کہ تمکو معلومات دینیہ اور معتقدات
یقینیہ اور احکام شرعیہ محمدیہ سے پھیردون اور یہ کہون کہ اسکو چھوڑکر اُن قاعدون پر چلو جو جاہلیت کے زمانے
مین تھے تو تم میری اطاعت کروگے یا نہین کسی نے کچھ جواب نہ دیا جب تین مرتبہ اسی طرح پر حضرت عمر نے پوچھا
تو حضرت علی نے فرمایا کہ اگر یہ حالت تمھاری ہم دیکھین اور تمکو تمہارے دین سے پھرا ہوا پاوین تو دوسرا
نائب ہم طلب کرین اور اگر تم توبہ کرو تو تمھاری توبہ قبول کرین اگر توبہ نکرو تو ہم تمھاری گردن ماردین

حضرت عمر نے یہ سنکر کہا کہ الحمد للہ کہ ہمارے دین مین ابھی ایسے آدمی ہین کہ اگر مین منحرف ہو جاؤن تو وہ مجھے راہ راست پر لا سکتے ہین فقط بس جب حضرت علی حضرت عمر کے پوچھنے پر ایسا سخت جواب دین اور انکے قتل کرنے اور گردن مارنے پر اپنی مستعدی ظاہر کرین تو اگر حقیقت مین حضرت عمر دین سے پھر جاتے اور احکام شرعیہ محمدیہ کو بدل دیتے تو حضرت علی اپنے قول کو پورا کرتے اور ضرور انکو مار ہی ڈالتے پس حضرت علی سے مستعد کیونکر حضرت عمر کو اپنی بیٹی لیجانے دیتے اور کچھ چون وچرا نکرتے اصل ترجمہ بلفظہ اس حدیث کا یہ ہی (روایت است از محمد بن خالد الضبی کہ روزے عمر بن خطاب در اثنا خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خود ہم کہ شمار از معلومات دینیہ و معتقدات یقینیہ احکام شرعیہ محمدیہ صرف نمایم و گویم کہ از معتقدات برگردید ورجوع نمائید بقواعد کہ در زمان جاہلیت بود شما با من چہ خواہید کرد آیا تابع من دران خواہید شد یا مخالف من مردمان ہمہ خاموش شدند وہیچکس جواب نگفت عمر دیگر بار ہمین سخن را اعادہ کرد از ہیچکس جوابی نشنید پس دیگر بار ہمین مقالہ اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہرگاہ از تو این حالت مشاہدہ گردد و ترا از دین مصطفی منحرف یابیم نایب دیگر طلب کنیم واگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم واگر نکنی ترا گردن زنیم عمر چون این سخن از شاہ اولیا شنید گفت کہ در دین ما مردان ہستند کہ اگر منحرف شویم مارا بطریق مستقیم مقیم و ثابت دارند) انتہے بلفظہ (دوسری روایت) ملا باقر مجلسی نے حیوۃ القلوب مین ایک حدیث طویل نقل کی ہو جسکا خلاصہ یہ ہے کہ عمر فاروق کے دلمین اسقدر خوف اور ہیبت شاہ مردان کی تھی کہ بمجرد دیکھنے کے لرزہ آجاتا تھا چنانچہ بعد لکھنے ایک قصہ طول طویل کے اس مضمون کو ان لفظون سے ادا کیا ہو (علی بن ابراہیم از ابوذر ثلثہ روایت کردہ است کہ گفت روزی با عمر بن خطاب براہی میرفتم ناگاہ اضطرابی در راہ یافتم وصدای از سینہ او شنیدہ شد مانند کسی کہ از ترس مدہوش شود گفتم چہ میشود ترا ای عمر گفت مگر نہ بینی شیر بیشہ شجاعت را و معدن کرم و فتوت را و کشندہ طاغیان و باغیان و زنندہ شمشیر را علم دار صاحب تدبیر را چون نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم (الی قولہ) تا این ساعت ترس واز دل من بدر نرفتہ ہست وہرگاہ کہ او را می بینم چنین ہراسان میشوم) فقط بس اب اس حدیث سے زیادہ اور کیا سند چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت علی کی صورت دیکھنے سے ڈر جاتے تھے اور انکے بدن پر ہیبت سے لرزہ ہونے لگتا تھا اور بہت دیر تک ہوش وحواس انکے درست نہوتے تھے پس جب کہ حضرت علی کے دیکھنے سے یہ حال حضرت عمر کا ہوتا ہو اور انکے ہوش وحواس انکی صورت دیکھنے سے جاتے رہتے ہون تو کیونکر قیاس مین آوے کہ پھر انکی بیٹی سے بجبر نکاح کرا یا ہو شاید حضرات شیعہ یہ فرمادین کہ اسوقت حضرت علی کا جلال جاتا رہا تھا بلکہ معاملہ برعکس ہو گیا تھا (تیسری روایت) جناب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلہ عماد الاسلام

مین لکھتے ہین کہ کتب امامیہ مین لکھا ہوا ہے کہ حقتعالی نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ سب کے دروازے مسجد سے بند
کرین سواے اپنے اور علی کے دروازے کے بعد چند روز کے حضرت عباس نے عرض کی کہ میرے لیے بھی
خدا سے عرض کیجیے کہ میرا دروازہ کھول دیا جاوے آپ نے کہا ممکن نہین تب حضرت عباس نے کہا کہ ایک
میزاب ہی کے لیے دعا کیجیے حضرت خاموش ہوے اور خدا نے حضرت عباس کی درخواست ثانی کو منظور کیا
پس حضرت خود اٹھے اور حسب خواہش حضرت عباس کے سقف خانہ پر پرنالہ نصب کیا چنانچہ وہ پرنالہ تین برس
تک زمانہ خلافت عمر مین قائم تھا ایک روز اُس پرنالے کا پانی بہتا تھا کہ عمر کے کپڑون پر گرا انھون نے حکم دیا
کہ یہ پرنالہ اکھاڑ دیا جائے چنانچہ وہ اکھاڑ دیا گیا اور عمر نے غیظ و غضب مین آکر کہا کہ اگر کوئی اسکو پھر لگائیگا تو مین اُسکی
گردن مارونگا حضرت عباس اپنے لڑکون پر تکیہ کرکے اسی شدت مرض مین حضرت امیر کے پاس فریادی آئے اور کہا
کہ مین دو آنکھین رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا دوسری باقی ہی یعنی علی بن ابیطالب مین نہ جانتا تھا کہ
تمھارے جیتے جی مجھپر یہ مصیبت ہوگی حضرت امیر نے فرمایا کہ تم اپنے گھر مین آرام سے بیٹھو دیکھو مین کیا کرتا ہون
(ثم نادے یا قنبر علی بذی الفقار فتقلدہ ثم خرج الی المسجد والناس حولہ وقال یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ
فصعد قنبر فردہ الی موضعہ وقال علی وحق صاحب ہذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الآمر لہ بذلک
ولاصلبنہما فی الشمس حتی ینفذا فبلغ ذلک عمر بن الخطاب فنہض ودخل المسجد ونظر الی المیزاب وہو فی موضعہ فقال
لا یغضب احد ابا الحسن فیما فعلہ ونکفر عنہ عن الیمین فلما کان من الغداۃ مضے علی بن ابیطالب الی عمہ العباس
فقال لہ کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعم ما دمت لی یا ابن اخی فقال لہ یا عم طب نفسک وقر عینا فواللہ
لو خاصمنی اہل الارض فی المیزاب لخصمتہم ثم لقتلتہم بحول اللہ وقوتہ ولا ینالک ضیم ولا غم فقام العباس فقبل من عینیہ
وقال یا ابن اخی ما خاب من انت ناصرہ فکان ہذا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ وقد قال فی غیر موطن وصیتہ
منہ فی عمہ ان عمی العباس بقیۃ الآباء والاجداد فاحفظونی فیہ کل فی کنفی وانا فی کنف عمی العباس فمن
اذاہ فقد اذانی ومن عاداہ فقد عادانی وسلمہ سلمی وحربہ حربی وقد اذاہ عمر فی ثلث مواطن ظاہرۃ غیر
خفیۃ منہا قصۃ المیزاب ولولا خوفہ من علی علیہ السلام لم یترکہ علی حالہ) انتہی بلفظہ پس حضرت امیر نے
قنبر کو آواز دی اور کہا کہ میری ذو الفقار لانا چنانچہ وہ ذو الفقار لایا اور حضرت علی نے اُسکو حمائل کیا اور
ہمراہ آدمیون کے مسجد مین آئے اور قنبر سے کہا کہ پرنالے کو جہان تھا وہان لگا دے چنانچہ قنبر نے
لگا دیا بعد اُسکے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم ہے مجھکو صاحب قبر و منبر کی کہ اگر کسی نے اس پرنالے کو اکھیڑا
تو مین اُسکی گردن مارونگا یہ خبر عمر کو پہونچی تب وہ مسجد مین آئے اور پرنالے کو اپنی جگہ پر دیکھا اور
کہا کہ کوئی ابو الحسن یعنی امیر کو غضب مین نلاوے وقت صبح کے حضرت امیر نے حضرت عباس سے

پوچھا کہ کہیے کیا ہوا حضرت عباس نے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو چین و آرام سے گذرتی ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخصومت پیش آوین مین سب کو قتل کر دون فقط اس روایت کو مطاعن حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ مین لکھکر مجتہد صاحب فرماتے ہین کہ اگر عمر کو علی کا خوف نہوتا تو کبھی پرنالے کو اپنی جگہ پر لگانے ندیتے + غرضکہ جب ایک خفیف بات یعنی پرنالے کے لگانے پر جناب امیر اسقدر غیظ و غضب مین آجاوین اور قنبر سے ذو الفقار منگاکر مسجد مین آوین اور اپنے سامنے کھڑے ہو کر پرنالہ نصب کراوین اور باوجودیکہ حضرت عمر کو تین برس گذر چکے تھے اور انکی خلافت کا زمانہ شباب پر تھا اور پھر بھی انسے نہ ڈرین اور انکے قتل کرنے پر مستعد ہو جاوین بلکہ تمام دنیا کے قتل کا بحالت مخالفت دعوی کرین تو کیونکر قیاس قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے انکو وصیت صبر کی کی ہوگی اگر واقعی حضرت نے وصیت کی ہوتی تو اس واقعہ میزاب مین جناب امیر کیون اسکو بھول جاتے اور کس لیے ذو الفقار لیکر باہر آتے اور اگر حضرت علی سے حضرت عمر ڈرتے نہوتے تو کیون وہ چپ ہو جاتے اور کس لیے انکے لگائے ہوے میزاب کو اکھڑوا نہ دیتے عجب حال ہے حضرات شیعہ کا کہ کبھی تو حضرت علی کو ایسا شیر دلیر بنا دیتے ہین کہ ذرا ذرا سی بات پر انکے قہر و جلال کے قصے بیان کرتے ہین اور خفیف خفیف معاملات مین انکا قتل و قتال پر مستعد ہو جانا ثابت کرتے ہین اور کبھی انکو ایسا خائف اور کمزور کر دیتے ہین کہ بڑے بڑے معاملات مین انکو صابر شاکر کہتے ہین کیا حضرات شیعہ کے نزدیک حضرت ام کلثوم کا غصب ہونا حضرت عباس کے سقف خانہ کے میزاب کے برابر بھی نہ تھا کہ اُسپر تو اسقدر غیظ و غضب ہووے اور اسپر صبر و سکوت کیا جاوے کاش جناب امیر میزاب کے معاملے مین سکوت فرماتے اور حضرت ام کلثوم کے معاملے مین اپنے جلال و قہر کو ظاہر کرتے اور قنبر سے ذو الفقار لیکر باہر آتے اور عمر کے قتل کرنے اور گردن مارنے پر مستعد ہوتے تو یہ قہر و غضب بجا سے خود ہوتا + معلوم نہین کہ حضرات شیعہ اس نکاح کو قبل از واقعہ میزاب کے روایت کرتے ہین یا بعد اسکے اگر نکاح قبل از واقعہ میزاب تھا تو حضرت عباس کا جناب امیر کے پاس معاملہ میزاب مین فریاد کو آنا بعید از قیاس ہے اس لیے کہ حضرت عباس خوب جانتے تھے کہ حضرت عمر کے ڈر سے اُنھون نے اپنی بیٹی کو دیدیا اور کچھ نہ بولے تو کیونکر حضرت عباس پھر اپنے میزاب کے معاملے مین اُنکے پاس فریاد کو جاتے کیونکہ جب جناب امیر لڑکی کے معاملے مین نہ بولے اور صبر کیا تو پھر ایسے خفیف معاملے مین کیا بولتے اور اگر یہ نکاح بعد از واقعہ میزاب ہوا تو جب حضرت عباس حضرت علی کو سمجھانے گئے تھے کہ عمر آمادہ فساد ہے تم نکاح ہونے دو ورنہ وہ تمکو تکلیف دیگا تب اگر حضرت عباس اس قصے کو بھول گئے تھے تو جناب امیر یاد دلاتے کہ چچا تمکو یاد نہین ہے کہ تمھارے میزاب کے معاملے مین مینے کیا کیا اور

عمر کو کیسا ڈرا دیا پس کیونکر ایسے بڑے معاملے مین اُس سے ڈر جاوُن اور اُسیوقت قنبر سے تلوار منگا کر عمر کے پاس آتے اور اُنکو میزاب کے معاملے کیطرح ڈرا دیتے اگر ایسا کرتے تو پھر کیا مجال عمر کی تھی کہ وہ کچھ بولتے غرضکہ اب تو حضرات شیعہ ان روایات کو دیکھین اور صبر یا وصیت کا نام زبان پر نہ لاوین اس لیے کہ ان روایات سے انکا ابطال ایسا نہین ہوا ہے کہ کسیکو کچھ کہنے کی گنجایش رہی ہو ✽ (تیسری تاویل تقیہ) اگرچہ جو کچھ ہمنے صبر اور وصیت کی تاویل مین بیان کیا اُسکا بھی ابطال بخوبی ہو گیا لیکن خاص اس لفظ سے ہم کچھ بحث کرتے ہین + بعض علماء شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر کو حکم تقیہ کرنے کا تھا اس لیے وہ معذور و مجبور تھے اور نکاح کر دینے مین وہ بجا آوری فرمان الٰہی کی کرتے تھے اور امتثال امر الٰہی مقتضی اجر ہے چنانچہ اسی مضمون کو باین الفاظ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے بجواب تحفہ کے ادا کیا ہے (قائلین بہ تقیہ میگویند کہ شارع فعلے را کہ بطریق تقیہ واقع شود مقام مامور بہ قرار دادہ پس در بنجا آوردن آن امتثال امر الٰہی است و این معنی مقتضی اجر ست) اور اسی طرح پر سید مرتضیٰ ملقب بہ علم الہدیٰ اور ابن مطہر حلی نے بھی فرمایا ہے کہ یہ تقیہ اُس سے زیادہ نہین ہے جو کہ در باب امامت کے جناب امیر نے کیا اور صاحب نزہہ کی یہ عبارت بعینہ ترجمہ مصائب النواصب کے اعتراض چہارم کا ہے غرضکہ ان روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ جناب امیر نے تقیے کے سبب سے نکاح کرا دیا اور چونکہ حضرت امیر مامور بہ تقیہ تھے اس لیے اس نکاح مین مستحق اجر ہوئے لیکن تاویل تقیے کی باطل ہے چند وجوہ سے + (وجہ اوّل) تقیہ خود تہمت حضرات شیعہ کی ہے اہل بیت کرام پر اور کبھی کسی امام نے نہ تقیہ کیا نہ وہ مامور بتقیہ تھے کہ اسکو ہم بحث تقیے مین ثابت کرین گے انشاء اللہ تعالیٰ + (وجہ دوم) تقیہ کرنے کے دو سبب خیال مین آتے ہین یا خوف جان یا خوف عزت عزت تو اس نکاح کے کر دینے سے جاتی ہی رہی پس اُسکا خوف تو باقی ہی نہ رہا جسکے لیے حاجت تقیہ کی ہوتی رہا خوف جان اُسکے سبب سے جناب امیر مامور بتقیہ نہ تھے کہ اسکو علماء شیعہ نے خود تسلیم کیا ہے جیسا کہ تقلیب المکائد مین علامہ کنتوری لکھتے ہین کہ۔ (شیعیان ہرگز نمیگویند کہ حضرت امیر المومنین بسبب خوف ہلاکت جان خود ترک قتل و قتال ابوبکر کردہ بود بلکہ میگویند کہ حضرت امیر المومنین ہیچیک از فرایض و واجبات را ترک نکردہ و تقیہ بجہت خوف ہلاکت جان خود نبود بلکہ بجہت خوف ہتک عرض و ناموس بود) (وجہ سوم) اگر ہم تسلیم کرین کہ حضرت علی کو خوف جان کا تھا تو خود حضرات شیعہ اسکو قبول نہ کرینگے اس لیے کہ انکے مذہبی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کئی دفعہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے حضرت امیر کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بسبب شجاعت حضرت امیر کے پورا نہوا جیسا کہ ملا باقر مجلسی

حق الیقین مین لکھتے ہین کہ جب حضرت علی نے معاملۂ فدک مین ابوبکر و عمر کو بہت سخت و سست
کہا اور اُنسے معارضہ کیا تب ابوبکر نے عمر کو بلایا اور کہا کہ تمنے دیکھا کہ آج علی نے کیا کیا اگر ایک دفعہ اور
ایسا ہی وہ کرینگے تو ہمارے سب کام درہم برہم ہوجاوین گے یہ سنکر عمر نے کہا کہ میری صلاح یہ ہے کہ
علی قتل کردیے جاوین اور اس خدمت پر خالد بن الولید کو متعین کیا اور صبح کی نماز کا وقت اُنکے قتل
کا مقرر ہوا چنانچہ جب صبح کی نماز کو حضرت علی مسجد مین آئے اور براہ تقیہ ابوبکر کے پیچھے نماز کو کھڑے ہوئے ف ۱
اور خالد تلوار باندھکر حضرت علی کے برابر کھڑے ہوے مگر جب کہ ابوبکر تشہد کے لیے بیٹھے تب اُنکو ندامت
ہوئی اور فتنہ و فساد سے ڈرے اور شدت اور سطوت اور شجاعت حضرت امیر کی اُنکو معلوم تھی تب ایسا
خوف ابوبکر پر غالب ہوا کہ نماز ختم نہ کرسکے بار بار تشہد پڑھین اور خوف کے مارے سلام نہ پھیرین،
آخر خالد سے کہا کہ جو کچھ مینے تمسے کہا ہے وہ نہ کرنا چنانچہ بعد نماز کے حضرت علی نے خالد سے پوچھا
کہ تمسے ابوبکر نے کیا کہا تھا اُنھون نے کہا کہ تمھارے قتل کو کہا تھا اور اگر وہ مجھے منع نہ کرتے تو ضرور
مین تمکو مار ڈالتا کہ حضرت علی نے غصے مین آکر خالد کو پکڑا اور زمین پر دے مارا جب عمر چلانے لگے اور
لوگ جمع ہوگئے تب حضرت امیر نے خالد کو چھوڑ دیا اور گریبان عمر کا پکڑا اور کہا کہ اگر وصیت رسول خدا
کی اور تقدیر الٰہی نہوتی تو تم اسوقت دیکھتے کہ کون ضعیف ہی ہم یا تم اور ایک روایت مین یہ ہے کہ
حضرت امیر نے خالد کو ایک انگلی پر اٹھا لیا اور ایسا دبایا کہ اُسکی جان نکلنے کے قریب ہوگئی اور خالد نے پاخانہ
پھر دیا اور پاؤن مین رعشہ پڑگیا اور بات زبان سے نہ نکل سکی اور جو کوئی نزدیک جاتا کہ خالد کو چھڑا لے
اُسکی طرف شیر خدا ایسی غضب کی نگاہ سے دیکھتے کہ وہ ڈر کے مارے لوٹ جاتا آخر حضرت عباس آئے
اور اُنھون نے قسم دیکر خالد کو چھڑایا فقط اے حضرات شیعہ اس روایت کو دیکھو اور شیر خدا وصی رسول
کی شجاعت اور مردانگی پر خیال کرو اور پھر معاملۂ نکاح ام کلثوم پر نظر کرو اور سوچو کہ اگر نکاح بجبر و اکراہ ہوتا
اور حضرت امیر کو منظور نہوتا تو عمر کی یا کسی شخص کی مجال تھی کہ وہ جناب امیر کو ڈرا کر اُنکی بیٹی لے لیتا اور
حضرت علی قتل کے خوف سے کچھ نہ کہتے اگر حضرت امیر کو حضرت عمر نے خوف دلایا تھا اور اُنکے مارنے
کی دھمکی دی تھی تو کیون حضرت علی خاموش ہوگئے اور کس لیے عمر کو ایک انگلی پر اٹھا کر زمین پر نہ دے مارا
اور اگر کوئی انکا حامی ہوا تھا تو کیون اُسکی طرف غضب کی نگاہ سے نہ دیکھا ہم اگر اس روایت کو
ملا باقر مجلسی کی قبول کرین تو پھر کبھی ہمارے ذہن مین یہ بات نہین آسکتی کہ حضرت علی ام کلثوم
کے نکاح مین ایسے خوف زدہ اور مضطر ہوجاوین کہ کچھ نفرماوین اور اپنی معصومہ بیٹی کا غصب ہونا
پسند کرین اگر اس روایت پر بھی خاطر جمع نہو تو ہم دوسری سند شجاعت علی مرتضیٰ شیر خدا کی بیان

ف ۱ اصل عبارت بحث تقیہ مین نقل ہوگی ۱۲ منہ

کرتے ہین کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین مین لکھتے ہین کہ (بعد از غصب فدک حضرت امیر المومنین بر ابوبکر نامہ نوشت
در نہایت شدت و حدت و تہدید و وعید بسیار دران درج نمود چون ابوبکر نامہ را خواند بسیار ترسید و خواست کہ
فدک را و خلافت را بہر دو رد کند) پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کی ایک خفگی کے خط سے
حضرت ابوبکر صدیق ایسا ڈر گئے کہ فدک اور خلافت چھوڑنے پر مستعد ہوے تو حضرت علی کو کون مانع تھا
کہ حضرت ام کلثوم کے معاملے مین بھی حضرت عمر کو ایک نامہ لکھتے اور اپنی شجاعت اور مردانگی کی یاد دلاتے
اور جو تہور اور سطوت پہلے حضرت نے ظاہر کی تھی اسکا ذکر کرکے ڈراتے حالانکہ یہ بھی کسی روایت سے شیعون
کے ثابت نہین ہوتا کہ حضرت علی نے کوئی خط لکھا ہو یا حضرت عمر کو ڈرایا ہو اگر اور کچھ نہ ہوتا تو حجت تو تمام ہو
جاتی لیکن جناب امیر کے سکوت اور خاموشی کا سبب ایسے نازک معاملے مین ہماری سمجھ مین نہین آتا اور تقیہ
کرنے کی کوئی وجہ ایسے بڑے عظیم امر مین ہمکو معلوم نہین ہوتی شاید اس معاملے مین کوئی اسرار امامت سے
ایسا ہوگا جو ہماری سمجھ مین نہین آسکتا اس لیے کہ اسرار امامت کو سوائے ملک مقرب و پیغمبر مرسل کے اور مومن
کامل کے دوسرا سمجھ ہی نہین سکتا ہو جیسا کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین مین لکھتے ہین کہ (غرائب احوال و خفایای
اسرار ایشان از خلق بسیار اند و تاب شنیدن آنہا ندارد دیگر ملک مقربے یا پیغمبر مرسلے یا مومن کاملے کہ حقتعالی دل
او را امتحان کردہ باشد و بنور ایمان منور گردانیدہ باشد) مجھے اس مقام پر ایک حدیث امام محمد باقر علیہ السلام
کی یاد آتی ہو جو کہ کلینی نے بسند معتبر لکھی ہو کہ امام کی دس نشانیان ہین منجملہ ان نشانیون کے نشانی نہم
مین وہ لکھتے ہین کہ جو فضلہ امام سے جدا ہوتا ہو اس سے مشک کی بو آتی ہو اور زمین کو خدا نے موکل کردیا
ہو کہ وہ اس فضلے کو نگل جاتی ہے فقط پس نہایت تعجب ہو حضرات شیعہ سے کہ باوجودیکہ امام کے فضلے کی نسبت
تو یہ اعتقاد کرین کہ اسکو زمین نگل جاتی ہو اور اسمین بدبو نہین ہوتی بلکہ مشک کی بو اس سے آتی ہو اور پھر اسی امام
کے جگر کے پارہ اور بدن کے ٹکڑے کی نسبت یہ کہین کہ اسکو ایک غاصب نے غصب کرلیا اے حضرات شیعہ
ذرا تو سوچو کہ فضلہ امام کا کس لیے زمین کو سپرد ہوا اور خدا نے کیون اسمین مشک کی خوشبو رکھی اسواسطے
کہ فضلہ ایک نجس اور ناپاک چیز ہے اگر وہ زمین پر رہیگا کیڑے پڑینگے بدبو پھیلے گی لوگ دیکھ کر نفرت
کرینگے اور چونکہ اسکو ایک تعلق امام سے ہو گو وہ تعلق نہایت تعلقات بعیدہ سے ہے اس لیے خدا نے
امام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے فضلے کو زمین کے سپرد کیا کہ وہ نگل جاوے تو کیا حضرت ام کلثوم جو حضرت
سیدۃ النسا کی ایک جزو تھین اور حضرت علی کے جسم کی ایک ٹکڑا تھین خدا کے نزدیک ایسی بے قدر تھین
کہ خدا نے انکی کچھ بھی حفاظت نہ کی اور انکو ایک غاصب کے پنجے سے نہ بچایا کیا انکو کچھ بھی نسبت حضرت علی
سے نہ تھی اور کیا انکو کچھ بھی تعلق سیدہ پاک سے نہ تھا اور کیا انکی ایسی بے عزتی سے کچھ لوث دامن پاک پر

جناب امیر کے نہ آنا تھا اور کیا اُنکے غصب سے کوئی داغ ائمۂ اطہار کی شان مین نہ لگتا تھا اے بھائیو ذرا سوچو اور شرماؤ اور انصاف کو دخل دو کہ سوائے اسکے کہ تم اقرار کرو کہ حضرت عمر صلاحیت زوجیت کی رکھتے تھے اور کسیطرح یہ یہ الزام رفع ہو سکتا ہے یا نہیں (چوتھا قول) جب کہ حضرات شیعہ نے دیکھا کہ نہ تاویل صبر کی درست ہوتی ہے نہ وصیت اور تقیہ کی توجیہ سے کچھ مطلب حاصل ہوتا ہے اس لیے بعضون نے ان سب کو چھوڑکر اور ہی دعوی کیا اور صحبت اور ہم بستری سے انکار کیا چنانچہ صاحب سیف صارم فرماتے ہیں (کہ اگرچہ در حقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر مین غایت مناکحت ہی بموجب اقرار شیخ فانی اور بسبب صغیر ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن کے از روے علم باطنی کے بھی حضرت مولی پر ہویدا تھا) اور پھر بعد چند اوراق کے مؤلف مذکور لکھتے ہین کہ (مواعظ حسینہ جناب غفران مآب وغیرہا کتب حقہ مین جو اہل ایمان تصریح دیکھا چاہین تو وہان رجوع کر سکتے ہیں صاف واضح ہوگا کہ وصیت و قربت زن و شوہی ہرگز نہین وقوع مین آئی بلکہ بطریقۂ اہل بیت طاہرہ روایات صحیحہ مخبر ہین اس بات کے کہ ظاہر مین یہ رنج و صعوبت بیشک مع لا ے مومنین نے اپنے سر لیا لیکن حقیقت مین قربت و مواصلت با معصومہ ہرگز وقوع مین نہین آئی بلکہ از راہ اعجاز بہ عنایت کریم کارساز ایک جنیہ مشکلہ بشکل جناب معصومہ حوالہ کی گئین اور جناب معصومہ تا حیات شیخ فانی نظر سے لوگون کے غائب کی گئین و زید التصریح فی المبسوطات) انتہی بلفظہ جو کہ مؤلف سیف صارم نے بعد اس عبارت کے بڑی بڑی کتابون پر حوالہ دیا ہے اس سے مشتاقین کو اشتیاق اُنکے دیکھنے کا بھی پیدا ہوگا تا کہ معلوم ہووے کہ اُنکے بڑون نے کیا نکات و اسرار لکھے ہین اس لیے مین اُنکے علماء اعلام کے قول کو بھی نقل کرتا ہون اور سامعین کے لیے حالت منتظرہ باقی نہین رکھتا ہون واضح ہو کہ قطب الاقطاب راوندی مولف خرائج جرائح نے یہ دعوی کیا ہے اور جناب مولوی دلدار علی صاحب قبلہ نے مواعظ حسینہ مین اسکو ان لفظون سے بیان فرمایا ہے گفت عرض نمودم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ مفضل بن عباس با حجت می آرند و میگویند کہ چرا علی دختر خود را بخلیفہ ثانی داد پس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کردہ نشستہ بودند درست نشستہ فرمودند کہ آیا چنین حرف ہا می گویند بدرستیکہ قومیکہ چنین زعم میکنند راہ نیابند بسوا السبیل سبحان اللہ حضرت امیر را این قدر قدرت نبود کہ حائل شود میان خلیفہ و دختر خود دروغ میگویند کہ ہرگز چنین نبود بدرستیکہ چون خلیفہ ثانی پیغام عقد را بحضرت امیر داد حضرت انکار نمودند پس خلیفہ ثانی بعباس گفت کہ اگر دختر علی را بمن عقد نمیکنی سقایت و زمزم از دست تو میگیرم پس عباس بخدمت حضرت امیر آمدہ حقیقت حال را گفت حضرت انکار نمودند چون عباس باز الحاح نمود حضرت امیر باعجاز خود جنیہ را از اہل نجران طلبیدند و او یہودیہ بود بیرا نام چیبا مرہ بصورت ام کلثوم ممثل گردید

وحضرت امیر ام کلثوم را با عجاز خود از نظرہا مستور گردانید ند پس تا مدت دراز جنیہ پیش او ماند تا اینکہ یک روز بسبب بعضے از قرائن دریافت نمود کہ زن او ام کلثوم نیست بلکہ از بنی آدم ہم نیست گفت ندیدہ ام ساحر تر از بنی ہاشم کسی را او چون خواست کہ این امر را اظہار نماید خود کشتہ شد پس جنیہ بخانہ خود رفت و ام کلثوم ظاہر گردید انتہی) اے حضرات شیعہ اپنے قطب الاقطاب اور اپنے قبلہ و کعبہ کے علم و عقل و فہم کی داد دو اور شکر انکے احسان کا ادا کرو کہ ایک نکتے مین سب مشکلین حل کر دین اور سنیون ناصبیون کے اعتراض کو ایک لطیفے مین دور کر دیا اور معصومہ کی عصمت و عفت بچانے کے لیے آنکی مقارنت سے ساتھ حضرت عمر کے انکار کیا اور حضرت امیر کی قدرت اور معجزہ دکھلانے کیواسطے ایک جنیہ کا بشکل ام کلثوم کے متشکل کر دینے کا دعوی کیا حقیقت مین اس تقریر سے تمام اعتراض ناصبیون کے باطل ہو گئے اب کوئی معصومہ کی عصمت پر حرف رکھ سکتا ہی نہ کوئی حضرت امیر کو عاجز کہہ سکتا ہے نہ کوئی خلیفہ دوم کی فضیلت بیان کر سکتا ہی نہ اہل بیت کے ننگ و ناموس پر کوئی انگشت اٹھا سکتا ہی لیکن اس جگہ مین اب یہ امر لائق عرض کرنیکے ہی کہ اگر جنیہ بشکل ام کلثوم کے بناکر خلیفہ دوم کے پاس بھیجدی گئی تھی تو اولاد بھی اس سے پیدا ہوئی تھی یا کہ وہ ام کلثوم سے اور زید بن عمر جو بالغ ہو کر مرا مان اسکی وہی جنیہ تھی یا ام کلثوم +

تمت

یہ کتاب دوسری بار مطبع مصطفائی لکھنؤ مین سنہ ۱۳۰۱ھ چھپی تھی جسکا قطعہ تاریخ مولوی مجیب اللہ مرحوم نے یہ لکھا تھا

از فیض طبع مہدی دین المعی عصر — مطبوع شد رسالۂ بے مثل و لاجواب

نام کتاب و نیز سن طبع اے مجیب — آیات بینات رقم ساز با کتاب

۸۷۵ — ۴۲۶ — سنہ ۱۳۰۱ھ

اب تیسری بار یہ کتاب بجنسہ حسب فرمائش حافظ معصوم علی صاحب جنوری سنہ ۳۴ء مین بقاء نام مصنف کے خیال سے طبع کر کے شائع کی گئی۔ فقط یکم فروری سنہ ۳۴ء۔

اپریل ۱۹۳۴ء

تیسرا اڈیشن

تعداد طبع ۵۰۰ جلد

پبلشر :- حافظ معصوم علی محلہ بھدیوان لکھنؤ

مطبع :- یونائیٹڈ انڈیا پریس نیا گاؤں لکھنؤ

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ

اہل سنت کے مذہب کا احقاق اور شیعہ مذہب کا ابطال اونھین کی تفسیرون

اور حدیثون سے اور اونھین کے قول ایمہ و کتبہاے مجتہدین ہر زمانے سے

Muhsinulmulk, Mahdi Ali Khan, Nawab

رسالہ موسومہ

آیات بینات

۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ع

Ayat-i bayyinat

نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خان صاحب بہادر

منیر نواز جنگ معتمد پولیٹکل و فنانس سرکار عالی ریاست حیدرآباد دکن

پہلے حصہ فضائل صحابہ کا دوسرا جزو مطبع مصطفائی لکھنؤ مین چھپا

£1867-34c

دفتر النجم کی موجودہ کتب کی فہرست

علم الفقہ جسمین حنفی فقہ کی مستند کتابون سے تمام ضروری مسائل عام فہم اردو مین منتخب کیے گئے ہین چند امور ضروری قابل قدر ہین (۱) زبان صاف اور سلیس طرز بیان دلکش ہی (۲) ہر مسئلہ کی خصوصاً اختلافی مسائل کی بحث تحقیق کی گئی ہی محقق اور مفتی بہ اقوال لکھے گئے ہین (۳) حتی الامکان کوئی ضروری مسئلہ چھوٹنے نہین پایا فقہ کی کسی دوسری کتاب مین بکثرت مسائل نہ ملین گے (۴) مسائل کی ترتیب نفیس اور خوش آیند ہی (۵) موقع موقع سے احادیث بھی لکھی گئی ہین (۶) ہر جلد کے آخر مین ایک چہل حدیث اور چالیس اقوال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بھی لکھے گئے ہین یہ بھی ایک نایاب ذخیرہ ہی اس کتاب کو دیکھ کر مذہبی مسائل سے اچھی طرح واقفیت ہو سکتی ہی۔

۶- جلدین اس کتاب کی بالفعل تیار ہین۔ جلد اول مین طہارت کا بیان ہی قیمت ۸ر جلد دوم مین نماز کا بیان قیمت ۸ر جلد سوم مین روزہ کا بیان قیمت ۸ر جلد چہارم مین زکوۃ وعشر وغیرہ کے مسائل ہین قیمت ۸ر جلد پنجم مین حج وزیارت کا بیان ہی قیمت ۸ر جلد ششم مین نکاح کا بیان ہی قیمت ۸ر سب جلدون کے خریدار سے بجاے للعہ کے سے،

ترجمہ اسد الغابہ یہ وہی مقدس کتاب ہی جسمین (۷۵۰۰) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات ہین اردو زبان مین آجتک کوئی کتاب ایسی نہ تھی خدا کا شکر ہی کہ النجم نے اس کمی کو پورا کر دیا ۸۔ جلدین اس کتاب کی تیار ہین پہلی جلد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع تذکرہ کے بعد (۴۶۴) صحابہ کا ذکر ہی قیمت (دو روپیہ) دوسری جلد مین (۵۷۸) صحابہ کا ذکر ہی قیمت (دو روپیہ) تیسری جلد مین (۵۷۸) صحابہ کا ذکر ہی قیمت (دو روپیہ) چوتھی جلد (۷۰۲) صحابہ کا ذکر ہی قیمت (دو روپیہ) پانچوین جلد مین (۶۲۱) صحابہ کا ذکر ہی قیمت (دو روپیہ) چھٹی جلد مین (۸۴۸) صحابہ کا ذکر ہی قیمت (دو روپیہ) ساتوین جلد مین (۷۰۶) صحابہ کا ذکر ہی قیمت (دو روپیہ) آٹھوین (۵۹۱) صحابہ کا ذکر ہی قیمت (دو روپیہ) سب جلدون کے خریدار سے فی جلد عہ ؍—

مضامین مناظرہ پورا لطف دیکھنے سے معلوم ہوگا سلیس ودلچسپ اردو مین علمی تحقیقات قرآن وحدیث کے معرکۃ الآرا مسائل شیعون کے عقائد کی تنقید ان کے امام مولوی حامد حسین کی استقصا کے عجیب وغریب لطیفے غرض جو بحث ہی وہ دلچسپ ہی پانچ حصے تیار ہین پہلے اور دوسرے مین علاوہ بہت سے کار آمد مضامین کے قرآن کریم کے متعلق ایسے انیق مباحث ہین جنکے دیکھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہی اور قرآن پاک کی عظمت وجلالت ظاہر ہوتی ہی قیمت حصہ اول ۱۲ر حصہ دوم ۸ر تیسرے وچوتھے اور پانچوین مین فن حدیث کے مباحث ہین جو آجتک اردو مین کسی نے نہ لکھے تھے حصہ سوم ۸ر حصہ چہارم ۸ر حصہ پنجم ۸ر

چہل حدیث حدیث شریف مین ہی کہ جو چالیس حدیثین یاد کریگا قیامت کے دن وہ علما مین محشور ہوگا

BP
192
M85
V.2

LIBRARY
JAN 21 1964
UNIVERSITY OF TORONTO

876948

ومن یتوکل علی الله فهو حسبه

بحسن توفیقات حضرت مجیب الدعوات درین حسن ساعات بعد طبع جزو اول این جزو ثانی از کتاب بدایت آیات مسمی به

آیات بینات

سنه ۱۳۰۴ هجری

حسب استدعای تاجران ذوی الاحتشام باهتمام اقل انام محمد عبد الواحد خان غفر لهم المنان

مطبع مصطفائی طبع
در ... مصطفی محمد خان طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو کہ ہم بحث نکاح حضرت ام کلثوم کی نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ چکے اس لیے اب ہم پھر فضائل صحابہ لکھنا شروع کرتے ہین لیکن جس قدر فضائل ازروے کتب معتبرہ شیعہ کے اب تک ہمنے لکھے اُنسے قدرت خدا کی نظر آتی ہی کہ باوجودیکہ حضرات شیعہ حد سے زیادہ دشمنی صحابہ سے رکھتے ہین اور پھر بھی اُنھین کی کتابون مین اس کثرت سے فضائل صحابہ کی روایتین موجود ہین اور جب تک لفظ بلفظ اُسکی نقل نہ کیجاوے اور کتاب کھول کر نہ دکھلائی جاوے تب تک حضرات امامیہ اوسکا اقرار ہی نہین کرتے اور جہانتک ہو سکتا ہی انکار ہی کرتے رہتے ہین چنانچہ جناب سلطان العلما مولوی سید دلدار علی صاحب اپنی صوارم مین فرماتے ہین کہ ﴿اما احادیث فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئی از جزئیات اصلیہ فرعیہ اگر تمام کتب احادیث امامیہ ورقاً ورقاً بہ نیت تفحص مطالعہ درآرند مظنون آن ست کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سرپا درست نہ نشستہ باشد دست بہم نہد اما احادیث مثالب انہا پس بلا اغراق این ست کہ متجاوز از ہزار حدیث باشد﴾ لیکن اس قول کی تصدیق ہماری اس چھوٹی سی کتاب سے ہوتی ہی کہ بلا مبالغہ سو روایت سے زیادہ فضائل صحابہ مین بروایت کتب معتبرۂ شیعہ کے پہلے ہی حصہ مین موجود ہین چنانچہ کچھ تو اب تک ہم لکھ چکے اور کچھ اب لکھتے ہین۔ حضرات شیعہ کو اگر سو تک گنتی آتی ہو تو وہ شمار کرلین کہ سو سے زیادہ روایتین فضیلت مین صحابہ کی موجود ہین یا نہین اور پھر اگر حضرات شیعہ انصاف کرین تو اپنے علما کے جوابات پر بھی خیال فرماوین اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر عقل کی ترازو مین ہماری تقریر کو اور اُن کے جواب کو تولین اور اپنے تئین اہل عدل سمجھکر حق حق فرماوین کہ کسکا پلہ بھاری ہی اور کس کا ہلکا اور تعصب و عناد کا تو کچھ علاج ہی نہین ہے

له صوارم مطبوعہ آئینہ کلکتہ سنہ ۱۲۹۰ھ ... ورق ... سطر ۲۱ منہ

چونکہ حضرات شیعہ دلی عداوت صحابہ سے رکھتے ہین اس لیے اونکی فضیلت کا کسی طرح پر اقرار نہین کرتے
اور کیا خدا کے کلام کو کیا رسول کی حدیث کو کیا ائمہ کے اقوال کو جہان تک ہو سکتا ہی تحریف لفظی و معنوی
کر کے چاہتے ہین کہ اونکی بزرگی ثابت نہ ہو مگر بفحوائے آیۃ وَیَأبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکَافِرُوۡنَ خدا اپنے
دوستون کی بزرگیون کو دشمنونکی زبان سے ظاہر کر دیتا ہی اور بمقتضای (الفضل ما شہدت بہ الاعداء) اوس سے
اونکی فضیلت کو ثابت کرتا ہی چنانچہ ہمنے اپنی اس کتاب مین اسکا التزام کیا ہی کہ اپنی کتاب کے اس حصے کو صحابہ
کے فضائل سے بروایات امامیہ بھر دینگے اور شیعون ہی کی کتابون سے اتنی سندین لا دینگے کہ آخرکار وہ سنتے سنتے
اور دیکھتے دیکھتے تھک جاوین اور کلمۂ شہادت مین ہمارے شریک ہو جاوین اور پھر اپنے فضلا اور مجتہدین کے انصاف
کی داد دین کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایتون اور حدیثون کے انھون نے فضائل صحابہ سے کیسا انکار کیا ہی
اور جس مجتہد نے سنیونکی کتابون کے جواب لکھے ہین اوسمین بغض کو کتنا دخل دیا ہی خصوصاً پچھلے مجتہدین نے
سوائے گالیون کے حقیقت مین کسی بات کا کچھ بھی جواب نہین دیا اور جاہلونکی سی باتون سے اپنی کتابون کو بھر دیا ہی
اگر کسیکو شک ہو وہ مولوی دلدار علیصاحب کی تالیفات کو دیکھے کہ وقت تحریر جواب کیسے عامی بنگئے ہین اور خلاف
شان علما کے بات بات پر گالیان دی ہین مگر حقیقت مین یہ قصور انکے متبحر ہونے اور تقدس کا نہین ہی بلکہ یہ قصور
اوس تہذیب کا ہی جو عمر بھر پاک لوگون کی شان مین کہا کیے اور رات دن لعنت لعنت کہتے رہے جسنے موافق
حدیث کے اونھین پر رجعت کی - مین نے بہت سی کتابین اس فن مین شیعون اور سنیون کی دیکھین اور
میری نظر سے بہت سے رسالے علم کلام کے گذرے اور اکثر لوگون کے کلام مین شوخی بھی پائی لیکن وہ خوبی
جو تالیفات مین جناب قبلہ و کعبہ مولوی سید دلدار علی صاحب کے ہی وہ کسی مین نہ دیکھی حضرت کی داب تالیف کیا ہی
کہ اول تو دل بھر کے مؤلف کو جسکا جواب لکھتے ہین گالیان دینا اور پھر اوسپر تبرا کرنا لعدہ کچھ تعریف اپنے
تبحر اور فضیلت اور تقدس کی فرمانا اور خود ہی اپنی زبان سے اپنی تالیف کی نسبت یہ کہنا کہ [گمان فقیر
چنین ست کہ درین جزو زمان چشم روزگار نظیر این کتاب نہ دیدہ باشد و گوش چرخ برین نشنیدہ] جب اس سے
فارغ ہونگے تب خارج از بحث گفتگو کرینگے اور ورق کے ورق ان باتون کے لکھنے سے رنگین کر دینگے جنکو
اوس بحث سے کسی طرح کا کچھ بھی تعلق نہین ہی صوفیونکی برائیان بیان کرنے لگین گے اولیاء اللہ کی شان مین
جو دل چاہیگا فرماوین گے جب اس سے نجات پاوینگے اور مؤلف کتاب کے کلام کے نقض کیطرف متوجہ ہونگے
تب کسی معتزلی یا کسی شیعی یا کسی گمنام کو فاضل سنی قرار دیکر اوسکے اقوال کو معارضہ مین پیش کرینگے جسکو
شک ہو وہ ذوالفقار اور صوارم وغیرہ کو اوٹھا کر دیکھے اور غور کرے کہ فقیر کے کلام کی تصدیق ہوتی ہی
یا نہین ذوالفقار مین صوفیون کو گالی دینے کا کیا موقع تھا اور اونلوگونکی شعرون اور مثنوی کی بیتون کی

ع
پارہ ۱۰ سورہ
توبہ رکوع ۱۱
ترجمہ
اور اللہ نہ رہیگا
بن پورا کیے
اپنی روشنی اور
پڑے برا مانین
منکر اسد ضعہ
القرآن شاہ
عبد القادر
دہلوی

ع
عبارت صوارم
مطبوعہ بمطبع
کلکتہ ۱۲۱۸ھ
صفحہ ۳ سطر ۲۵
۱۲ منہ

نقل کرنے سے جن کو علماے کلام اپنے مناظرے مین آنکھ اوٹھا کر بھی نہین دیکھتے اور اپنے کسی اصولی فروعی مسئلے پر اونکو سند نہین لاتے کیا حاصل تھا بجز اسکے کہ کتاب کو بڑھاوین اور اپنے رسالے کو ایسی پوچ باتون کے لکھنے سے موٹا کرین اور کیا نتیجہ نکلتا ہی صوارم کو دیکھیے کہ اوسکا کیا حال ہی کوئی ورق اور کوئی صفحہ اوسکا ایسا نہین ہی کہ جسمین مغلطات نہ ہون سطرین کی سطرین گالیون اور لعنت سے سیاہ ہین اور صفحے کے صفحے پوچ اور بیہودہ باتون سے بھرے ہوے ہین اور جہان حضرت سند اور دلیل لائے ہین وہان اکثر اپنے استاد اور پیر ابن ابی الحدید معتزلی شیعی کے اقوال مردودہ کو نقل کیا ہی کہ اگر کوئی بیچارہ جاہل سنی اتنا بڑا نام جسمین دس حرف سے بھی زیادہ ہین سنے اور عربی زبان مین بڑی لنبی چوڑی عبارت اوسکی دیکھے اور سراسر مخالف اپنے مذہب کے اور مطابق حضرات شیعہ کے پاوے تو اوسکو حیرت ہووے اور یہ خیال کرے کہ شاید یہ کوئی بڑا عالم اور فاضل سنیون کا ہی اور اسکا کلام بھی مستند بین العلما ہی دھوکے مین آکر اون مسائل مین شک کرنے لگے حالانکہ جناب قبلہ وکعبہ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ جو ادنیٰ درجے کے طالب علم ہین اور مکتب مین شرح عقائد اور شرح مواقف پڑھتے ہین وہ بھی اس امر سے بخوبی واقف ہین کہ ابن ابی الحدید معتزلی ہی اور اپنے اعتزال کے ساتھ تشیع کو ملائے ہوے ہی اوسکے کلام کو اہل سنت کے معارضے مین پیش کرنا بعینہ ایسا ہی جیسا کہ حضرات زرارہ اور ہشام ابن حکم کے قولون کا حوالہ دینا اس لیے کہ سنیون کے نزدیک دونون برابر ہین اور بمقتضاے الکفر ملة واحدة کے بوجہ ترک سنت کے ابن ابی الحدید اور زرارہ ایک دوسرے کے بھائی ہین اور باوجودیکہ حضرت کی کتاب صوارم اوسی کے اقوال مردودہ سے بھری ہوئی ہی پھر اوس کتاب پر آپ کو اس قدر ناز ہی کہ اوسکی خوبیون کے بیان کرنے کے لیے الفاظ ہی مین اوسکی تعریف لکھتے لکھتے کاغذ مین جگہ نہین رہی اور صرف اپنی کتاب ہی پر ناز نہین کرتے بلکہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی طرف مقابل بننے پر بھی اپنا عار سمجھتے ہین اور اسپر بھی افسوس ظاہر کرتے جاتے ہین چنانچہ خطبے مین صوارم کے فرماتے ہین کہ جب مین نے امام رازی کی کتاب نہایة العقول کا جواب لکھ لیا تو پھر مجھے دوسرے جواب لکھنے کی خواہش نہین رہی گرچہ معلوم ست وپیدا وظاہر ست ہویدا کہ چون شاہ باز طبیعت بعید بسیمرغ مضامین عالیہ خو گرفتہ باشد دیگر مخالیب ہمت خود را بہ خون کرگس کندیدہ نیالاید وکسیکہ ابکار افکار را بحبالہ خود در آوردہ باشد نگاہ التفات بہ طرف عجوزہ شوہا نفرماید لیکن از انجا کہ روزگار ناہموار نمی گذارد کہ ارباب ہمم عالیہ از دست سفلہ ناس وبیخبران حق ناشناس نجات یافتہ دمے باستراحت بگذرانند وابارہ وشیاطین نمیشود کہ از اضلال بنی آدم دمے تغافل نمایند قبل ازین تقریباً پنج شش سال باب دوازدہم از کتاب بعضی ذوی الاذناب در نقض مذہب عترت جناب رسالت مآب درین بلدہ کہ بالفعل محل اقامت

عبارت صوارم مطبوعہ [illegible] کلکتہ سنہ ۱۲۱۸ھ [illegible] ۱۲

فقیر ست بر دریافت دشبهات مموہہ و ہذیانات ملمعۂ او دلہای عوام مومنین را منقبض ساخت جہال سنیان را سر باوج مباہات رسید و آن صحیفۂ ملعونہ بلا شبہ عصای کوری این کور باطنان گردید و احقر دریں باب چون بدل خود رجوع می نمود نظر باینکہ مثل کتاب نہایۃ العقول امام سنیان را جواب گفتہ و از سرتا پا منتقض و باطل ساختہ ہر گز بہ نقض کلام نافرجام ناصب عداوت اہل بیت کہ از اول تا آخر آثار غباوت و غوایت ازان پیدا و امارات بغض و عداوت عترت رسول ظاہر و ہویدا است یعنی ہمگی دیدہ وطرف گفتگو شدن با چنین جاہل مدبر عار دانستہ ہر گز بر خود نمی پسندید چون حال برین منوال مشاہدہ نمودم دل خود را مخاطب ساختہ گفتم کہ این مجادلہ و معارضہ کہ ترا با چنین جاہل غبی پیش آمدہ لیس اول قارورۃ کسرت فی الاسلام وطرف گفتگو شدن تو با مثال چنین نادرستان لیس ما عجب من مجادلۃ الانبیاء الکرام و الاوصیاء الفخام مع معاصریہم من الکفرۃ الفجرۃ اللیام چرا نظری نمائی و نگاہ التفات نمی فرمائی بحال جناب حضرت ابراہیمؑ و حضرت موسیٰؑ و جناب ہارون علیہ السلام کہ بآن علوم و کمالات مبتلا گردیدند بہ مجادلہ نمودن با نمرود مردود و فرعون ملعون کہ از کمال جہل و غباوت با وجود ظہور آثار مخلوقیت و بلوح امارات افتقار دعوے خدائی میکردند و ہمچنین نگاہ کن بہ طرف جناب سید المرسلین صلعم کہ بالاتفاق افضل و اکمل خلائق ست چگونہ مبتلا گردید بہ مجادلۂ جہال مشرکین قوم خود کہ بسبب فرط جہالت جمادات چندرا کہ خود می تراشیدند عبادت و پرستش می نمودند و ہم چنین اند کے از خواب غفلت بیدار شود چشم بکشا و بہ بین جناب باب مدینۂ علم رسول را کہ بالاتفاق اعلم ناس بود بعد رسول خدا صلعم چہ قسم مبتلا گردید بہ معارضہ و مجادلۂ چند ناکس منافقین قریش و ہرگاہ حقیقت حال بہمنوال باشد ناچار عنان التفات عالی خود را بہ نقض کردن کلام مورد ملام او منعطف باید ساخت و در استیصال ہذیانات بیہودۂ او ہمت والا نہمت خود را باید گماشت انتہی بلفظہ ملخصاً

غرضکہ یہ چند سطرین قبلہ و کعبہ کے تقدس اور تہذیب اور اجتہاد اور وقار کی نمونہ ہین باقی کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے لیکن ہم اس سے بحث نہین کرتے اور اسکے جواب مین ہم جاہل اور عامی بنکر گالی کا جواب گالی سے نہین دیتے ہان حضرت کی لن ترانیون اور خودستائی پر کبھی کبھی یہ خیال کرتے ہین کہ اگر کاش قبلہ و کعبہ جواب بھی ایسے ہی دیتے جیسی گالیان دی ہین اور شاہ صاحب کے اعتراضات کو بھی اس خوبی سے رد کرتے جس خوبی سے اپنی تعریف فرماتے ہین تو یہ تعریف بجاے خود ہوتی اور اس تہذیب اور شایستگی پر بھی خاک پڑجاتی یعنی یہ عیب بھی کچھ چھپ جاتا لیکن افسوس ہی کہ کسی مسئلے کے جواب مین حضرت نے اپنے وقاد طبعیت کے جوہر نہ دکھلائے اور کسی عقیدے کے اثبات مین اپنے اجتہاد اور تبحر کو ظاہر نفرمایا وہی پرانی باتین جو اونکے پیشوا لکھتے آئے ہین لکھکر سکوت اختیار کیا اور او نھین قصے کہانیون کو جو پشت در پشت سے سنتے آتے تھے نقل کرکے کتاب کو ختم کیا پس

ہمکو افسوس اسی بات پر آتا ہی کہ حضرت نے اپنے آپ کو انبیاء اولوالعزم کے ساتھ مشابہ بھی بنایا اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کا عہدہ بھی اپنے ذمے لیا اور سید الاوصیا باب مدینۃ العلم کی نیابت کا بھی دعویٰ کیا اور ہدایت خلق کی کی اور ایک منافق جاہل کا مثل مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے جن کی کم علمی اور بے بضاعتی اور جہالت سے نہ ہندوستان بلکہ عرب اور عجم کے لوگ بھی واقف ہین طرف مقابل بننا نہایت مجبوری سے گوارا کیا اور ایسے بڑے عار و ننگ کو صرف شیعیان پاک کے دین و ایمان کی خاطر سے اختیار کیا مگر افسوس ہی کچھ کرکے نہ دکھلایا اور جتنا دعوی کیا تھا اوسے پورا نہ کیا اور اپنے آپ کو اون علما کے زمرے مین داخل کیا جنکی صفت جناب امیر علیہ السلام اپنے ایک خطبے مین کرتے ہین وَاِنَّ اَبْغَضَ الخلق الی اللہ تعالی رجل قمش علماً اغار فی اغباش الفتنۃ سماہ اشباہ الناس وارادلہم عالما ولم یعش فی العلم یوما سالما بکر فاستکثر ما قل منہ خیر مما کثر حتی اذا ارتوی من ماء آجن واکثر من غیر طائل جلس للناس مفتیا لتخلیص ما التبس علی غیرہ فان نزلت بہ احدی المبہمات ہیاء لہا من رائہ حشوا لرای فہو من قطع الشبہات فی مثل نسج العنکبوت لا یدری اخطأ ام اصاب کاب جہالات خباط عشوات لا یعتذر مما لا یعلم فیسلم ولا یعض علی العلم بضرس قاطع فیغنم تبکے منہ الدما وتستحل بقضائہ الفروج الحرام لاملی واللہ باصدار ما ورد علیہ لا ہو اہل لما فوض الیہ اولئک الذین حلت علیہم المثلات وحقت علیہم النیاحۃ والبکاء ایام الحیوۃ الدنیا کہ سب خلق سے زیادہ تر دشمن خدا کے نزدیک وہ آدمی ہی جو ادھر اودھر سے علم کو جمع کرکے فتنہ و فساد کی تاریکی مین جلد جلد دوڑتا ہی اور جسکو ایسے لوگ جو آدمیون کی صورت رکھتے ہین اور حقیقت مین انسانیت سے بے بہرہ ہوتے ہین عالم فاضل کہنے لگتے ہین حالانکہ وہ ایک دن بھی علم سے سروکار نہین رکھتا صبح ہوئی اور اوس چیز کے جمع کرنے پر متوجہ ہوا جسکی قلت بہتر ہی اوسکی کثرت سے یعنی مال یہانتک کہ جب سڑے نجس پانی سے پیٹ بھر لیا وہ مفتی بنکر بیٹھا اور اپنی پوچ لچر رائے سے مشکلات اور شبہات کے حل کرنے پر آمادہ ہوا جسکی رائے اونکے حل کرنے مین وہی قوت رکھتی ہی جو کہ مکڑی کے جالے کو ہوتی ہی یہ بھی نہین جانتا کہ خود اوس نے خطا کی یا صحت وہ اندھون کے موافق چلتا ہی اور ہر بات مین بے بصیرت ہوتا ہی اپنی لاعلمی کا عذر نہین کرتا تاکہ آفت سے بچ جائے اور علم کو مضبوطی سے نہین پکڑتا کہ فائدہ پائے اوسکے فتوے سے ناحق خون بہائے جاتے ہین جو کہ اوسی کو روتے ہین اور اوسکے حکم سے بہت سی حرام فرجین حلال ہوجاتی ہین نہ وہ اوس لائق ہوتا ہی جو اوس سے پوچھا جاتا ہے نہ وہ اوس کام کی اہلیت رکھتا ہی جو اوسکے سپرد کیا جاتا ہی پس وہ اوسین ہی جسپر عذاب جلال ہوجاتا ہی اور جسپر نوحہ و بکا کرنا زندگی بھر واجب ہوتا ہی۔

مین نے جو کچھ کہا اسکا ثبوت خود جناب والا کی تالیفات اور جوابات سے ہوتا ہی چنانچہ مین اپنی اس کتاب مین انشاء اللہ تعالی اونکی ساری تالیفات سے جو جواب تحفہ کے ہی بحث کرونگا اور کیا ذوالفقار اور کیا صوارم اور کیا حسام سب اونکی تلوارون کے وار اونھین کے ہاتھ سے اونھین کے منہ پر مارونگا اور جو کچھ اونھون نے ان کتابون مین لکھا ہی اوسکو جس بحث کے متعلق ہی بالاستیعاب نقل کرکے اوسکی خوبیان اونکی پیروی کرنیوالون پر ظاہر کرونگا تاکہ مخالف بھی شہادت دینے لگین اور زبان سے نہین تو مگر دل مین تو ضرور سنیون کا کلمہ پڑھنے لگین اور وقل جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا کا شور آسمان تک پہونچادین۔

وہاں اشرع فی بیان ماکتب فی صددہ

جو کچھ مین نے اب تک لکھا یہ بیان مین فضائل صحابہ کے تھا کہ جسکو مین نے نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور خود شیعون ہی کی کتابون سے اوسکو ثابت کیا اور جو کچھ جواب اونکے عالمون نے دیے ہین اونکو موقع موقع پر نقل کیا اب مین اون اقوال کو شیعون کے بیان کرتا ہون جو تمام آیات اور احادیث فضائل صحابہ سے دیتے ہین اور اسیکے ضمن مین بہت کچھ وہ باتین اونکی فضائل کی بھی موقع بموقع لکھتا جاؤنگا۔

جواب شیعون کا بہ نسبت آیات فضیلت صحابہ کے

جو آیات قرآن مجید کی شان مین صحابہ کے ہین اور جن مین سے چند آیتون کو اوپر مین نے بیان کیا ہے اون کی نسبت شیعون کی طرف سے عام جواب یہ ہی۔

جو آیتین مہاجرین کی شان مین اور اونکی بزرگیون مین خدا نے نازل کی ہین اور اپنی رضامندی کا اظہار اونکی نسبت فرمایا ہی اوس سے حضرات شیعہ یہ جواب دیتے ہین کہ ہجرت کی صحت مین اور اوسپر مستحق ثواب ہونے مین ایمان اور صحت نیت شرط ہی چنانچہ تقلید اپنے بزرگون کی جناب مولوی دلدار علی صاحب قبلہ بھی ذوالفقار مین اوس مقام پر جہان کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے آیہ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار الخ کا ذکر کیا ہی فرماتے ہین (پس بباید دانست کہ باتفاق اہل اسلام صحت ہجرت وترتب ثواب بران ایمان شرط ست وازینجاست کہ دلیل پیمبر خدا کہ درین ہجرت شریک ابوبکر بودہ مشرک بود چنانچہ در کتاب طبقات واقدی تصریح بآن واقع شدہ مقبول الہجرت نخواہد بود زیرا کہ باتفاق ایمان بشرط صحت عبادات ست وہمچنین باتفاق فریقین شرط ترتب ثواب بر ہجرت صحت نیت ست چنانچہ

ودلالت میکند بران حدیث متواتر۔ انما الاعمال بالنیات ولکل امرء ما نوی ومن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ الخ و ہمہ اینہا در اوائل صحیح بخاری وغیرہ مسطور ست پس مادامیکہ معلوم بصحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسد دخول او در مدلول این آیہ تیقن نمی شود وتا تیقن نشود احتجاج باین آیہ بر علو مرتبہ او نمی تواند شد؎ اور نیز اسی کتاب مین ایک دوسرے مقام پر جہان کہ مولانا صاحب نے آیہ للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم کا ذکر کیا تھا مجتہد صاحب فرماتے ہین ؎ کہ بر فرض تسلیم فضیلت ہجرت و امثال آن از اعمال مشروط ست بایمان باجماع و اتفاق اہل اسلام ودرستی نیت چنانچہ بخاری در صحیح خود از لیث روایت نمودہ است کہ گفت شنیدم عمر خطاب راکہ بر منبر می گفت کہ شنیدم رسول خدا راکہ می فرمود انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او الی امرأۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ و این ہر دو فیما نحن فیہ در معرض عدم تسلیم ست؎ اور پھر ایک مقام پر فرماتے ہین کہ ایضاً ؎ احتجاج باین آیت موقوف ست کہ بہ ثبوت رسد کہ ہجرت ابوبکر باجازت حضرت نبوی واقع شدہ وشیعہ این را قبول ندارند؎ اور پھر ایک جگہ اسی کتاب مین لکھتے ہین ؎ کہ ہجرت ونصرت ممدوح امری ست کہ تعلق بہ صحت نیت دارد وآن امری ست باطنی؎ اب مین اس قول کو چند طرح سے رد کرتا ہون۔

اول جو سند احادیث بخاری کی قبلہ وکعبہ لائے ہین اوس سے سوای اظہار فضیلت کے اور کچھ فائدہ نہین ہی اس لیے کہ ہر عمل مین نیت شرط ہی اور تمام فرقے اسلام کے بلکہ سارے اہل مذہب اسپر متفق ہین کسی کا یہ عقیدہ نہین ہی کہ کوئی عمل بغیر نیت کے مقبول ہی تو اس حدیث کے نقل کرنے سے بجز بڑھانے حجم کتاب کے کیا فائدہ ہان شاید مجتہد صاحب کی یہ غرض ہو کہ اس حدیث کو سنکر بعض جہلا شبہہ مین پڑ جاوین اور یہ وسوسہ کرنے لگین کہ یہ حدیث اونہین ہجرت کرنے والون کی نسبت ہی جو کہ پیغمبر صاحب کے ساتھ یا آگے پیچھے چند روز کے ہجرت کرکے مکہ سے مدینے کو آئے اور جن کی شان مین خدا نے آیتین نازل کی ہین تو اگر وہ سب کے سب مستحق ثواب ہوتے تو پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا ایسی حدیث نفرماتے اور صحت نیت کی شرط ترتب ثواب پر نکہتے پس ظاہر ہوتا ہی کہ شاید بعض اصحاب ایسے بھی تھے کہ جن کی نیت ہجرت مین بخیر نتھی تو یہ شبہہ اونکی اس تدلیس سے کسی کو نہین ہو سکتا اس لیے کہ سب جانتے ہین کہ ہجرت ختم نہین ہوگی اور پیغمبر صاحب کی قید حیات تک جاری رہیگی اور سب لوگ مثل مہاجرین اولین کے خاص خدا ورسول ہی کے لیے ہجرت نہ کرینگے بلکہ بعض بعض دنیا اور عورتون کے پیچھے اپنے گھر چھوڑ جاوینگے جیسا کہ آج کے زمانہ مین ہم لوگ اپنی آنکھ سے دیکھتے ہین کہ کوئی عورت کے پیچھے اپنا وطن چھوڑ دیتا ہی کوئی رنڈی کی خاطر سے مسلمان ہو جاتا ہی یعنی مسلمانون کے ساتھ کھانے پینے لگتا ہی تو اس حدیث کا مضمون اونہین لوگونکے حق مین صادق ہوگا۔ علاوہ اس کے جناب

قبلہ وکعبہ کو چاہیے تھا کہ شان نزول اس حدیث کا احادیث کی شرحون مین دیکھتے اور اسبات کو دریافت فرماتے کہ یہ حدیث کس کے حق مین اور کس کے لیے حضرت نے فرمائی ہی اور مہربانی کر کے اوسی مین لکھدیتے تاکہ ہم بھی اونکی دیانت کی داد دیتے اور اونکو اہل عدل کہتے مگر وہ اُسے کیون لکھتے اسلیے کہ اوس سے تو اُن کا مطلب ہی ہاتھ سے جاتا ہی چونکہ حضرت نے اوسکو نہین لکھا اسلیے مین شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے اوسے لکھتا ہون (واضح ہو کہ ایک شخص مدینے مین آیا تھا ایک عورت کی طلب کے لیے جسکا نام ام قیس تھا اوسکے حق مین یہ حدیث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی چنانچہ اوسکو مہاجر ام قیس کہتے تھے کہ اوس نے ہجرت عورت کے پیچھے کی تھی) اب ای حضرات شیعہ اپنے قبلہ وکعبہ کی تقدس اور دیانت کی داد دو اور جو کچھ اونھون نے لن ترانیان فرمائی ہین اوسپر غور کرو چنانچہ خود حضرت نے صوارم مین نسبت شاہصاحب قدس سرہ کے فرماتے ہین {کہ ۳؎ می باید ہرگاہ شعور داشتہ باشد ارادہ تصنیف وتالیف ننماید مادامیکہ قابلیت آن بہم نرساند بالجملہ بامتحان رسیدہ کہ ناصب عداوت اہل بیت ہرگاہ مسئلہ علمیہ اندک وقتی داشتہ باشد در اثنای تحریر آن دست وپا گم سیکند از انجملہ است این مقام کہ دران کمال انتشار وپراگندگی بکار بردہ لیکن نہ فہمید کہ ہرگاہ آتش قہر الٰہی مورد ومستوقد گردید ہمہ تر وخشک وخواہر رسید وبباد فنا خواہد داد وہیچ حیلہ ومکر دران وقت مفید نخواہد افتاد انتہی بلفظہ ملخصاً} اب کوئی مومن منصف انصاف کرے کہ یہ مضمون خود جناب قبلہ وکعبہ پر اس روایت مین کتنا صادق ہی کہ اونھون نے کلام کو کتنا منتشر کیا ہی اور دھوکہ دینے کے لیے بیچ مین کی حدیث کا ذکر فرمایا ہی مہاجرین کو اوس سے کچھ بھی تعلق نہین ہی حقیقت مین قبلہ وکعبہ نے سچ فرمایا {کہ می باید انسان ہرگاہ شعور داشتہ باشد ارادۂ تصنیف وتالیف نہ نماید مادامیکہ قابلیت آن بہم نرساند} دوسرے یہ فرمانا حضرت کا کہ {۴؎ باتفاق اہل اسلام در صحت ہجرت وترتب ثواب بران ایمان شرط است} یہ بیان بھی سچ اور بالکل ٹھیک ہی نہ اسکے لیے کسی آیت کی سند لانے کی حاجت ہی نہ کسی حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت ہی لیکن یہ فرمانا کہ {۵؎ پس مادامیکہ مارا علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نہ رسد دخول او در مدلول این آیت متیقن نمی شود} مین ہمکو جرح ہی چند طرح سے اوّل جناب صاحب تحفہ قدس سرہ نے اس آیت کو صرف شان مین حضرت صدیق اکبر ہی کے نہین فرمایا بلکہ سب مہاجرین کے فضائل مین اسکو نقل کیا ہی پس حضرت نے سب کا ذکر تو چھوڑ دیا صرف نام حضرت صدیق اکبر ہی کا لکھا یہ خلاف داب مناظرہ کے ہی اگر شاہ صاحب اس آیت کو خاص نسبت صدیق اکبر کے بیان کرتے تو آپکو بھی جواب مین اونھین کے نام کی قید کرلی مناسب تھی وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ دوسرے اگر بخیال اسکے کہ حضرت صدیق اکبر مہاجرین مین بھی اول درجہ رکھتے ہین اور اونکی نسبت اس قضیہ کی ابطال سے

۳؎ عبارت صوارم مطبوعہ مطبع ... ۱۲۸۱ ہجری ورق ۴۶ سطر ۱۲ لغایت ...

۴؎ عبارت تشیید المطاعن مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۳ ہجری صفحہ ۵۰۶ سطر ۱۲ لغایت ۱۳

۵؎ الیضاً صفحہ سطر ۱۳

اوروں کے تقضیہ کا بطلان خود اسی دلیل سے ہوگا حضرت قبلہ وکعبہ نے اونکا نام لکھا ہی تو خیر ہم اوس سے بحث نہین کرتے اوسی کا جواب دیتے ہین کہ آپ کو صحت نیت کا علم کیونکر ہووے اور کس طرح آپ اوس علم کو حاصل کیا چاہتے ہین اگر یہ خیال کر کے { کہ آن امریست باطنی } سوائے خدا کے دوسرا نہین جانتا تو ہم تسلیم کرتے ہین اور آپ کو خدا کے سپرد کرتے ہین یقین ہی کہ خدا نے اب آپکو اوس کا حال قبر مین بتلا دیا ہوگا اور ابو بکر صدیق کی صحت نیت کا اب حال آپ پر کھُل گیا ہوگا اور اگر آپ نیت کا حال اُونکے اعمال سے جو وقت ہجرت کے اونھون نے کیے دریافت کیا چاہتے ہین تو اپنے ہی علما کے اقوال سے دریافت کر لیجیے او پیغمبر خدا کا اونکے گھر جانا اور اپنے ساتھ لیکر غار کو چلنا اور راہ مین ابو بکر صدیق کا حضرت کو دوش پر چڑھانا اور اپنے گھر سے کھانا پہونچانا ان سب باتون کا اپنی ہی کتابون سے ثبوت دیکھ لیجیے کہ اسکو ہم نہایت تفصیل کے ساتھ آیۂ غار کی تفسیر مین بیان کر چکے ہین جسکو دیکھنا ہو اس کتاب کے چند ورق اُلٹ کر دیکھ لے۔ اگر کوئی شخص اتنی محنت نہ گوارا کرے اور چند ورق الٹ کر اوس ساری بحث کو جسپر حقیقت مین یہ مضمون صادق ہی { کہ درین جزو زمان چشم روزگار نظیر این بحث یعنی فضیلت صدیق اکبر از آیۂ غار ندیدہ باشد و گوش چرخ برین نشنیدہ } تو اوسکے لیے اس مقام پر بھی ہم ایک روایت لکھتے ہین جسے صاحب تحفہ نے ملا عبد اللہ کی کتاب اظہار الحق سے نقل کیا ہی کہ وہ خود اپنے ہم مذہبون کے اس انکار کو پوچ اور بیہودہ کہتا ہی کما قال کہ { جواب گفتن این سخن بہ ارتکاب آنکہ در سبق ہجرت و نصرت ایمان شرط ست و آن شخص یعنی ابو بکر معاذ اللہ ہیچ وقت ایمان نہ داشتہ چنین فعل از سنوح ناخوشی بالمرہ دور از انصاف و درست } مجتہد صاحب قبلہ اپنی ذوالفقار مین اس روایت کی نسبت فرماتے ہین کہ پس معلوم ست کہ یا ملا عبد اللہ از امامیہ نبودہ و یا آنکہ جامع کلمات این مزخرفات را از پیش خود دخل نمودہ و یا مراد او از ایمان درین مقام اسلام ست و معلوم ست کہ خلیفۂ اول از اول امر از ایمان بہرہ مند نداشت باتفاق من علماء الامامیہ } اس جواب مین تین امر مجتہد صاحب نے لکھے ہین اول انکار کرنا عبد اللہ شہدی کے امامیہ ہونیسے جسپر ہم ابھی زیادہ بحث نہین کرتے اگر مجتہد صاحب اپنے سارے علما کے امامیہ ہونے سے منکر ہو جاوین ہمارا کچھ حرج نہین ہی اگرچہ سارے علما نے ملا عبد اللہ کے امامیہ ہونے پر بہت کچھ ثبوت دیا ہی مگر ہم مجتہد صاحب ہی کی بات کو مانتے ہین اور اوسکے امامیہ ہونے کا ثبوت دینا لغو سمجھتے ہین لیکن افسوس ہی کہ صرف اس لیے مجتہد صاحب نے اوسکے امامیہ ہونے سے انکار کیا ہی کہ وہ صحابہ کے ایمان کا قائل ہی تو اسکا ثبوت اون علمای امامیہ کے اقوال سے بھی ہوتا ہی جو کہ مجتہد صاحب کے پیشوا ہین اور جن کے قول کو کالوحی المنزل من السماء جانتے ہین چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین

مین فرماتے ہین { کہ اما آنکہ تکفیر ابوبکر و عمر بہ شیعہ نسبت نمودہ است سخنی ست بے اصل کہ در کتب اصول ایشان ازان اثرے نیست و مذہب ایشان ہمین ست کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر اند } اسکا جواب جب مجتہد صاحب نے کچھ نہ دیکھا اور قاضی نور اللہ شوستری کے امامیہ ہونے سے انکار کرنا خلاف ایمان جانا تو دوسری طرح سے اس قول کو باطل کرنا چاہا چنانچہ اسکے جواب مین ذو الفقار مین فرماتے ہین { کہ پوشیدہ نماند کہ این کلام بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل قادح مقصود ما و مفید مطلوب و نمی شود زیرا کہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلۂ مومن اطلاق شدہ } اب کوئی اس دھوکہ دینے کو خیال کرے کہ قاضی نور اللہ سا مؤلف اور مجالس المومنین کی سی مشہور کتاب پر بھی جناب علامی فہامی فرماتے ہین { کہ بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل } گویا ان لفظون مین انکا بھی انکار کرتے ہین مگر صاف انکار کرنے سے کچھ تقدس کا لحاظ فرماتے ہین اگر حضرت کو دیانت کا دعوا تھا تو چاہیے تھا کہ ایسا دھوکہ نہ دیتے اور مجالس المومنین کی اصل عبارت کو جسمین کچھ تحریف نہ ہوئی ہوتی نقل کر دیتے چنانچہ بجز اسکے کہ شاہ صاحب لکھتے ہین { کہ نسبت تکفیر بجناب شیخین کہ اہلسنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست بی اصل کہ در کتب اصول ایشان ازان اثری نیست } اور بلفظہ عبارت مجالس المومنین کی وہ ہی جو اوپر ہمنے نقل کی اگر کسی کو شک ہو وہ مجالس المومنین کو دیکھ لے اور مجتہد صاحب کے { بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل } لکھنے پر داد دے اور سب سے زیادہ مجھے یہ حیرت ہی کہ ایسے مجتہد فاضل نے { بر تقدیر صحت } اس عبارت کی نسبت کیونکر فرمایا اسلیے کہ مجالس المومنین مین نہایت شد و مد سے ملا نور اللہ شوستری نے تکفیر حضرات شیخین سے انکار کیا ہی اور صرف انھین چند لفظون سے اپنے انکار کو ثابت نہین کیا بلکہ بہت لمبی چوڑی تقریر کی ہی چنانچہ مجلس سوم مین فرماتے ہین { کہ از ایراد این مقدمہ دفع توہمی ست کہ در اوہام عامہ استقرار یافتہ کہ شیعۂ امامیہ تکفیر جمیع یا اکثر صحابہ می نمایند و این معنی را مستبعد یافتہ عوام مذہب خود را بتقریر آن از مذہب حق متنفر نمودہ از راہ بردہ اند و چگونہ چنین باشد و حالانکہ افضل المحققین خواجہ نصیر الدین طوسی در کتاب تجرید فرمودہ کہ محاربوا علی کفرۃ و مخالفوہ فسقۃ و ظاہرست کہ اگر صحابہ با آنحضرت محاربہ نکردہ اند بلکہ بہ قوت کثرت خیل و حشم بے نیت استعمال سیف ظلم در مقام مخالفت در آمدہ باستقلال غصب منصب عترت رسول متعال نمودہ اند انتہی بلفظہ } غرضکہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ قاضی نور اللہ شوستری نے بدلیل قطعی تکفیر سے اون صحابہ کے جنھون نے حضرت علی سے لڑائی نہین کی بلکہ صرف مخالفت کی ہی انکار کیا ہی اسلیے کہ وہ خود لکھتے ہین کہ اس مقدمے کے لکھنے سے ہماری غرض یہ ہی کہ جو وہم سنیونکو ہی کہ شیعۂ امامیہ سب صحابہ کو کافر کہتے ہین اور اسی سے عوام کو فریب دیکر وہ شیعون کے مذہب کی برائی اونکے دل مین

عبارت ذو الفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودیانہ ۱۲۶۱ھ صفحہ ۲۵ سطر ۱۲ منہ

ایضاً صفحہ ۳۴ سطر ۲۴ ۱۲ منہ

کرکے امامیہ مذہب سے اونکو نفرت دلاتے ہین حالانکہ یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ ہم امامیہ مذہب کے لوگ سب اصحاب کو کافر
کہین حالانکہ افضل المحققین خواجہ نصیر الدین نے تجرید مین صاف لکھا ہی کہ علی کے مخالف فاسق ہین اور
لڑنیوالے کافر اور پھر قاضی نور اللہ شوستری اسی پر قناعت نہین کرتے بلکہ اس قول کو لکھکر آپ اپنے دعوے
عدم تکفیر اصحاب کے ثبوت مین یہ لکھتے ہین کہ یہ ظاہر ہی کہ اکثر اصحاب نے حضرت علی کے ساتھ لڑائی نہین کی
بلکہ بغیر لڑائی کے خلافت کو غصب کر لیا پس باوجود ایسی مدلل تحریر کے جو قاضی نور اللہ شوستری نے کی ہے
جناب مجتہد صاحب اول تو {بر تقدیر صحت} فرماتے ہین تاکہ عوام کو شبہہ ہو کہ یہ روایت ہی مجالس المومنین
مین نہ ہوگی اور بر تقدیر صحت فرماکر اوسکے معنی لکھتے ہین کہ {قادح مقصود و مفید مطلوب اونمی شود
زیرا کہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلۂ مومن اطلاق شدہ} یعنی اس سے کچھ ہمارے مطلب مین قدح اور
شاہ صاحب کے دعوے کو فائدہ نہین ہوتا اس لیے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ فاسق بمقابلۂ مومن کے آیا ہی
جسکے معنی کافر کے ہوتے ہین سبحان اللہ سبحان اللہ ع برین عقل و دانش بباید گریست ؎ کیا فہم وذکا خدا
نے حضرت کو دیا تھا کہ اپنے دعوے تکفیر صحابہ کو قاضی نور اللہ شوستری کے دعوے عدم تکفیر سے ملاتے ہین
اور پھر کیا شوخی اور بیباکی ہی کہ فرماتے ہین کہ ہمارا اونکا مطلب ایک ہی درحقیقت وجود و عدم اور اسلام و کفر کو
ایک سمجھنا حضرت کی فہم و فراست سے کچھ بعید نہین ہی آپ کی سمجھ پر خیال کرکے ہم بھی کہتے ہین کہ بیشک جو آپ
فرماتے ہین وہی درست و بجا ہی شاہ صاحب جاہل اور نادان تھے جنھون نے قاضی نور اللہ شوستری کی
عبارت کو عدم تکفیر صحابہ پر محمول کیا آہ حضرات امامیہ یہ حال ہی تمھارے مجتہدین و علما کے علم و فضل کا
غرضکہ ثابت ہوا کہ قاضی نور اللہ شوستری اور محقق نصیر الدین طوسی عدم تکفیر صحابہ کے معتقد ہین اور سوا
محاربین کے کسی کو کافر نہ جانتے تھے اب سنیے کہ مجتہد صاحب کیا فرماتے ہین جناب قبلہ و کعبہ بھی ذو الفقار
مین فرماتے ہین کہ {استنتاج نتیجۂ مسطورہ موقوفست برین کہ بنا بر اصول شیعہ باثبات رسانی کہ صحابہ
تواز اول امر مومن اند واین از جملہ ممتنعات و محالات ست چہ علمای ایشان بدلائل بسیار و اخبار
بے شمار کفر و نفاق پیشوایان شما را در کتب خود باثبات رسانیدہ اند وہرگاہ حقیقت حال چنین باشد پس
این کلام تو از محل اعتبا ساقط باشد} آہ ای حضرات شیعہ تمکو اپنے دین و ایمان کی قسم ہی اور تمکو اپنے
غفران مآب کے تقدس و اجتہاد کی قسم ہی کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس عبارت کو کہ {اما آنکہ تکفیر
ابوبکر و عمر بشیعہ نسبت نمودہ است سخنے ست بے اصل کہ در کتب اصول ایشان ازان اثرے نیست}
جناب قبلہ و کعبہ کی اس عبارت سے کہ {علمای ایشان بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر و نفاق پیشوایان
شما را در کتب خود باثبات رسانیدہ اند} ملاؤ اور ذرا کلمۂ حق زبان پر لاؤ اور اتنا فرماد و کہ ان مین سے

عبارت ذو الفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۵۲ سطر ۱۲

کون صاحب سچے ہین اور کون صاحب جھوٹے اور ہم بیچارے جاہل سنی قاضی نور اللہ شوستری کے قول کو مانین جو کہ نہایت زور شور سے فرماتے ہین کہ یہ بات ایسی بے اصل ہی کہ ہماری کتابون مین اصول کی اسکا اثر و نشان بھی نہین ہی یا کہ جناب قبلہ و کعبہ کی بات کو سنین جو کہ نہایت مضبوطی سے فرماتے ہین کہ ہمارے علمانے اونکے کفر کو بدلائل بسیار اور اخبار بیشمار سے ثابت کیا ہی - اے حضرات یہ حال ہی تمہارے علما کا کہ خود ہی اپنی ایک بات پر قائم نہین رہتے اور ایک دوسرے کے کلام کو نقض کرتا ہی اور سبب اسکا یہ ہی کہ جہان جیسا موقع ہوتا ہی وہان ویسی ہی بات کہنے لگتے ہین اور - ہر سخنی موقع - اور - ہر نکتہ مقامی دارد - پر عمل کرتے ہین جہان دیکھا کہ صحابہ کی تکفیر کہنے کا موقع ہی وہان ایسی دھوم دھام سے اونپر کفر کا اطلاق کرینگے کہ امام اول سے لیکر امام آخر تک کی زبان سے اونکا کفر ثابت کرینگے اور جہان دیکھا کہ اوس سے اصول دین کے برہم ہوے جاتے ہین اور اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہی وہان اس زور و شور سے انکار کرینگے کہ کانو پر ہاتھ دھرین گے اوسکو سنیونکی تہمت اور افترا کہین گے اور تمام اپنے علما کو نسبت سے تکفیر کی بری کرینگے عجب حال ہی ان حضرات کا کہ انکے اقوال اور روایات اور جوابات کو دیکھکر عقل حیران ہی اور مجتہد صاحب صرف تکفیر شیخین رضی اللہ تعالی عنہ پر قناعت نہین فرماتے اور اسی پر کفر کا دامن نہین چھوڑتے بلکہ یہانتک کفر کے پیچھے پڑے ہین کہ ایک مقام پر صاف فرماتے ہین کہ [قال الصادق علیہ السلام من شک فی کفر اعدائنا فہو کافر - یعنی ہر کہ در کفر اعدای ما شک کند کافر است] ای حضرات شیعہ اس عبارت پر غور کرو اور اپنے مجتہد صاحب کے اس ارشاد کو سنو او بیچارہ محقق نصیر الدین طوسی اور قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ اپنے مذہب کے علمای اعلام پر شوق ذوق سے تبرا بھیجو اور انکو کافر کہو اسلیے کہ اونکو کفر مین مخالفین علی مرتضی کے شک ہی - و ہر کہ در کفر ایشان شک کند کافر است - افسوس ہی کہ جب مجتہد صاحب نے کتاب تالیف کی تھی اور اپنے اجتہاد کا نقارہ بجایا تھا اور یہ حدیث امام صادق علیہ السلام کی لکھی تھی دونون بیچارے محقق اور قاضی مر مٹ چکے تھے ورنہ ضرور وہ اس ارشاد کو قبلہ و کعبہ کے سنکر او شیخین کو کافر کہتے اور - ہر کہ ایشان را کافر نگوید کافر است - کہکے ہم سنیونکا ساتھ دیتے اس مقام پر مین جناب مجتہد صاحب کی دیانت کو اور بھی ثابت کرتا ہون اور اونکے تبحر اور تقدس کو ظاہر کرتا ہون کہ حضرت نے قاضی نور اللہ شوستری کی تکذیب اسی روایت مین نہین کی ہی بلکہ اور مقامات پر بھی در پردہ توبہ توبہ در پردہ کیسا صاف اور صریح احمق بنایا ہی یا اپنی دانشمندی کو ظاہر فرمایا ہی چنانچہ صاحب تحفہ قدس اللہ سرہ اسی باب دوازدہم مین ایک مقام پر لکھتے ہین کہ قاضی نور اللہ شوستری در مجالس المومنین خود آوردہ کہ مفہوم تشیع آنست کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مرتضی علی ست و لعن و سب درو معتبر نیست میگنجد کہ نام حضرات خلفای ثلثہ بر زبان شیعہ جاری شود

اگر جاہلان شیعہ حکم بہ وجوب لعن کردند سخن ایشان معتبر نیست و آنچہ خبث و فحش در بارۂ ام المومنین عائشہ
نسبت بہ شیعہ میکنند حاشا ثم حاشا کہ واقع باشد چہ نسبت فحش بکافہ آدمیان حرام ست چہ جاے حرم حضرت
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وبعد ازان متصل ہمین کلام گفتہ است کہ این ضعیف حدیثی در کتاب حدیث از کتب
شیعہ دیدہ بایمضمون کہ عائشہ در خدمت امیر از حرب توبہ کردہ ہر چند قصہ حرب متواتر ست وحکایت توبہ خبر واحد
اما بنا برین طعن کردن در حق وے جائز نیست ﴾ اب ذرا گوش ہوش مجتہد صاحب کے کلام سننے پر متوجہ کیجیے کہ
حضرت ذو الفقار مین بجواب اسکے کیا ارشاد فرماتے ہین کہ ﴿ اما آنچہ از سید نور اللہ شوستری نوشتہ پس البتہ در
نقل تدلیس وتلبیس نمودہ بالجملہ سب وشتم البتہ نزدیک امامیہ در حق ہیچکس از کفار ومسلم جائز نیست اما تبرا وبیزاری از اعداے
دین واجب لازم گو بسبب اتفاق اگر از زبان نگوید قباحت نباشد لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گنہگار بلکہ بہ نسبت
ناکثین وقاسطین ومارقین اگر گناہ دانستہ نگوید از ایمان بیرون می شود چرا کہ در نصیوت منکر ضروری مذہب امامیہ شدہ ﴾
ذرا اہل انصاف غور فرمائین کہ یہ تدلیس وتلبیس صاحب تحفہ کے حق مین نسبت کرنا بجا ہی یا جناب مجتہد صاحب
کی شان مین زیبا ہی کہ صاحب تحفہ تو صاف صاف قاضی نور اللہ شوستری کے کلام کو بیان کرتے جاتے ہین
اور مجتہد صاحب مجالس المومنین اُٹھا کر ملاحظہ نہین فرماتے اور صرف اپنی تدلیس وتلبیس کے ظاہر کرنے پر
بلا مقابلہ کتاب کے اونپر تدلیس کی تہمت کرتے ہین۔ اے حضرات امامیہ اپنے مجتہد صاحب کی تدلیس کے کیا اب
بھی قائل نہ ہوگے اور اونکے اجتہاد مین اس طرح کی برائیون سے بھی کچھ شک کروگے خیال کرو کہ مجالس
المومنین ملا عبد اللہ کی اظہار الحق نہین ہی کہ جو نہ ملے یا اوسکے انکار کرنیسے پیچھا چھوٹ جائے یا وہ کتاب ایسی
نادر الوجود نہین ہی کہ مجتہد صاحب کے پاس نہوتی اور قبلہ وکعبہ کا کتب خانہ اوس سے خالی ہوتا تو اگر شاہ صاحب
نے اپنی طرف سے اونکی نسبت کچھ تہمت کی تھی اور جو قاضی صاحب نے نہ لکھا تھا اور نہ کہا تھا وہ اونکی طرف
منسوب کیا تھا تو کیا مشکل تھا کہ مجالس المومنین کو اوٹھا لیتے اور اصل عبارت اوسکی صاف صاف نقل کر دیتے
یہ عجیب قسم کی تدلیس ہی کہ کتاب تو نہین دیکھتے نادیدہ ودانستہ اوس سے اغماض کرتے ہین اور صاحب تحفہ کو
برا بھلا کہتے ہین بیشک یہ پیروی اونکی تو ضرور ہی کہ اونھون نے ایسی روایت جو مخالف عقیدۂ امامیہ کے
ہی ایسے عالم کی کتاب سے نکالدی جو رکن اعظم شیعون کا ہی اور جس نے جان بھی اپنی اس مذہب پر قربان کردی
ہی لیکن اس اجمال پر کفایت کرنے کا یہ سبب ہی کہ اگر صاف لکھین تو کیا لکھین کیونکہ اگر اصل عبارت کو نقل کرین
اگر کچھ فرق ہو یا کچھ اپنی طرف سے شاہ صاحب نے ملا دیا ہو تو اوسے لکھین اور اگر اوسکا صاف صاف
اقرار کرین تو پھر جواب مین کیا خاک بلا لکھین اس لیے شیطان الطاق کے وتیرے پر چلے اور نہ اقرار اور نہ انکار
کرکے پہلو بچا گئے مگر افسوس ہی کہ اسی عبارت کے بعد دو لفظ ایسی حضرت کے قلم سے نکل گئی ہین کہ اوس سے

عبارت ذو الفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۱ ہجری صفحہ ۲۰ سطر ۳ ۱۲ منہ

تصدیق اوس مضمون کی ہوتی ہی چنانچہ فرماتے ہین کہ {مراد سید نور اللہ ہر جا کہ گفتہ باشند اگر گفتہ باشند نیز ست و عبارت ایشان ہرگز با نچہ فقیر گفتہ مخالفت ندارد} اس عبارت کو دیکھکر بیساختہ دل چاہتا ہی کہ جناب غفران مآب کی شان مین کچھ لکھون مگر سوای این گل دیگر شگفت کے کچھ نہین لکھتا اور یہی کہکے اونکے مقلدین سے پوچھتا ہون کہ بھائیو شاید میری سمجھ کی غلطی ہی جو مین دونون مضمونونکو مخالف پاتا ہون کوئی بھی مجھے یہ سمجھاوے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس عبارت کا کہ {مفہوم تشیع آنست کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت مرتضی علی ست و سب و لعن در و معتبر نیست} مضمون کیونکر اس عبارت سے مجتہد صاحب کے مطابق ہی کہ {اما تبرا و بیزاری از اعدای دین واجب} اور نیز قاضی نور اللہ صاحب کے اس فقرہ کو کہ {اگر جاہلان شیعہ حکم بوجوب لعن کردند سخن ایشان معتبر نیست} کس طرح قبلہ و کعبہ کے اس فقرہ کے مطابق ہی کہ {گو بحسب اتفاق اگر از زبان نگوید قباحت نباشد لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گناہگار بلکہ بہ نسبت ناکثین و قاسطین و مارقین اگر گناہ دانستہ نگوید از ایمان بیرون می شود} مین قاضی صاحب کی تقریر کا یہ مطلب سمجھتا ہون کہ اونکے نزدیک سب و لعن تشیع کیلیے معتبر اور ضرور نہین ہی اور حکم بوجوب لعن جاہلونکی بات ہی اور مجتہد صاحب کے قول سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ اونکے نزدیک سب و لعن تشیع کے لیے ضرور ہی بلکہ جو تبرا نکرے وہ مومن نہین ہی اور پھر باوجود ایسی مخالفت مضمون کے مجتہد صاحب فرماتے ہین کہ {عبارت ایشان ہرگز بہ انچہ فقیر گفتہ مخالفت ندارد} اب اسپر کیا کہا جاوے حقیقت مین جو کچھ ناز و افتخار ذوالفقار کی تالیف پر حضرت کو ہوا ہی وہ بجا ہی اگر حضرت خود اوسکی تعریف اپنی زبان سے نہ کرتے اور بقول صائب شعر

ثنای خود بخود کردن نمی زیبد ترا صائب		چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

خود ستائی سے احتیاط کرتی تب تھی جبکہ خود کتاب حضرت کی ثنا و صفت کرتی اور اب تو خدا کے فضل سے حضرت کی ستایش کی تصدیق ہوتی ہی اور جو کچھ خود بدولت نے اپنے شبہے اور اپنی کتاب کی نسبت فرمایا ہی اوسکا ثبوت ہوتا جاتا ہی۔ دیکھو حضرات امامیہ وہ کتاب ذو الفقار ہی جسمین حکیمانہ تقریرین بھری ہوئی ہین اور جسکی نسبت حضرت نے صوارم مین فرمایا ہی کہ جب باب دوازدہم تحفہ کا ہمنے ملاحظہ فرمایا تو بخیال اسکے کہ ایک جاہل عامی آدمی کی طرف مقابل بننا موجب عار و ننگ ہی دل جواب لکھنے پر متوجہ نہوا مگر یہ خیال کرکے کہ بڑے بڑے پیغمبرون اور اماموں کو زمانہ نے مجبور کردیا ہی اور اونکو کافرون و جاہلونکی جواب دینا پڑا ہی مین نے اوسکا جواب لکھا {چنانچہ بحمد اللہ تعالی در ہمان اوان سعادت توامان در عرصہ دہ بست روز بصرف قلیلے از اوقات بہ نقض آن پرداختم و بیہودہ گوئی اورا بہ بیان واضح بر ہر کس و ناکس ظاہر و لائح

عبارت ذو الفقار ... مجمع البحرین ... صفحہ ۱۲ سطر ... ۲۰
الضا صفحہ ۱۰ سطر ۱۹ و ۲۰
الضا صفحہ ... سطر ۲ - ۱۳
الضا صفحہ ... سطر ۲۲ - ۱۳
عبارت مطبوعہ ... صفحہ ۱ سطر ۱۱ - ۱۲

ساختم ورسالہ مذکورہ را باسم ذوالفقار اختصاص دادہ مع جلد کتاب عماد الاسلام پیش آن ناصب مولف کتاب تحفہ اثناعشریہ
مرسل داشتم تاشاید از خواب غفلت بیدار شود واز سستی جہل مرکب ہوشیار گردد ولله الحجۃ البالغۃ کہ مدت پنج شش سال
منقضی گشتہ کہ آن رسالہ در اطراف بلاد شائع ومنتشر گردیدہ واز نظر بسیاری از فضلای سنیان گذشتہ نظر بمتانت واستحکام
کلام کہ در اثنای نقض شبہات وکشف عیوب مموہات وبلا ارتکاب تکلفات وتعسفات مذکور ساختہ ام ہیچکس چہ آن ناصب
عداوت اہل بیت مصنف کتاب ثبوت وچہ غیر او از فضلای مذہب مسطور مجال این نیافتہ اند کہ بہ نقض آن پردازند ودر جواب
آن چیزی برنگارند وبمقتضای انہ الحق یعلوا ولا یعلی انتہی بلفظہ ملخصاً} حقیقت مین جو کچہ حضرت نے اس ذوالفقار کی
نسبت فرمایا وہ سب سچا اور درست ہے عبارت بھی اوس کتاب کی فصاحت ومتانت سے بھری ہوئی دلائل بھی
اوسکے سب حکیمانہ دیانت اور امانت اوسکی سطر سطر سے عیان اور تکلف اور تعسف کا تو ذکر ہی نہین ہے جو کچہ حضرت نے
لکھا ہے صداقت سچ سچ بیان کردیا ہے اور اپنی فضیلت وتبحر کو بخوبی ظاہر کردیا ہے مگر قصور اتنا ہوگیا کہ اوسکے لکھنے
مین جلدی بہت کی تھی اور صرف بیس روز مین اوسکو ختم کردیا تھا حالانکہ ایسی کتاب کو سوچ سمجھ کر لکھنا چاہیے تھا
اور فضیحت ورسوائی کا خیال بھی کرنا لازم تھا اگر صوارم کی طرح پانچ چھ برس مین اوسکو بھی لکھتے اور کسی ادنی
سے عبارت بھی اوسکی درست کرالیتے تو شاید عبارت بھی درست ہوجاتی تقریر مین بیہودگی بھی کم ہوتی تب البتہ حسبِ طرح
صوارم کا جواب ایک بیچارے ملتانی نے لکھدیا اور حضرت کی متانت کو سفاہت سے مرادف ہونا ثابت کرکے اوس
جواب کا نام تنبیہ السفیہ رکھدیا تو مجتہد صاحب کے حق مین کوئی طالب علم اٹھکر جواب لکھدیتا اور بندگان والا کیجدمتین تحفہ بھیجدیتا حضرت نے
اس کتاب کی تالیف مین جلدی کو کام فرمایا اور شیخ سعدی کے اس مصرعہ پر جسے لڑکے بھی جانتے ہین خیال نکیا ع کہ تعجیل کار شیاطین
بود • مین جب ذوالفقار اور صوارم کو مطالعہ کرتا اور حضرت کی گالیون اور فحش اور خودستائی کو دیکھتا تو اپنے دل مین کہتا کہ جناب والا
نے جس قدر حصہ اپنی اوقات عزیز کا گالیون اور فحش مین صرف کیا ہے بہتر ہوتا کہ جوابات کے سوچنے اور تامل اور غور کرکے لکھنے
مین صرف کرتے مگر آخر اوسکا جواب خود ہی حضرت کے قول سے جو اونھون نے صوارم مین لکھا ہے مین نے پالیا کہ میری سخت گوئی اور طعن و
تشنیع پر کوئی اعتراض نکرے اسلیے کہ شاہ صاحب اسکے بادی ہین اور پھر ہم تو شیعہ ہین {اگر از ینجانب نظر بآنکہ شیوہ شیعیان تبرا
نمودن ست از اعدای دین زیادہ از انچہ نوشتہ اند بعمل آید مستبعد نباشد} اب مین پھر شروع کرتا ہون جناب
قبلہ وکعبہ کے جواب کو جو قاضی نور اللہ شوستری کی تقریر کا دیا ہے کہ {اما انچہ از سید نور اللہ
نقل نمودہ کہ این ضعیف حدیثی در کتاب حدیث از کتب شیعہ دیدہ باین مضمون کہ عائشہ در خدمت امیر علیہ السلام از حرب
توبہ کردہ الخ اقول ہرچند ازین قبیل سخنان ہرگز بہ مسلک جناب سید نور اللہ شوستری نمی زیبد کہ انچہ ایشان در نصرت
حدیث امامیہ بذل جہد نمودہ اند وجہاد بسنان قلم وسیف زبان کہ افضل از جہاد سیف وسنان باشد
کردہ اند اظہر من الشمس ست واگر بہ حسب اتفاق روایتے باین مضمون نظر ایشان رسیدہ باشد ہرگاہ در

ح ۱ عبارت صوارم مطبوعہ مطبع نیر کلکتہ سنہ ۱۲۱۸ھ صفحہ ۵ سطر ۱ ۱۲ منہ

ح ۲ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودھیانہ سنہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۱۱ تا سطر ۱۳ ۱۲ منہ

مذہب اہل اسلام روایات متضمن جسم بودن خدا و مکانی بودن او تعالی شانہ مروی شدہ باشد لاکن چون تخالف ضروری دین ست محل اعتبار نباشد پس چنین روایت ہم بشیعیان ضرر نخواہد رسانید زیرا کہ اگر روایت توبۂ او صحیح می بود جناب ائمہ از وے تبرا نمی نمودند و معلوم ست کہ جناب صادق علیہ السلام بعد ہر نماز عبادت دانستہ از وے و از غیر او کہ اعدای دین می بودند تبرا می فرمودند} اس قول مین بھی حضرت نے دیانت کو کام فرمایا کہ صرف اس خیال سے کہ سید نور اللہ بڑے مجاہد تھے اور آخر تشیع کی بدولت شہید بھی ہوگئے وہ کیونکر ایسی روایت لکھین گے اس روایت کو صاف قبول نہ کیا لیکن الحمد للہ کہ اُس سے انکار بھی نہ فرمایا اور مجالس المومنین سے نقل کرکے اُسمین کچھ تعریف شاہ صاحب کی ثابت نہ کی پس ہم حضرت کے خیال کو صرف وسوسۂ شیطانی سمجھتے ہین اور جو کچھ بہ نسبت منقول ہونے روایات جسم و مکان باری تعالی کے حضرت نے لکھا اُسمین بھی تدلیس کو دخل دیا یعنی فرماتے ہین کہ مذہب اہل اسلام مین ایسی روایتین ہین تاکہ لوگون کو دھوکہ ہو کہ شاید سنیون کے یہان ایسی روایتین ہین حالانکہ اس تعجب سے بیچارے سنی محروم ہین یہ دولت صرف حضرات شیعہ کے قدماء اور علماء کے حصے مین ہے اسلیے بجاے اہل اسلام کے اہل تشیع لکھنا چاہیے تھا تاکہ لوگ دھوکے مین نہ پڑتے اور سمجھ جاتے کہ جب باریتعالی کی جسمیۃ اور مکان کی روایتین مذہب تشیع مین موجود ہین اور اُس سے باوجود اُسکے اعتقاد رکھنے والے اور اُن روایتون کو احادیث ائمہ مین نقل کرنیوالے علماء شیعہ تھے اور صرف علماء تھے بلکہ نائب ائمہ اور نہ فقط نائب ائمہ بلکہ جان اور جگر ائمہ کے کہ اُسکو ہم خاص ایک بحث مین ثابت کرینگے اور پھر اُن روایتون سے متاخرین امامیہ منکر ہون گے تو پھر کیا تعجب ہی کہ حضرت عائشہ کی روایت توبہ کے اگلے مقر تھے اور اب پچھلے منکر ہین علاوہ برین اس قول کو مجتہد صاحب کے دیکھنا چاہیے کہ وہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت امام جعفر صادق کی نسبت تبرا کرنے کی تہمت کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ وہ ہر نماز کے بعد عبادت سمجھکر حضرت عائشہ اور خلفاء رض پر تبرا کرتے تھے حالانکہ قاضی نور اللہ شوستری اسکے وجوب کو جاہلون کی طرف نسبت کرتے ہین اور اُسکو تشیع کے مفہوم مین معتبر نہین جانتے دیکھو نور اللہ شوستری کچھ ایمان کا پاس کیا اور کہا کہ {نسبت فحش بہ کافہ آدمیان حرام ست چہ جای حرم حضرت پیغمبر خدا} اور مجتہد صاحب اُسی کو امام کی طرف منسوب کرتے ہین وحاشا جنابہم عن ذلک ۔

حقیقت مین مجتہد صاحب درپردہ قاضی نور اللہ کو جھٹلاتے ہین اور ایسی لفظ لکھنے پر جس سے وجوب تبرا ثابت نہ ہو خفا ہوتے ہین مگر تقدیر کے لکھے کو امکان نہین دھوتا جو کچھ وہ لوگ لکھ گئے سو لکھ گئے جف القلم بما ہو کائن اب بات بنانے اور توجیہ کیا کرنے سے کیا ہوتا ہے سچ لکھا ہی منشی سبحان علیخان صاحب نے مولوی نورالدین کے خط مین کہ {لہ مشکل ست کہ علماے ما وقت تحریر کار بہ دور اندیشی و حفظ از اعتراض حریف بہ بعض جا نکردہ اند} اور ایک خط مین جناب منشی صاحب موصوف ان لفظون سے اپنا افسوس کرتے ہین {کہ لہ غرضکہ متعصبین

لہ مکتوب سبحان علیخان بنام مولوی نورالدین ... ہجری صفحہ ... سطر ... دیکھو ۱۲ منہ
لہ ایضاً صفحہ ... سطر ۱۰ بنام دیکھو ۱۲ منہ

جفا پیشہ را حق تعالی ذائقۂ عدل خود چشانند کہ ازین تعصبات میدان مناظرہ بسیار تنگ شدہ و تناقض اخبار رگِ جان را می خراشد} اور پھر لکھتے ہین کہ{ حقیقۃ الحال اینکہ بندہ پیشتر ہا بوادیدا اختلاف مضامین احادیث و قصور فہم امثال ما ہیچ مدانان از اسرار تفسیر اکثر آیات مصحف مجید مروی بطریق فرقۂ حقۂ اثنا عشریہ بر خود می لرزید کہ اگر مخالف دست تشبث بذیل این مرویات می زند تفصیِ ربائی مشکل خواہد بود ہمان پیش آمد} الحاصل جو کچھ ہمنے لکھا اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ قاضی نور اللہ شوستری کے نزدیک مخالفان علی مرتضی کافر نہین ہین بلکہ فاسق ہین اور وہ اپنے اس قول پر محقق نصیر الدین طوسی کے قول کو سند لاتے ہین جو کہ اُنھون نے تجرید مین کہا ہی کہ {مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ} اب ہم بہ تفصیل اُس جواب کو مجتہد صاحب کے بیان کرتے ہین جو اُنھون نے ذو الفقار مین دیا ہی اور جسمین حضرت نے اپنی وقاد طبیعت کے جوہر دکھائے ہین فرماتے ہین کہ{ بر تقدیر مطلب عبارت محقق طوسی علیہ الرحمہ کہ چیزے باشد کہ بذہن قاصر او رسیدہ وجہ استحقاق لعن ایشان منحصر در محاربۂ حضرت امیر المومنین نیست چہ بر تو سابق برین ظاہر گشتہ و ہم عنقریب اوضح خواہد شد کہ ہر کہ منکر یکے از اصول دین و یا منکر یکی از ضروریات دین و یا مذہب باشد ملعون ست گو محارب نباشد، محقق طوسی علیہ الرحمہ نگفتہ کہ کل من لا یکون محاربا لا یکون ملعونا کافرا بجواز ان یکون المحمول الخ} اس حکیمانہ تقریر کے شروع مین جو لفظ بر تقدیر کا ہی اُسپر غور کرنا چاہیے کہ اُس سے پایا جاتا ہی کہ مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ کا مطلب جو شاہ صاحب سمجھے ہین وہ گویا غلط سمجھے ہین۔ اُسکا یہ مطلب نہین ہی کہ مخالفان علی فاسق ہین اور محاربان علی کافر معلوم نہین کہ پھر اُسکا مطلب کیا ہی اور ان لفظون کے اور کیا معنی ہین؎ اگر شاہ صاحب نے اسکے معنی سمجھنے مین غلطی کی اور خطبۂ شقشقیہ کی طرح بغیر قاموس اور صحاح جوہری کے دیکھنے کے اُسکا مطلب سوائے مجتہد صاحب کے دوسرا نہین سمجھ سکتا تو جو کچھ قاضی نور اللہ شوستری اسکا مطلب سمجھے ہین اور انھون نے فارسی مین اُسکو بیان کیا ہی وہ بھی تو یہی ہی چنانچہ بلفظہ نقل اُسکی ہم اوپر لکھ چکے ہین پس معلوم نہین کہ باوجود ایسی سلاست الفاظ اور صراحت معنی کے لفظ بر تقدیر مجتہد صاحب کے قلم سے کیونکر نکلا ہی آب مجتہد صاحب کے معنی سنیے کہ وہ جو کچھ اسکا مطلب سمجھے ہین اُسکو خود ہی بیان کرتے ہین کہ{ اما؎ قولہ ان مخالفوہ فسقۃ فمعناہ انہ لابد من ان یکون مخالفہ فاسقا لا انہ لا یکون الا فاسقا فانہ من ضروریات مذہبنا ان بعض انواع مخالفتہ ینجر الی الکفر والکفر مستلزم للفسق} کہ معنی اسکے یہ ہین کہ ضرور ہی کہ مخالف علی فاسق ہون نہ یہ کہ مخالف اُنکا نہ ہوگا مگر فاسق اس لیے کہ ہمارے مذہب کی ضروریات سے ہی کہ بعض اقسام مخالفت علی مرتضی کے منجر بہ کفر مستلزم فسق ہوتے ہین اور بعد اسکے فرماتے ہین کہ{ و؎ ہم میتواند شد کہ مراد محقق این باشد کہ مخالف علی ابن ابیطالب علیہ السلام مادامیکہ منکر یکے از ضروریات دین نباشد مسلم فاسق ست چنانچہ سائر مخالفین اعنی

؎ ... عبارت ذو الفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۱ ہجری صفحہ ۴۸ سطر ۱۹
؎ ایضاً صفحہ ۴۸ سطر ۲۳
؎ ایضاً صفحہ ۴۹ سطر ۳

در دار دنیا احکام اسلام بر آنہا جاری میشود مگر در دار آخرت مخلد بہ نار خواہند بود} اس معنی پر شل مضمون المعنی فی بطن الشاعر بلکہ مقولہ توجیہ القول مالا یرضی بہ قائلہ کا یاد آتا ہی آب ہم اس سے بحث کرتے ہین کہ حضرت مجتہد صاحب قبلہ آگے چلکر فرماتے ہین کہ {اکثر اوقات استعمال فسق در خصوص معنی خروج عن طاعۃ اللہ مع الایمان می شود و ازین لازم نمی آید کہ ہر جا کہ لفظ فاسق مستعمل شود ہمی معنی مراد باشد کیف و جناب حق سبحانہ تعالی میفرماید و لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ وَمَا یَکْفُرُ بِہَا اِلَّا الْفَاسِقُونَ یا فَاُولٰئِکَ ہُمُ الْفَاسِقُونَ و ظاہرست کہ او سبحانہ تقدس و تعالی درینجا لفظ فاسق بر مرتد اطلاق کردہ و امثال این آیات در کلام مجید بسیار است و ازین مبرہن می شود کہ این متعصب کلام محقق علیہ الرحمہ را درین مقام محض بر سبیل تدلیس و مغالطہ ذکر نمودہ و بر کلام سفاہت نظام خود آنرا دلیل شمردہ و حالانکہ کلام محقق علیہ الرحمہ در غایت جودت و متانت ست} اس ساری تقریر کا جسمین حضرت نے بہت بحث کرکے دو چار آیتین بھی لکھی ہین یہی مطلب ہی کہ لفظ فاسق کبھی معنی مرتد اور کافر کے لیے استعمال کیا جاتا ہی سو ہم تسلیم کرتے ہین لیکن قرینہ اور سیاق عبارت کا ہونا ضرور ہی کہ وہ آیات قرآنی مین موجود اور کلام محقق طوسی مین مفقود بلکہ کلام طوسی مین کسی طرح پر لفظ فاسق سے کافر کے معنی لینا درست ہی نہین ہو سکتا بلکہ مطلب ہی اُسکا فوت ہوا جاتا ہی اس لیے کہ اگر وہ کسی موقع و محل پر صرف اتنا کہتے کہ مخالفوہ فسقۃ اور اسکے مقابل مین محاربوہ کفرۃ نہ فرماتے تو گنجائش اسکی ہوتی کہ مراد فاسق سے کافر ہی لیکن جبکہ وہ دو فریق کا حال بیان کرتے ہین اور دونون کے احکام کو بھی جدا جدا ذکر کرتے ہین تو بحالت اتحاد معنی محمول کے تو اس مقام پر اتحاد معنی موضوع مین ضرور لازم ہی پس جب اُنھون نے دو فریق قائم کیے ایک وہ جنھون نے حضرت علی سے مخالفت کی دوسرے وہ جنھون نے اُنسے لڑائی کی اور اُن دونون کی نسبت دو حکم قائم کیے مخالف کو فاسق قرار دیا اور محارب کو کافر تو اگر یہان فاسق کے معنی کافر کیلیے جاوین تو مطلب ہی فوت ہوتا ہی بلکہ یہ جملہ ہی خبط ہوا جاتا ہی اور محقق طوسی سے علامہ کا کلام وہ بھی تجرید کی کتاب کا جو باعتبار الفاظ معنی کے نہایت ہی متین ہی مہمل ہوتا ہی اس لیے کہ اگر مراد انکی فاسق سے کافر تھی تو بجاے مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ کے اتنا ہی کہدیتے کہ مخالفوہ کفرۃ تاکہ محارب بھی اُسمین آجاتے یا اگر بہت تصریح کرتے تو مخالفوہ و محاربوہ کفرۃ فرماتے یا اگر کفر ہی پر انکو قناعت ٹھہرتی اور بغیر لفظ فسق کے اُنکو صبر نہ آتا تو یہ کہتے کہ مخالفوہ و محاربوہ کفرۃ فسقۃ پس محقق کا ان سب عبارتون کو چھوڑنا اور پھر جملے کے جداگانہ موضوع کے لیے جدا ہی محمول لانا صاف اسپر دلالت کرتا ہی کہ دونو کے معنی علیحدہ علیحدہ ہین اور مجتہد صاحب جو اُن دونون کے ایک معنی بیان کرتے ہین یہ صرف خوش فہمی حضرت کی ہی قطع نظر اسکے مجتہد صاحب کو قاضی نور اللہ شوشتری کے قول پر بھی غور کرنا چاہیے تھا کہ وہ صاف

تکفیر سے شیخین کی انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ { نسبت تکفیر حضرت شیخین کہ اہل سنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست بی اصل کہ در کتب اصول ایشان ازان اثری نیست } اور اپنے اس قول کے ثبوت مین نصیر الدین طوسی کے اسی قول کو سنداً بیان کرتا ہی کما یقول { چنانچہ نصیر الدین طوسی در تجرید آوردہ مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ } تو اگر معنی فاسق کے کافر کیلیے جاوین تو ساری تحریر قاضی نوراللہ شوستری کی گاؤ خور ہو جاوے اور ترہات مجانین مین داخل سمجھی جاوے اگر اسیر بھی مجتہد صاحب کے ذہن مبارک مین نہ آیا تھا تو قاضی نوراللہ شوستری کی اگلی عبارت کو دیکھتے کہ وہ کہتا ہی { بمقتضای حدیث حربک حربی سلمک سلمی واقع ست وظاہر ست کہ حضرت شیخین با امیرالمومنین علیہ السلام حرب نمودہ اند } کہ اس سے کیسا صاف ظاہر ہوتا ہی کہ یہان مراد فاسق سے کافر نہین ہی بلکہ خروج عن طاعۃ اللہ مع الایمان مراد ہی اب اگر اسیر بھی مقلدین مجتہد صاحب کے انکے اجتہاد کے رتبہ پر خیال کر کے انکو سفیہ نہ کہین اور انکی سمجھ پر افسوس نہ کرین اور ذوالفقار کی متانت اور استحکام کا دعوی ہی کرتے جاوین تو بس ان کے حق مین سوائے اس کے کیا کہیے کہ شعر

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو	ہر چہ می خواہد دل تنگت بگو

اور اگر فقط مجتہد صاحب کو لفظ فاسق کے اطلاق سے یہ معنی مرتد یا کافر کے جو قرآن مجید مین ہین شبہہ ہوا ہی تو ہم پوچھتے ہین کہ کیا جہان لفظ فاسق بولا جاویگا مراد اس سے کافر ہوگا اگر یہ ہی تو ہم ان سے استفتا کرتے ہین کہ ایک مجتہد نے شراب پی ہی یا زنا کیا ہی یا عمداً نماز نہین پڑھی ہی وہ کافر ہی یا فاسق اگر جواب دین گے کہ فاسق ہی تو ہم کہین گے کہ مجتہد کافر ہوگیا اسلیے کہ خدا نے قرآن مجید مین فرمایا ہی وما یکفر بہا الا الفاسقون قسم ہی اس خدا کی جسنے مجھے پیدا کیا ہی کہ مین مبالغہ سے نہین کہتا ہون اور مطلق تعصب کو دخل نہین دیتا کہ جو تقریر مجتہد صاحب نے اس مقولۂ طوسی کی کی ہی وہ ایسی پوچ و لچر اور سفاہت سے بھری ہوئی ہی کہ حضرت تو مجتہد اور علامہ اور فخر العلما اور سلطان العلما ہین انکی نسبت کیا کہون چھوٹا منہ بڑی بات ہی لیکن اگر کسی اور شخص عامی کے قلم سے نکلی ہوتی تو مین دو حرف بھی اسکے جواب مین نہ لکھتا اور اسکی تردید مین ایک لمحہ بھی اپنی عمر عزیز کا ضائع نہ کرتا کیونکہ یہ تقریر ایسی پوچ و لچر ہی کہ اسکی تردید مین جو کاغذ صرف ہوا اسکی قیمت بھی وصول نہین ہوتی بار خدایا یہ کیسے مجتہد تھے اور انکی فضیلت اور تبحر پر شیعون کو کیسا ناز تھا اور کیسے پاک باحیا تھے کہ ایسی تقریرون پر ناز کرتے تھے اور ایسی بیہودہ باتون کے لکھنے پر جامے سے نکلے جاتے تھے استغفراللہ اب مین اس امر سے بحث کرتا ہون کہ جو کچھ مجتہد صاحب نے فرمایا ہی کہ سارے ضروریات دین مین سے کسی کا بھی منکر ہو وہ کافر ہی پس اس سے مقولہ محقق طوسی کے کچھ معنی نہ بدل جاوینگے اور جو کچھ اسنے فرمایا ہی اسمین فرق نہوگا اسلیے مجتہد صاحب کو چاہیے تھا کہ بجاے اسکے کہ گڑھ گڑھ کے اسکے کلام کے

معنی بناتے اور اسکی لفظون سے وہ معنی نکالتے جو اُسنے خواب مین بھی نہ خیال کیے ہونگے اور اگر وہ زندگی مین اپنے کلام کے ایسے معنی سنتا تو معنی بنانیوالے کے سر پر پٹکتا صاف یہ کہدیتے کہ گو نصیر الدین طوسی یا قاضی نور اللہ شوستری نے یہ لکھا ہی مگر چونکہ مخالف احادیث ائمہ اور جمہور علمای امامیہ کے ہی اسلیے اُنسے غلطی ہوئی ہی ہم ہم اُسے تسلیم ہی کرتے پس جس طرح ہم ملا عبد اللہ کے کلام نہ ماننے سے مجتہد صاحب پر دار و گیر نہین کرتے اسی طرح اسکو سنکر چپ ہو جاتے اور حقیقت مین یہ امر بیجا نہین ہی اسلیے کہ یہ کچھ ضرور نہین ہی کہ اہل مذہب کو ہر مجتہد اور ہر عالم کے سب قولون اور سب باتونکا ماننا ضرور ہی خصوصًا وہ بات جو کہ صرف اپنی رائے سے کسی نے لکھی ہو یا کہی ہو بلکہ قرآن و حدیث کا ماننا ضرور ہی پس اگر مذہب شیعہ کے عالم ہون یا سنیون کے جسکا کلام مطابق قرآن و حدیث کے ہوگا اُس کلام کو ماننا اُس مذہب والے کو ضرور ہی ورنہ کچھ ضرور نہین چنانچہ ہم صرف علامہ طوسی کے اسی قول پر تکیہ کرکے نہین بیٹھے بلکہ جس راہ پر مجتہد صاحب چلین چلنے کو حاضر ہین اور جسکو جمہور کا مذہب کہین اور جسپر اپنے اجتہاد کا مدار رکھین اُسی پر جرح کرنے کو مستعد ہین

شعر

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست		می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست	

جناب قبلہ و کعبہ شروع کتاب مین فرماتے ہین کہ {لہ پوشیدہ و مخفی نماند کہ این عبارت ناصب کہ او درینجا التزام نمودہ کہ با تیچہ درین اجزا بر شیعیان احتجاج نماید در عدم استحقاق لعن اصحاب ثلثہ و احزاب آنہا از اصول مقررہ پیش شیعہ باشد و اصلا قول اہل سنت را دران دخل نہ دہد پس بدانکہ از جملہ اصول مقررہ پیش شیعۂ اثنا عشریہ اصول دین ست کہ عبارت از توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد پس شکی نیست کہ امامیہ منکر یکی از اصول مذکورہ را مومن نمیدانند و از جملہ ملاعین می انگارند آرے منکر امامت را با وجود اقرار او بتوحید و نبوت و معاد کافر نمیدانند یعنی احکام کفار را در دنیا بر آنہا جاری نمیسازند} اور پھر ایک مقام پر یہ بھی لکھتے ہین کہ {عہ از کلام بعضے معلوم می شود کہ کفر واقعی ایشان را اجماعی میدانند} بعد اسکے فرماتے ہین کہ {عہ ہرگاہ این دانستہ شد پس بنا برین میگویم کہ منشای تبرا از اصحاب ثلثہ و عائشہ و حفصہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و احزاب آنہا مخالفت ہر یکی از اصول معتبرۂ مقررہ نزدیک شیعۂ امامیہ است چہ باتفاق معلوم ست کہ ایشان و تبعہ ایشان بامامت ائمہ اثنا عشریہ قائل نبودند و نیستند بخلاف شیعہ کہ قائل انہ واین نیز ثابت ست کہ ائمہ ما علیہم السلام از انہا تبرا فرمودہ اند و رعیت خود را حکم نمودہ اند کہ تبرا از انہا نمایند و حکم بنفاق اینہا کنند} اور حضرت والا مقدمۂ چہارم کے جواب مین فرماتے ہین کہ {عہ بباید دانست کہ تنازع عامہ با خاصہ بآن ماند کہ زن با مرد مخاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست کہ صد دشنام زن بیک دشنام مرد

لہ عبارت ذو الفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۱ سطر ۲ ۱۲ منہ

عہ ایضاً صفحہ ۱۱ سطر ۳ ۱۲ منہ

عہ ایضاً صفحہ ۱۱ سطر ۶ ۱۲ منہ

عہ ایضاً صفحہ ۱۲ سطر ۲ ۱۲ منہ

مقاومت نمی تواند کرد مصداق این حرف این ست تطویلات بلاطائل که بکار برده ویک حرف که عدم ثبوت ایمان اصحاب ثلثہ ونظرای ایشان از جہت عدم اعتراف بامامت ائمہ اثنا عشرست کافیست وباز ہرگز احتیاج گفتگو باقی نمی ماند} پھر ایک مقام پر فرماتے ہین کہ{ محقق طوسی علیہ الرحمہ در رسالہ قواعد العقائد گفتہ اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیزست تصدیق بوحدانیت خدا در ذات اوودر افعال او وتصدیق بہ پیغمبری پیغمبران وتصدیق بامامت ائمہ بعد از پیغمبران انتہی کلام المحقق رحمہ اللہ واین کلام برہان قاطع ست بر فساد ذہن واعوجاج طبع این معاند مجادل کہ از عبارت تجرید محقق میخواہد کہ کفر را مخصوص بحاربین گردانیدہ خلفای ثلثہ خودرا ازان نجات دہد ونجات متصور نیست} جو کچھ قبلہ وکعبہ نے فرمایا مثل اسی کے اور علمای متاخرین امامیہ نے بھی ارشاد کیا ہے چنانچہ بڑے بھائی جناب منشی سبحان علیخان صاحب کے جواب مین ایضاح لطافۃ المقال کے فرماتے ہین کہ{ حالا بجواب معارضہ کہ حضرت مخدومی فرمودہ اند ہرچہ حاضر طبع ماہرست گذارش میرود وآن این ست کہ ملخص معارضہ جناب اینکہ قدمای امامیہ قاطبۃً معتقد کفر منکران امامت بودہ اند واز کلام خواجہ نصیر الدین طوسی وعلامہ حلی ومیر نور اللہ شوستری فسق ایشان مستفاد میگردد بندہ عرض میکنم کہ مختار جمہور امامیہ اثنا عشریہ خواہ از متقدمین ویا از متاخرین ہمین ست کہ مخالف جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اعم من ان یکون محاربًا ام لا کافرست لیکن اطلاق کافر براو نظرًا الی دار الآخرۃ وسوء مآل اوست نہ باعتبار در دار دنیا مثل جواز مناکحت یا مجالست وامثال آن ووجہ این عقیدہ نہ آن ست کہ ملازمان خیال فرمودہ اند یعنی ورود حدیثیکہ مضمونش این ست کہ بعد رحلت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمگین صحابہ مرتد شدند بجز چہار کس وجناب بزعم خود این حدیث را منافی آیات کثیرہ واحادیث شہیرہ فہمیدہ اند مع ان الامر لیس کذلک چنانکہ بوجہ وجیہ این حدیث بموقع مناسب خواہد آمد بلکہ احسن اینکہ امامت بلافصل علی بن ابی طالب علیہ السلام وہمچنین امامت سائر ائمہ نزد امامیہ از اصول دین مثل توحید ونبوت ست ورکنی از ارکان ایمان نہ جزو اسلام ست واین ما ثلث باعتبار دار آخرت ست یعنی منکر ہر یکی ازینہا مخلد بجہنم ست نہ باعتبار این دار چہ معترف بہ شہادتین را در دار دنیا کافر نمی گویند گو مومن نباشد} غرضکہ ان ساری تقریرون کا خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب ثلثہ اور اُنکے تابع امامت ائمہ اثنا عشر سے منکر تھے اسلیے وہ کافر ہین اور دنیا مین اُنپر سب احکام کفر کے جاری نہین ہین بسبب اقرار توحید اور نبوت کے اُنپر اسلام کا اطلاق ہے لیکن قیامت مین اُنپر سب احکام کافرون کے جاری ہونگے اور وہ مخلد فی النار ہونگے اب ہم چند طرح سے اسکا جواب دیتے ہین۔

سلہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودھیانہ ۱۲۸۱ ہجری صفحہ ۱۵ سطر ۱۲ ۱۲ منہ

اول مجتہد صاحب قبلہ نے خلفاء ثلثہ اور حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرمایا کہ {ایشان وتبعہ ایشان بامامت ائمۂ اثنا عشر قائل نبودند} مگر یہ خیال نہ فرمایا کہ اُن بیچارونکے زمانہ مین ائمۂ اثنا عشر کہان تھے اور سوای حضرت علی کے اور بہت آخری زمانہ مین سوای حسنین کے نو امام پیدا تک نہوے تھے اور بعد اُن سب لوگون کے مرنیکے اُنکا ظہور ہوا تھا تو اگر وہ ائمۂ اثنا عشر پر ایمان نہ لائے تو یہ قصور اُنکا ہی یا معاذ اللہ خدا کا کہ کیون اُسنے سب امامونکو انکے سامنے پیدا نہ کر دیا سبحان اللہ کیا عقل و دانش ہی حضرت قبلہ و کعبہ کی کہ لکھنے کے وقت لفظونکا خیال بھی نہین فرماتے اور اپنے کمال کے نشے مین ایسے مدہوش ہو جاتے ہین کہ پھر نظر ثانی بھی نہین فرماتے اے مومنین خدا کیلیے انصاف کرو کہ اللہ جل شانہ تو فرماتا ہی کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کہ خدا طاقت بشری سے خارج کسی امر کی کسیکو تکلیف نہین دیتا اور جناب قبلہ و کعبہ صحابہ رسول کو اس حکم سے بھی مستثنیٰ کرتے ہین اور اُنکو اس وجہ سے کافر بتلاتے ہین کہ {ایشان بامامت ائمۂ اثنا عشر قائل نبودند} آفرین ایسی سمجھ پر شاباش ایسے فہم پر۔

دوسرے اگر مجتہد صاحب کا یہ مطلب ہو کہ ائمۂ اثنا عشر سے مراد صرف ذات علی مرتضیٰ ہی اس لیے کہ اُنکی امامت کا اقرار اُسوقت مین گویا ائمۂ اثنا عشر کی امامت کا اقرار تھا اور اس سے صحابہ منکر تھے خیر ہم اس عذر کو بھی قبول کرتے ہین اور ایسی پوچ توجیہ کو بھی مانتے ہین اُسکا جواب یہ ہی کہ جب خدا نے مہاجرین و انصار کی شان مین آیتین نازل کین اور جب اُنکی ہجرت اور نصرت اور جہاد پر اُنکی ثنا و صفت کی کبھی فرمایا کہ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ کبھی ارشاد کیا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کبھی فرمایا کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کبھی کہا کہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ تو اُسوقت مین جبکہ یہ آیتین نازل ہوئین کیا سوای توحید اور نبوت کے امامت بھی اصول دین سے تھی اور علی مرتضیٰ کی امامت کا منکر کافر کہلاتا تھا اگر کوئی آیت قرآن مجید مین ہو تو ذرا دکھلا دیجیے جب یہ آیتین نازل ہوئین اُسوقت کچھ ذکر بھی امامت کا نہ تھا اس لیے کہ امامت کہتے ہین خلافت کو اور خلافت کی بنیاد ہی بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے تو اُن لوگون کو جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے ایمان لائے اور اُنکے ساتھ ہجرت کی اور اُنکے ساتھ جہاد کیا اور اُنکی شان مین خدا نے آیتین نازل کین قبل شروع ہونے زمانہ خلافت کے اور قبل قائم ہونے ایک نئے اصول امامت کے کافر کہنا حقیقت مین پیش از مرگ واویلا کرنا ہی ہان موافق اصول شیعہ کے اُن لوگون کے حق مین اطلاق کفر کا ہو سکتا ہی جنہون نے زمانہ خلافت کا پایا اور جنہون نے انکار امامت علی مرتضیٰ کا کیا۔

تیسرے اگر کوئی شیعہ کہے کہ جن لوگون نے زمانہ خلافت علی مرتضی کا پایا اور جنھون نے اُنکی امامت سے انکار کیا اُنمین خلفای ثلثہ داخل ہین اسی واسطے ہم اُنکو کافر کہتے ہین اور اُنکو ان آیات کی فضیلت سے مستثنی کرتے ہین اُسکا جواب یہ ہی کہ اُنکا کفر بھی موافق ان اصول شیعہ کے کہ منکر امامت کا فر ہی اُس زمانہ سے شروع ہوا ہی جبکہ خلافت علی مرتضی سے وہ منکر ہوے اور خود خلیفہ بن بیٹھے کہ یہ زمانہ بعد پیغمبر صاحب کی وفات کے شروع ہوا ہی اور قرآن مجید بھی پیغمبر صاحب کے سامنے اُترا ہی اور ہجرت اور نصرت اور جہاد جو کچھ مہاجرین نے کیا ہی وہ پیغمبر صاحب کے سامنے اور انھین کامون اور خدمتونکو خدا نے قبول کر کے اُنکی تعریف مین آیتین نازل کین ہین تو جب تک ان بیچارون نے خلافت کو غصب نہین کیا اور امامت سے امام اول کی منکر نہین ہوے وہ کس قصور مین ان آیتون کی فضیلت سے محروم کیے جاتے ہین اور کس جرم مین باوجو مہاجر اور انصار ہونیکے وَالسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ کے زمرے سے خارج کیے جاتے ہین۔

چوتھے بار خدایا کوئی قایل اُٹھکر اگر یہ فرماوے کہ پیغمبر صاحب نے اپنے ہی سامنے حضرت علی کو خلیفہ کر دیا تھا اور اُنکا خطبہ پڑھ دیا تھا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہکر سب سے اُنکی امامت کا اقرار لیلیا تھا اور صحابہ پیغمبر صاحب کے سامنے ہی منکر امامت ہو گئے تھے اسلیے وہ کافر ہین اسکا ہم دو طرح سے جواب دیتے ہین اول یہ کہ خلافت علی مرتضی کی پیغمبر خدا نے کس وقت سے ظاہر کی آیا شروع اسلام کے زمانہ سے جبکہ اپنی نبوت کو اظہار کیا اُسیوقت حضرت علی کی امامت کو قائم کیا اگر پیغمبر خدا نے ایسا کیا ہی تو ذرا اُسکا نشان دیجیے ہم جہانتک سمجھتے ہین ہمارے نزدیک کوئی دانشمند اگرچہ مولوی دلدار علی صاحب قبلہ بھی کیون نہون ایسی بات زبان سے نہ نکالیگا اور آخر یہی کہیگا کہ حجۃ الوداع مین خم غدیر پر خطبہ خلافت کا پڑھا اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ اخیر زمانہ وفات پیغمبر خدا کا ہی اور بعد اسکے بہت ہی کم آیتین نازل ہوئی ہین اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ موافق اقرار شیعہ کے دین کے کامل ہونے پر شاہد ہی اور جو آیتین فضائل مین صحابہ کے ہین وہ یا مکی ہین یا مدنی اور حجۃ الوداع سے برسون پہلے نازل ہو چکی ہین تو اس سے بھی اُن آیتون کی مصداق سے صحابہ کبار خارج نہین ہو سکتے دوسرے پیغمبر صاحب کے سامنے بقول شیعون کے کسی نے امامت کا انکار نہین کیا اور سب نے اُسکو ظاہر مین قبول کر لیا تو اُسوقت مین بھی انکار صریح زبان سے کسی نے حضرت علی کی خلافت پر نہین کیا اور جبتک زبان سے کوئی محض انکار توحید اور نبوت سے نکرے وہ کافر نہین ہوتا خاہر مین تو جو محض امامت سے ظاہر مین انکار نہ کرے وہ کیونکر کافر ہوگا۔

غرضکہ مجتہد صاحب کا یہ قول کہ {اصحاب ثلثہ و عائشہ و طلحہ و زبیر و غیرہم با مامت ائمہ اثنا عشر قائل نبودند} اور نیز حضرت کا یہ ارشاد کہ {عدم ایمان اصحاب ثلثہ و نظرای ایشان از جہت عدم اعتراف

ف اس کا ترجمہ صفحہ ۲۳ مین دیکھو ۱۲

سنہ

ف پارہ ۶ و ۵ سورۂ مائدہ رکوع ۱

ترجمہ آج مین پورا کر چکا تمھارا دین تمھارا ۱۲ موضح القرآن

بامامت ائمہ اثنا عشر ست کافیست} ایسا پوچ اور بیہودہ ہی کہ بعد اس تقریر کے جو مین نے کی ہی اگر آپ سر کوئی اونھین کے اس مقولہ کو کہ تنازع عامہ با خاصہ بآن ماند کہ زن بامرد مخاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست کہ صد دشنام زن بیک دشنام مرد مقاومت نمی تواند کرد} اونھین پر اعادہ کرے اور یہ کہے - کہ تنازع خاصہ یعنی حضرات شیعہ با عامہ یعنی سنیان بآن ماند کہ زن بامرد مخاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست کہ صد دشنام زن بیک دشنام مرد مقاومت نمی تواند کرد - تو کیا ٹھیک اور درست ہی لیکن ہم اپنی زبان سے کچھ نہین کہتے اور گالی گلوچ نہین لڑتے - ای حضرات شیعہ اپنے غفران مآب کے تقدس اور تہذیب اور متانت کو دیکھو کہ حضرت قبلہ و کعبہ مثال بھی دیتے ہین تو گالی گلوچ ہی کی کاش بجای اسکے دوسری مثال دیتے اور اپنی تہذیب اور متانت کو کام فرماتے تو لوگون کے سامنے شرمندگی نہ ہوتی -

دیکھو کہ ذوالفقار مین ورق کے ورق اس اصول کی تصدیق مین کہ علمای شیعہ کے نزدیک امامت کا منکر کافر ہی سیاہ کیے ہین اور ناحق کتاب کا حجم بڑھایا ہی تاکہ لوگ سمجھین کہ بڑی موٹی کتاب لکھی ہی حالانکہ سب کا مطلب یہی ہی کہ شیعون کے نزدیک امامت اصول دین سے ہی اور منکر اوسکا کافر لیکن اس سے کچھ جواب صاحب تحفہ کے کلام کا نہین ہوتا اس لیے کہ وہ تمام سنیون کے ایمان ثابت کرنے پر بحث نہین کرتے کہ جنپر موافق اصول شیعہ کے بسبب انکار امامت ائمہ اثنا عشر کے عدم ایمان یا کفر کا اطلاق ہو بلکہ وہ صرف صحابہ سے بحث کرتے ہین اور اس امر کا دعوی کرتے ہین کہ اصحاب رسول پر کفر کا اطلاق نہین ہوتا اور اوسکے ثبوت مین وہ آیتین جو شان مین صحابہ کے نازل ہوئی ہین پیش کرتے ہین آور ملا نصیر الدین طوسی اور نور اللہ شوستری وغیرہ کے کلام کو اوسکی تائید مین لاتے ہین آور مجتہد صاحب اس فرق بین کو تو ملاحظہ نہین کرتے اور صاحب تحفہ کی تحریر کا مطلب تو نہین سمجھتے دونو امرون کو خلط ملط کر کے عامیون کی طرح جواب دیتے ہین کہ ہمارے اصول سے یہ ہی کہ منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر ہے - آی صاحب آپکے اصول دین مین منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر کیا اگر آپ کے اصول مین آپ کے تقدس اور اجتہاد کا منکر بھی کافر ہو صاحب تحفہ اس سے بحث بھی نہین کرتے پس حقیقت مین جو کچھ مجتہد صاحب نے لکھا اوس سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ منکر امامت کافر ہی اور چونکہ انکار امامت اصحاب نے نہین کیا مگر بعد وفات پیغمبر خدا کے اسلیے انکا اس اصول سے کافر ہونا حالت حیات مین ثابت نہوا اور جب انکا کفر ثابت نہوا تو جو آیتین مہاجرین و انصار کی شان مین نازل ہوئی ہین اونمین بدرجہ اولی انکا اہل ایمان ہونا واضح ہوا اس لیے کہ ایمان اور ہجرت اور جہاد اور نصرت اور بیعت وغیرہ جو باتین آیتون مین خدا نے بیان کی ہین ان سب صفات کا مہاجرین و انصار خصوصا خلفا ثلثہ مین بدرجہ کامل ہونا ثابت ہی - پس کیا وجہ ہی کہ یہ لوگ ایمان سے خارج ہون اور اگر یہی خارج ہونگے تو پھر سوای ایک حضرت علی اور دو تین اونکے خاص اصحاب کے [illegible]

رہیگا اور ساری آیتون کا اطلاق صرف حضرت علی ہی کی شان مین کہنا اور سب مہاجرین و انصار کو اوس سے خارج کرنا حقیقت مین صاف قرآن مجید کی تحریف کرنی ہی۔

مین اس موقع پر اوس قول کو بھی بغیر باطل کیے چھوڑنا مناسب نہین سمجھتا جو کہ مجتہد صاحب نے محقق طوسی کا اونکے رسالہ قواعد العقائد سے نقل کیا ہی جسکو اوپر ہم لکھ چکے ہین اور جس سے انھون نے اس امر کو ثابت کیا ہی کہ محقق موصوف امامت کو اصول دین سے سمجھتا ہی سو وہ کیونکہ کفر کو مخصوص محاربین سے کریگا۔

جواب اسکا یہ ہی کہ اول تو محقق کا یہ قول جو اونھون نے رسالۂ قواعد العقائد مین لکھا ہی بہت سے علمای شیعہ کے مخالف ہی اس لیے کہ وہ لکھتے ہین کہ {اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیز ست تصدیق بہ وحدانیت خدا و تصدیق بہ پیغمبری و تصدیق با مامت} اور اکثر علما نے لکھا ہی کہ اصول دین کے پانچ ہین چنانچہ خود قبلہ و کعبہ نے اپنی کتاب ذو الفقار مین فرمایا ہی کہ {از جملہ اصول مقررہ پیش شیعہ اثنا عشریہ اصول دین ست کہ عبارت از توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد} پس محقق صاحب نے دو اصول یعنی عدل اور معاد کو تو اڑا ہی دیا اور پانچ کو چھوڑ کر تین کو اختیار کیا تو جب انکو تین سے ایسی محبت تھی کہ اصول دین کے بھی تین ہی لکھے تو اگر تینون خلیفاؤن کو انھون نے مخالفوہ فسقہ کہکر کفر سے خارج کر دیا تو کیا عجب ہی۔

علاوہ برین یہ قول محقق صاحب کا جو انھون نے رسالۂ قواعد العقائد مین لکھا ہی درحقیقت اونکے اوس مقولے کو جو تجرید مین لکھا ہی کچھ باطل نہین کرتا اس لیے کہ یہ قول کہ {اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیز ست} یہ عام ہی اور وہ قول کہ {مخالفوہ فسقہ و محاربوہ کفرہ} خاص ہی۔ اما من عام الا و قد خص۔ پس گویا وہ صحابہ جنھون نے مخالفت کی اس حکم سے مستثنی ہین اگر کوئی کہے کہ جب تم مجتہد صاحب کی توجیہ کو نہین مانتے جو انھون نے۔ مخالفوہ فسقہ۔ کی نسبت کی ہی تو تم کیون ایسی توجیہ کرتے ہو اوسکا جواب یہ ہی کہ اس توجیہ کی ہم سند رکھتے ہین اور ایک دوسرے محقق شیعی کے قول سے اسکی تائید ہوتی ہی یعنی قاضی نور اللہ شوستری مقولۂ محقق طوسی کی تائید مین فرماتے ہین کہ {حضرت شیخین با امیر المومنین علیہ السلام حرب نموده اند بلکہ بر زحمت قتال و تکلف استعمال سیف القتال و کثرت خیل الرجال حق او را ابطال نمودند و غصب خلافت رسول متعال ازو نمودند} پس اگر اونکے نزدیک غصب کرنا خلافت کا موجب کفر خلفای ثلثہ ہوتا تو وہ کیونکر غصب خلافت کو بے جنگ جدال کے ثبوت مین عدم کفر مخالفین جناب امیر کے بیان کرتے اور اگر مطلب قاضی نور اللہ کا اس عبارت سے اور کچھ ہو تو بیان فرمائیے۔ فعلیکم البیان و علینا دفعہ بالبرہان۔

اگر کوئی کہے کہ جس طرح پر تم اپنی توجیہ کے لیے دوسرے محقق کی سند لائے اوسی طرح پر جناب قبلہ و کعبہ بھی سند لائے ہین بلکہ تم تو دوسرے شخص کی سند لائے قبلہ و کعبہ تو محقق طوسی ہی کی دوسری کتاب سے سند لائے

ہین اوسکا جواب یہ ہی کہ بیشک ہم دونون اپنی اپنی توجیہ پر سند لائے ہین مگر دونون مین فرق ہی۔ ہماری توجیہ مطابق لفظ اور عبارت اور معنی ظاہری محقق کے ہی اور سند سے اوسکی تائید بصراحت ہوتی ہی اور قبلہ وکعبہ کی توجیہ مخالف اور عبارت اور ظاہری معنی محقق کے ہی اور سند سے بھی اوسکی تائید بصراحت نہین ہوتی ہمنے جو معنی کہے وہ کھلے ہوے ہین اور صاف ظاہر ہین اور قبلہ وکعبہ نے جو معنی بنائے ہین وہ ایسے پیچدار ہین کہ قواعد صرف ونحو سے اوسکی مطابقت نہین ہوتی اگر شک ہو تو کسی طالب علم عربی خوان کے سامنے دونون کے معنی رکھدو اور طالب العلم بھی وہ ہو جو نہ سنی ہو نہ شیعہ اور اوس سے پوچھو کہ کون سے معنی صحیح ہین تو ضرور وہ یہ کہیگا کہ یہی معنی صحیح ہین جو یہ سنی کہتا ہی اور جو معنی مجتہد صاحب فرماتے ہین وہ ان لفظون سے نہین نکلتے ایسے دقیق مضمون کو شاید امام سمجھین گے اسلیے سر مین رلے جاکر امام صاحب سے پوچھو بس جب تک امام صاحب ظاہر نہون اور مجتہد صاحب کی فہم فراست اور جودت طبع کی تعریف کرکے اونکے بنائے ہوے معنی کی تصدیق نہ کرین تب تک کوئی بھی اونکے معنی کو تسلیم نہ کریگا۔

جو کہ اس بحث کو ہم لکھ چکے اس لیے اب اس قول سے بحث کرتے ہین کہ اطلاق اسلام کا صحابۂ کبار اور خلفاے ابرار پر موافق اصول شیعہ کے ہوتا ہی یا نہین چنانچہ مجتہد صاحب اسکا اقرار کرتے ہین اور فرماتے کہ منکر امامت کا فر نہین ہی یعنی احکام کفر کے دنیا مین اوسپر جاری نہین ہین چنانچہ اس قول کو اوپر ہم نقل کر چکے اور جواب ایضاح لطافۃ المقال سے اوسکی تائید کر چکے اور اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ علمای شیعہ کے نزدیک موافق قول مجتہد صاحب کے تین درجے ہین ایک ایمان جو پانچون اصول توحید نبوت امامت عدل معاد کا قائل ہو دوسرا کفر جو ان پانچون اصول کا یا سوای امامت کے ایک کا بھی منکر ہو کہ اوسپر ایمان کا اطلاق ہوگا نہ اسلام کا۔ تیسرا اسلام جو فقط امامت کا منکر ہو کہ وہ قیامت مین تو مثل کافرون کے ہوگا مگر دنیا مین احکام کفر کے اوسپر جاری نہین ہین۔

اور غرض ان تین درجون کے قائم کرنے سے یہ ہی کہ صحابہ کو کافر بھی کہنے کا موقع رہے اور مسلمان کہنے کا بھی یعنی جب اونکو توحید اور نبوت کے اقرار مین سچا اور اعمال حسنہ مین کامل اور دین مین پکا دیکھتے ہین اور کسی طرح کا نقص ظاہری اعمال مین اونکے نہین پاتے تو کہتے ہین کہ وہ مسلمان تھے اور جب اونکو آیات فضیلت کے مصداق سے خارج کرتے ہین اور اونکو برا کہتے ہین تب فرماتے ہین کہ وہ مومن نہ تھے یعنی اصول دین مین سے ایک اصول یعنی امامت کے منکر تھے اسیواسطے درمیان کفر اور ایمان کا ایک نہین ہی تیسرا واسطہ قائم کیا اور اوسکا نام اسلام رکھا۔

اب آگے سنیے کہ جب یہ خیال کیا کہ جو شخص اس تفرقہ کو سنے گا وہ ہنسے گا اور ایسے

اصول قائم کرنیوالون کو احمق کہیگا اس لیے کہ دین کے پانچ اصول تو قائم کیے اور پانچون کو برابر درجہ دیا اور پھر چار اصول تو ایسے ہین کہ اگر اونمین سے چارونکا یا ایک کا بھی کوئی انکار کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاوے اور کفر کا اوسپر اطلاق ہووے اور ایک اصول امامت ایسا ہو کہ جسکا منکر نہ کافر ہو نہ مومن بلکہ مسلم رہے اور وہ دائرہ اسلام سے خارج نہووے تو یا تو یہ اصول امامت حقیقت مین اصول دین سے نہین ہی فروع سے ہی یا اگر اصول دین سے ہی تو اوسکا منکر بھی کافر ہی تو اس سفاہت کے جتانیکے لیے اوسکی وجہ اور علت تحریر کرنے پر بحث کی آو راوسکا سبب خاص بیان فرمایا جس سے سوائے اسکے کہ سفاہت پر پردہ پڑے بیہودگی اوسکی اور دوبالا ہوگئی چنانچہ اب مین اوس وجہ کو بیان کرتا ہون اور اپنے قول کی تائید کرتا ہون کہ جناب قبلہ و کعبہ ذوالفقار مین فرماتے ہین کہ { بنابر ورود احادیث بسیار محققین امامیہ در کتب خود تصریح نمودہ اند کہ مخالفین در عقبی حکم کفار دارند و ہرگز از جہنم بیرون نمی آیند و در دین دنیا نیز در احکام کفار شریک اند اما چون علام الغیوب می دانست کہ دولت باطل بر دولت حق پیش از ظہور قائم آل محمد غالب خواہد گردید و شیعیان را معاشرت و موصلت و معاملت با مخالفان ضرور خواہد شد درین دولتہای باطل احکام اسلام را بر ایشان جاری گردانید کہ جان و مال ایشان محفوظ بودہ باشد و حکم بہ طہارت ایشان بہ کنند و ذبیحہ ایشانرا حلال دانند و دختر از ایشان بخواہند و میراث با ایشان بدہند و از ایشان بگیرند و دیگر احکام اسلام بر ایشان جاری کنند تا بر شیعیان کار تنگ نہ شود در دولت ایشان و ہرگاہ حضرت صاحب الامر ظاہر شود حکم بت پرستان را بر ایشان جاری کند و در ہمہ احکام مثل سائر کفار باشند و این تفضل خداست نسبت بحال شیعیان زیرا کہ فرق کفار بسیار اند اگر بر سنیان نیز درین ایام احکام کفار جاری می گردید در امور مسطورہ عسرتے بر شیعیان می شد کہ مزیدی بران متصور نیست } اس سے ثابت ہوتا ہی کہ بحیثیت اسکے کہ خدا کو معلوم تھا کہ شیعی بیچارے ذلیل و خوار رہین گے اور عزت اور دولت سنیون کو ملیگی پس اگر سنیون پر حکم کفار کا جاری کیا جاوے تو بیچارے شیعی روٹی کہان سے پاوینگے اور اونکو کھانا کون دیگا اور چونکہ شیعون کو بڑی سنیون کی خدمتگذاری کرنی پڑیگی اور وہ سنیون کے دست نگر رہین گے اگر سنیون پر کفر کے احکام جاری کردیے جاوین اور شیعی اونکو کافر کہنے لگین تو سارے شیعیان یا بھوکون کے مارے مرجاوین گے اور سنی اونکا نان نفقہ بند کردین گے بلکہ غصے مین آکر کافر کہنے پر اونکو جان ہی سے مار ڈالین گے اور اگر ایسا ہوا تو دین جعفری جاتا رہیگا اور کوئی خدا اور رسول کا نام لینے والا دنیا مین نہ رہیگا گویا خدا کی عبادت حضرات شیعہ کے فنا ہوتے ہی دنیا سے موقوف ہو جاویگی اور چونکہ بیچارے شیعون کی مظلومیت اور غربت پر خدا کو بڑا رحم ہی اور اونکے حال زار پر اوسکو بہت توجہ ہی اسلئے

ف عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۱ ہجری صفحہ ۱ سطر ۱۷ ۱۲ منہ

کے حضرات شیعہ کے طفیل مین خدا نے سنیونکو دنیا مین کفر سے بچایا اور اُنکو مسلمان رکھا مگر یہ ایتیونتک ہی بنظرِ عنایت و مہربانی جبتک امام صاحب الزمان پیدا ہون جبکہ امام شیعونکے غار سر من رای سے ظہور فرماوینگے اور بعد چندین ہزار سال سنیون کے خوف سے نجات پاوینگے اسیوقت پر کیا ہی دار و مدار شیعون کا ہی سلطنت اور حکومت اونکی ہی کسی کے ہاتھ مین حضرت عباس کا علم ہوگا کسی کے دوش پر امام کا شدا رکھا ہوگا کوئی ذو الفقار چومنے کے لیے دوڑا جاتا ہوگا کوئی صوارم و صمصام اپنی کھولتا ہوگا کوئی زرارہ کی غول مین بھاگتا ہوگا کوئی ہشام اور شیطان الطاق کو ڈھونڈتا ہوگا پس اوسوقت وہ دھوم دھام شیعون کی ہوگی کہ لوگ محرم کی دسوین کو بھول جاوین گے اور یا امام یا امام کا غل آسمان پر پہونچا ینگے تو حب ایسے زور شور کا امام شیعون کا ہوگا اور کچھ بھی غرض شیعون کی اوسسے نر ہیگی پس اوسوقت امام شیعون کے پکار کر کہدین گے کہ آج اسلام کا حکم تو موقوف ہوا کفر کی علانیہ اطلاق کرنے کا زمانہ آگیا اب ہمارے شیعون کو کچھ کام سنیون سے نہین رہا اس لیے کوئی آج سے کسی سنی کو مسلمان نہ کہے اور لفظ اسلام کا بھی زبان پر نہ لائے آب اونکو کافر مطلق جانو اور نجس مثل بت پرستون کے احکام اونپر جاری کرو نہ اونکے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤ نہ اونکے ہاتھ کا پانی پیو بلکہ اپنی اپنی ذو الفقار اور حسام نکال کر خوب اونکو قتل کرو بہت دنون تک اونھون نے ہماری شیعون کو دبایا اور صدہا برس تک اونسے تقیہ کرایا انھین کمبخت سنیون کے سبب سے ہمارے شیعون کو جھوٹھ بولنا پڑا بلکہ شیعہ کیسے خود ہم اماموں کو سچ بولنا مشکل ہوگیا اور مجبوری ذو وجہین بنا پڑا بہت کچھ تکلیف ان کمبختون نے ہمکو اور ہمارے شیعونکو دی ہی اب خوب بدلا لو اور مزے سے چین کرو حکومت کا نقارہ بجاؤ ذوق شوق سے سلطنت کرو اور اپنے ہزار برس کے دلی غبار سینونسے نکالو۔

پس ای سنیو خدا کے واسطے شیعون کا شکر ادا کرو کہ اونھین کی بدولت تم کفر سے بچے اور اُنھین پر رحم کر کے خدا نے تمکو تا ظہور امام کافر نہ گردانا اور احکام اسلام کے تمپر جاری کیے اگر شیعہ نہوتے تو یہ لطف تمھارے حق مین خدا ہرگز ہرگز نہ کرتا۔ یہ وجہ جو جناب قبلہ و کعبہ نے عدم اطلاق لفظ کفر کی نسبت سنیون کے تا ظہور امام بیان فرمائی اس سے بیشک سارے اعتراض دفع ہوگئے سب شیخی سنیون کی جاتی رہی بھلا کس سنی کی مجال ہی کہ اسپر کچھ اعتراض کرے اور اسی وجہ کو جو دلائل فلسفیہ سے بڑھکر مدلل ہی رد کر سکے بیشک ہم ہارے اور مجتہد صاحب جیتے۔

اس تقریر کا جسکی متانت اور استحکام پر اوسکے الفاظ و معانی خود شاہد ہین ہمارے پاس کچھ جواب نہین ہی ای حضرات اہل سنہ تم غور سے سنو اور اس وجہ کو دل مین جگہ دو کہ بہت بڑی باریک بات قبلہ و کعبہ نے فرمائی اور نہایت حکمت کی تقریر تمکو سکھلائی ہی مجتہد ہون تو ایسے اور محقق ہون تو ایسے کہ جنکی تقریر

پر ہر شخص کی زبان سے آمنّا وصدّقنا کے سوا دوسرا کلمہ نہ نکلے اور جنکی بات کو سواے بجا اور درست کے کوئی رد نہ کر سکے ٥

اذا قالت خدام٥ فصدقوہا فان القول ما قالت خدام

جب مین نے صوارم مین مجتہد صاحب کی دیکھا تھا کہ اونھون نے ذوالفقار پر بڑا ناز کیا ہی اور اوسکی تقریر و تحریر کو لاجواب تصور فرمایا ہی اور اوسکی نسبت یہ بھی ارشاد کیا کہ ابتک کسینے جواب نہین لکھا تو مجھے ذوالفقار کے بالاستیعاب دیکھنے کا شوق ہوا تاکہ دریافت ہو کہ وہ حکیمانہ دلیلین اور فلسفی تقریرین کیا حضرت نے اوس کتاب مین بھر دی ہین کہ کسی نے اوسکا جواب نہ لکھا جب اوسکو اول سے آخر تک دیکھا تو خدا آگاہ ہی کہ مین مبالغے سے نہین کہتا ہون کہ اوسکے برابر کیا باعتبار عبارت کے اور کیا بلحاظ مضمون کے اور کیا بخیال انتشار مطالب اور کیا بوجہ خلط مبحث اور تقریر لاطائل کے مین نے کسی عالم کی کتاب کو اوس سے زیادہ پوچ لچر نہین پایا اور نظر اوٹھا کر دیکھنے کے لائق بھی اوسے تصور نہ کیا اسیواسطے شاید اوسوقت تک کسی نے اوسکا جواب نہ لکھا ہوگا اگر کسیکو شک ہو تو جسقدر تقریرین اس کتاب کی مین نقل کر چکا ہون اونکو بخوبی دیکھے اور میرے کلام کی تصدیق کرے۔

اب مین خاص اس وجہ پر جو عدم اطلاق کفر کی نسبت سنیون کے مجتہد صاحب نے بیان کی ہی کچھ دو ایک لطیفے لکھتا ہون اور شیعون کو سناتا ہون جو شائق ہون وہ سنین کہ مین جو کہتا ہون وہ بڑے کام کی بات ہی اور بمقتضاے۔ کما تدین تدان۔ قابل سننے کے ہی بس ایہا المومنین غور سے سنو کہ ٥

سخنِ ما شنیدنی دارد   جلوہ مفت ست دیدنی دارد

اوّل یہ۔ کہ خدا نے سنیون پر اطلاق اسلام کے لیے صرف یہی وجہ قرار دی ہی کہ { تا بر شیعیان کار تنگ نشود } تو اوس خدا نے اونکے حال پر ذرا زیادہ رحم کیون نہ کیا اور سارے بت پرستون اور کافرون کو اونکا بھائی کیون نہ بنا دیا اور اونکی خاطر سے جس طرح ایک اصول امامت کے انکار سے باوجودیکہ وہ صریح کفر ہی سنیون پر اطلاق اسلام کا کیا کس لیے اونکی خاطر سے پانچون اصول کے منکر پر لفظ اسلام کا اطلاق نفرمایا اس لیے کہ اب اسلام کے معنی وہ تو باقی ہی نہین رہے جو کہ قرآن اور حدیث مین مذکور ہین بلکہ یہ ایک اصطلاح جدید مقرر ہوئی ہی۔ ولامساحۃ فی الاصطلاح۔ تو پھر جس طرح پر کہ باوجود کفر کے اور مخلد فی النار ہونے اُنکے شیعون کے اوپر مہربانی کرکے اونکے اوپر اسلام کا لفظ اطلاق کیا اسی طرح پر اور کافرون پر بھی اس لفظ کے اطلاق کی اجازت دیتا تا شیعونکا دائرۂ کار اور بھی زیادہ وسیع ہو جاتا۔

دوسرے۔ شیعون کی خاطر سے تا ظہور امام محرمات کو حلال کیون نکر دیا { تا کار بر شیعیان تنگ نشود }

٥ خدام ایک عورت تھی عرب مین کہ جب وہ کچھ بات کہتی اوسکے عاشق سنا کرتے اور کچھ زبان سے نہ کہتے اسی عورت کے حال مین کسی شاعر نے یہ شعر کہا ہے کہ جسکے معنی یہ ہین کہ جب کوئی بات خدام کہے اُسکی تصدیق کرو اور کچھ نہ بولو کیونکہ بات تو وہی ہے جو وہ کہتی ہے اُسکی بات کو کون رد کر سکتا ہے ۱۲

جب اونکی خاطر ہی پر کفر واسلام کا اطلاق ٹھہرا اور خدا نے اپنے آپ کو انھین کے اختیار مین دیدیا تو مناسب تھا کہ اونکے لیے سب حرام چیزون کو حلال کر دیتا کہ وہ خوشی سے شراب ارغوانی کے جام کے جام اوڑاتے اور زنان سرپارہ کے ساتھ ہمبستر ہو کر خوب ذوق شوق سے حرام کرتے سارے دنیا کے مال و متاع کو اونکے لیے حلال کر دیتا کہ جسکے گھر سے جو چاہتے لیجاتے اور خوب لوٹ مار کر کے اپنے معیشت کے دائرے کو وسیع کرتے سب جانورون کو اگرچہ خوک ہی کیون نہو اونکے لیے حلال کر دیتا تاکہ وہ خوب مزے سے نوش فرماتے اور بیچارے کسی بات کی تکلیف نہ اٹھاتے نماز کو اُنکے اوپر سے ساقط کر دیتا روزے کو اُنپر واجب نہ فرماتا تاکہ بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف نہ پاتے اگرچہ مین نے اپنے نزدیک اسکو نہایت ہی عجیب اور غیر ممکن تصور کر کے لکھا ہی مگر حقیقت مین بہت سی باتون کو حضرات شیعہ نے اپنے لیے حلال کر رکھا ہی دیکھو پانچ نماز کے بدلے تین ہی وقت پڑھتے ہین دو وقت کی تکلیف سے محفوظ ہین نکاح کی قید سے آزاد ہی ہوگئے ہین متعہ کی بدولت خوب چین سے جسکو چاہتے ہین رات بھر کی اجرت دیکر اپنے صرف مین رکھتے ہین اور خدا کا شکر ادا کرتے ہین لیکن بہتر ہو کہ وہ تا ظہور امام کے سب قیدین شریعت کی جو تھوڑی بہت رہگئی ہین اڑادین اور خاصے ملحد بنجاوین اور اگر کوئی اعتراض کرے تو اپنے قبلہ وکعبہ کا قول نقل کردین [کہ این تفضل خداست نسبت بحال شیعیان]

تیسرے اگر حقیقت مین خدا نے صرف شیعون کے حال پر رحم کر کے سنیون کو ظاہری کفر سے بچایا تو قید زمانۂ ظہور امام کی بیجا ہی بلکہ ظہور مجتہد کی قید کافی تھی اور خدا کو یہ کہدینا چاہیے تھا کہ جبتک کسی مجتہد کا ظہور نہووے تب تک یہ حکم ہی ورنہ جب کسی خطہ مین زمین کے اسقدر عزت شیعونکی ہوجائے کہ مجتہد صاحب مسند اجتہاد پر بیٹھ جاوین اور دو چار ہزار دنیا طلب اُنکے گرد حاضر ہووین اور وہ سنیون کے رد مین کتابین بھی لکھنا شروع کردین تب یہ حکم موقوف کر دیا جائے اس لیے کہ اذا فات العلۃ فات المعلول۔ پس تعجب ہی کہ لکھنؤ اور ایران مین یہ حکم کیون اب تک جاری نہ ہوا اور ظہور امام کے لیئے وہان کس کا انتظار رہا جبکہ مجتہد صاحب نے ذوالفقار کو دار السلطنت لکھنؤ مین لکھکر مشتہر کیا تھا اُسوقت تو اُنکو ایسی بات لکھنی زیبا نہ تھی اس لیے کہ جو زور شور تشیع کا اُنکے وقت مین وہان تھا اُس سے زیادہ ہونا تو کبھی ممکن ہی نہین ہی اس لیے اُنکو لکھنؤ مین یہ حکم جاری کر دینا تھا لیکن حقیقت مین اُنھون نے جاری کر دیا تھا گو کتاب مین صاف نہین لکھا مگر سنیون کے کفر اور نجاست کا فتوی دیدیا تھا یہ حال لکھنؤ مین ہو گیا تھا کہ اگر کوئی سنی کسی شیعۂ پاک کے فرش پر جاتا تو وہ

اُسی وقت اُسکو دریا پر دھونے کیلیے بھیجدیا اور اُنکے یہان کے کھانے پینے کو حرام اور ناپاک سمجھتا
پس حقیقت مین یہ فرمانا حضرت کا کہ { حکم طہارت ایشان بکنید و دیگر احکام اسلام بر ایشان جاری
کنید } فقط کتاب کی زینت دینے کیلیے ہی نہ عمل کرنیکے لیے حقیقت یہ ہی کہ شیعون کے مجتہد ٹھیک ٹھیک
عیسائیون کے پوپ اور پادریون کے موافق ہین جس طرح وہ اپنے آپ کو معصوم جانتے ہین اور
سارے احکام شریعت کے رد و بدل پر اختیار رکھتے ہین وہی حضرات مجتہدین کا حال ہی کہ احکام
نبوی کو اپنے اختیار مین سمجھتے ہین جو چاہا وہ حکم دیا جب چاہا کفر کا اطلاق کر دیا جب چاہا اسلام
کا حکم دیا چونکہ خدائی اُنکے اختیار مین ہی اسلیے جو چاہین سو کرین اور جو دل مین آوے وہ
فرماوین قیامت کو اس کا حال معلوم ہوگا ہم ہونگے اور گریبان مجتہد صاحب کا۔

چوتھے مجتہد صاحب نے اپنی تقریر مین میراث کے باب مین فرمایا کہ میراث بایشان بدہند و از ایشان
بگیرند اور نکاح کی نسبت کہا کہ دختر از ایشان بخواہند اور براہ دیانت دختر بایشان بدہند
کے کہنے سے شرم فرمائی گویا سنیون کو لڑکی دینا جائز نہین ہی کہ حال اسکی شناعت کا اُس شخص کو
ظاہر ہو سکتا ہی جو چند ورق ہماری کتاب کے لوٹ کر بحث نکاح حضرت ام کلثوم کو دیکھے۔

یہ بحث جو مین نے لکھی اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مجتہد صاحب ایمان کا اطلاق خلفاء ثلثہ پر نہین کرتے
بلکہ اُنپر اسلام کا اطلاق کرتے ہین اور اسی کے ثبوت مین بہت سی سندین لاتے ہین مگر حقیقت مین
یہ قول بھی اُنکا غلط ہی اور اُنھین کے محققین اور محدثین نے اسکو باطل اور غلط قرار دیا ہی پس تعجب ہی حضرت
مجتہد صاحب سے کہ نہ اُسکو دیکھا اور نہ اُسے نقل کیا اور خلاف اپنے پیشواؤن کے اسلام کا اطلاق کیا
افسوس ہی کہ اپنے تشیع مین بھی کامل نہین ہین اور اپنے اصول سے بھی اچھی طرح واقف نہین ہین اور
تالیف کرنے پر مستعد ہین اور ناحق اپنے اہل مذہب کو اپنی پوچ تقریر و نسے رسوا و فضیحت کرتے ہین و لنعم ما قیل

درکفر ہم کامل نہ ئ زنار را رسوا مکن

اب اُس قول کو سنیے جو علماء اعلام شیعہ نے اس باب مین لکھا ہی اور نہ وہ علما مثل ملا عبد اللہ کے
ہین جس سے حضرت مجتہد صاحب انکار کرین نہ وہ ایسے گمنام ہین کہ جنکے نام سے واقف نہ ہون
بلکہ اُس علامہ اور محقق کی سند پیش کرتا ہون جسکے علم و اجتہاد کا انکار گویا امامت کا انکار ہی اور اُس کے
تقدس کا اقرار گویا چھٹا اصول دین کا ہی وہ کون ہین جناب فضیلت مآب جامع معقول و منقول
حاوی فروع و اصول فاضل محقق خبیر مدقق جناب ملا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کہ وہ حدیث ارتداد صحابہ
کو کافی سے نقل کر کے فرماتے ہین کہ { بیان قولہ علیہ السلام الا من ارتدوا عن الاسلام ای عن ظاہرہ

لک علیہم الرحمۃ کے بھی معنی یہی جاننے جو علماء شیعہ نے بیان ہین ۱۲ ملک کی منہیں بیان کیے ہین ۱۲

والتکلم بالشہادتین الی قولہ ولیا فی ان الناس ارتدوا الا ثلثۃ لان المراد منہا ارتدوا وہم عن الدین افعا وہذا محمول علی بقائہم علی صورۃ الاسلام وظاہرہ وان کانوا فی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار وقص ہذا بمن لم یسمع النص علی امیر المومنین علیہ السلام ولم یبغضہ ولم یعادہ فان من فعل شیئا من ذلک فقد انکر قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکفر ظاہراً ایضا ولم یبق لہ شئی من احکام الاسلام ووجب قتلہ}

خلاصہ مطلب اسکا یہ ہی کہ جن اصحاب نے پیغمبر خدا سے نص خلافت علی مرتضی کو نہین سنا اور نہ انکے ساتھ دشمنی رکھی اُنپر تو احکام اسلام کے جاری ہین گو بسبب بیعت خلفا کے اکثر حقیقی احکام مین کفار کے حکم مین داخل ہین مگر جس نے نص نبوی کو سنا ہی اور یا حضرت علی سے دشمنی رکھی ہی وہ ظاہر مین کافر ہو گیا اور کوئی حکم احکام اسلام سے اُسکے حق مین باقی نہ رہا اور اُسکا مسلمان کہنا جائز نہین ہی اور اُسکا قتل کر دینا واجب ہی۔

اگر کسی کو یہ شک ہو کہ ملا باقر مجلسی نے ایسا فرمایا ہوتا تو کیونکر مجتہد صاحب پھر خلاف اُسکے خلفا پر اطلاق اسلام کا کرتے اسکا جواب یہ ہی کہ ہمارا کام اس روایت کی تصحیح کر دینا ہی اور تمہارا کام ہی اُسکا تصفیہ کرنا کہ مجتہد سچے ہین یا ملا باقر مجلسی حق پر ہین ہمنے جو کچھ لکھا ہی سو اُسکی تصدیق ہمسے سنو کہ اسی حدیث کو استقصاء الافحام منتہی الکلام کے جواب مین نقل کرکے فرماتے ہین کہ {اگر غرض از نقل این عبارت محض اثبات ایمعنی ست کہ صاحب بحار ثلثہ واتباع ایشان را کافر میداند پس البتہ ایمعنی بسر وچشم مقبول ست اصلا جای استنکاف وانکار نیست} اور بحار الانوار ترجمہ فارسی کی یہ عبارت ہی کہ {این حکم یعنی بقای ظاہر اسلام مخصوص کسی ست کہ از رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نص بر خلافت امیر علیہ السلام نہ شنیدہ وبغض وعداوت آن حضرت نداشتہ چہ مرتکب این امور منکر قول پیغمبرست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبحسب ظاہر ہم کافرست وہیچیک از احکام اسلام برای او ثابت نیست وقتلش واجب ست انتہی بلفظہ} غرضکہ اگر حضرات شیعہ انصاف کرین اور تعصب وعناد کو دخل ندین تو جناب قبلہ وکعبہ کے تقدس ودیانت پر افسوس کرین کہ حضرت نے سارے اقوال جو مفید اُس مقام کے تھے نقل کیے اور اُن سے یہ نتیجہ نکالا کہ {در دار دنیا احکام اسلام برایشان جاری می شود گو در دار آخرت مخلد بنار خواہد بود} اور اپنے امام اور علامہ کے قول کو نقل نہ کیا جس سے اسلام ظاہری سے اطلاق کرنا بھی خلفا پر نادرست ہی بلکہ کفر ہی عجب حال ہی حضرات شیعہ کا کہ کسی بات پر ثابت قدم نہین رہتے اور ایک کلمے پر قائم نہین رہتے کبھی کہتے ہین کہ اصحاب وخلفا مسلمان تھے ظاہر مین اُنپر احکام اسلام کے جاری تھے کبھی فرماتے ہین کہ وہ کافر مطلق تھے اور اُنکا قتل کرنا واجب تھا خدا اس قوم کو

اپنے عدل کا ذائقہ چکھاوے کہ جو کچھ خرابی دین محمدی کی انھون نے کر رکھی ہی اسکا بدلہ لے ایھا المومنین ذراذو الفقار کو اُٹھا کر دیکھو کہ ہمین اجرای احکام ظاہری اسلام کا خلفای ثلثہ رضی اللہ تعالی عنھم کی نسبت کس زور و شور سے دعوی کیا ہی اور پھر بحار الانوار او راستقصا کو دیکھو کہ اُنھون نے اپنا کفر کس صفائی سے ظاہر کیا ہی اور اپنے اس اختلاف کی خود داد دو فاعتبروا یا اولی الابصار وانظروا الی ہؤلاء الکبار انہم فی کل وادٍ یہیمون وفی کل تیہ یتیہون تلک آیات اللہ نتلوہا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون۔

جو کچھ ہمنے ابتک بیان کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ علمای شیعہ کفر و اسلام مین صحابہ کے مختلف ہین یعنی اُنپر اسلام کا اطلاق کرتے ہین اور اکثر ہین اور جو لوگ اسلام کا اطلاق کرتے ہین وہ بھی صرف بنظر ترحم حال شیعیان علی کے اور بیان مین کفر و اسلام کو برابر سمجھتے ہین اسلیے اب ہم اس سے بحث کرتے ہین کہ اُنپر کفر کا اطلاق کس وجہ سے ہی آیا اس وجہ سے کہ وہ توحید کے منکر تھے خدا کو ایک نہ جانتے تھے لات وعزی کی عبادت کرتے تھے مثل ابولہب اور ابوجہل وغیرہ کے بت پرست تھے یا نبوت کے منکر تھے پیغمبر صاحب کو سچا نبی نجانتے تھے بلکہ اور کافرون کیطرح اُنکی تکذیب ایمان مین کرتے تھے یا صرف امامت کے منکر تھے اور توحید و نبوت مین کامل تھے۔ پس ہم تینون صورتون سے علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہین۔

بعض علما شیعہ کے تینون امرون کا دعوی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ حقیقت مین اول ہی سے خلفاء ثلثہ ایمان نہین لائے اور خدا کی توحید اور پیغمبر صاحب کی نبوت کے سچے دل سے معتقد نہین ہوے چنانچہ یہ امر شیعون کے نزدیک مسلمات سے ہی اور اسپر سند لانیکی کچھ حاجت نہین ہی اور خود مجتہد صاحب ذوالفقار مین جابجا لفظ از اول امر از ایمان بہرہ نداشت کا تحریر فرماتے ہین۔

اسکے جواب مین جو کچھ ہمکو لکھنا تھا وہ اوپر بحث ایمان شیخین رضی اللہ تعالی عنہما مین لکھ چکے اب اُنھین تقریرون کو اعادہ نہین کرتے لیکن علاوہ اُن دلیلون کے اونکے ایمان کو اور دلائل سے ثابت کرتے ہین تاکہ معلوم ہو کہ جو دعوے نفاق کا بہ نسبت صحابہ کے حضرات شیعہ نے کیا ہی وہ باطل ہی۔

اثبات نہ منافق ہونے صحابہ کے بدلائل

دلیل اول

یہ تو ظاہر ہی کہ خلفاء ثلثہ اور صحابہ کبار ظاہر مین مسلمان تھے اور اقرار توحید و نبوت کا کرتے تھے پس ظاہری ایمان سے اُنکے تو انکار ہو ہی نہین سکتا باقی رہا یہ کہ دل مین منکر توحید اور نبوت کے تھے اور اسوجہ سے

وہ منافق تھے تو اسکا ثبوت دینا چاہیے ورنہ ہر خارجی و ناصبی جناب امیر علیہ السّلام کی نسبت وحاشا جنابہم من ذالک بھی کہہ سکتا ہی پس جس طرح پر تم اُن خارجیون کا جواب دوگے اور جس طرح سے ایمانکو جناب امیر کے ثابت کروگے وہی ہماری طرف سے حق مین صحابہ کے سمجھو۔

دلیل دوم

اگر صحابہ منافق ہوتے جیسا کہ جابجا مجتہد صاحب اور اُن کے بزرگون نے دعوی کیا ہی تو ضرور ہی کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا اُنسے بیزاری کرتے اور اُنکو اپنے مشورے اور صلاح مین شریک نہ کرتے اور جہاد اور لڑائیون مین اُنکو اپنے ساتھ نہ لیتے اور ہجرت مین اپنا شریک نہ کرتے اور خدا بھی اُنسے بیزاری کا حکم دیتا اور پیغمبر صاحب کو اُنکی صحبت سے منع کردیتا اور اُنکے اوپر جہاد کا امر کرتا اور اُنکو بدترین قت کی حالت پر پہونچاتا اس لیے کہ خدا نے منافقین کے حق مین ایسا ہی فرمایا ہی اور ایسا ہی کیا ہی اور افسوس ہی کہ جناب قبلہ وکعبہ نے ذوالفقار مین بعض اُن آیات کو خود ہی نقل کرکے ہماری طرف سے جواب دیا ہی چنانچہ جو آیتین شاہصاحب نے تحفہ مین فضائل صحابہ مین لکھی ہین اُنکے معارضے مین وہ آیتین جو کہ منافقین کی شان مین ہین جناب قبلہ وکعبہ نے پیش کین اور یہ نہ خیال کیا کہ انھین آیتون سے اُنکا دعوی غلط ہوتا ہی اور خدا اُنکو اپنے کلام سے جھوٹھا کرتا ہی چنانچہ من جملہ اُن آیتون کے ایک آیت یہ ہی کہ ﴿مِنْ اَہْلِ الْمَدِیْنَۃِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُہُمْ نَحْنُ نَعْلَمُہُمْ سَنُعَذِّبُہُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ﴾ کہ بعضے اہل مدینہ سے منافق ہین جنکو تو نہین جانتا مگر ہم جانتے ہین قریب ہی کہ ہم دو مرتبہ اُنکو عذاب دین اور پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پھیرے جاوین۔

اب خدا کے لیے اس آیت مین لفظ من اہل المدینۃ کا خیال کرو اور سوچو کہ مضمون اس آیت کا خلفاء ثلثہ پر جو کہ مکے کے رہنے والے تھے کیونکر صادق ہوگا علاوہ برین خدا اس آیت مین خبر دیتا ہی کہ وہ دو مرتبہ عذاب دیے جاوینگے اور ظاہر ہی کہ اس سے مراد عذاب دنیاوی ہی تو سوے اُن منافقین کے جنکا حال کھلگیا اور جو مارے گئے اور ذلیل ہوے اس آیت کا مضمون صحابۂ کبار پر کیونکر صادق ہوگا ماورے اسکے اس آیت مین خدا فرماتا ہی کہ لا تعلمہم نحن نعلمہم کہ تو اُنکو نہین جانتا بلکہ ہم جانتے ہین حالانکہ موافق اصول اور روایات شیعہ کے پیغمبر خدا کو خلفاء ثلثہ کے نفاق کا حال معلوم تھا جیسا کہ ہم اوپر حدیث سے بروایت زاد المعاد نقل کرآئے ہین اور جس سے ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا نے اُنکے نفاق کا حال حذیفہ صحابی سے بھی کہدیا تھا۔

ایک دوسری آیت مجتہد صاحب معارضے مین فضائل صحابہ کے اپنی ذوالفقار مین لکھتے ہین کہ

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اس آیت کی ہم اوپر تشریح کر چکے ہین مگر اب اور زیادہ تصریح کے ساتھ بیان کرتے ہین - یہ آیۃ درحقیقت فضیلت مین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی ہی اسلیے کہ جب بعد فتح ہونے بدر کی لڑائی کے بیشتر کافر قید ہوے تو پیغمبر خدا نے مشورہ کیا کہ ان قیدیون کی نسبت کیا کیا جاوے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اور سعد بن معاذ انصاری نے فرمایا کہ قتل کیے جاوین اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ فدیہ لیا جاوے چنانچہ حضرت نے فدیہ لیا اُسپر یہ آیۃ نازل ہوئی کہ اسکی تصدیق خود مفسرین شیعہ کرتے ہین -

پہلا ثبوت - علامہ طوسی اپنی تفسیر مجمع البیان مین فرماتے ہین کہ { قال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ کذبوک و اخرجوک فقدمهم و اضرب اعناقهم و مکن علیاً من عقیل فیضرب عنقه و مکنی من فلان اضرب عنقه فان هؤلاء ائمة الکفر و قال ابوبکر اهلک و قومک خذ منهم فدیة یکون لنا قوة علی الکفار قال ابن زید فقال رسول الله لو نزل عذاب من السماء ما نجا منکم غیر عمر بن الخطاب و سعد بن معاذ } ترجمہ یعنی حضرت عمرؓ نے پیغمبر خدا سے کہا کہ یا رسول اللہ ان کافرون نے آپ کو جھٹلایا اور آپکو مکے سے نکالا ان کی گردنین مارنا چاہئین عقیل کو علی کے سپرد کرکہ وہ اُسے مارے اور فلان شخص کو مجھے سپرد کرکہ مین اُسے قتل کرون کیونکہ یہ سب کفر کے پیشوا ہین اور ابوبکر نے کہا کہ یہ سب تیری ہی قوم کے آدمی ہین انسے فدیہ لیکر انکو چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ وہ چھوڑ دیے گئے ابن زید کہتا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوای عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا -

دوسرا ثبوت - کاشانی تفسیر خلاصة المنہج مین لکھتا ہی کہ { روز بدر هفتاد تن اسیر شدند حضرت درباب ایشان با اصحاب مشورہ کرد ابوبکر کہ از مہاجرین بود گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکابر اصاغر این قوم اقارب و عشائر تو اند اگر هر یک بقدر طاقت و استطاعت فدائی بدهد باشد کہ روزے بدولت اسلام سد الخ } ای مومنین تمکو دل سے اپنے مجتہد صاحب کے تبحر اور فضیلت کی داد دینی چاہیے کہ معارضے مین فضائل صحابہ کی وہ آیت پیش کی جس سے اور بھی فضیلت خلیفۂ ثانی کی ثابت ہوگئی سچ ہی الحق یعلو ولا یعلی شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواهد	خمیرمایۂ دوکان شیشہ گر سنگ ست

اس آیت کے معارضہ مین پیش کرنے سے ہم بھی دل وجان سے شکر اُسکا ادا کرتے ہین اور اُنکے تقدس اور فضیلت کی داد دیتے ہین لیکن اگر کسی اُنکے مقلد کو صرف ایک تفسیر مجمع البیان کی روایت پر سیری نہ ہووے اور وہ اُسکی تائید مین دوسری روایت کا طالب ہو تو بسم اللہ ہم دوسری سند اسی قول کی تائید مین ایک بڑے عالم فاضل شیعی کی پیش کرتے ہین -

تیسرا ثبوت - ابن جمہور صاحب غوالی اللآلی جو اکابر امامیہ مین بہ علم و فضل مشہور ہی روایت کرتا ہی کہ { ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر و فیہم العباس وعقیل بن عمہ فاستشار ابا بکر فیہم فقال قومک و اہلک استبقہم لعل اللہ یتوب علیہم وخذ الفدیۃ تقوی بہا اصحابک فقال عمر نبذوک و اخرجوک فقدمہم و اضرب اعناقہم فانہم ائمۃ الکفر ولا تاخذہم الفداء مکنی علیا من عقیل وحمزۃ من العباس ومکنی من فلان وفلان فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ لیلین قلوب رجال حتی تکون الین من اللبن ویقسی قلوب رجال حتی تکون اشد من الحجارۃ فمثلک یا ابا بکر مثل ابراہیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور الرحیم و مثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ثم قال ان شئتم قتلتم وان شئتم فادیتم ویستشہد منکم بعدتہم فقالوا بل ناخذ الفداء ما استشہد بعدتہم فاخذ کما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم } اس علامہ کی تحریر کا جو بلفظ نقل کیگئی اصل مطلب تو وہی ہی جو اوپر مجمع البیان سے منقول ہوا مگر اس عالم نے اتنا اور زیادہ کر دیا ہی کہ پیغمبر خدا نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی باتون کو سنکر کہا کہ کیا خدا کی شان ہی کہ بعضون کے دلون کو تو مثل شیر کے نرم کر دیتا ہی اور بعضون کے دلون کو مثل پتھر کے سخت کر دیتا ہی اور یہ کہکر حضرت نے فرمایا کہ ای ابوبکر تیری مثال ابراہیم کی سی ہی کہ اُنھون نے خدا سے کہا کہ جو میری اطاعت کرتا ہی وہ مجھ سے ہی اور جو نافرمانی کرتا ہی سو تو بخشنے والا مہربان ہی اور اے عمر مثال تیری نوح کی سی ہی کہ اُنھون نے خدا سے کہا کہ ای پروردگار زمین مین کسی کافر کو نہ چھوڑ۔

پس ای حضرات مومنین جنکو تمہارے مجتہدین منافق کہتے ہین وہ ایسے منافق تھے کہ اپنے باپ بھائیونکو خدا کے پیچھے قتل کرنے پر مستعد تھے اور قتل کرتے تھے اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا اُنکی تمثیل پیغمبرون سے دیتے تھے۔ شان ہی خدا کی کہ ایسے لوگون کو منافق کہتے ہین منافق کچھ بھی شرم و حیا کا خیال نکرین اور جنھون نے کفر و نفاق کی جڑ عرب سے کھو دی انھین کو کافر اور منافق کہین۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاہِہِمْ اِنْ یَقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا اگر اس روایت پر بھی سیری نہووے اور فارسی خوان شیعی کسی فارسی تفسیر سے اس روایت کی تصدیق چاہین تو بفضلہ تعالی وہ بھی حاضر ہی۔

چوتھا ثبوت - کنز العرفان سے شیعون کے علامہ رازی نے اپنی تفسیر مین اس مضمون کو ان لفظون سے نقل کیا ہی کہ { روایت ست کہ در روز بدر ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند از انجملہ عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در باب ایشان با صحاب مشورہ فرمود ابوبکر گفت کہ اکابر و اصاغر این قوم اقارب و عشائر تو اند اگر ہر یک بقدر طاقت و استطاعت فدائی بدہند باشد کہ دنیہ ہدایت برسند و حالا مدد و مدد مسلمانان زیادہ شود عمر گفت یا رسول اللہ ایشان ترا تکذیب کردند و ترا بیرون کردند

ایها ائمۂ کفر اند ہمہ را بفرمای تا گردن زنند و یگیر از ایشان فدیہ را عقیل را بہ علی سپار و عباس را بحمزه
و فلان را بمن تا گردن زنیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ حق سبحانہ تعالی دلہای مردم را
آگاہ ست کہ نرم میسازد بمرتبہ کہ نرم تر از شیر ست و دیگر دلہا می باشد کہ سخت تر از سنگ ست مثل تو
ای ابابکر ہمان مثل ابراہیم ست علیہ السلام کہ گفت فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ و مثل تو ای عمر ہمچو مثل نوح ست وقتیکہ گفت رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ
دَيَّارًا } غرضکہ ای حضرات امامیہ ذرا غفلت کی آنکھ کھولو اور اپنے قبلہ و کعبہ کے حال پر رحم کرو
کہ جو کچھ اُنھون نے لکھا تھا اُس سے اُلٹی فضیلت صحابہ کی ثابت ہوئی اور ساری محنت اُنکی
خاک مین مل گئی۔ اصل یہ ہی کہ ذوالفقار کی تالیف کی نسبت خود حضرت لکھ چکے ہین کہ دس بیس
روز کے عرصے مین تالیف کی تھی اور عجلت بہت فرمائی تھی اسی سے یہ خرابی ہوئی اگر سوچ سمجھکر
لکھتے اور غور و تامل کو دخل دیتے تو ایسی غلطی کبھی نفرماتے اور فضیلت کی آیت کو معارضے مین پیش
نکرتے خیر اب تو جو کچھ ہوا سو ہوا اب بجز اسکے کہ حضرات شیعہ افسوس کرین اور دل مین شرمائین
کیا ہوتا ہی۔ آپی حضرات اسی سے ہمنے اوپر کہا ہی اور پھر کہتے ہین کہ زرارہ اور ہشام کے اقوال ہی کی
سند لایا کرو للہ خدا کے واسطے قرآن مجید کیطرف توجہ نہ کرو اور اُسکی آیتون سے سند نہ لاؤ اس لیے
کہ تمکو اُسکے مطلب سے واقفیت نہین ہی اور اُسکے شان نزول سے آگاہ نہین ہو اور اُسکو قرآن
محرف اور بیاض عثمانی جانتے ہو اگر ہمیشہ دیکھا کرو اور اُسکے نظم پر غور کرتے رہو تو ایسا دھوکا نہ کھاؤ اور
ایسے ہی مغالطے ہونگے اور جس امر کے اثبات مین کوئی آیت لاؤ گے اُسی سے تردید اُسکی ہوگی اس
قرآن دانی پر شاہ صاحب مؤلف تحفہ کے جواب لکھنے کا قصد کیا بلکہ اُنکی طرف مقابل بننے پر اظہار عار و
ننگ فرمایا اور اُستاد کا یہ شعر جسکو صوارم مین خود حضرت نے لکھا ہی بھول گئے کہ شعر

مشو بہم پنجہ با من اگرچہ سحر سامری داری	زبانم در سخن گفتن ید بیضا ست میگویم

مین اس بحث کو ابھی ختم نہین کرتا اور ایک اور شبہے کو جو اکثر حضرات شیعہ کیا کرتے ہین بیان کرتا ہون
کہ بعضے حضرات کہا کرتے ہین کہ پیغمبر خدا کی نسبت جو ناصبی یہ تہمت کرتے ہین کہ وہ شیخین یا اور صحابہ سے
مشورہ لیا کرتے تھے وہ اُنکی تہمت ہی یہ امر کیونکر ممکن ہی کہ پیغمبر خدا صاحب الوحی والالہام کسی سے مشورہ
کرین اور اس ابلہ فریبی کی تقریر کو سنکر جہلا گھبرا جاتے ہین اور کہنے لگتے ہین کہ سچ تو ہی کہ رسول مقبول
جسپر ہر معاملہ کیلیے وحی خدا بھیجے اور جس سے سب باتین جبریل کہہ جاوین اور جسکی شان
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ہو وہ ابوبکر یا عمر وغیرہ سے صلاح لین بیشک یہ

بات عقل کے خلاف اور قیاس سے باہر ہی اور ایسی تقریرون سے قرطاس وغیرہ کے مطاعن کو
خوب رونق دیتے ہین اس لیے مین اُن حضرات سے کہتا ہون کہ وہ اس آیت پر غور کرین جسکو مجتہد صاحب
نے صحابہ کی برائی ظاہر کرنیکے لیے تحریر فرمایا ہی اور پھر اُنکی تفسیرون کو دیکھو اور پھر دیکھو کہ اُس سے
مشورہ کرنا صحابہ سے ثابت ہوتا ہی یا نہین اور اُن مشورہ دینے والون مین سب سے اول ابوبکر صدیق
کا اور عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کا نام ہی یا نہین دیکھو اور پھر دیکھو اور خوب غور سے دیکھو کہ مشورہ
کرنا رسول کا اُنسے اور صلاح دینا اُنکا حضرت کو تھارے مفسرین کے قول سے ثابت ہوتا ہی
یا کچھ اسمین فرق ہی۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا
وَهُوَ حَسِيرٌ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ شیعون کو ایسے لوگون کی نسبت منافق کا لفظ کہتے ہوے کچھ خدا
کا خوف رسول کا لحاظ بھی ہوتا ہی یا نہین اور قیامت کے مواخذے سے بھی ڈرتے ہین یا نہین جناب
مجتہد صاحب نے ایسے صحابہ کبار کے منافق لکھنے مین یہ بھی خیال نہ کیا کہ آخر ایک روز انتقال کرنا ہی اور
خدا کو جواب دینا ہی جو کچھ ہم کتاب مین لکھتے ہین اسکا خدا کو کیا جواب دینگے رسول کو کیا منہ دکھاینگے
جو ہم اُن کے حوارین اور اصحاب کو جن سے وہ مشورہ لیتے تھے جنکو اپنا مصاحب بنائے ہوے تھے
منافق کہتے ہین اگر یہ ڈر ہوتا اور اسپر یقین رکھتے ہوتے کہ قیامت کے دن جب ہاتھ مین نامۂ اعمال دیے
جائین گے اور ذوالفقار کی کفریات پر ملائکہ عذاب اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔
خدا کی طرف سے کہین گے اُسوقت کیا حال ہوگا نہ اُنکے مقلدین بچا سکین گے نہ اُنکا اجتہاد کام آئیگا
توبہ توبہ جان بوجھکر یہ لوگ کفریات بکتے ہین اور مراتب صحابہ پر یقین رکھ کر اسی سے انکار کرتے
ہین اور اپنے آپ کو مسلمان کہکر وہ لغویات منہ سے نکالتے ہین کہ جنکو سنکر کفار بھی الامان الامان پکارتے
ہین حقیقت مین نہ یہ مبالغہ ہی نہ تعصب ہی امر حق کا اظہار ہی کہ جس طرح پر دین محمدی کو اس فرقے
نے اور خوارج نے خراب کیا ہی وہ کسی دوسرے نے نہین کیا وہ باتین دین مین داخل کی ہین کہ جنکو
خدا کسی مسلمان کے کان تک نہ پہونچائے اُنکے کفریات اور ہزلیات اور لغویات پر شیطان بھی
حیران ہوگا اور وہ بھی ع مسلمان نشنود و کافر مبیناد ٭ اُن کی شان مین کہتا ہوگا اگر کوئی حضرات
شیعہ نہایت ہی غور کو دخل دین اور اس آیت کو قرآن مجید کی مکرر سہ کرر عینک لگا کر پڑھین او
دو چار مجتہد جی اُنکے مل کر یہ فرماوین کہ خاص آیت مین تو ذکر مشورہ کرنیکا نہین ہی اسلیے ہم اُسے
نہین مانتے اور جو تفسیرین تمنے بیان کین اُنکو بھی ہم قبول نہین کرتے اگر مشورہ لینے کا حکم خدا کا
ہوتا تو اس آیت مین اُسکا ذکر ہوتا۔ جواب اس کا یہ ہی کہ قرآن کو ذرا اول سے آخر تک پڑھو اور

دیکھو کہ خدا نے مشورہ کرنیکا ارشاد کیا ہی یا نہین چنانچہ اب ہم اُسی آیت کو بیان کرتے ہین ؛

دلیل سوم

اللہ جل شانہ فرماتا ہی فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ترجمہ کہ بہ نسبت رحمت خدا کے تو اُنپر نرم ہوگیا ہی اگر تو سخت ہوتا تو وہ تیرے پاس سے بھاگ جاتے پس عفو کر اُن سے اور استغفار کر اُنکے لیے اور مشورہ کر اُنسے اور جب کسی کام کرنے پر مستعد ہوجا تو خدا پر بھروسہ کر کہ خدا بھروسہ کرنیوالون کو دوست رکھتا ہی خیال کرنے کی بات ہی کہ جناب احدیت کسقدر عنایت سے پیغمبر خدا کو صحابہ پر رحم کرنے کا اور اُن کے زلات اور قصورات کو معاف کرنیکا اور اُنسے مشورہ لینے کا حکم کرتا ہی اور اس سے کیسی کچھ خدا کی مہربانی صحابہ کی نسبت ظاہر ہوتی ہی پس اس سے زیادہ اصحاب رسول کی فضیلت کیلیے کونسی دلیل و برہان چاہیے اور آیات خدا سے بڑھکر کسکی شہادت ہم پیش کرین اب ہم اس آیت کی تفسیر کو جو علمائے شیعہ نے کی ہی بیان کرتے ہین۔ علامۂ طوسی مجمع البیان مین فرماتے ہین کہ { فاعف عنہم ما بینک و بینہم واستغفر لہم ما بینہم وبینی وقیل معناہ فاعف عنہم فرارہم باحد واستغفر لہم من ذلک الذنب وشاورہم فی الامر ای استخراج رائہم واعلم ما عندہم واختلفوا فی فائدۃ مشاورتہ ایاہم مع استغنائہ بالوحی عن تعرف صواب الرای من العباد علی اقوال احدہا ان ذلک علی وجہ التطییب لنفوسہم والتالف لہم والرفع من اقدارہم لتبیین انہم ممن یوثق باقوالہم ویرجع الی آرائہم عن قتادۃ والربیع وابن اسحاق وثانیہا ان ذلک لتقتدی بہ امتہ فی المشاورۃ ولم یروہا نقیصۃ کما مدحوا بان امرہم شوری بینہم عن سفیان بن عیینۃ وثالثہا ان ذلک لامرین لاجلال اصحابہ ولیقتدی امتہ فی ذلک عن الحسن والضحاک ورابعہا ان ذلک لیمتحنہم بالمشاورۃ لیتمیز الناصح من الناس وخامسہا ان ذلک فی امور الدنیا ومکائد الحرب ولقاء العدو وفی مثل ذلک یجوز ان یستعین بآرائہم عن ابی علی الجبائی انتہی بلفظہ۔ } یعنی خدا کے اس کہنے کا کہ معاف کر اُنسے یہ مطلب ہی کہ جو کچھ اور اُنکے بیچ مین ہی اور اگر اسمین وہ چوک جاوین یا کچھ تیرا قصور کرین تو تو معاف کر اور استغفار کر اُنکے لیے اسکا مطلب یہ ہی کہ جو معاملہ ہمارے اور اُنکے بیچ مین ہی اور اسمین وہ چوک جائین یا گناہ کرین تو تو انکی معافی کیلیے ہمسے استغفار کر اور مشورہ کر اُنسے اسکا یہ مطلب ہی کہ اُنکی رای لے اور دیکھ کہ وہ کیا کہتے ہین۔ اور پھر یہ فقیر بیان کرتا ہی کہ مشورہ لینے کے فائدہ مین اختلاف ہی کہ باوجود مستغنی ہونے پیغمبر خدا کے بوجہ وحی کے دریافت رائے صواب سے کسی بندے سے مشورہ لینے کا کیون حکم ہوا اور اسمین لوگون نے بہت سے قول کہے ہین۔

اول قول یہ کہ یہ حکم اس لیے ہی تا کہ اصحاب رسول کے دل خوش ہون اور اُنکو محبت اور الفت پیدا

له پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۷ ... اللہ کی مہر ... تو نرم دل ملا ان کو ... اور اگر ہوتا سخت گو اور سخت دل تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور مشورت لے ان سے کام مین ۱۲ موضح

ہووے اور اُنکا مرتبہ بلند ہوا اور قدر اُنکی ہو کہ یہ بھی اُن لوگون مین سے ہین جنکے قول پر اعتماد کیا جاتا ہی اور جن سے رائے لی جاتی ہی یہ قول ہی قتادہ اور ربیع اور ابن اسحاق کا۔

دوسرا قول یہ ہی کہ تاکہ اُمت نبوی اسکی اقتدا کرین اور اُسکو عیب نہ سمجھین جیساکہ صحابۂ رسول کی تعریف مین کہا جاتا ہی کہ وہ جو کام کرتے تھے سو صلاح و مشورے سے کرتے تھے یہ قول ہی سفیان بن عینیہ کا۔

تیسرا قول یہ ہی کہ اس سے دو فائدے منظور تھے ایک صحابہ کی عزت دوسرے امت کی اقتدا اس باب مین یہ قول ہی حسن اور ضحاک کا۔

چوتھا قول یہ ہی کہ امتحان ہو جاوے کہ دوست کون ہی اور دشمن کون۔

پانچوان قول یہ ہی کہ یہ مشورہ لینے کا حکم امور دنیا مین اور لڑائی کی باتون مین ہی اور ایسی باتون مین اُن سے صلاح لینا جائز ہی۔ یہ قول ہی ابی علی جبائی کا فقط اس تفسیر سے چند فائدے حاصل ہوے۔

اول یہ کہ خدا اپنے پیغمبر سے فرماتا ہی کہ اگر یہ لوگ بمقتضائے بشریت تیرا قصور کرین تو تو خود اُسے معاف کر دے اور اگر میرا گناہ انسے ہو جاوے تو اُنکے لیے مجھ سے استغفار کر سبحان اللہ کیا مہربانی ہی خدا کی حال پر صحابہ کے کہ اُنکی خطاؤن کو عفو کیلیے اپنے پیغمبر سے اُنکی سفارش کرتا ہی اور اُنکے گناہون کے خود معاف کرنیکے لیے اپنے پیغمبر کو اُنکے واسطے شفاعت کا حکم دیتا ہی افسوس ہی شیعون کے حال پر کہ وہ ایسے ہی لوگون کو کافر اور منافق کہتے ہین۔

دوسرے یہ کہ جنگ احد کے فرار کا عفو اس سے ثابت ہوتا ہی جسپر بہت کچھ زبان درازی حضرات شیعہ کرتے ہین

تیسرے یہ ثابت ہوا کہ صرف اُنکے اظہار قدر و منزلت کیلیے خدا نے یہ حکم پیغمبر جناب صاحب کو دیا کہ اُنسے مشورہ کیا کر۔

اس تفسیر کی نسبت اگر بعضے حضرات یہ فرمائین کہ قتادہ وغیرہ اہل سنت تھے جس سے صاحب مجمع البیان نے ان اقوال کو نقل کیا ہی جواب اُسکے ہم کہینگے کہ جو کچھ اقوال مختلفہ کے نقل کرنے سے پہلے مفسر موصوف نے کہا ہی وہ تو کسی سے نقل نہین کیا اور جن اقوال کو اُس نے نقل کیا ہی وہ فوائد اور وجوہ مین مشورہ لینے کے ہین اگر تم کسی قول کو منجملہ اُن اقوال کے نہ مانو تو ذرا بیان فرماؤ کہ خود صاحب مجمع البیان کا کیا قول ہی اور پھر شاورہم فی الامر کے کیا معنی ہین اور اس حکم دینے کے کیا فائدے ہین۔

دلیل چہارم

یہ سب مسلمان جانتے ہین کہ سب سے پہلے لڑائی بدر کی ہی اور جو لوگ اس مین پیغمبر خدا کے ساتھ تھے اُنکا بڑا مرتبہ ہی اس لیے کہ اللہ جل شانہ نے فرشتون کو مدد کیلیے بھیجا اور آیات قرآنی نازل کرکے

اپنے احسان کو ظاہر کیا اسیواسطے تمام اصحاب نبوی مین وہی لوگ بڑے رتبے کے شمار ہوتے تھے جو کہ اس لڑائی مین شریک تھے آب ہمکو دیکھنا چاہیے کہ وہ اصحاب جنکو حضرات شیعہ کافر اور منافق کہتے ہین وہ اس لڑائی مین کس طرف تھے پیغمبر صاحب کی طرف یا کفار کیطرف اگر کوئی شیعہ یہ ثابت کردے کہ خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم اُسوقت پیغمبر صاحب کیطرف نہ تھے اور وہ اس لڑائی مین شریک نہ تھے تو ہم اُنکے دعوے کو تسلیم کرتے ہین اور اگر ہم ثابت کردین کہ وہ عین معرکہ مین موجود تھے بلکہ خاص پیغمبر صاحب کی خدمت مین حاضر تھے تو حضرات شیعہ کو چاہیے کہ وہ تشیع سے فارغخطی لکھدین اسلیے مین لڑائی کے شروع ہونے اور عین لڑائی کے وقت کا حال حملہ حیدری سے نقل کرتا ہون کہ ایسا متعصب کیا لکھتا ہی لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے کا حال مؤلف موصوف اسطرح لکھتا ہی کہ جب پیغمبر خدا نے سنا کہ مشرکین قریش واسطے لڑائی کے آتے ہین تب اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو اُسوقت سب سے اول حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر نے جواب دیا اور جہاد پر آمادہ ہونے پر اپنی رغبت ظاہر کی چنانچہ اشعار اُسکے یہ ہین اشعار

پس ازاین خبر سید المرسلین
یکی انجمن ساخت با اہلِ دین
بفرمود آنگہ باصحابِ خویش
کہ ای حق پرستان پاکیزہ کیش
بدانید کز کعبہ اہل جفا
کمر بستہ بر کین و پرخاشِ ما
رسیدند نزدیک آمد خبر
بیایند خود ہم بروزِ دگر
شمارا کنون چیست تدبیر کار
کہ دشمن رسید از پیِ کارزار
بیا شیخ ابوبکر از جاے خاست
وزان پس عمر نیز قد کرد راست
بگفتند یا سید المرسلین
قدم پیش بگذار و مارا بہ بین
کہ با دشمن دین چہا میکنیم
چہ سان در رہت جان فدا میکنیم
وزان پس ز جا خاست مقداد نیز
بگفتا ای حبیب خدا ای عزیز
بود تا بتن جان و در کف توان
بیاریم شمشیر بر دشمنان
ازان گشتہ خوش دل رسول خدا
بفرمود در حق ایشان دعا
چنین خواست پس بہترین بشر
کہ از راز انصار یابد خبر
دگر بار فرمود کای دوستان
چہ گوئید اندر حق دشمنان
ز جا خاست این بار سعد معاذ
چنین گفت از روی صدق و نیاز
کہ با جان و دل با ہمین عہد دست
بدست تو روزیکہ دادیم ہست
سر و مال و فرزند و خویش و تبار
ہمان روز کردیم بر تو نثار
پیمبر برایشان نمود آفرین
بران صدق و ایمان انصار دین

پس ای حضرات امامیہ ذرا منافقین کے ایمان اور جان نثاری کو خیال کرو اور اُنکے صدق اور اخلاص کو دیکھو سمجھو تو کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ایسے منافق تھے کہ سب سے پہلے جان بازی پر مستعد ہوے اور اول سب سے پیغمبر خدا کے ساتھ ہوے اور اپنے

اخلاص کو اپنے اعمالون سے سب پر ظاہر کر دیا اور خطاب افضل المہاجرین کا خدا کے حضور سے پایا ای حضرات پیغمبر خدا کو مدینے کے منافقین نے جو بعد شوکت اسلام کے ظاہر مین کلمہ گو ہو گئے تھے ایسے ہی اخلاص کے جواب دیے ہین اور وقت پر اسی طرح کا ساتھ دیا ہی اور رسول مقبول نے اُن منافقون کے حق مین اسی طرح دعا اور آفرین کی ہی۔

مجتہد صاحب قبلہ اپنی ذوالفقار[۱] مین منجملہ اور آیات کے جو اثبات فضائل صحابہ کے معارضے مین پیش کی ہین ایک یہ آیت لکھتے ہین[۲] اِذَا اُنزِلَتْ سُورَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ وَّذُکِرَ فِیھَا الْقِتَالُ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ کہ جب کوئی سورت جہاد کی نازل ہوتی ہی تو جنکے دل مین بیماری ہی وہ تجھے ای پیغمبر بری نگاہ سے دیکھتے ہین اور اس آیت کو گویا وہ حق مین خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کے صادق سمجھتے ہین آیہ[۳] اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ کی نسبت فرماتے ہین کہ {[۴]پس شک نیست درین کہ از صحابہ کسانیکہ ایمان داشتند و ہجرت و جہاد بہ نیت صحیح کردند دلالت بر فضیلت آنہا دارد ولیکن چون ایمان غاصبین حق ولایت و ہجرت اینہا بہ نیت درست بہ ثبوت نہ رسیدہ استدلال بدین آیات بر فضیلت ایشان وجہی ندادلا سیما نظر باینکہ او سبحانہ تعالی مقارن این ہر دو صفت صفت جہاد را نیز مذکور نمودہ و کیفیت جہاد ایشان در جنگ اُحد و خیبر و حنین وغیرہا اظہر من الشمس ست پس ایشان را ازین آیہ بہرہ نخواہد بود بلکہ ایشان از مصداق قول او سبحانہ تعالی و من یولہم یومئذ دبرہ الخ حظ وافر دارند} پس کوئی شخص حملۂ حیدری کے ان اشعار کو حضرت کی قبر پر پڑھ دے کہ شاید اُن کی روح کو خبر ہو جاوے کہ اُنکی ساری تقریر و تحریر اُنھین کے ایک شاعر کے قول سے رد و باطل ہو گئی بعد وفات بڑے قبلہ و کعبہ کے جب اُنکے ولیعہد اور صاحبزادے یعنی دوسرے قبلہ و کعبہ مولوی سید محمد صاحب نے حملۂ حیدری کی اصلاح کی تھی اور اُسکو تصحیح کر کے نظر ثانی فرمائی تھی تب امید تھی کہ شاید وہ ان اشعار کو دیکھکر متنبہ ہونگے اور اپنے والد ماجد کی تحریر پر خط نسخ کھینچدینگے مگر افسوس ہی کہ اُنھون نے بھی دیانت کی آنکھ بند کر لی اور ذوالفقار[۵] کے اوپر ان اشعار کا حاشیہ نہ لکھدیا تاکہ لوگون کو معلوم ہو جاتا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہم اُس جہاد مین جو کہ سب سے اول ہوا کس فریق مین تھے منافقین کے یا مخلصین کے اور اُنھون نے رسول مقبول کیخدمت مین سب سے اول لڑائی پر آمادگی ظاہر کی تھی یا اور کسی نے۔ اور لڑائی کے وقت پیغمبر صاحب کی خدمت مین حاضر تھے یا نہین۔

باقی رہا حال لڑائی اُحد اور خیبر وغیرہ کا کہ بار بار مجتہد صاحب کے قلم سے احد اور فدک اور قرطاس

[۱] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۱ صفحہ ۶۲ سطر ۱۴ — ۲۱ منہ

[۲] پارہ ۲۶ سورہ محمد رکوع ۳ ترجمہ جب اُتری ایک سورت جانچی ہوئی اور ذکر ہوا اُسمین لڑائی کا تو تو دیکھے جنکے دل مین روگ ہی تکتے ہین تیری طرف جیسے تکتا ہی کوئی بیہوشی پڑا مرنے کے وقت ۱۲ موضح

[۳] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۳ ترجمہ جو لوگ یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ مین اپنے مال اور جان سے اُنکو بڑا درجہ ہی اللہ کے پاس ۱۲ موضح

[۴] عبارت

[۵] ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۱ صفحہ ۶۳ سطر ۱۹ و ۲۰ فقط ۱۲ منہ

کا لفظ نکلتا ہی اور ہر ورق اور ہر صفحہ مین موقع اور بےموقع اسی کا نام آتا ہی سو حضرات امامیہ ذرا صبر کرین دوسرا حصہ مطاعن صحابہ کے جواب کا چھپنے دین تب اسکی بھی حقیقت کھل جائیگی اور جو کچھ حضرت نے لکھا ہی اُسکا حال سبکو معلوم ہو جائیگا مگر بالفعل ایک آیت کو لکھکر اُسکا جواب دیتا ہون کہ جنگ اُحد مین جو صحابہ سے لغزش ہو گئی اُسکو خدا قرآن مجید مین بیان فرماتا ہی کہ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝ پس اوسکو خدا نے خود صاف کر دیا بعد اُسکے عفو کے اُسکا ذکر کرنا گویا خدا کی تکذیب کرنا ہی کہ اسکو بھی مجتہد صاحب نے ظاہر کر دیا اور خدا کو جھٹلا دیا و نعوذ باللہ منہ چنانچہ اسے ذو الفقار مین فرماتے ہین کہ { فرار صحابہ در روز اُحد متیقن و عفو ایشان بحیثیتی کہ مطلق باوای ایشان در جہنم نباشد مشکوک و الیقین لایزول الا بمقین مثلہ } اب ذرا غور سے حضرت کے الفاظ کو جو ہمنے اوپر مختصراً نقل کیے دیکھنا چاہیے کہ خدا جلشانہ تو صاف فرماتا ہی کہ لقد عفا اللہ عنہم۔ کہ جو مین نے اُنکو معاف کر دیا اور حضرت فرماتے ہین کہ عفو یقینی نہین ہی۔ اب جو شخص خدا کے قول کو بھی جھٹلاوے اور اللہ جل شانہ کے کلام مین بھی شک کرے اور اُسکو یقینی نہ سمجھے کون ہی کہ پھر اُسکو با ایمان کہیگا اور ایسے منکر آیات قرآنی کو کون ہی جو دشمن خدا و رسول نہ سمجھے گا عجب حال ہی ان حضرات کا کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے ایسے جاہل اور خدا ناشناس ہو گئے ہین کہ ایسی صریح اور صاف آیات الٰہی مین بھی شک کرتے ہین۔ خیر اسوقت تو اس بحث کا موقع نہین ہی مطاعن کے باب مین ہم اس اعتراض کو تفصیل کے ساتھ بیان کر کے حضرات شیعہ کی خدمت مین پیش کرینگے انشاء اللہ تعالی۔

اب مین پھر جنگ بدر کا حال لکھتا ہون غرضکہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے جو حال مہاجرین و انصار کا تھا وہ تو ظاہر ہو گیا اب مین عین لڑائی کیوقت کا حال اُسی کتاب سے نقل کرتا ہون ای مومنو مؤلف موصوف لکھتا ہی کہ جب لڑائی کی صفین آراستہ ہو گئین اور لڑائی قریب تھی کہ شروع ہوے تب پیغمبر خدا نے بحضور کبریا دعا کی اور جو کچھ حضرت نے دعا مین فرمایا اُسکا حال ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہی

اشعار حملۂ حیدری کے حال مین جنگ بدر کے

پس آورد روسوی یزدان پاک
فرستندۂ انبیا بر عباد
کشیدیم بر ایشان بحکم تو تیغ
کہ کردند حکم ترا انقیاد

بنالید و مالید رو را بہ خاک
تو دانی کہ من رہنماے قریش
مکن نصرت خویش از من دریغ
بحکم تو بستند ہر کس میان

بگفت ای نمایندۂ عدل و داد
بہ حکم تو بودم نہ برای خویش
الٰہی گر این چند تن از عباد
نہ دیدند بیش و کم دشمنان

بمانند از فتح کوتاه دست	ابا چند از دست دشمن شکست	بروی زمین تا قیامت دگر
نگردد پرستنده ای دادگر	باین زاری و عجز و نجمید و بود	کہ خواہش بفرمان حق در بود
دران دم صف خشم نزدیک شد	زلبس کرد خورشید تاریک شد	ابوبکر نزد نبی داشت جاے
بگفت ای بحق خلق را رہنمای	درآمد بہ تسنگی سپاہِ ضلال	چہ فرمائی اکنون برای قتال

کہان ہی انصاف کی آنکھ اور ایمان کے کان جو حضرات شیعہ اس مؤلف کے الفاظ کو دیکھین اور سنین اور اُسکے مطالب کو سوچین کہ ساری نفاق کی باتین اور کفر کے کلمے خاک مین مل گئے اور ایمان بھی اور اخلاص بھی اور ہجرت بھی اور نصرت و یاری بھی سب کا مہاجرین و انصار کی نسبت ثبوت ہوگیا اے مسلمانون خدا کے لیے دیکھو کہ اب اس سے زیادہ اصحب نبوی کی فضیلت کیا ہوگی کہ پیغمبر خدا اُنکے حق مین خدا سے عرض کرتے ہین کہ خدایا ان چند آدمیون نے صرف تیرے حکم سے جہاد پر مستعدی کی ہی اگر ان کو شکست ہوئی اور یہ مارے گئے تو پھر قیامت تک کوئی تیری عبادت نہ کریگا - پس اہل سنت اور کیا کہتے ہین انھین باتون پر اصحاب نبوی سے محبت رکھتے ہین اور ایسی ہی فضیلتین اُنکی بیان کرتے ہین جب پیغمبر خدا اُنکے حق مین یہ فرمادین کہ یہی لوگ تیری عبادت پھیلانے اور تیرے نام بلند کرنیکے ذریعے ہونگے اگر یہ مارے گئے تو دین کا خاتمہ ہوجائیگا اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لیگا تو کیونکر ہم اہل سنت اُنکو مومن اور مخلص سمجھین اور کس طرح صرف ایک عبداللہ ابن سبا یہودی کے بہکانے سے ایسے پاک لوگون کو منافق کہکر ایمان سے دست بردار ہون اور خدا کی قدرت کا تماشا کرنا چاہیے کہ اس مقام پر بھی اس مولف کے قلم سے خدا نے نام ابوبکر صدیق کا لکھوادیا اور وہ بھی ایسے موقع پر کہ جس سے قربت نبوی ثابت ہوتی ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق پیغمبر صاحب کے برابر ہی کھڑے تھے جیسا کہ مؤلف موصوف فرماتا ہی کہ مصرع ابوبکر نزد نبی داشت جاے ؎

ای یارو کیا مؤلف حملۂ حیدری کا ناصبی اور سنی ہی جسنے اپنے مذہب کی خاطر سے ابوبکر صدیق کا نام لکھدیا یا اُسکو ابوبکر صدیق سے محبت تھی جسکی وجہ سے اُسنے اُنکے حق مین یہ کچھ کہدیا آخر کیا سبب ہی خدا کیلیے کچھ سبب تو اسکا بتلاؤ بجز اسکے بھائیو دوسرا کوئی سبب نہین ہی کہ قربت نبوی حضرت ابوبکر صدیق کو ایسی حاصل تھی کہ اس سے انکار کرنا اور اُنکا نام نہ لکھنا درحقیقت آفتاب کو چھپانا تھا یا ذلیل بے بدل کو مجتہد صاحب کی سی جرأت نہ ہوئی کہ وہ ایسی کھلی ہوئی بات کو چھپاتا اور یہ بات تمام مہاجرین اور انصار مین مشہور تھی اور جسکا شہرہ اُسوقت سے اب تک ہی اُس سے انکار کرتا - ای مومنین ذرا غور کرو کہ جو دعا پیغمبر خدا نے اصحاب کی نسبت کی ہی اور جو حال اُنکا خدا کے سامنے انھون سنے

بیان کیا ہی اس سے بھی اُنکا نفاق ثابت ہوتا ہی کیا منافقون کے حق مین پیغمبر خدا نے ایسا ہی ارشاد کیا ہی کیا منافقون کے حق مین یہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہی کہ اگر فتح نہ ہوگی تو خدا یا تیری عبادت قیامت تک پھر کوئی نکریگا کیا باوجود ایسی نص صریح ہونیکی جسکا ثبوت تمھارے ہی مذہب والون کے کلام سے ہوتا ہی تم اُنکو کافر اور منافق کہتے رہوگے اور کیا ایسی باتون کو سنکر بھی نفاق سے توبہ نہ کروگے اگر باوجود اسکے بھی تم اُنکی نسبت نفاق کا اطلاق کرو تو معلوم ہوتا ہی کہ تمھاری اصطلاح مین اخلاص اور ایمان اور قربت نبوی کے معنی نفاق کے ہین پس لا مشاحۃ فی الاصطلاح مجتہد صاحب بار بار اپنی کتاب ذوالفقار وغیرہ مین یہی فرماتے ہین کہ شیخین رضی اللہ تعالی عنہما اور اُنکے متابعین کی نیت بخیر نہ تھی اور جبتک نیت بخیر ہونیکا حال نہ معلوم ہو اثبات فضیلت کی مصداق سے اُنکو کچھ حصہ نہین ہی اسلیے مین نہایت ادب سے عرض کرتا ہون کہ اگر خوارج لعنہم اللہ یہی سوال بہ نسبت جناب امیر علیہ السلام کے کرین تو ای حضرات شیعہ تم کیا جواب دوگے اگر قرآن مجید سے اُنکا نام نکال دو اور پھر ہم ابو بکر صدیق کا نام نہ نکال دین تو بیشک تم سچے ہم جھوٹے جب قرآن مجید مین تو کسی کا نام ہی نہین ہی تو جس طرح تم ابو بکر صدیق کی فضیلت سے باوجود اُنکے ان فضائل اور درجات کے انکار کرتے ہو اُسی طرح یہ وہ جناب امیر کے فضائل سے باوجود اُنکے عالی مراتب کے انکار کرتے ہین اب ذرا غور کرو کہ جب تم جناب امیر کے فضائل کو اُنکے اعمال اور حالات سے ثابت کروگے اور اُنکی صدق نیت کو جو کہ امر ناطق ہے اُنکے اعمال حسنہ ظاہری سے ظاہر کروگے وہی ہم ابو بکر صدیق کی نسبت ثابت کرتے ہین پس ذرا غور سے دیکھو کہ جس طرح پر تم آیۂ [1] اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ سے امامت حضرت علی کی ثابت کرتے ہو کیا اُسکے برابر یہی ہمارا ثبوت صدق نیت کا ہجرت مین نسبت ابو بکر صدیق کے نہین ہی آیۂ انما ولیکم اللہ مین تو کوئی ایسی تمیز خاص کے باب مین نہین ہی جیسے کہ آیۂ غار مین ہی کہ وہان [2] اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ کا صاف لفظ ہی جو دلالت کرتا ہی کہ مراد اس سے وہی یار ہی جو غار مین تھا اور غار مین ہونا سوای ابو بکر صدیق کے دوسرے کا کسی کے قول سے بھی ثابت نہین ہوتا۔ پس غور کرو کہ قرآن مجید سے تمھارا دعوی ثابت ہوتا ہی یا ہمارا ذرا دونون کو ملا کر دیکھو اور انصاف کرو کہ کون اپنے دعوے مین غالب ہی اور کون ضعیف **شعر**

آشنانے سے شانے کو ملا دیکھ	قد مین ہین کچھ بلند ہونگے

قرآن کو جانے دو اُسکو بیاض عثمانی سمجھکر اُسکی سند نہ لو تو اپنے اور اپنے بھائیون خوارج کی کتابون پر نظر کرو دیکھین تم خوارج مخذولون کی کتاب سے جناب امیر کے کسقدر فضائل ثابت کرتے ہو اور پھر

[1] پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۸ ترجمہ تمھارا رفیق وہی اللہ ہی اور اُسکا رسول اور ایمان والے جو قائم ہین نماز پر اور دیتے ہین زکوۃ اور وہ نوے ہین ۱۲ موضح القرآن

[2] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۶ ترجمہ جب کہنے لگا اپنے رفیق کو ۱۲ موضح

اُنکو گن کر علحدہ کرو اور پھر ہمسے شمار کر کے اُس سے تین حصے زیادہ صحابہ کے فضائل ہین اپنی کتابون کی سند لو آخر جب ایک فرقہ خوارج کا دشمن اہل بیت ہوگیا اُس نے کیا کیا نہین کیا ہی جو کہ تم صحابہ کی نسبت کرتے ہو وہ بھی جناب امیر کو ساری فضیلتون کی آیتون سے ویسا ہی خارج سمجھتے ہین - و نعوذ باللہ من ہفواتہم جیسا کہ تم خلفای راشدین کو وہ بھی ساری مطاعن کی آیتون کو ذات پاک سید الاولیا کی نسبت صادق سمجھتے ہین جیسا کہ تم صحابۂ کبار کی نسبت وہ بھی ساری خوبیون سے جناب امیر علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالی وجہہ کی اُسی طرح انکار کرتے ہین جس طرح کہ تم اصحاب نبوی کی خوبیون سے وہ بھی ہزارون اعتراض اور مطاعن جناب امیر کی شان مین قائم کرتے ہین جیسا کہ تم پیغمبر صاحب کے یارون کی شان مین وہ بھی اُسی برائی سے اُنکے پاک نام کو لیتے ہین جیسا کہ تم صحابہ کے نامون کو غرضکہ ایک ترازو مین تم اپنے آپ کو اور خوارج کو تول لو دونون کا پلہ برابر ہی نہ تم کم ہو نہ وہ زیادہ نہ تم زیادہ ہو نہ وہ کم ہین -

پس ذرا انصاف کرو کہ جب تمنے دشمنی صحابہ کو اپنے معتقدات اور اصول دین مین قائم کرلیا تو تم اُنکی فضیلت کا کیونکر اقرار کروگے لیکن خدا کی شان ہی کہ اپنے رسول کے یارون کی فضیلت ظاہر کرنیکے لیے تمھارے ہی مذہب کے عالمون اور محدثون کی زبان سے بعض کلمے فضیلت کے ظاہر کردیے اور کیسی باتین اُنکی قدر و منزلت کی تمھارے مورخین کے قلم سے نکال دین کہ اگر وہ سب جمع کیجاوین تو تمام بنام خلفاء راشدین کی شان مین ہزار حدیث و اقوال سے متجاوز ہونگے اور جس سے اُن کے ایمان اور اخلاص اور جہاد اور امامت اور خلافت سب کا ثبوت اچھی طرح پر ہوگا چنانچہ بطور نمونے کے میری اس چھوٹی سی کتاب مین سو حدیث و اقوال و اخبار سے زیادہ ہونگے اور جسمین باقرار تمھارے محدثین کے ائمہ علیہم السلام کی زبان سے اُنکی صدیقیت اور امامت اور فضیلت کا ثبوت ہوتا ہی پس ان سبکو جب تم سنتے ہو تو کیا یہ خیال نہین ہوتا کہ باوجود اس بغض و عناد کے جب ہمارے محدثین و علما کے اقوال سے اُنکے فضائل ثابت ہوتے ہین تو حقیقت مین وہ کیسے افضل ہونگے اگر حقیقت مین تم سوچکر اور سمجھکر رہ جاتے ہو اور بمقتضای احزب النار علی النار کے ترک مذہب کو گوارا نہین کرتے تو خیر مجبوری ہی اور اگر نہین سمجھتے ہو تو پھر ایسی سمجھ کا کیا علاج خدا کی کتاب سے سمجھایا مہاجرین و انصار کی شان مین آیات بینات کو کھول کر دکھایا احادیث نبوی کو جو تمھارے ہی کتابون مین ہی نقل کر کے اُنکی فضیلت کو ثابت کیا اقوال ائمہ کرام سے تمھارے ہی مذہب کے موافق اُنکے ایمان اور مراتب کو ظاہر کیا اُنکے اعمال حسنہ کو بھی تمھارے مورخین و علما کی شہادت سے ثابت کردیا اور پھر جب تم

کہو تو یہی کہو کہ نیت اصحاب کی بخیر نہ تھی اور وہ منافق تھے تو سوای خدا کے جسکی شان ہے کہ یہدی من یشاء و یضل من یشاء ہم تمکو ہدایت نہین کر سکتے اور ہم کسی نسخہ سے تمھاری بیماری کی دوا نہین دیسکتے لنا اعمالنا ولکم اعمالکم

شعر

ہمارا کام کہہ دینا تھا یارو	اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

غرضکہ جو آیۂ لولا کتاب من اللہ کو مجتہد صاحب نے معارضے مین پیش کیا تھا اُس نے کس خوبی سے صحابہ کے فضائل کو ثابت کیا خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی شان مین باقرار علماء شیعہ پیغمبر خدا نے کیا کچھ فرمایا سبحان اللہ صحابہ کے نقص و عیب ثابت کرنیکے لیے جو سارے قرآن کو ڈھونڈھکر حضرت نے آیتین نکالین اُنسے بھی اُن کی فضیلتین ثابت ہوئین پس جو آیتین خاص اُنکی فضیلت مین ہین اُنکا حال اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ اُن سے کیا کچھ فضیلت اُن کی ثابت ہوئی ہوگی جو کہ تین آیتون سے جنکا ذکر مجتہد صاحب نے کیا تھا بفضلہ فراغت ہو گئی اب مین ایک اور چوتھی آیت کو نقل کرتا ہون جسکو مجتہد صاحب نے اظہار معائب صحابہ کے لیے ذوالفقار مین نقل کیا ہے

قولہ تعالی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ اس آیت کے لکھنے سے غرض حضرت کی یہ ہے کہ بعض لوگ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی نسبت کچھ اور خیال کرتے تھے اور حضرت کی تقسیم کو پسند نہ کرتے تھے پس اس سے یہ مطلب حضرت کا ثابت نہین ہوتا کہ وہ کہنے والے جنکے حق مین یہ سورت نازل ہوئی ہے وہ خلفاء راشدین یا صحابۂ کبار تھے بلکہ خود مفسرین شیعہ کے اقرار سے اسی آیت سے اہل بدر کی جنکا حال ابھی ہم لکھ رہے ہین فضیلت ثابت ہوتی ہے چنانچہ کاشانی خلاصۃ المنہج مین اسی آیت کی تفسیر مین لکھتا ہے کہ اگر نہ حکمی فرمانی می بود از خدای تعالی کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آن در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح عقوبت نفرماید یا اصحاب بدر را عذاب نکند پس اس آیت سے بھی صاف فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوئی کہ خدا اُنکے حق مین وعدہ کر چکا ہے کہ انپر عذاب نکریگا تو ایسی آیت کو معرض مناظرہ مین اُسوقت مجتہد صاحب کو پیش کرنا چاہیے تھا جبکہ پہلے اُسکی تفسیر کو ملاحظہ کر لیا ہوتا آخر اُسکی تفسیر سے بھی فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوئی اصحاب بدر کی فضیلت اور اُنکی مغفرت کا وعدہ خدای پاک کی طرف سے باقرار مفسرین شیعہ کے ایسا ثابت ہے کہ اُنکو اُس سے انکار کرنیکا کوئی موقع نہین ہے چنانچہ ہم اسکو تفاسیر شیعہ سے بخوبی علاوہ اس روایت کے ثابت کرتے ہین۔

واضح ہو کہ آیۂ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ کی شان نزول مین مفسرین امامیہ کے

لکھتے ہین کہ ایک شخص تھا حاطب بن ابی بلتعہ صحابی اُس نے کفار مکہ کو بنظر حفاظت اپنے خویش و اقارب کے یہ لکھ بھیجا کہ پیغمبر خدا تمھارے اوپر حملہ کرنیکا قصد رکھتے ہین سو تم بھی مستعد رہنا چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اس کا حال معلوم ہوا تب پیغمبر خدا نے پوچھا اُسنے جواب دیا کہ مین نے بوجہ ارتداد کے یہ نہین کیا بلکہ اپنے اہل و عیال کی اعانت کی نظر سے پیغمبر خدا نے اُسکا عذر قبول کیا حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ اجازت ہو تو مین اسکو قتل کرون کہ یہ منافق ہے رسول مقبول نے فرمایا کہ نہین یہ اہل بدر سے ہے اور خدای تعالی نے اُن لوگون کے لیے جو جنگ بدر مین شریک تھے وعدہ مغفرت کا کیا ہے اور اُنکے حق مین فرمایا ہے کہ (اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم) کہ جو چاہو کرو مین نے تمکو بخشدیا پس اُمید ہے کہ خدا اُسکے نامۂ سیاہ کو مغفرت کے پانی سے دھووے یہ خلاصہ ہے اُس تقریر کا جو مفسرین امامیہ نے کی ہے چنانچہ مین بلفظہ خلاصۃ المنہج سے جو کہ معتبر تفاسیر شیعہ سے ہے اُسکو نقل کرتا ہون تا کہ کسی شیعہ کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہووے کہ شاید کچھ تحریف کردی ہوگی وہو ہذہ {حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطریق خفا عزیمت مکہ داشت سارہ کنیز ابی عمرو الخ}

اور مطابق اسی روایت کے مضمون مغفرت اہل بدر کا ہے تفسیر مجمع البیان مین کہ مفسر موصوف لکھتا ہے کہ {وما یدریک یا عمر لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فغفر لہم فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم} اس روایت سے جو جواب علماء شیعہ دیتے ہین اُسکا حال سوال و جواب سے جو باہم منشی سبحان علیخان صاحب اور مولوی نور الدین کے ہوے ہین ظاہر ہوتا ہے۔ منشی سبحان علیخان صاحب سوال کرتے ہین کہ {در تفسیر مذکور از ابتداء سورہ ممتحنہ در حکایت بیان حال حاطب بن ابی بلتعہ مسطور است کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحق او فرمودند کہ او را بحالش بگذارند و از اہل بدر است و بدریان را حق تعالی وعدۂ مغفرت فرمودہ امید ہست کہ نامۂ عصیان او را بآب مغفرت بشوید انتہی خلاصۃ حال اعرض منست کہ اصحاب ثلثہ ہم از بدریان ہستند میباید کہ ایشان را ہم بحال ایشان گذاشتہ شود و لعن و طعن بحق ایشان کردہ نشود} اسکے جواب مین مولوی صاحب نہایت دردینی سے لکھتے ہین کہ {قصہ حاطب برای خلفاء ثلثہ بر اصول امامیہ قیاس مع الفارق است زیرا کہ روایات جامعین اصول دلالت بران دارد کہ اینہا ہرگز باعتقاد قلب سوی جناب ختمی مآب مائل نبودند تمامی امور ایشان از صلاح و تقوی ہم در حیات شریف ہم بعد وفات مبنی بر سمعہ و ریا و اینہا کلہم معتقد کاہنین منجمین بودند بدلالت احادیث بخلاف حاطب کہ مثل اینہا نبود والی قولہ پس عفو از حاطب مستلزم عفو از مشائخ سنیان نیست علاوہ گناہ حاطب را ملاحظہ فرمایند کہ فقط افشای امر نبیست بی آنکہ فرمودہ باشند کہ این امر را ہرگز فاش نباید کرد و ہرگاہ دختران اول و ثانی بعد منع سر حضرت را فاش کردند و توبہ شان مقبول افتاد چنانچہ از مجمع وغیرہ ظاہر است پس عفو حاطب بطریق اولی و آن ہم برای آنکہ کفار قریش

ملہ اور کیا جانتے ہو شاید اللہ آگاہ ہوا ہو اہل بدر پر پس بخشدیا واسطے اُنکے پس کہا کرو تم جو چاہو پس تحقیق بخشدیا مین نے واسطے تمھارے ۱۲ مولوی احسان الدین سلمہ

ملہ مکاتیب سبحان علیخان کے صفحہ ۱۰۱ سطر ۶ مین دیکھو ۱۲ منہ

ملہ مکاتیب سبحان علیخان کے صفحہ ۱۰۲ سطر ۸ مین دیکھو ۱۲ منہ

سرپرستی اہل و عیالش نماید بخلاف حال کسانیکہ جناب ختمی مآب را زہر کشتند و چند معصوم را شہید کردند و ہزاران نسخ قرآن مجید را بآتش نہادند و آنچہ باقی گذاشتند درانہم دا و تحریف دادند؛ خلاصہ اسکا یہ ہی کہ چونکہ خلفاء ثلثہ کا کوئی کام مکر و فریب اور نفاق سے خالی نہ تھا اسلیے بسبب عدم ایمان اُنکے وہ اُس فضیلت سے محروم ہین جو کہ اہل بدر کو ہی اور یہ کہنا حقیقت مین مثل اس کہنے کے ہی کہ حضرات شیخین بدر مین شریک ہی نتھے یا بدر کی لڑائی فی نفسہ ہوئی نہ تھی یا شیخین دنیا مین پیدا ہی نہین ہوے یا پیغمبر صاحبنے دعوی پیغمبری ہی کا نہین کیا کہ ایسے منکرین کا کسیکے پاس سوای خدا کے کچھ جواب نہین ہی۔ آس عبارت اعملو ماشئتم فقد غفرت لکم کی نسبت بعض بعض حضرات شیعہ یہ بھی اعتراض کرتے ہین کہ یہ امر بعید از قیاس ہی کہ خدا کسی سے وعدہ کرے کہ جو چاہو کرو ہمنے تمکو بخشدیا ہی اور اُنکے واسطے محرمات کو حلال کرے اسکا جواب تحقیقی یہ ہی کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ[سلہ] کہ خدا کو خوب خبر ہر شخص کی ہی وہ موافق اپنے علم اور تقدیر کے ہر کام کرتا ہی جب اُسکو اہل بدر پر اطمینان تھا تب اُسنے یہ ارشاد فرمایا اور جواب الزامی یہ ہی کہ ذرا اپنے یہاں کی اُن روایتون کو دیکھین جو مغفرت مین شیعونکی ہین کہ جن مین صاف لکھا ہی کہ بس دوستی علی کی کافی ہی کسی گناہ کی بمقابلہ اُسکے پرسش نہین ہی کہ اسکو ہم اسکے مقام پر صدہا اقوال سے ثابت کرینگے پس اسی طرح پر ذرا اصحاب بدر کے حال پر رحم کرو کہ اگر خدا نے یا خیال کہ اُنھون نے اپنے گھرونکو چھوڑا اپنے وطن سے ہجرت کی اپنے عزیز قریبون سے علاقہ قطع کیا اپنے مال و دولت کو لٹایا اپنی جان اور مال کو خدا کی راہ مین نثار کیا اور پھر اپنے بھائی بندون کے قتل پر مستعد ہوے اور اُنکے مارنے مین بمقابلہ محبت خدا کے کچھ بھی خوف نکیا اور جنکے مرتبہ بڑھانے کو خدا نے ملائکہ کو اُنکی مدد کیواسطے بھیجا اور سب سے پہلے لڑائی اسلام کی اُنکے ہاتھون سے فتح ہوئی اور اول معرکہ مین اُنکی ثابت قدمی اور جان نثاری خدا نے سب پر ظاہر کردی اور غلبہ اسلام کا اُنکے ہاتھ پر کیا اور آیندہ کو دروازہ فتوحات اور اجراء اسلام کا اُنکی تلوارون سے کھولدیا اور یہ سب کچھ اُن خدا کے عاشقون رسول کے یارون نے اُس پاک ذات کی حضوری مین کیا جو خدا کا محبوب تھا اور جو سارے پیغمبرون کا سردار تھا جسکی شفاعت سے بڑے بڑے کبیرہ گناہونکو خدا بخشدیگا اور جسکی سفارش سے اُنلوگون کو جنھون نے سوای اقرار توحید و نبوت کے کوئی بھی نیک کام نکیا ہوگا اور جسکی ساری عمر محرمات کے ارتکاب مین گذر گئی ہوگی بخشدیگا پس جب ایسے سردار اور دین و دنیا کے بادشاہ کے ساتھ ہوکر جو سپاہی اول لڑائی مین لڑے ہون اور ایسے خدا کے محبوب اور ممتاز کے قدمون پر اپنی جانون کے نثار کرنے پر سب سے اول آمادہ ہوے ہون اور نہ صرف منافقانہ مستعدی اور ظاہری آمادگی دکھلائی ہو بلکہ جو کہا ہو وہ کر دکھلایا ہو اور جنکے لڑنے پر پیغمبر خدا نہایت عجز و منت سے خدا سے دعا کرتے ہون کہ ابھی ان بیچارے چند غریبون محتاجون نے صرف تیری ہی رضا

[سلہ] پارہ ۸ سورۂ انعام رکوع ۱۵ ترجمہ اللہ بہتر جانتا ہے جہان بھیجے اپنے پیغام ۱۲ موضح

حاصل کرنیکے لیے اپنی جانون کو قربان کرنیکا ارادہ کیا ہی انکو فتح دینا یہی لوگ تیرا نام بلند کرنیکے ذریعے
اور تیرا دین پھیلانیکے وسیلے ہین اگر انکو فتح نہ ہوئی تو پھر قیامت تک تیری عبادت کوئی نہ کریگا اور پھر
خدا نے اُنکے ہاتھ پر فتح بھی دی اور اُنھون نے باوجود بہت قلیل ہونیکے ایک فوج کی فوجکو کفار کی مٹا دیا
اور بڑے بڑے نامی قریشی کافرونکو مثل ابوجہل وغیرہ کے تہ تیغ کیا اور اُن دشمنون کو جنھون نے نہایت
ایذا اور مصیبت سے پیغمبر خدا کو مکے سے نکالا اور جن مردودون نے کمال دُکھ اور تکلیف سے خدا کے
حبیب سے اُسکا گھر چھڑایا خاک مذلت پر لٹایا اور اُنکے گوشت پوست کو طعمۂ زاغ و زغن کا کر دیا اور جنکے
اس غلبے سے کافرون کے کلیجے دہل گئے اور کفار قریش کے بدن کانپنے لگے اور بڑے بڑے سلاطین مین
اُنکے ایمان اور شوکت کا شہرہ ہو گیا تو پھر اگر ایسی محنتون اور کوششون اور ایمان اور اخلاص کے صلے
مین خدا نے جو نکتہ نواز ہی اور جو اپنے رحم و کرم سے ایک عمل کے بدلے مین ستر اور سات سو حصہ زیادہ ثواب
دیتا ہی اور جو صرف اپنے فضل سے براہ بندہ نوازی صرف زبان و دل سے بغیر کسی عمل کرنیکے توبہ قبول کر
لیتا ہی اور بموجب آیۂ کریمہ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ کے گناہون کو نیکیون سے بدل دیتا ہی اُن پاک
لوگون سے وعدہ مغفرت کا کر لیا اور اُنکی شان مین اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم فرما دیا تو کیا مقام تعجب اور
حیرت کا ہی کیا اے حضرات امامیہ تم خدا کو رحیم نہین جانتے کیا تم اللہ جل شانہ کو نکتہ نواز نہین سمجھتے کیا وہ
اپنے بندون پر فضل نہین کرتا کیا وہ اُنکے اعمال سے ہزار حصہ زیادہ ثواب نہین دیتا تو جب تمام آدمیون
کے ساتھ بلکہ گنہگارون کے ساتھ بلکہ کافرونکے ساتھ اُسکے رحم و کرم کا یہ حال ہو کہ اگر گبر صد سالہ اور مشرک
ہفتاد سالہ جس نے اپنی ساری زندگی بت پرستی اور کفر مین ضائع کر دی ہو ایکدفعہ صدق دل سے کلمۂ شہادت
پڑھ لے اور توحید و نبوت کا مقر ہو جاوے تو خدا اُسکے ایک لمحہ کے ایمان پر اُسکے سو برس کے کفر اور شرک
کو بخشدیتا ہی تو پیغمبر خدا کے یارون اور رسول مقبول کے اوپر جان نثارون کے حق مین بغیر دیکھے اُنکے
ایمان اور اخلاص اور ہجرت اور جہاد اور نصرت کے وعدہ مغفرت کا کیا تو تم کیا بعید از قیاس سمجھتے ہو
کیا تم نہین جانتے کہ اکثر اعمال بوجوہ خاص زیادہ عزت اور عمدہ صلہ کے مستحق ہو جاتے ہین مثلاً دنیا کے
حال پر خیال کرو کہ اگر کوئی سپاہی کسی جمعدار کے ساتھ کسی چھوٹی لڑائی پر جاوے اور فتح کر لے تو اُسکی کیا
عزت ہوگی اور وہی سپاہی خاص بادشاہ کے ساتھ کسی بھاری لڑائی مین جاوے اور فتح ہووے تو اُسکی کیا
عزت ہوگی اور اُسکو جمعدار کے ساتھ لڑنیمین کیا انعام ملیگا اور بادشاہ کے ساتھ ہو کر لڑتے اور فتح ہونے
پر کیا تمغہ ملیگا اگر تم دونون مین کچھ فرق نہین کرتے اور دونون حالتون کو برابر سمجھتے ہو تو حقیقت مین
تم لائق خطاب نہین ہو اور اگر دونون کے رتبون مین تمیز کرتے ہو تو پھر اس وعدے کو خدائی تمغہ جو صلے

ایسی بڑی بھاری لڑائی کے جو سید الانبیا سند الاصفیا محبوب کبریا شاہ ہر دوسرا کی معیت مین ہو کیون نہین سمجھتے دیکھو حدیث شریف مین ایا ہی کہ قیامت کے دن اگر گنہگار ایسے دوزخ مین پڑے رہجاوینگے جنکے گناہونکی کثرت اور شدت سے انبیا بھی بلکہ سید الانبیا بھی شفاعت نکرینگے تو خدا اُنکے حال پر خود رحم کریگا اور اُنکو دوزخ سے نکالکر جنت مین بھیجدیگا اور اُنکی نورکی گردنوںمین نور کی تختی پر نور سے لکھدیگا کہ ہذا عتقاء الرحمن من النیران کہ یہ آزاد کیے ہوے ہین خدا کے دوزخ سے جنکا نہ کوئی شفیع تھا اور نہ جنکا کوئی سفارشی پس اگر خدا نے اُن لوگون کو جو کہ خاص اُسکے بندے تھے اور جنھون نے اپنے قصور کو ظاہر بھی کردیا اور اُنکے نیک کامون کا نتیجہ بھی ظاہر ہوگیا اپنے فضل سے دنیا مین نور کا تمغا کہ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم دیدیا تو سوای کفار اور فاسقین کے کون اسپر تعجب کر سکتا ہی اور کسکو خدا کی ذات سی اُس بخشش پر تعجب ہو سکتا ہی ذرا اُن روایتون کو چند صفحے لوٹ کر دیکھو کہ پیغمبر خدا نے جب آمادگی جہاد پر ظاہر کی اور مہاجرین و انصار سے پوچھا تو اُنھون نے کیا جواب دیا اور پھر اُنمین بھی سب سے اول کون بولا سوای ابوبکر صدیق رض کے اور کون پہلے اُٹھا اور کس نے پیغمبر خدا کے قدم چوم کر یہ کہا کہ یا حضرت ہم تو اول ہی جان و مال اپنا آپ پر قربان کر چکے اور اپنے گھر بار کو آپ پر لٹا چکے بھائی بندونکو چھوڑا یار دوستونکو چھوڑا اب ایک جان باقی ہی وہ بھی آپ پر نثار ہی اور ایک جان کیا ہزار جانین ایسی آپ پر قربان ہین یا رسول اللہ

قطعہ

میخواہم از خدا بدعا صد ہزار جان
تا صد ہزار بار بمیرم براے تو
ای صد ہزار جان مقدس فدای تو
من کیستم کہ بہر تو جان را فدا کنم

حضرت ابوبکر صدیق کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت عمر اور سعد ابن معاذ اُٹھے اور انھون نے بھی اپنی جان نثاری کا شوق ایسا ہی بیان کیا دیکھو تمھارے ہی مذہب کا مورخ اُن اصحاب کبار کے ولولے اور شوق اور عشق اور آمادگی کو کن لفظون سے لکھتا ہی۔ وہ کہتا ہی کہ جب پیغمبر خدا نے سوال کیا تب اشعار

اباسخ ابوبکر از جای خاست
قدم پیش بگذارد و ما را بہ بین
بود تا بہ تن جان و در کف توان
چنین گفت از روی صدق و نیاز

وزان پس عمر نیز بکرد راست
کہ با دشمن دین چہا مے کنیم
بیاریم شمشیر بر دشمنان
کہ با جان و دل با ہمین عہد ست

بگفتند یا سید المرسلین
چہ سان در پیت جان فدا میکنیم
ز جا خاست این بار سعد معاذ
بدست تو روزیکہ دادیم دست

سر و مال و فرزند و خویش و تبار
ہمان روز کردیم بر تو نثار

پس جب اُن اہل بدر کے شوق اور محبت اور ایمان اور اخلاص کا یہ حال ہو تو تم صرف ایک اعملوا ما شئتم پر

تعجب کرتے ہو اور اُن وعدون کو جو خدا نے اُنکے واسطے جابجا قرآن مجید مین کیے ہین کچھ خیال نہین
کرتے اس سے تو صرف مغفرت ثابت ہوتی ہی ذرا قرآن مجید کھولکر دیکھو کہ مہاجرین و انصار کی شان مین خدا
نے کیا کیا فرمایا ہی دیکھو (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ) اُنکی شان مین فرمایا ہی یا نہین اعد لہم جنت تجری
تحتہا الانہار اُنکے حق مین کہا ہی یا نہین ذلک الفوز العظیم ٥ اُنکی نسبت قرآن مین آیا ہی یا نہین
پس جو جو وعدے خدا نے اُنسے کیے ہین اُس سے تو سارا قرآن بھرا ہوا ہی تم ایک ہی وعدے پر تعجب
کرتے ہو اور اُنکی ساری خوبیون سے چشم پوشی کرکے اُنکے معائب تلاش کرتے ہو اے یارو ذرا انصاف کرو اور
اور خدا لگتی کہیو اپنے یہان کی حدیث اور سیر کی کتابون کو دیکھو کہ شیعیان کوفی نے حضرت علی کے ساتھ کیا کیا
اور اُنکی کیسی قدر کی اور کوفہ کے فضائل مین تمھارے یہان کے محدثین کیا لکھتے ہین وہی شیعیان کوفی تھے
جنھون نے حضرت علی کا ساتھ چھوڑا اور جنھون نے ہمیشہ جناب امیر کو رنجیدہ رکھا وہی کوفی تھے جنھون نے
امام حسنؑ کا ساتھ نہ دیا جنھون نے اُنکے قدمون سے مصلّے تک نکال لیا وہی کوفی تھے جنھون نے اول
حضرت مسلم کیساتھ بیعت کی اور پھر وقت پر سب کے سب چنپت ہو گئے اور آخر بیچارے مسلم تنہا مع دو معصوم بچون
کے شہید ہو گئے وہی کوفی تھے جنھون نے امام حسینؑ کو بلایا اور بڑے شوق و ذوق کے خط لکھے چنانچہ
بارہ ہزار خط شیعون نے امام کو بھیجے اور جنکے سرنامہ پر یہی تھا کہ یہ خط علی اور تمھارے شیعون کیطرف سے ہی
اور پھر اُن خطون مین کیسا اپنا شوق بیان کیا کہ کچھ بیان نہین ہوتا پس جب اس تمنا سے بلاوین اور نہایت ہی
اپنی آرزو ظاہر کرین کہ یا ابن رسول اللہ آپ جلد تشریف لائیے اور اس خطہ کو رونق دیجیے زمین کوفہ کی ہمہ تن
چشم انتظار ہو رہی ہی در و دیوار سے آواز خیر مقدم کی آ رہی ہی ہر شخص کی زبان پر لبیک لبیک کی صدا ہی ہر آدمی
جمال با کمال کے انتظار مین محو ہو رہا ہی ذرا جلد تشریف لائیے ہم سب جان نثار یکو حاضر ہین پھر دیکھیے ہم کیا کرتے ہین اشعار

سپاہی چو آشفتہ سیلاب است چو با تیغ آہنگ دشمن آورند	ہمہ نیزہ و گرز و خنجر بدست ز سنگ آب و آتش برون آورند	ز تو رایت فتح افراختن چو تیر از کمان در کمین آورند	ز ما لشکر بیکران ساختن سر آسمان بر زمین آورند

اور جب حضرت امام جاوین تو ایک بھی ساتھ نہ دے اور عذر و فریب کرکے یکہ و تنہا امام کو شہید کرین اور تین
دن کا بھوکا پیاسا قتل کرین جسکے حال پر آسمان و زمین کو قیامت تک رقت ہی اور باوجود اسکے کوفہ کی وہ
عزت بیان کی جائے کہ مکے و مدینے کو بھی وہ عزت نہین ہی چنانچہ ملا باقر مجلسی تحفۃ الزائرین مین لکھتے ہین کہ
{در حدیث معتبر دیگر از حضرت امام جعفر صادق منقول ست کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولایت ما را بر اہل ہر شہر پس قبول
نکردند مگر اہل کوفہ انتہیٰ بلفظہ} کہ امام جعفر صادق فرماتے ہین کہ خدا نے ہماری دوستی کو سارے شہرون پر عرض کیا
مگر کسی شہر کے رہنے والون نے ہماری محبت کو قبول کیا سوای کوفہ کے رہنے والون کے اس سے صاف ثابت ہوا ہی کہ جو

جو رتبہ خدا نے کوفہ کو دیا ہی اور اُسکے رہنے والون کو وہ نہ مکے کو ہی نہ مدینے کو بلکہ ایک حدیث مین امام زین العابدین کی طرف سے ملا باقر مجلسی نے صاف لکھدیا ہی کہ امام زین العابدین فرماتے ہین کہ { لقدر جای پا در کوفہ نزد من بہتر ست از خانہ کہ در مدینہ داشتہ باشم } کہ ایک قدم لکھنے کی جگہہ کوفے کی میرے نزدیک اُس گھر سے بہتر ہی جو مدینے مین ہو اور یہ کوئی شبہہ نکرے کہ کوفے کے رہنے والے شیعہ نہ تھے اسلیے کہ بمقتضای الحدیث یفسر بعضا بعضا خود ملا باقر مجلسی مجالس المومنین مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہین ذرا اسکو سنیے عبداللہ بن ولید سے روایت ہی کہ { گفت در زمان بنی مروان بخدمت امام جعفر صادق علیہ السلام رفتم آنحضرت از من و رفیقان من پرسیدند کہ شما چہ کسانید گفتیم از اہل کوفہ ایم آنحضرت فرمودند در ہیچ یک از بلاد اینقدر دوست نداریم کہ در کوفہ بعد ازان فرمودند کہ ایتہا العصابہ ان اللہ ہداکم لامر جہلہ الناس و جبتمونا و ابغضنا الناس و بایعتمونا و خالفنا الناس و وافقتمونا و کذبنا الناس و صدقتمونا فاحیاکم اللہ محیانا و اماتکم مماتنا } اور اس حدیث کو کہین کہین ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت بہ اقامت دلیل ندارد اس حدیث کا مطلب یہ ہی کہ عبداللہ ابن ولید روایت کرتا ہی کہ مین ایک وزمروانیونکی سلطنت کے زمانہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کیخدمت مین حاضر ہوا امام نے پوچھا کہ تم کہان رہتے ہو مین نے جواب دیا کہ کوفہ مین حضرت نے فرمایا کہ کسی شہر مین ہمارے اتنے دوست نہین ہین جتنے کہ کوفہ مین اور پھر فرمایا کہ خدا نے تم کوفیون کو اُس بات کی ہدایت کی ہی جس سے اور سارے لوگ جاہل رہے تم کوفیون نے ہمسے محبت کی اور سبنے ہمارے ساتھ دشمنی رکھی تم کوفیون نے ہماری بیعت کی اور سبنے مخالفت تم کوفیون نے ہمارا ساتھ دیا اور سبنے ہمکو جھٹلایا تم کوفیون نے ہماری تصدیق کی ہی خدا تمکو ہماری زندگی پر جیتا رکھے اور ہماری سی موت پر تمہاری بھی موت ہو۔ پس اے مومنین اب میر اور انیس کے مرثیے جلاؤ اور کتاب خوانی موقوف کرو اسلیے کہ جن کوفیون کی تم شکایت کرتے ہو اور جنھون نے امام حسین ؑ کو شہید کیا وہ خاص اُس کوفہ کے تھے جہانکے رہنے والے امام کی جان و جگر تھے اور جسکا رتبہ مکے مدینے سے بھی زیادہ امام کے نزدیک تھا اور جسکے رہنے والونکی موت اور زندگی امام کی سی تھی پس وہ کوفہ جسکو ایسی عزت ہو اور وہ کوفی جنکی یہ قدر و منزلت ہو مذمت کے لائق نہین ہین اُنکی شان مین قصیدے مدح کے کہو اور اُنپر رحمت بھیجو اسلیے کہ کوفہ معیار تشیع ہی کوفی ہونا دلیل شیعہ ہونیکی ہی چنانچہ ملا باقر مجلسی تمھارے مجالس المومنین مین فرماتے ہین کہ { کوفی بودن شخصی دلیل تشیع است اگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشد } پس اے حضرات شیعہ جن کوفیون کے حالات آجکل تمھارے چھوٹے چھوٹے بچے بھی جانتے ہین اور جاہل لڑکے بھی اُنکے حقمین الکوفی لایوفی پڑھتے ہین اور جنکے حالات مکر و غدر اور بیوفائی کے محرم مین علی رؤس المنابر تمھارے چھوٹے بڑے سب بیان کرتے ہین اور جنکا امام کو تشنہ کام شہید کرنا ہر آدمی پر ظاہر ہی اور مضمون اس شعر کا کہ

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیان | خوش داشتند حرمت مہمان کربلا

سب پر روشن ہی انکی شان مین ائمہ کرام کی ایسی ایسی تعریفین تمھارے محدثین نقل کرین اور اسکو امام کی طرف نسبت دین اور امام کی زبان سے انکے حق مین یکلمہ کہ تمکو خدا ہماری سی زندگی اور ہماری سی موت دے نقل کرین اور کوفہ کی ایک مشت خاک کو مدینہ منورہ کی زمین سے بھی زیادہ امام کے نزدیک محبوب ہونا بیان کرین اور کوفیونکو محبوب اور دوست ائمہ کا کہیر ہم اور سبب دوستی ائمہ کے انکو جنتی اور بہشتی جانین اور یہ مزخرفات لغویات اور ہذیانات کو سنکر تمھارے ایمان کی رگ کو ذرا بھی جنبش نہو اور تمھارے پاک دلونکو کچھ بھی وسوسہ پیدا نہو بلکہ ان کوفیون کی حرکتون کی ہر سال خود نقلین کرکے ماہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون کا مضمون ادا کرو اور ان قصص و حکایات اباطیل کو بیان کرکے کبھی تشیع سے نفرت نکرو اور اپنے مجتہدین اور محدثین کی نسبت ان روایات کاذبہ اور اقوال مہملہ کے نقل کرنے پر کچھ غیرت ایمانی کا جوش نہ دکھلاؤ بلکہ سکو غلط ہو یا صحیح جیسا کچھ ہو پا پیچ آمنا وصدقنا کہکر تصدیق کرو اور جب رسول کے یارون اور پیغمبر کے حواریون کا نام آئے اور بدریون کی نسبت وعدہ مغفرت کا کسی بیچارے سنی کی زبان سے سنو تو بس سنتے ہی سارے بدن کا خون جوش کرنیلگے اور تمام جسم تعصب کی آگ سے پھکنے لگے تشیع کا وہ جوش ہو کہ رگ رگ مارے غصے کے پھول جائے عداوت کا وہ غلیان ہو کہ سودا صفرا سب ایک ہو جاوے اسوقت سارے وسوسے شیطانی دل مین پیدا ہو جاوین لفظ لفظ پہ گرفت بات بات پر شبہہ کرنے لگو سبحان اللہ اپنے کوفیون کے برابر بھی بدریون کا رتبہ نہین سمجھتے اور انکے حق مین جن باتون اور حرفون کو صادق سمجھتے تھے انکو پیغمبر کے یارون کے حق مین غیر صادق کہتے ہو یہ کون ایمان ہی کہ نام تو لو رسول کا اور کلمہ پڑھو عبد اللہ بن سبا کا ایمان تو تمکو نصیب ہو بطفیل خلفا کے جہاد کے اور شکر ادا کرو اس یہودی ملعون کا اور پھر پاک صاف بنکر سنیون کے سامنے ہو کر مباحثہ کا قصد کرو اور خدا کی آیتون اور رسول کی حدیثون اور ائمہ کے قولون کو چند مفتری مکارون کے مقابلے مین جھٹلاؤ کہا یہ کیسا دین اور ایمان ہی یا تو مسلمانی کو چھوڑو پاک صاف یہودی بنجاؤ یا اگر مسلمان ہو تو مسلمانون کے سے عقیدے رکھو اس خرافات واہیات سب پر جسکی بنا سراسر جھوٹھ اور فریب پر ہی تبرا بھیجو اسکے بانیون پر لعنت کرو ورنہ ایسے دو لفظ ہین چھوٹا جھوٹا کاذب چھوٹے جھوٹے منہ سے ایسا بڑا دعوی ایمان کا اچھا نہین معلوم ہوتا مسلمان ہونا اور پھر رسول خدا کے یارون کو برا سمجھنا عجب ایمان ہی کہ جو لفظ ہی لفظ ہی جسکے کچھ معنی نہین اور پوست ہی پوست ہی جسمین کچھ مغز نہین ہم کہا ہی جسنے کہا ہی

شعر
وجد منع بادہ ای زاہد چہ کافر نعمتی ست | دشمن می بودن و ہمرنگ مستان زیستن

غرضکہ جو فضیلت خدا نے اہل بدر کو دی اور جسکا ثبوت قرآن مجید سے ہوتا ہی اور جسکا اقرار مفسرین شیعہ بھی کرتے ہین اور جنکے اعمال بھی اسپر دلالت کرتے ہین وہ کسی قدر ہم لکھ چکے اب بمقابل اسکے ایک قول مجتہد صاحب

ثانی کا جو مقالہ ثالثہ میں اپنی کتاب کے لکھا ہی اور جسکا جواب ازالۃ الغین ہی نقل کرتے ہین تاکہ معلوم ہو کہ حضرات شیعہ کے نزدیک انکا درجہ کیسا ہی مجتہد صاحب فرماتے ہین کہ { دعوی نفاق ایشان و غدر اہل بدر و ضوان علی مدعا می ست لہم یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ج وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ط } سبحان اللہ کیا دین ایمان ہی کہ کوئی تو اہل وفا ہون اور اصحاب بدر اہل غدر ہون خدا اس قوم سے سمجھے اور انکے کفریات کا بدلہ دے نعوذ باللہ من ہفواتہم ۔ مجتہد صاحب قبلہ ذو الفقار میں آیات فضیلت صحابہ کے معارضے میں ایک او رآیت لکھتے ہین یعنی وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ ھُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْھُمْ قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ٥ مگر اسمین بھی مجتہد صاحب نے مغالطہ دیا اور تحریف کو کام فرمایا اور اخیر کی آیتون کو چھوڑ کر بیچ مین سے ایک دو آیتین لکھدین اب مین انکو لکھکر اُسکی تفسیر بیان کرتا ہون ۔ واضح ہو کہ یہ آیت جو مجتہد صاحب نے معارضہ مین فضیلت کے پیش کی ہی یہ سورۃ منافقون کی ہی جو کہ منافقین کی شان مین خدا نے نازل کی ہی اور شروع اُسکا یہ ہی اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ م وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ٥ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ ٥ وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ ھُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْھُمْ قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ٥ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ وَرَاَیْتَھُمْ یَصُدُّوْنَ وَھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ ٥ سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَھُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ٥ ھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ ٥ یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥ع ساری ان آیتون کی نقل ہی کر دینے پر جواب مجتہد صاحب کا ہو گیا اور جو مغالطہ دھوکا حضرت نے دیا تھا وہ کھل گیا اور معلوم ہوا کہ یہ آیتین منافقون کی نسبت ہین مگر حضرات شیعہ سے کب امید ہی کہ وہ صرف الفاظ قرآن مجید اور اُسکے معنی پر قناعت کرین ضرور ہی کہ وہ اسپر بھی ساکت ہون گے اسلیے ہم اُنھین کی تفسیر سے شان نزول اسکے بیان کرتے ہین ۔

واضح ہو کہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی مین جو کہ اُستاد ابو جعفر کلینی کے تھے سورۂ منافقون کے نزول کا سبب اس طور پر لکھا ہی کہ سنہ ۵ ہجری مین جبکہ غزوۂ بنی المصطلق پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لیگئے جب وہان سے لوٹے تو راہ مین ایک کنوین پر حضرت عمر بن خطاب کے اجورہ دار نے جسکا نام جہجاہ تھا انس بن سیار کو جو کہ انصار کا تھا منہ پر ہاتھ مارا عبد اللہ بن ابی کو جو کہ مدینہ کا رہنے والا تھا یہ خبر ہوئی اُسکو ناگوار ہوا اور اپنے لوگون یعنی مدینہ والون سے کہا کہ اسی لیے مین قریشیون کا آنا نہین چاہتا تھا یہ سب تمھارے کام ہین کہ تم نے ان

ینے کے رہنے والونکو اپنے گھرونمین اُتارا اور اپنے مالون کو اُنپر خرچ کیا اور اپنی جانونکو اُنکے پیچھے تلف کیا اور اپنی جورو ون کو بیوہ اپنے بچون کو یتیم اُنکی خاطر سے کیا تب یہ ذلت ہوئی اگر تم اُنکو نکالدیتے تو وہ دوسرون کے اوپر جا پڑتے اور یہ کہکر یہ کہا کہ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل اُس قوم مین ایک لڑکا موجود تھا جسکا نام تھا زید بن ارقم اُسنے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خبر کہدی حضرت کو اس بات کے سننے سے بڑا رنج ہوا اور اُنھون نے کوچ کی طیاری کی کہ سعد بن عبادہ دوڑے آئے اور کہا کہ یارسول اللہ یہ تو وقت آپ کے کوچ کرنیکا نہین ہی آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے اپنے صاحب کی باتین سنین اُنھون نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ہمارا صاحب تو سوای آپ کے دوسرا کوئی نہین ہی تب حضرت نے فرمایا کہ عبداللہ بن ابی گمان کرتا ہی کہ اگر مدینہ کو لوٹے تو عزت والے ذلیلونکو نکالدینگے تب سعد بن عبادہ نے جواب دیا کہ یا حضرت آپ اور آپ کے اصحاب عزت والے ہین اور عبداللہ بن ابی اور اسکے اصحاب اہل ذلت ہین غرضکہ یہ سنکر خزرج جو ایک قبیلہ مدینہ والون کا ہی عبداللہ بن ابی پر لعنت ملامت کرنے لگے اُسنے حلف کیا کہ مین نے تو کچھ نہین کہا تو لوگون نے کہا کہ اچھا چلکر پیغمبر صاحب کے سامنے عذر کر اُس نے اپنی گردن جھکائی تب دوسرے دن صبحکو وہ پیغمبر صاحب کے سامنے آیا اور حلف کیا کہ مین نے کچھ نہین کہا اور کہا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ اور عذر کیا کہ زید نے میرے اوپر جھوٹی تہمت کی تھی پھر لوگ زید پر ملامت کرنیلگے آخر خدا نے یہ سورۃ منافقون نازل کی اور پیغمبر خدا نے وہ سورۃ اصحاب کو جمع کرکے سنائی فقط

غرضکہ یہ قول ایک بڑے مفسر سے ثابت ہوا کہ یہ سورۃ شان مین عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے نازل ہوئی اور جناب قبلہ وکعبہ نے نہ معنی سمجھے نہ شان نزول پر خیال فرمایا نہ اپنی تفسیرونکو دیکھا نا دیدہ ودانستہ کچھ آیتین اوپر کی اُڑادین اور کچھ نیچے کی چھپین کی دو آیتین لکھکر اصحاب کی فضیلت کے معارضے مین پیش کین اگر ایسا ہی معارضہ کرنا تھا تو جو آیتین قرآن مجید مین بنی اسرائیل اور فرعون اور نمرود وشداد کی شان مین ہین اُن سبکو آیات فضیلت صحابہ کے معارضہ مین لکھدیتے تا کہ کتاب کا حجم بھی بڑھجاتا اور حضرت کی قرآن دانی کا بھی لوگ اقرار کرنے لگتے غرضکہ جناب قبلہ وکعبہ ان آیات کو لکھکر فرماتے ہین کہ { وامثال این دیگر آیات ست پس لابدست کہ در جمع بین الآیات گفتہ شود کہ مورد آیات منافقین غیر مورد آیات ذم ست پس بعضی صحابۂ آنحضرت عموماً ممدوح باشند وبعضی مذموم واین عین مطلوب شیعیان است } پس یہ وہم جناب قبلہ وکعبہ کو قرآن مجید کی آیات کے معنی نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہی اس وہم کا علاج تفسیر اور شان نزول کا مطالعہ تھا اگر حضرت شان نزول دیکھتے اور اپنی ہی تفسیرونکو ملاحظہ فرماتے اور

اگلی پچھلی آیتونکو ملاکر غور کرتے تو حضرت یہ ضابطہ اور کلیہ جمع بین الآیات کا ارشاد نہ فرماتے اسلیے کہ جو آیتین کافرون اور منافقون کی شان مین ہین اُنسے مہاجرین وانصار واصحاب نبوی کو کچھ تعلق ہی نہین ہی۔ اور یہ آیتین جسمین کفر ونفاق اور دین مین سستی وغیرہ کا ذکر ہی وہ شانمین منافقونکی ہین جو اصحاب نبوی مین داخل نہین ہین اصحاب نبوی اور منافقونمین نسبت تناقض کی ہی نہ توافق کی اس لیے اُن آیتون کا جو کہ اصحاب کی فضیلت مین ہین اُن آیتون سے ملانا جو کہ منافقین کی مذمت مین ہین درحقیقت جمع بین الآیات نہین ہی بلکہ حضور جمع بین النقیضین ہی جو کہ ہمارے نزدیک ممتنع اور آپکے نزدیک ممکن ہی پس اپنے لیے آپ گھر بیٹھے ایسی آیتونکو جمع کیا کیجیے اور اپنے دل مین قاعدے بنایا کیجیے اور اُنھین موضوع اور غلط اصول پر کسی کو خارج کسی کو داخل کیجیے یہان تو خدا کی ہدایت وضلالت نے ہمکو اس جمع سے فارغ کر دیا جنکو چاہا مہاجرین وانصار مین داخل کیا جنکو چاہا منافقین مین شامل کیا۔

پانچوین دلیل صحابہ کے منافق نہ ہونیکی

جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہوگا وہ مہاجرین وانصار کی نسبت منافق کی لفظ کو ہرگز اطلاق نکرے گا اس لیے کہ قرآن مجید مین بہت سی آیتین ہین جسمین صاف یہ حکم ہی کہ منافقون سے نہ ملو اُنسے راضی نہ رہو اور اُنکو اپنے ساتھ جہاد مین نہ رکھو اُنکا کچھ عذر نہ سنو پس اگر مہاجرین وانصار خصوصاً خلفای ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم منافق ہوتے تو کیون پیغمبر صاحب اُنکو ذلیل نکرتے اور کیون اُنکو اپنی صحبت مین رکھتے اور کیون اُنسے صلاح ومشورہ لیتے اور کیون اُنکو اپنے ساتھ جہاد مین رکھتے چنانچہ جو دعوی مین نے کیا ہی اُسکے ثبوت مین دو تین آیتون کو لکھتا ہون۔

پہلی آیت۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہی يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۞ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۞ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۞ ان آیتون سے چند باتین ثابت ہوئین اوّل عذر کرنا منافقونکا اور اُسپر یقین نکرنا پیغمبر صاحب کا۔ دوسری آگاہ ہونا پیغمبر خدا کا اُنکے حال سے۔ تیسری جلد سزا پانا اُنکا اپنے اعمال کے بدلے مین۔ چوتھی پیغمبر صاحب کو اُن سے روگردانی کرنیکا حکم ہونا اور اُنسے ملنے کی ممانعت۔ پانچوین کتنا ہی وہ حلف دین کہ راضی ہو اُنسے راضی ہونیکی امتناع۔ چھٹی اُنکا ذلت چاہنا مسلمانون کا اور ہمیشہ اسی فکر مین رہنا اور پھر خود ہی اُنکا ذلیل ہونا۔ اب ان باتون مین سے صرف ایک ہی بات کو مہاجرین وانصار خصوصاً

پارہ ١١ - سورۂ توبہ رکوع ١٣
ترجمہ: بہانے لاوینگے تمھارے پاس جب پھر کر جاؤ گے اُنکی طرف تو کہہ بہانے مت بناؤ ہم ہرگز نہ مانینگے تمھاری بات ہمکو بتا چکا ہے اللہ تمھارے احوال اور ابھی دیکھیگا اللہ تمھارے کام اور اسکا رسول پھر جاؤ گے طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سو وہ بتاویگا تمکو جو کر رہے تھے اب قسمین کھاوینگے اللہ کی تمھارے پاس جب پھر کر جاؤ گے اُنکی طرف تم اُنسے درگذر کرو سو درگذر کرو اُنسے وہ لوگ ناپاک ہین اور اُنکا ٹھکانا دوزخ ہے بدلا اُنکی کمائی کا قسمین کھاوینگے تمھارے پاس تاکہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہوے اُن سے تو اللہ راضی نہین ہوتا نافرمان لوگون سے ١٢ موضح

خلفای ثلثہ سے مطابق کر دیجیے یا پیغمبر صاحب کو باوجود ایسے احکام الٰہی کے اور نفاق خلفاء ثلثہ
کے اُنسے روگردانی نہ کرنے پر پیغمبر صاحب کی شان مین جو چاہیے سو کہیے ہماری زبان سے تو کچھ بےادبی کا
کلمہ نہین نکلتا اور عدول حکمی یا تقیہ کا ایسے پاک صاف کی نسبت اطلاق نہین ہو سکتا۔

دوسری آیت یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ کہ ای پیغمبر جہاد کر کافرون اور منافقون پر
تو اگر مہاجرین وانصار منافق تھے تو اتنا ارشاد کر دیجیے کہ کیا اور کس کے ساتھ پیغمبر خدا نے انپر جہاد
کیا یا باوجود منافق ہونے اُنکے کے پیغمبر صاحب نے خدا کے حکم کی تعمیل نہ کی۔

تیسری آیت فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّ لَنْ
تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ۱ اس آیت کے مطالعے بعد یہ فرما دیجیے کہ پیغمبر صاحب اپنے ساتھ جہاد پر اُن
لوگون کو جنھین تم منافق کہتے ہو لیگئے یا نہین اگر تمھین معلوم نہ ہو تو چند ورق الٹکر حملہ حیدری
کے اشعار جنگ بدر کے دیکھلو۔

چوتھی آیت۔ یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ
مَّا تَحْذَرُوْنَ ۵ اس آیت کو پڑھکر ذرا یہ فرما دیجیے کہ پیغمبر خدا نے اُن لوگون کے نفاق کو جنھین تم
منافق کہتے ہو کبھی ظاہر کیا اور لوگون پر اُنکا نفاق کھول دیا یا نہین اور سوای حذیفہ کے جس سے
دروازہ بند کرکے نہایت آہستہ زبان دبا کر نفاق ظاہر کرنیکا حال آپ لوگ بیان کرتے ہین کسی مجمع
مین بھی اُنکے نفاق کا حال حضرت نے ظاہر کیا۔

غرضکہ مثل اسکے اور بہت سی آیتین ہین منافقون کے حال مین جنکا لکھنا ضرور نہین ہے پس مسلمان
کو اتنا سوچ لینا چاہیے کہ اگر مہاجرین وانصار منافق ہوتے تو پیغمبر صاحب اُنکے نفاق کو کیون
ظاہر نہ کرتے اور کیون وہ ذلیل نہ ہوتے اور اُنکے مارے جانے اور قتل ہونے اور ذلیل و رسوا ہونیکا
جو وعدہ خدا نے کیا تھا وہ کیون پورا نہ ہوتا بلکہ برخلاف اسکے اور عزت اُنکو ہوئی اور روم و شام اور
ایران و مصر پر اُنکو غلبہ ہوتا استغفر اللہ عجب عقیدہ ہے شیعون کا کہ نہ آیت سے مطابق نہ حدیث سے۔

اب باقی رہے چند اعتراض جو خلفاء ثلثہ اور مہاجرین اور انصار کی نسبت حضرات شیعہ کرتے ہین
اور اُس سے اُنکے نفاق پر دلیل لاتے ہین۔ معاملہ احد اور حنین کی لڑائی کا۔ پوچھنا حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے نفاق کا حال حذیفہ سے شک کرنا حضرت عمر کا صلح حدیبیہ مین ارادہ
کرنا قتل پیغمبر خدا کا لیلۃ العقبہ کو غصب کرنا فدک کا ندینا قرطاس کا پیغمبر صاحب کو غصب
کرنا خلافت کا علی مرتضیٰ سے عداوت رکھنا آل رسول سے اور مثل اُسکے اور اعتراضات

جن کے نام ہر ورق اور ہر صفحہ مین مجتہد صاحب کے قلم سے ذوالفقار وغیرہ مین نکلے ہین اور جنکا جواب شافی دینا ہمکو منظور ہے نہ مثل مجتہد صاحب کے غلط بحث کرنا اور گول گول بات کہہ کر آگے بڑھجانا اس لیے انشاء اللہ تعالی بحث مطاعن صحابہ اور خلافت مین اس تفصیل کے ساتھ یہ سب بیان کیے جاوین گے کہ جسکو دیکھکر حضرات شیعہ بے اختیار کہنے لگین قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

غرضکہ اس مقام پر مین نے آیات فضیلت صحابہ کو بیان کرکے عام سب شیعون کی طرف سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہین کہ جو آیتین فضیلت مین مہاجرین وانصار کے ہین یہ اُن لوگون سے متعلق ہین جو کہ ایمان دار تھے اور اکثر اصحاب خصوصاً خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم ایمان نرکھتے تھے چنانچہ اس سے مین نے یہ بحث کی کہ ایمان نہ رکھنے کے دو معنی ہین ایک یہ کہ منکر خدا ورسول کے تھے کہ ایسے شخص کو منافق کہتے ہین چنانچہ جو آیتین اُسکے معارضہ مین مجتہد صاحب نے لکھی ہین اُسکا جواب ہوگیا اور بخوبی ثابت ہوگیا کہ وہ منافق نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ اصول موضوعۂ شیعہ مین سے ایک اصول امامت کے منکر تھے کہ اس وجہ سے وہ کافر تھے اسکا بھی جواب اجمالی دے چکا کہ جب آیتین نازل ہوئین اور جسوقت خدای جل شانہ نے اُنکی تعریف کی اُسوقت امامت اصول دین سے نہ تھی اگر اُسوقت امامت کا اصول دین سے ہونا ثابت کرسکو تو کرو فعلیکم البیان وعلینا دفعہ بالبرہان۔

پس باقی رہگئین دو باتین اول یہ کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے وہ منکر امامت ہوگئے اور حق علی مرتضی کا چھین لیا دوسرے اہلبیت سے عداوت رکھی اور اُنکے حقوق غصب کیے کہ یہ امور بھی کفر ہین۔ چنانچہ اسکا مین بحث امامت اور مطاعن مین جواب دونگا اور ہر بات کو اس تفصیل سے لکھونگا کہ نہ کسی شیعہ کی کوئی دلیل رہ جاوے نہ کسی سنی عالم کا جواب باقی رہے یعنی وہ سوال وجواب جن کے سننے کے بغیر حالت منتظرہ باقی رہے نہ یہ کہ جتنے دنیا مین شیعہ سنی ہوے ہین اُن سب کی باتین کہ یہ محال اور نیز فضول ہین مگر انشاء اللہ تعالی اس صراحت سے لکھونگا کہ صرف دیکھنے والے کو انصاف اور فیصلہ کرنا رہ جاوے اور اکثر روایات کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے لیکن اس مقام پر وہ جوابات جو عام آیات فضیلت صحابہ سے شیعہ دیتے ہین اور جس مین سے کچھ اوپر مذکور ہوے اور کچھ رہ گئے ہین اُن باقی ماندہ جوابون کو بیان کرکے قرآن وحدیث ہی سے اُسکا جواب دینا شروع کرتا ہون۔ فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون

ف: اس کا ترجمہ اور ۱۱ ۱۲ صفحہ ما مین دیکھو ۱۲ منہ

ف: پارہ ۹ سورۂ اعراف رکوع ۲۴ تتمہ نو اشعار کان دیکھو اور پڑھ ہو شاید ہم ۱۱ ۱۲ سو ضحیح [illegible]

جواب دوسرا شیعون کا آیات فضیلت صحابہ سے

جو کچھ اوپر ہمنے بیان کیا اسمین صرف یہی جواب شیعون کا ہمنے لکھا ہی کہ مہاجرین مین سے ابو بکر صدیق رضی کی نیت بخیر نہتھی اب سنیے کہ علاوہ اُسکے اور کیا جواب دیتے ہین شاہ صاحب قدس سرہ تحفہ مین ملا عبد اللہ کی تقریر کو نقل کرتے ہین کہ ملا عبد اللہ نے یہ جواب دیا ہی کہ اللہ جل شانہ نے جو رضامندی اپنی آیۂ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ- مین مہاجرین وانصار کی نسبت بیان کی ہی وہ صرف سبقت ہجرت ونصرت کی نسبت ہی اور خاص اس فعل سے وہ راضی ہوا مگر اس سے جنتی ہونا اُنکا لازم نہین ہوتا اس لیے کہ اُسکے واسطے اُس رضا کا آخر تک باقی رہنا ضرور ہی اور آخر تک رضا باقی رہنے کا حال خاتمے پر ہی اور اس تقریر کو لکھکر شاہ صاحب فرماتے ہین کہ یہ تقریر قواعد اصول کی رو سے درست نہین ہی اس لیے خدائے جل شانہ نے مہاجرین و انصار کی ذات کی تعریف کی ہی اور چونکہ وصف عنوانی مین سبقت ہجرت و نصرت کا ذکر کیا اس لیے یہ صفت غلبۂ تعلق رضا کی ہوگی نہ کہ یہی وصف تعلق رضا کے اُسکے جواب مین جناب مجتہد صاحب ذو الفقار مین فرماتے ہین کہ { ہنوز باثبات نرسیدہ کہ مراد از سبقت درینجا سبقت فی الہجرۃ ست بس غایت مافی الباب علت رضا سبقت الی الاسلام یا سبقت الی الموت یا سبقت الی الہجرۃ لا علی الیقین ع اہ بود واین علت مبہمہ برآنتوہیچ وجہ مفید نمی تواند شد } یعنی یہ سب تقریرین تو اُسوقت کیجاوین جب یہ بات ثابت ہوجاوے کہ مراد والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار ہجرت مین سابق ہونا ہی حالانکہ یہی بات ہمارے نزدیک ابھی صاف نہین ہی کہ سابقون سے کیا مراد ہی آیا ہجرت کی سبقت یا اسلام کی سبقت یا موت کی سبقت پس جبکہ علت مبہم ہی تو وہ کچھ مفید مطلب نہین - غرضکہ حضرت نے سارا قصہ ہی طے کر دیا کوئی جھگڑے کی بات ہی نہ رکھی یعنی یہ سب فضیلتین تو جب ثابت ہون کہ والسابقون کے معنی کیا ہین آیا ہجرت مین سبقت کرنیوالے مراد ہین یا کہ اسلام مین سبقت کرنیوالے مقصود ہین یا کہ موت پر سبقت کرنیوالے یعنی مردے مراد ہین پس جب ابھی مین شبہہ ہی تو ایسی مبہم بات کی سند کچھ مفید نہین غرضکہ بسبب مبہم ہونے علت رضا کے اس آیت سے کچھ کسی کی فضیلت ہی ثابت نہین ہوتی اور یہ معنی جو حضرت نے فرمائے ہین یہ بڑے غور و تامل کے بعد فرمائے ہین چنانچہ خود اس سے بیشتر فرما چکے ہین کہ { ایضاً آنچہ بعد تامل نظر دقیق ظاہر می کردو صفحہ ۵۷ ذو الفقار تا قولہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال - }

آب قبلہ و کعبہ اس تقریر کو اپنی مدلل کرتے ہین اور منطقی دلائل سے اس امر کو ثابت فرماتے ہین کہ مراد والسابقون سے موت کی طرف سبقت کرنیوالے ہین یعنی مردے جو مر چکے مراد مین کما یقول { وثانیاً آنکہ علت رضای مہاجرین و انصار از حق تعالی بجرد ہجرت ونصرت نمی تواند شد بلکہ نظر دقیق حکم می کنند

کہ رضای آنہا از حق تعالی و تسلیم او امر و نواہی او علت ہجرت و نصرت شدہ و این قرینۂ دیگر ست برانیکہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند﴾ یعنی خدا کی رضامندی کا مہاجرین و انصار سے سبب یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ فقط ہجرت کرنے سے ساتھ پیغمبر خدا کے یا مدد دینے سے رسول مقبول کو وہ راضی ہو جاوے بلکہ نظر دقیق حکم کرتی ہی کہ انکا خدا سے راضی ہونا اور اُسکے احکام و نواہی کا بجالانا اُنکی ہجرت و نصرت کی علت ہی پس یہ دوسرا قرینہ ہی کہ مراد و السابقون سے سابقین الی الموت ہین یعنی جو کہ مرنے مین سبقت اور پیش قدمی کر گئے اور پہلے سب سے مر گئے فقط سبحان اللہ کیا نظر دقیق ہی جناب قبلہ و کعبہ کی کہ کیا خوب معنی نکالے ہین حقیقت مین بیچارے شاہ صاحب ایسی دقیق نظر کہان سے لاتے جو ان باریک نکتونکو سمجھتے کہ مراد و السابقون سے مردے ہین خیر ہم نہایت شکر ادا کرتے ہین مجتہد صاحب کا کہ مردے مہاجرین و انصار تو اسمین داخل رکھے اگر وہ والسابقون کے معنی یہی کہتے کہ حضرت آدم مراد ہین کہ انھون نے سب سے پہلے جنت سے ہجرت کی تھی یا حضرت ادریس مراد ہین جنھون نے مرین کو ہجرت کی تھی تو ہم کیا کرتے یا فرمادیتے کہ مراد و السابقون سے جبرئیل و میکائیل ہین جو سب سے پہلے پیدا ہوے ہین تو ہمارا کیا بس چلتا بہرحال جب معنی ہی بنانا پڑے اور نظم قرآنی کا کچھ لحاظ نرہا تو پھر بیسر و پا بات کہدینے والے سے کیا زور چل سکتا ہی جو کچھ وہ رعایت کرے وہی احسان ہی۔

کوئی یہ خیال نکرے کہ قبلہ و کعبہ نے بیدلیل یہ دعوی کیا ہی اس لیے کہ بیدلیل بات کہنا جاہلونکا کام ہی۔ اور یہ حصہ شاہ صاحب کا ہی حضرت کوئی بات بیدلیل و برہان کی زبان پر نہین لاتے چنانچہ اس دعوے کی دلیل مین فرماتے ہین ﴿و این قرینۂ دیگر ست برانیکہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند چہ موت اہل جنت و مشاہدہ درجات را مدخلیۂ تام در رضای آنہا از حق تعالی است﴾ کہ والسابقون کی لفظ سے وہ لوگ جو موت کی طرف سبقت کر گئے مراد لینے کا یہ دوسرا قرینہ ہی اس لیے کہ جنت مین پہونچ جانا اور اپنے مراتب اور درجات کا دیکھنا اور آرام سے بہشت مین چین کرنا ان سب باتون کو بڑا دخل ہی کہ وہ لوگ خدا سے راضی ہوے فقط بیشک درست ہی جو لوگ زندہ ہین وہ بسبب اسکے کہ نہ معلوم خدا جنت دیگا یا نہین اور اگر دینے کا یقین بھی ہو تو بہ سبب دنیاوی تکالیف کے وہ خدا سے پورے پورے راضی نہین ہو سکتے جب مر گئے اور خدا نے اُنکو بہشت نصیب کر دی اور آزادی سے جنتون کے لطف اُٹھانے لگے تو وہ بخوبی خدا سے راضی ہو جاوینگے اور نصرت اور ہجرت کا سبب اویر آپ لکھ ہی چکے ہین کہ یہ کہ وہ خدا سے راضی تھے تو اب کیا شک ہا کہ مراد و السابقون سے وہی لوگ ہین جو اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مر چکے تھے بے شک جیسا دعوے تھا اُس سے بہت بڑھکر دلیل ہی مجتہدون اور مقدس لوگونکے ایسے ہی دعوے اور ایسی ہی دلیلین ہوتی ہین زہی نصیب اُس

ف عبارت ذو الفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۴ھ صفحہ ۵۹ سطر ۱۲ متن

فرقتے کے جسکے ایسے عاقل اور ذکی اور ذہین مجتہد ہون - جو کہ جناب قبلہ وکعبہ نے اپنی کتاب کو نہایت ہی مدلل اور مبرہن لکھا ہی اس لیے صرف ایک دو دلیل ہی اپنے دعوے پر نہین بیان فرمائین بلکہ ہر ایک دعوے کو اپنے دلیلون سے ثابت کیا ہی کہ کسی سنی کو جرأت اُسکے رد کرنیکی نہین ہی چنانچہ اسی آیت کی نسبت جو تیسرا جواب پایا ہی اُسے بھی مین لکھتا ہون حضرت فرماتے ہین کہ ثالثاً اینکہ ثالث مانی الباب آنکہ از آیہ علت بودن ہجرت ونصرت درباب رضای حق تعالی از آنہا و رضای آنہا ازو تعالی ثابت می تواند شد وعلتہ اعم ست ازینکہ تامہ باشد یا ناقصہ واستعمال علت ناقصہ در کلام حق تعالی و احادیث نبوی شایع تمام دارد واگر بسبب غباوت ذہن کہ داری درینباب تامل داشتہ باشی پس قرآن مجید را از اول جز بنظر بصیرت تلاوة کن ودر آیات وعدہ وعید تامل نما تا صدق این مقال واضح گردد کہ اسسے پایا گیا کہ گویا اللہ جل شانہ اُنکی ہجرت ونصرت سے تو راضی ہوا مگر یہ علت ناقص ہی اسلیے انکے سب کامون سے راضی ہونا ثابت نہ ہوا افسوس ہی کہ مجتہد صاحب ذرا نظم قرآنی کو ملاحظہ نہین فرماتے اور ترجمہ لفظی کو بھی نہین دیکھتے اور تحریف معنوی خدا کے کلام مین کرتے ہین بار خدایا تیرا کلام چیستان ہی یا یہ آیت پہیلی ہی یا کوئی معما ہی جس کے لیے ایسے باریک خیالات کو حضرت قبلہ وکعبہ کام فرماتے ہین چار لفظ اس آیت کی ہین ذرا اُسکا ترجمہ کرین اور سمجھ لین اے مومنین ذرا سنو کہ اس آیت کا ترجمہ لفظی بھی ہی جو مین بیان کرتا ہون یا اور کچھ اول الفاظ آیت کے سنو کہ یہ ہین - وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور اب ترجمہ اسکا سنو کہ یہ ہی ترجمہ - اور آگے بڑھجانے والے پہلے ہجرت کرنیوالون سے اور مدد دینے والون سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہین اُنکی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ اُن سے اور راضی ہوے وہ اُس سے اور تیار کین واسطے اُنکے بہشتین چلتی ہین نیچے اُنکے نہرین رہنے والے بیچ اُسکے ہمیشہ یہ ہی مراد پانا بڑا -

اب خیال کرو کہ جو علتین تامہ اور ناقصہ مجتہد صاحب اِن صاف لفظون مین پیدا کرتے ہین یہ تحریف ہی یا نہین اور اگر ایسی ہی علتون کو خدا کے کلام مین دخل دیا جاوے تو سارا قرآن بازیچۂ طفلان ہو جاوے اور کسی آیت اور کسی حکم پر عمل کرنا جائز اور تصدیق کرنا ممکن نہ ہو - اللہ جلشانہ تو صاف صاف فرماتا ہی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہ مین اُن سے اور وہ مجھ سے راضی حضرت فرماتے ہین کہ یہی علت رضامندی کی ناقص ہی وہ سب باتون سے راضی نہین ہی بلکہ صرف ہجرت اور نصرت کے سبب سے راضی ہی اور گو حضرت نے صاف نہین فرمایا مگر مطلب یہی ہی

کہ غصب خلافت اور عداوت اہل بیت کے سبب سے ناراض ہی۔ اس لیے اے میرے بندو اس رضامندی کو تام یعنی پوری نہ سمجھنا اور اس سے مہاجرین و انصار کو اچھا نہ جاننا افسوس ہی کہ قبلہ و کعبہ نے یہ نفرمایا کہ قرآن مین یہ بھی تھا کہ اگر کسی کو شک ہو اور میری آیتون سے یہ مطلب کوئی نہ سمجھے تو مجتہد سے پوچھ لینا کہ وہ علت تامہ و ناقصہ کا بیان کرکے اچھی طرح سمجھا دینگے

اور یہ جو مجتہد صاحب نے فرمایا کہ والسابقون سے مراد ضرور مُردے ہین اس لیے کہ خدا اُنکے حال سے خبر دیتا ہی کہ وہ خدا سے راضی ہوے اور یہ امر معلوم ہی کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ مناسب تھا کہ خدا فرماتا یرضون یعنی بصیغہ مضارع کے کہ وہ راضی ہون گے خدا سے چنانچہ الفاظ حضرت کے یہ ہین کہ ۵ زیرا کہ جناب حق سبحانہ و تعالی از حال ایشان خبر میدہد کہ ایشان از خدای خود راضی شدند و معلوم ست کہ اگر انہا زندہ می بودند مناسب این بود کہ حق تعالی بصیغہ مضارع کہ یَرضَون باشد این مطلب را ادا مینمود نہ بصیغہ ماضی۔

عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۵ سطر ۱۷ ۱۲ منہ

پس اوّل تو یہ فرمانا حضرت کا کہ معلوم ست کہ اگر انہا زندہ می بودند۔ ہمکو معلوم نہین یہ جناب ہی کو معلوم ہوگا اور دنیا مین بندون کا خدا سے راضی ہونا آپ ہی کے نزدیک بعید از قیاس ہوگا ورنہ ہمکو یہ معلوم کیا بلکہ یقین ہی کہ جتنے خاص بندے اللہ جل شانہ کے ہین وہ اُس سے دنیا مین بھی راضی ہین اور کیسے ہی کچھ درد اور دُکھ پاوین وہ راضی رہتے ہین تو زندون کی نسبت رضوا عنہ کا مضمون آپ کو باعث تعجب ہی گا کیونکہ آپ حالت زندگی مین خدا سے راضی نہین رہے ورنہ ہمتو اسے یقینی جانتے ہین۔

دوسرے یہ سب علتین تامہ اور ناقصہ و صیغہ ماضی مضارع کے احتمالات اور استدلال صرف بیچارے مہاجرین اور انصار ہی کی نسبت ہین یا کہ اہل بیت علیہم السلام کی نسبت بھی پس جو تقریرین آپ صحابہ کی نسبت کرتے ہین اور جس طرح آیات فرقانی مین آپ مہاجرین و انصار کی فضیلت باطل کرنیکے لیے تحریفات اور احتمالات کرتے ہین اگر خوارج و نواصب اہل بیت علیہم السّلام کی نسبت کرین تو آپ کیا جواب دینگے جو آپ اُنکو جواب دین وہی ہماری طرف سے تصور فرماوین۔

تیسرے مجتہد صاحب نے احتمالات کرکے ان آیتون کے معنی بدلنے مین ایک بڑی خطا کی اور وجہ اسکے کہ اس کتاب کے لکھنے مین بہت عجلت کی تھی ایک بہت بڑی بات بھول گئے کہ والسابقون الاولون مین جناب امیر علیہ السلام بھی داخل ہین اور اُنکی فضیلت پر بھی یہی آیتین سند لائی جاتی ہین اور کہا جاتا ہی کہ وہ سب سے اول اور سابق ہین اسلام مین اور ہجرت مین پس جب والسابقون سے مراد مُردے لیے گئے اور کوئی زندہ اُس مین داخل نہ رہا تو پھر جناب امیر بھی اُس سے خارج ہو گئے

بار خدایا تب شاید یہ کہین کہ زندون مین صرف وہی اس آیت کے مصداق ہین اور باقی سب مرنے مراد ہین
اور اگر کوئی اس تخصیص کی وجہ پوچھے تو پھر وہی شیوہ اپنا اختیار کرین اور اپنی تشیع پر آجاوین یعنی گالیان
دینا شروع کرین اور غبی اور کودن اور احمق فرما کر اسکی بات نہ سنین جیسا کہ اسی مقام پر علت تامہ و
ناقصہ کے نہ سمجھنے پر شاہ صاحب کی نسبت فرماتے ہین کہ { اگر بسبب غباوت ذہن کہ داری درینباب تامل
داشتہ باشی پس قرآن مجید را از اول جز بنظر بصیرت تلاوت کن و در آیات وعدہ وعید تامل نما تا صدق
این مقال واضح گردد۔ }

چوتھے جناب قبلہ و کعبہ کا ماضی مضارع کے صیغون سے بحث کرنا درحقیقت دائرہ تشیع کو تنگ کرنا
ہے اس لیے کہ پھر بہت سی آیتین فضیلت اہل بیت کی انھین صیغونکی بحث سے نکل جاوینگی اور ایسے
اعتراض کرنیوالون کا جواب نہایت مشکل ہوگا اس سے قواعد نحو و صرف کا نام ہی زبان پر نہ لائیے ورنہ
اگر کوئی پوچھ بیٹھے کہ یُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا صیغے
مضارع کے ہین اور معنی ماضی کے لیے جاتے ہین اس لیے کہ بعد وفا کرنے نذر کے اور بعد کھلا دینے
کھانے کے مسکینون اور یتیمون اور اسیرون کو یہ آیات شان مین جناب فاطمہ اور حسنین علیہم
السلام کے نازل ہوئین تو کیا آپ جواب دینگے اور اگر کوئی کہے کہ فَوَقٰہُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِکَ الْیَوْمِ
وَلَقّٰہُمْ نَضْرَۃً وَّسُرُوْرًا وَّجَزٰہُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّۃً وَّحَرِیْرًا سب صیغے ماضی کے
ہین اور معنی مضارع کے مراد لیے جاتے ہین تو آپ کیا فرمائینگے۔ پس اگر فرض بھی کیا جاوے اور
آپکا قول تسلیم بھی کیا جاوے کہ { مناسب این بود کہ حق تعالی بصیغۂ مضارع کہ یرضون باشد این
مطلب را ادا نماید نہ بصیغۂ ماضی } تو اُسکا جواب یہ ہے { کہ حق تعالی امرے را کہ یقینی و قطعی ست بصیغۂ
ماضی ادا نماید چنانکہ در فضائل اہل بیت امری را کہ بعد از قیام قیامت ظہور خواہد یافت بصیغۂ ماضی
ادا کردہ حیث قال تبارک و تعالی فوقہم اللہ شر ذلک الیوم ولقہم نضرۃ و سرورا الخ ہمچنین رضای
سابقین اولین از مہاجرین و انصار زیرا کہ در آخرت علو مرتبۂ خود را دیدہ راضی خواہند شد بصیغہ
ماضی ادا کردہ و برای این حکم فرمودہ کہ رضوا عنہ۔) اور اگر آپ کو ماضی مضارع کے صیغون مین شک
ہو اور ایک سے دوسرے معنی مراد لینا آپ کے نزدیک خلاف فصاحت و بلاغت ہو تو ذرا
میزان الصرف اُٹھا کر دیکھیے اور بدان اسعدک اللہ تعالی کے معنی سوچیے کہ معنی اسکے نیکبخت کند
ہین یا نیکبخت کرد ہین اور پھر غور کیجیے کہ صیغہ تو ماضی کا ہے اور معنی حال کے لیے جاتے ہین تو
اس شک کے دور کرنیکے لیے اُسکا حاشیہ دیکھ لیجیے تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ کیون ماضی کے صیغے سے

حال کے معنی لیے جاتے ہین اور بعد اُسکے اگر انصاف ہی تو تصور کا اقرار کیجیے ورنہ ایک روز تو
اقرار کرنا ہی پڑیگا جسکا ذکر خدا نے بصیغۂ ماضی کے کیا ہی حالانکہ ہنوز وہ روز نہین آیا کما قال
سبحانہ تعالی وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیرہ فاعترفوا بذنبہم فسحقا لاصحب السعیر
پس حضرات شیعہ کے تعصب و عناد بلکہ جہالت و نادانی کو دیکھنا چاہیے کہ صرف اصحاب نبی کی
عداوت سے آیات قرآن مجید کے ایسے معنی بناتے ہین کہ حضرت علی بھی اُس سے خارج ہوے جاتے
ہین اور اُنپر بھی اطلاق اس فضیلت کا نہین ہوسکتا پس جبکہ شیعون نے اپنے ہی پہلے امام کو اس
آیت کے مصداق سے خارج کر دیا تو اگر ہمارے تین خلیفون کو بھی نکال دیا تو جای شکایت نہین ہی
اس مقام پر یہ امر بھی لکھنا خالی فائدہ سے نہین ہی کہ جناب شاہ صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ مین فرمایا ہی
کہ اگر مہاجرین و انصار کی نسبت ان آیتون کے یہ معنی مراد لیے جاوین کہ رضامندی خدا کی اُن کی
ذات سے متعلق نہین ہی بلکہ اُنکی صفت ہجرت و نصرت سے اور کامل رضامندی موقوف ہی حسن خاتمہ
پر تو آیۂ موالات جس سے ثبوت خلافت حضرت علی کا کیا جاتا ہی اُن مین بھی تو یہی جرح ہوسکتی ہی کہ کہا
جاوے کہ (ولایت شما این وصف متعلق ست یعنی اقامت صلوۃ و ایتاء زکوۃ در حالت رکوع و بقاء
این وصف مشروط ست بہ حسن خاتمہ (کذا و کذا) بجواب اسکے مجتہد صاحب فرماتے ہین کہ { اما آنچہ درین
مقام درباب آیۂ ولایت بہ ترانۂ بیہودہ مترنم گردیدہ پس از قبیل قیاسی ست مع الفارق چہ امثال چنین
تقییدات دور از کار در آیۂ ولایت خلاف اجماع اہل اسلام ست پس از معرض اعتبار ساقط باشد }
سوای ان لفظون کے حضرت نے اور کچھ نہین لکھا اور گالی دیکر سکوت اختیار کیا اور یہ فرمانا کہ آیۂ موالات
مین ایسے احتمالات بعیدہ کرنا خلاف اجماع اہل اسلام ہی باعث صد ہزار حیرت ہی اس لیے کہ اگر
اہل اسلام سے مراد صرف حضرات شیعہ ہین تو یہ فرمانا مسلم لیکن اگر اور سب فرقے اسلام کے مرتد
ہین تو اُنکے اجماع کا دعوی محض غلط ہی ھاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔

ای حضرات امامیہ ذرا اپنے مجتہدین کی توجیہات اور احتمالات پر خیال کرو کہ وہی احتمال مہاجرین و
انصار کے حق مین تو جائز بلکہ واجب سمجھا جاوے اور وہی احتمال جناب امیر کے حق مین ممتنع اور محال ہو
اگر کہا جاوے کہ یہ مقتضای محبت و عداوت ہی تو ہم قبول کرینگے لیکن یہ بھی اُسکے ساتھ عرض کرینگے
کہ یہ مقتضای ایمان اور انصاف نہین ہی۔ اس جواب پر مجھے ایک شکایت بہرام گور کی یاد آئی حکایت
کہ اُسنے ایک مرتبہ گورکا شکار تیر سے کیا اتفاق سے تیر اُسکے مُنہ پر ایسا لگا کہ منہ سی گیا ایک لونڈی سے
بہرام گور نے اپنی تعریف کی اُسکی زبان سے نکل گیا کہ مشق اور تعلیم کے متعلق ہی بہرام گور نے خفا

ہوکر نکال دیا اُس نے یہ مشق شروع کی کہ گائے کے بچے کو گود مین لیکر ہر روز دو وقت بالاخانہ پر چڑھجاتا
یہان تک کہ جب وہ بچہ بڑا ہوا تب بھی بسبب مشق کے فوراً بالاخانے پر لیجایا کرتی یہ خبر بادشاہ نے سنی
وہ بھی گیا لو دیکھ کر کیا کہتا ہی کہ مشق و تعلیم سے متعلق ہی تب لونڈی نے دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ
جہان پناہ آپ جب گور کو تیر سے شکار کرین تو وہ مشق سے متعلق نہو اور جب مین اُس سے بہت
زیادہ حیرت انگیز کام کرون وہ مشق کے متعلق سمجھا جاوے یہ کون انصاف ہی کما قال قائل شعر

گفت شہ راند امتی ست عظیم	گاو تعلیم گور بے تعلیم

وہی حال ہی بعینہ مجتہد صاحب کا کہ ایسی صریح اور صاف آیت مین جیسی کہ وَالسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ ہی احتمالات علت تامہ و ناقصہ کے کرین اور اونکے علما علت رضای آلٰہی کو حصر
فعل خاص کا کہین اور جب کوئی آیہ موالات سے معارضہ کرے جس مین صرف یہ ہی کہ يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ
رَاكِعُونَ کہ دیتے ہین زکوۃ کو در انحالیکہ وہ رکوع مین ہوتے ہین اور اسکی لفظون سے کچھ بھی معلوم نہین ہوتا
کہ وہ لوگ کون ہین صیغہ جمع کا ہی اور معنی واحد کے لیے جاتے ہین اور زکوۃ کے معنی خیرات شے کیے جاتے
ہین اس لیے کہ یہ ظاہر ہی کہ حضرت علی اتنا مال نہ رکھتے تھے کہ زکوۃ اُنپر واجب ہوا اور پھر رکوع و سجود
مین کسی دوسرے کی بات سننا گو وہ سائل اور محتاج ہی ہو خلاف خلوص نماز کے بھی ہی پس باوجود ان
سب باتون کے جب کوئی کہے کہ وہ احتمالات جو مہاجرین و انصار کی فضیلت کے آیات مین آپ کرتے
ہین وہ اس آیت مین ہو سکتے ہین بلکہ اُس سے بھی بہت کچھ زیادہ تب فرماوین کہ یہ بیہودہ ترانہ ہی اور خلاف
اجماع ہی حقیقت یہ ہی کہ جب انسان انصاف و ایمان اور حیا کا پابند نہ رہے تب مختار ہی جو چاہے
سو کہے ولنعم ما قیل اذا القیت جلباب الحیاء فقل ما شئت فان من لا حیاء له لا ایمان له ۔
آب چوتھے معنی وَالسَّابِقُونَ کے سنیے جو مجتہد صاحب بیان فرماتے ہین حضرت ذوالفقار مین لکھتے
ہین کہ { اقوال بعضی از علما دلالت می کند کہ مراد از سبقت فی الهجرة مهاجرت بنی هاشم ست از مکہ } یعنی
بعضی علما کا قول ہی کہ مراد سبقت ہجرت سے بنی ہاشم کی ہجرت ہی جو انھون نے مکے مین کی تھی لوگ
حیران ہونگے کہ مکے سے مکے مین کون سی ہجرت ہی اس لیے مین اُسکی تصریح کرتا ہون کہ جب کفار
نے حضرت کو بہت ستایا تب شعب ابوطالب مین حضرت نے قیام فرمایا اور کئی برس تک وہان رہے
پس اسکا نام حضرت نے ہجرت رکھا ہی یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر مین جانا شاید یہ معنی اس لیے
(یعنی مجتہد صاحب نے)
ہوے ہون تاکہ اپنے اور اپنے شیعون کی نسبت بھی ہجرت کا اطلاق کر سکین اس لیے کہ حضرت یقیناً
ایک دن مین سو جگہ بدلتے ہون گے اور جبکہ جگہ بدلنے ہی کے معنی ہجرت کے ہوے تو پس حضرت اور

حضرت کے شیعہ دن بھرمین سو سو دفعہ ہجرت کے ثواب کے مستحق ہون گے اور بعض علما سے جنکا
قول حضرت نے بیان کیا ایک جناب قاضی نور اللہ شوستری شہید ثالث ہین کہ وہ مصائب النواصب
مین بجواب نواقض الروافض لکھتے ہین کہ { فاطمہ صاحب النواقض تبعاً للجمہور ان ابابکر و عمر کانا من
المہاجرین السابقین الاولین انما ہو تحریص و زور بل السابقون الاولون ہم الذین ہاجروا الہجرة الاولی
وہی ہجرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حصارہ بمکة حین ہاجرت قریش بنی ہاشم مع رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فی شعب عبد المطلب اربع سنین والامة مجمعة علی ان ابابکر و عمر لم یکونا معہم فی ذلک الموطن }
یعنی ہجرت کے کہ مکے سے مکے ہی مین ہجرت کرنا ایسی بمعنی اور نئی اصطلاح ہی کہ ہنسنے کے لیے اس سے
زیادہ کوئی لطیفہ نہ ملیگا میرے نزدیک مجتہد صاحب نے غلطی کی کہ مہاجرین و انصار سے آدمی مراد لیے
اور ناحق معنی بنانے کی تکلیف اُٹھائی مناسب تھا کہ سابقین مہاجرین سے مراد حضرت جبرئیل کو لیتے
کہ وہ سب سے اول سدرة المنتہی سے ہجرت کرکے مکے مین آئے اور انصار سابقین سے مراد حضرت عزرائیل
لیتے جنھون نے بڑے بڑے دشمنون کو پیغمبر صاحب کی مدد کرکے ہلاک کیا اور اُنکی روحین قبض کین
پس حقیقت مین کامل اور صحیح ہجرت حضرت جبرئیل کی اور پکی اور پوری نصرت حضرت عزرائیل کی ہی اور
خدای جل شانہ کے کلام سے تصدیق بھی اس مضمون کی بخوبی ہوتی خصوصاً رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مضمون
تو ان پر ایسا ٹھیک صادق آتا کہ کسی سنی جاہل کو کچھ جای اعتراض نہ رہتی اس لیے کہ سچی رضامندی
خدا کی فرشتون سے ہی اور فرشتون کی خدا سے جنکی شان ہی کہ ذرہ برابر خلاف مرضی خدای جل شانہ کے
کچھ نہین کرتے اور فرشتون مین سب سے سابق اور اول حضرت جبرئیل اور میکائیل ہین تو کیا باعتبار لفظون
کے اور کیا بلحاظ معنی کے یہ مضمون ایسا چسپان ہوتا کہ فرشتے بھی داد دیتے ۔

پانچوین معنی والسابقون کے { یا ہجرت بطرف حبشہ کہ بمراتب پیشتر از ہجرت مدینہ بودہ پس درین
صورت ابی بکر را شرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود } مجتہد صاحب نے تو فقط اس دعوے
ہی پر قناعت فرمائی اور اتنا کہکر سکوت کیا لیکن صاحب تقلیب المکائد نے بجواب کید نود و دوم کے
اس دعوے کو اپنے نزدیک مدلل بھی کیا ہی وہ کہتے ہین کہ { اصحاب ثلثہ از مہاجرین اولین نبودند
چنانچہ در صحیح بخاری مذکور ست عن ابی موسی قال بلغنا مخرج النبی ونحن بالیمن فخرجنا مہاجرین الیہ الخ }
مؤلف موصوف نے ایک بہت بڑی حدیث نقل کرنے سے یہ فائدہ تصور کیا ہوگا تاکہ لوگون کو معلوم
ہو کہ خود اہل سنت کی صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہی کہ خلفاء ثلثہ مہاجرین اولین سے نہ تھے
لیکن یہ محض غلطی حضرت کی ہی اس لیے کہ اُس حدیث سے جس قدر ثابت ہوسکتا ہی وہ یہی

ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اصحاب سفینہ تمھارے لیے دو ہجرت ہین اور یہ حضرت نے نہین فرمایا کہ تمھین والسابقون الاولون مین ہوا اور اس سے کوئی سنی انکار نہین کرتا کہ جن لوگون نے حبشہ کو ہجرت کی وہ مہاجر نہین اور اُنکے درجات اور مراتب مین کچھ جای سخن ہی بلکہ وہ زمانہ تو پیغمبر صاحب کا تھا اُسوقت کافرون کے خوف سے کسی ملک کو چلا جانا کیونکر ہجرت مین داخل ہوگا جبکہ قیامت تک ہجرت کا حکم اور ثواب باقی ہی اگر کلام ہی تو اسمین ہی کہ آیت جسکا ذکر ہی یعنی والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار اس سے کون ہجرت کرنیوالے مراد ہین آیا وہ جو کہ حبشہ کو ہجرت کر گئے یا وہ جو کہ مکے سے مدینے کو آئے پس اس بڑی لمبی چوڑی حدیث مین اگر ایک لفظ بھی ایسا ہو کہ مراد والسابقون الاولون سے مہاجرین حبشہ ہین تو بیشک ہم تسلیم کرین علاوہ برین ہم حضرات شیعہ سے کہتے ہین جس طرح پر حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم حبشہ کو ہجرت کر کے نہین گئے اسی طرح جناب امیر بھی حبشہ کو نہین گئے پس جس دلیل سے اور جس وجہ سے خلفاء ثلثہ مہاجرین اولین سے خارج کیے جاتے ہین وہی وجہ حضرت امیر کی نسبت بھی ہو ہین کیا وہ بھی خارج کر دیے جاوینگے اور اُنکی نسبت بھی مہاجرین اولین کی فضیلت کا اطلاق نکروگے نعوذ باللہ منہا یہن جس طرح پر حضرت مجتہد صاحب نے فرمایا کہ مراد از ہجرت بطرف حبشہ کہ مراتب پیشتر از ہجرت مدینہ بود پس درینصورت ابی بکر را شرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود اگر کوئی خارجی ایسی تقریر کو جناب امیر علیہ السلام کی نسبت معارضے مین پیش کرے تو معلوم نہین کہ اُسوقت کسکے لیے کیا جواب مجتہد صاحب نے سوچا ہی۔ چونکہ ہم سلسلہ تار و پود کو مجتہد صاحب کے درہم برہم کر چکے اس لیے اب اس آیت کے اصلی معنی لکھتے ہین جو کہ مفسرین شیعہ نے اپنی تفسیرون مین بیان کیے ہین تاکہ اس سے معلوم ہو جاوے کہ یہ تقریرین جو مجتہدان شیعہ نے کی ہین لغو و پوچ ہین یا کچھ صلابت رکھتی ہین علامہ طوسی مجمع البیان مین لکھتے ہین کہ [لما تقدم ذکر المنافقین والکفار عقبہ سبحانہ بذکر السابقین الی الایمان فقال والسابقون الاولون ای السابقون الی الایمان والی الطاعات وانما مدحهم بالسبق لان السابق الی الشئی تبعه غیره فیکون متبوعا وغیره تابع له فهو امام فیه وداع له الی الخیر سبقه الیه کذلک من سبق الی الشر یکون اسوء حالا بهذه العلة من المهاجرین الذین هاجروا من مکة الی المدینة والی الحبشة والانصار ای ومن الانصار الذین سبقوا نظرائهم من اهل المدینة الی الاسلام ومن قرأ والانصار بالرفع فلم یجعلهم من السابقین وجعل السبق للمهاجرین خاصة والذین اتبعوهم باحسان ای افعال الخیر والدخول فی الاسلام بعدهم وسلوک منهاجهم ویدخل فی ذلک من یجی بعدهم الی یوم القیمة رضی الله عنهم ورضوا عنه اخبر سبحانه انه رضی عنهم ورضوا عن الله کما له لما اجزل لهم من الثواب علی طاعاتهم وایمانهم به

ویقینہم واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا یبقون ببقاء اللہ فقال ذلک الفوز العظیم ای الفلاح العظیم الذی یصغر من جنبہ کل نعیم وفی ہذہ الآیۃ دلالۃ علی فضل السابقین ومزیتہم علی غیرہم لما لحقہم من انواع المشقۃ فی نصرۃ الدین فمنہا مفارقۃ العشائر والاقربین ومنہا مباینۃ المالوف من الدین ومنہا نصرۃ الاسلام وقلۃ العدد وکثرۃ العدو ومنہا السبق الی الایمان والدعاء الیہ} علاوہ اسکے دوسری تفسیر سنیے کہ صاحب خلاصۃ المنہج لکھتا ہی {السابقون الاولون یعنی پیشی گزیدگان پشینیان ای آنہا کہ سبقت گرفتند بر عامۂ مومنان در ایمان من المہاجرین از مہاجرین اے آنانکہ از مکہ ہجرت کردند و بمدینہ آمدند} ان تفسیرون سے جو معنی مہاجرین کے معلوم ہوے اور جو فضائل اُنکے ثابت ہوے اُسکیلیے اُسکا ترجمہ ہی کافی ہی زیادہ لکھنا کچھ ضرور نہین اگر اسپر بھی سیری نہ ہووے تو مین دوسری آیت کی تفسیر سناتا ہون جسمین ہجرت کا ذکر ہی یعنی اللہ جل شانہ فرماتا ہی کہ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ ہاجروا کے اخیر مین مفسر طوسی مجمع البیان مین لکھتے ہین کہ {ہاجروا من دیارہم واوطانہم یعنی من مکۃ الی المدینۃ} پس ان سب تفسیرون کو طاق نسیان پر رکھدینا اور ان ساری فضیلتون کو جسے خود علماء امامیہ نے ان آیتون کی تفسیر مین بیان کیا ہی نہ دیکھنا اور سابقون کی لفظ سے سبقت الی الموت مراد لینا اور ہجرت کے معنی شعب ابو طالب مین نقل مکان کرنا کتنا نتیجۂ تقدس اور ثمرۂ اجتہاد ہی دیگر ہیچ

تیسرا جواب شیعون کا آیات فضیلت صحابہ سے

بعض دانشمندون نے یہ جواب دیا ہی کہ جو ذکر رضامندی کا اللہ جل شانہ نے مہاجرین وانصار کی نسبت قرآن مجید مین کیا ہی اُس سے سب مہاجرین وانصار مراد نہین ہین بلکہ خاص خاص کو ظاہر مین کچھ تخصص نہین کی چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری اپنی مصائب مین فرماتے ہین کہ {بل ہم یقولون اذ شہادۃ اللہ تعالی لہم بالرضاء ومن اتبعہم باحسان یکن ان یکون خصوصا من قول اللہ تعالی وان کان یخرج الکلام للعموم وہذا فی کتاب اللہ موجود من خطاب الخصوص ہو عموم ومن خطاب العموم وہو خصوص لمن استقام منہم دون من لم یستقم والنظر یدلنا علی ان اللہ عزوجل انما رضی عمن استقام فی طاعتہ وان الجنۃ وعدہا لمن سارع الی مرضیاتہ وتجنب عن معاصیہ ومن خرج عن ہذہ الحال کان محالا ان یستحق الرضاء من اللہ تعالی فما لہم ایضا فی ہذا الحال تحجۃ} قاضی صاحب مؤلف نواقض الروافض سے مخاطب ہوکر فرماتے ہین

کہ جو تمنے کہا کہ شیعون کا قول ہی کہ یہ بشارتین صحابہ کے لیے مثل غصب ہونے خلافت کے ہین سو
یہ تمھارا افترا ہی شیعون کا یہ قول نہین ہی بلکہ صحابہ کی فضیلت کی آیتون سے شیعی یہ جواب دیتے ہین
کہ خدا کا اپنی رضا یہ نسبت اُنکے شہادت دینا گو بظاہر کلام آلہی مین عام واقع ہوا ہی مگر مراد
اُس سے خاص خاص لوگ ہین اور قرآن مجید مین ایسا بہت جگہ واقع ہی کہ کلام عام ہی اور مراد
اُس سے خاص ہین یا کلام خاص ہی اور مراد اُس سے عام ہین اور غور کرنے سے یہ بات صحیح معلوم
ہوتی ہی اس لیے کہ خدا انہین رضی ہوا مگر اُس سے جو کہ اُسکی طاعت مین ثابت قدم ہوا اور جنت
نہین طاری گئی مگر اُسکے لیے جو کہ اُسکی مرضی پر چلا اور اُسکے گناہون سے بچا اور جو اس حال پر ثابت
قدم نہین رہا اور اس سے نکل گیا محال ہی کہ وہ خدا کی رضا کا مستحق ہو پس سنیون کے پاس کیا حجت ہی
فقط اس تقریر کے اخیر پر قاضی صاحب فرماتے ہین کہ الحمد للہ یعنی ہمنے خوب مدلل تقریر کی اور
سنیون کے قول کو خوب رد کیا مگر حقیقت مین یہ قول بھی کَسَرَابٍ بِقِیعَةٍ یَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً محض دھوکہ
ہی۔ چنانچہ اُسکی غلطی ہین چند وجوہ سے ثابت کرتا ہون۔ اوّل قاضی صاحب نے اس
امر سے انکار کیا کہ شیعون کا یہ قول نہین ہی کہ بعد غصب خلافت کے مہاجرین وانصار اس فضیلت
سے مستثنی ہوگئے لیکن بعد اُسکے وہ تقریر کی جس سے ثابت ہوا کہ حضرت بھی یہی کہتے ہین اسلیے
کہ خدای جل شانہ تو رضامندی اپنی بیان کرتا ہی ہجرت اور نصرت اور بعیت رضوان سے اور یہ سب امور
واقع ہو چکے تھے اور بعد وقوع اُنکے یہ آیتین اُنھین افعال کی مقبولیت مین نازل ہوئین تو اب دو
باتین ثابت کرنی چاہیین یا یہ کہ خلفای ثلثہ اور دیگر مہاجرین وانصار نے یہ کام نہین کیے نہ اُنھون نے
ہجرت کی نہ اُنھون نے نصرت اور بعیت کی تاکہ وہ لوگ اس رضا سے مستثنی ہوجاوین یا یہ ثابت کیجیے
کہ بعد اس فعل کے اُنسے ایسے افعال ہوے جنکے سبب سے وہ مستحق اس رضامندی کے نہ رہے اور وہ فعل
سوا ے غصب خلافت اور عداوت اہل بیت کے دوسرا کوئی نہین ہی تو اس سے وہی بات ثابت
ہوئی جسکا انکار کیا تھا لیکن بغیر ان دو امرون سے کسی ایک امر کے اقرار کرنیکے یہ بات کہ مہاجرین کی
ہجرت کو بھی قبول کرنا انصار کی نصرت کا بھی اقرار کرنا اور بعیت الرضوان کی شرکت کو صحیح جاننا اور ان آیتونکو
انھین کامون کے صلہ مین نازل سمجھنا اور پھر مہاجرین وانصار کو اُس عموم سے خارج کرنا نہ عقلاً
درست ہی نہ نقلاً۔ عقلاً اس لیے کہ جب خدای جل شانہ فرماتا ہی کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہ مین مہاجرین
وانصار سے راضی ہوا اور وہ مجھ سے راضی ہوے اور اگر کوئی شک کرے کہ ہجرت ونصرت کے لیے ایمان
شرط ہی اور مہاجرین وانصار ایمان نہ رکھتے تھے اُنکے گمان وہم کے باطل ہونے پر خدا دوسری

٥١ پارہ ١٨ سورۂ نور رکوع ٥۔ ترجمہ جیسے ریت جنگل مین پیاسا جانے اوسکو پانی ١٢ موضح القرآن

آیت مین فرماتا ہی کہ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک ہم المومنون حقا ط کہ جن لوگون نے خدا ورسول کی تصدیق کی اور جو اپنے گھر مکہ چھوڑکر مدینہ مین ہجرت کر آئے اور جنھون نے اعلاء دین خدا کے لیے جہاد کیا اور جنھون نے اُن لوگون کو اپنے یہان پناہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی وہی لوگ سچے ایمان والے ہین پس ایسی صریح آیتون سے مہاجرین وانصار کو خارج کرنا نصوص قطعیہ سے انکار کرنا ہی اس لیے کہ اس آیت مین خدائے تبارک وتعالی یہ نہین بیان کرتا ہی کہ جو لوگ ایمان لاوین گے اور نیک کام کرین گے اُنکو مین جنت دونگا کہ یہان بقای حکم اور خصوص وعموم سے بحث کیجاوے بلکہ یہان تو ایک امر گذشتہ اور ایک گروہ خاص کے ایمان سے خبر دیتا ہی اور اُنکے مومن ہونے کو تصدیق کرتا ہی اسی لیے کہ کوئی کچھ شبہہ نکرے اور اُس طائفہ کی نسبت عموم خصوص کی قید نہ لگاوے اور اسی لیے اولئک ہم المومنون حقا کو فرمایا کہ وہی لوگ جنھون نے ہجرت کی اور جنھون نے نصرت کی یعنی مہاجرین و انصار وہی سچے مومن ہین پس یہ جملہ خبریہ ہی نہ انشائیہ اور از قبیل اخبار ہی نہ از قبیل امر ونہی پس کسیطرح نسخ کا بھی شبہہ اسمین نہین ہوسکتا اس لیے اخبار مین نسخ واقع نہین ہوتا ورنہ جو قصے حضرت آدم اور حضرت موسی اور حضرت یوسف وغیرہ انبیای کرام علیہم السلام کے خدانے قرآن مجید مین فرمائے ہین سب سے یقین جاتا رہے اور انجام اور خاتمے کے معلوم نہ ہونے کا احتمال کرکے یقین اُنپر نہ رکھا جاوئے اور عموم اور خصوص کی قید لگاکر سارے قرآن شریف مین تحریف کر دیجاوے پس باوجود ایسے نص صریح کے مہاجرین وانصار کو مومن نہ کہنا حقیقت مین ایسا ہی جس طرح پر انبیا کی نبوت اور اصحاب کہف کی فضیلت اور اخبار ماضیہ مذکورہ قرآن کی صحت سے انکار کرنا کیونکہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہم اصحاب کہف کے ایمان کے قائل نہین ہین اسلیے کہ معلوم نہین کہ وہ قیامت مین نیکو نین ہونگے یا معاذاللہ دوسرے گروہ مین اور یہ بھی ہمکو معلوم نہین کہ اُنکی نیت بخیر تھی یا نہین اس لیے کہ نیت امری ست باطنی اور یہ بھی ممکن ہی کہ سب اصحاب کہف باایمان نہون اس لیے کہ خدا کے کلام مین اکثر عموم وخصوص ہی کہ کلام عام ہوتا ہی اور مراد اُس سے خاص ہوتی ہی پس ایسے احمق ملحد کے جواب مین سوای اسکے کیا کہوگے کہ خدای جل شانہ صاف اونکے حال کی خبر دیتا ہی کہ انہم فتیۃ آمنوا بربہم وزدناہم ہدی ط اور خدا اُنکے ایمان اور ہدایت کی صاف یہ جملہ خبریہ خبر دیتا ہی تو ایسے نص قطعی مین احتمالات کرنا اور اُن مین عموم خصوص کے شکوک پیدا کرنا خدا کے کلام سے انکار کرنا ہی پس اسی طرح پر راہ مہربانی مہاجرین وانصار کے ایمان پر خیال کرنا کہ

ف پارہ ۱۰ سورۂ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اسکی راہ مین اور جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہی ہین تحقیق مسلمان ۱۲ موضح القرآن

خدای پاک اُنکے حق مین بھی صاف فرماتا ہی کہ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ اولئک ہم المومنون حقا - اور یہ جملۂ خبریہ اُنکے ایمان کو بیان کرتا ہی پس جب ایسی نص صریح سے کوئی انکار کرے اور پھر بھی مہاجرین وانصار کو مومن نہ کہے وہ ایسا ہی ہی جیسا کہ منکر ایمان اصحاب کہف کا یا نہین اور ایسے نصوص صریح کا منکر ملحد اور مرتد ہی یا نہین ذلک من آیات اللہ من یہد اللہ فہو المہتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا

دلیل نقلی اگر اس تقریر سے بھی آپکا اطمینان نہو تو اپنے ہی مفسرین سے تصدیق اس کلام کی سنیے کہ علامہ طوسی الذین آمنوا وہاجروا الخ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ { ثم عاد سبحانہ الی ذکر المہاجرین والانصار ومدحہم والثناء علیہم فقال والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ ای صدقوا اللہ ورسولہ وہاجروا من دیارہم واوطانہم یعنی من مکۃ الی المدینۃ وجاہدوا مع ذلک فی اعلاء دین اللہ والذین آووا ونصروا ای ضموہم الیہم ونصروا النبی اولئک ہم المومنون حقا ای اولئک الذین حققوا ایمانہم بالہجرۃ والنصرۃ بخلاف من قام بدار الشرک } انتہی بلفظہ - یعنی پھر خدا شروع کرتا ہی مہاجرین وانصار کے ذکر کو اور اُنکی مدح کرتا ہی اور اُنکی ثنا وتعریف فرماتا ہی کہ آمنوا یعنی ایمان لائے ایمان سے کیا مراد ہی کہ تصدیق کی خدا کی اور اسکے رسول کی اور ہاجروا من دیارہم یعنی اپنے گھرون سے ہجرت کی یعنی مکے سے ہجرت کی اور مدینے کو آئے وجاہدوا یعنی اتنی ہی تکلیف پر قناعت نہ کی بلکہ خدا کی دین بڑھانے کے لیے جہاد بھی کیا والذین آووا ونصروا سے کیا مراد ہی وہ لوگ مراد ہین جنھون نے اُن گھر چھوڑنے والونکو اپنے یہان جگہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی پھر خدا فرماتا ہی کہ اولئک ہم المومنون حقا یعنی یہی لوگ جو کہ مہاجرین وانصار ہین سچے مومن ہین اور خدا نے فقط مومنون نہ کہا بلکہ آگے قید حقا کی لگا کر بڑھا دی اسکا کیا فائدہ ہی اُس حقا سے یہ مراد ہی کہ اُنھون نے اپنے ایمان کو ثابت کر دیا بسبب ہجرت اور نصرت کے بخلاف اُن لوگون کے جو کہ رہ گئے دار الشرک مین فقط پس اب کیا ایسی تصریح کے بعد بھی کسیکی زبان پر یہ لفظ آسکتا ہی کہ مہاجرین وانصار مومن نہ تھے اور پھر بھی کوئی شخص جرأت رکھ سکتا ہی کہ یہ کہے کہ ہجرت سے مراد شعب ابو طالب کی ہجرت ہی یا والسابقون الاولون سے مراد موت کی طرف سبقت کرنے والے ہین یا اور کسیکو یہ قدرت ہوگی کہ اس کے سننے کے بعد عموم وخصوص کا نام کسیکی منہ سے نکلیگا غرضکہ یہ کہنا شیعون کا کہ رضامندی کے لیے حسن خاتمہ کا حال معلوم ہونا ضرور ہی صرف دھوکہ ہی اس لیے کہ یہ رضامندی ہی حسن خاتمہ کی شاہد ہی اس لیے کہ اگر خدا جانتا کہ اس گروہ کا خاتمہ نیک نہوگا اور یہ فرقہ پیچھے مرتد ہو جاویگا اور بسبب غصب کرنے خلافت علی کے اور بوجہ چھین لینے فدک کے

کافر ہو جاویگا تو خدای پاک کے علم غیب سے بعید ہی کہ وہ پھر اپنی رضامندی بیان کرتا اور اُنکے ایمان کے یہ لفظ کہتا کہ اولئک ہم المومنون حقا کہ یہی لوگ جو مہاجرین و انصار ہین سچے مومن ہین تصدیق کرتا جو شخص خدا کی نسبت ایسا خیال کرے وہ کافر ہی نہ مسلمان -

خیال کرنیکی بات ہی کہ خدا نے کبھی کسی منافق کی بھی تعریف کی کسی مرتد کی بھی ثنا و صفت کی کسی کافر کے کسی نیک کام کی ثنا و صفت کی آخر بہت سے کافر گزرے ہین کہ جو سخی تھے انصاف بھی کرتے تھے مگر صرف اسوجہ سے کہ کافر تھے اور کفر کی وجہ سے مستحق جہنم کے خدا نے ایک لفظ بھی اُنکی تعریف مین نہ کہا اور اپنی رضامندی کو اُنکے کسی فعل سے منسوب کیا اس لیے کہ جب وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کافر ہین اور آخرکار دوزخ مین بھیجنا ہوگا تو رضامندی کا اظہار کرنا گویا تدلیس کرنا ہی اور دھوکہ دینا ہی نعوذ باللہ من ہذہ لیس اگر صحابہ کے صرف ہجرت یا نصرت یا بعیت سے راضی ہوتا اور باقی اُنکے سارے کامون سے یا اکثر کامون سے ناخوش یا اُنکے کفر و نفاق کے سبب سے اُنکو دوزخی کرنا ہوتا تو پھر یہ لمبی چوڑی تعریفین اُنکی اور ایسی اعلی درجے کی ثنا و صفت اُنکی کرنا کس نظر سے تھا کیا خدا نے بھی تقیہ کیا تھا یا معاذ اللہ ظاہر مین دل خوش کرنیکے لیے اور اپنا کام نکالنے کے لیے اُن سے تدلیس فرماتا تھا یا اُس سے غلطی ہوگئی تھی کہ بے انجام سوچے ایسے فرقے کے جو آخر کو سب کے سب مرتد ہوگئے یا جیتے جی سب کے سب منافق تھے اُنکی ثنا و صفت کی بیش از بیش بہت کہ اگر خدا کو صاف کہنا منظور نہوتا تو یہ فرما دیتا کہ جن لوگون نے ہجرت کی ہی اور جنھون نے نصرت کی ہی یہ سب کے سب مومن اور اچھے نہین ہین اور سب سے مین راضی نہین ہون اجو حقیقت مین مرتے دم تک ثابت قدم رہیگا اور جو خلافت علی اور فدک فاطمہ کو نہ چھینے گا اجو کہ اُن واقعات دردناک کے وقوع سے پہلے سبقت الی الموت کر جاویگا اُنھین کی نسبت میری رضامندی ہی تاکہ کسیکو کچھ دھوکہ نہ رہتا نہ کہ بجاے اسکے اُس سارے فرقے اور کل گروہ کی ہجرت اور نصرت ہی کی تعریف کرے اور اُنکی ہجرت اور نصرت ہی کو اُن کے ایمان کی صحت کی دلیل لاوے پس ای مومنین ذرا آیات قرآنی پر غور کرو اور مالہ و ما علیہ اُس کا سوچو اور تدلیس اور تقیہ اور بدا کو خدای پاک کی جناب مین نسبت نکرو معلوم نہین کہ تمنے اپنے ذہنون مین کسکو امام تصور کیا ہی کسکو پیغمبر جانا ہی کسکو خدا سمجھا ہی کہ کیسکی نسبت سچائی اور صفائی کا اعتماد نہین کرتے سب کی باتون مین دخل فضل بیان کرتے ہو جس طرح پر تم اپنے فرضی اماموں کی نسبت تقیہ کی تہمت کرتے ہو بعینہ ویسی ہی اپنے خدا کی شان مین تدلیس اور بدا کو منسوب کرتے ہو ورنہ ہمارے امامون نے بھی ہمیشہ صاف صاف معاملہ رکھا ہمارے نبی اور ایک خدا کی بات بھی ہمیشہ ایک ہی ہے

جسکو اُس نے مومن جانا پیغمبر خدا سے کہدیا کہ یہ مومن ہین اُنکو اپنے ساتھ رکھا اُنکو اپنا مصاحب بنا ان سے مدد لے انکے گھرون مین آرام کر جنکو منافق جانا اُنکی نسبت صاف اپنے رسول سے کہدیا کہ انکو بے ایمان سمجھ کسی بات مین اپنا شریک نکر کبھی اپنی صحبت مین انکو نہ بٹھلا چنانچہ خاص پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے برتاؤ سے سب پر کھل گیا کہ کون منافق تھے اور کون مخلص تھے صحبت نبوی حقیقت مین ایمان کی کسوٹی تھی مگر ہمارے نزدیک وہ سچے ہین اور تمہارے نزدیک جھوٹے پس دو حال سے خالی نہین یا آنکہ پیغمبر خدا نے اُن مہاجرین و انصار کے نفاق کو جانا اور یا آنحضرت پر نفاق اُنکا نہ کھلا اگر اُنکا نفاق کھل گیا تو اُنکو صحبت مین رکھا یا نہین اگر کہو کہ رکھا تو منافق کو اپنی صحبت مین رکھا گیا یعنی اور اگر نہین رکھا تو ساری حدیث اور تفسیر اور سیر اور تاریخ کی کتابون کو گنگا جمنا مین ڈالکر میلاد نبوی ہی سے انکار کرنے لگو اور سارے متواترات کے منکر ہو جاؤ اور اگر اُنکا نفاق نہین کھلا تو اول تو اُن منافقین پر آفرین کرو کہ کیسے ہوشیار اور چالاک تھے کہ ابتدائے طلوع نیر نبوت سے غروب کے زمانے تک اپنے نفاق مین ایسے ہوشیار رہے کہ کبھی پیغمبر خدا پر اُنکا حال نہ کھلا اور آنحضرت کو اُنکے نفاق پر اطلاع نہ ہوئی نہ جبرئیل اُنکی خبر لائے نہ خدا نے آنحضرت پر وحی کی نعوذ باللہ من ذلک بعد اسکے یہ خیال کرو کہ وہ منافقین کتنے تھے دو چار تھے یا ہزار دو ہزار پس اگر ارتدت الصحابۃ کلھم الا ثلثۃ پر نظر گئی تو یہی ارشاد ہوگا کہ سوای تین چار کے باقی سب کے سب منافق یا کافر تھے یا مرتد ہو گئے اور اگر یدخلون فی دین اللہ افواجا پر خیال گیا تو کہوگے کہ اگرچہ منافق بھی بہت تھے مگر سچے اور پکے مومن بھی بارہ ہزار سے کم نتھے بلکہ منجملہ بارہ ہزار کے سو آدمیونکو نام بھی بتلا دوگے مگر اُسوقت یہ سوچو کہ یہ بارہ ہزار منافقون پر غالب تھے یا منافق اُنپر غالب تھے اگر یہ کہو کہ منافقون پر غالب تھے تو تعجب ہی کہ باوجود غلبے کے پھر منافقونکو پیغمبر خدا نے جیتے جی نکال دیا اور اُنکو ذلیل و خوار نہ فرمایا اور پھر بعد پیغمبر خدا کے اُن منافقون کا کسی نے مقابلہ نکیا اور وصی برحق امام مطلق کا دو تین کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا بلکہ خاص بضعۂ رسول سیدۃ النساء تین چار رات برابر گھر گھر پیادہ پا دوڑین اور سارے مہاجرین و انصار سے مدد چاہی عمامۂ رسول بھی دکھلایا جامۂ نبوی کو بھی پیش کیا حسنین سے معصوم بچون کے حال پر بھی ترحم کی خواہش کی اور خود بھی ایک دشمن کی لات کے صدمہ سے مجروح ہوئین اور ایک معصوم بچہ شکم مبارک ہی مین شہید ہوا اور داماد رسول کو بھی منافق گلے مین رسی ڈالکر کھینچتے لیچلے اور اُدھر وہ خدا اور رسول کا واسطہ دلاتے رہے اور ادھر سیدۂ پاک دروازے سے اس حال زار کو دیکھ دیکھ کر وا ابتاہ وا محمداہ چلاتی رہین اور داد بیداد کا غل ملائکہ نے سنا اس ہنگامۂ قیامت کے دیکھنے کو سدرۃ المنتہی سے فرشتے دوڑے اور آن

منافقون نے کیا جو کچھ کیا اور اُن معصومون پر گذرا جو کچھ گذرا اور پھر ایسی حالت مین کہ غیرون کو رحم آجاتا ہی دشمنون کے دل بھی نرم ہوجاتے ہین جس سے کچھ علاقہ نہین ہوتا وہ بھی مدد پر آمادہ ہوجاتا ہی مظلومونکو ظالم سے بچاتا ہی مگر ایسی مصیبت اور تکلیف کی حالت مین بھی باوجودیکہ بارہ ہزار ایسے پکے مومن موجود تھے جنمین سے نہ کوئی جبری تھا نہ قدری نہ کوئی دشمن علی تھا اور علاوہ اُنکے تمام بنی ہاشم بھی جنکی شجاعت و مردانگی کا رعب سارے عرب پر غالب تھا مسلح ہتھیار بند موجود تھے اور پھر باین قوت و شوکت اور باین شجاعت و صولت کوئی بھی اُن بارہ ہزار مین سے نہ بنی ہاشم مین سے ایک بھی حمایت کو اُٹھا اور نہ کسی نے وصی رسول کی مدد کی اور نہ کسی نے بضعۂ نبوی کی اعانت کی سب کے سب بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھا کیے اور اُن منافقون کو جنکے نہ دل مین ایمان تھا نہ بدن مین قوت تھی نہ جنکی قریش مین کچھ عزت تھی نہ جنکو کسی قسم کی فضیلت تھی ہمیشہ پیغمبر خدا سے نفاق کرتے رہے آنحضرت کے مارنے کی تدبیرین سوچتے رہے نہ کسی لڑائی مین کبھی تلوار نکالی بلکہ اپنی عمر بھر مین ایک پشّے کا خون بھی نہین بہایا مارنا کیسا ساری لڑائیون مین سے وقت پر فرار ہی اختیار کیا پس ایسے لوگون سے اُن بارہ ہزار آدمیون کا ڈرنا اور بنی ہاشم کا بھی چون و چرا نہ کرنا دو حال سے خالی نہین یا آنکہ وہ بھی منافق تھے اور دشمن اہل بیت گو خود غاصب اور ظالم نہون لیکن غاصبون اور ظالمون کے معین ہونمین تو کچھ کلام ہی نہین اور جب وہ بھی منافق ٹھہرے تو پھر ایمان والے تین کے تین ہی رہ گئے اور یا آنکہ جتنی باتین ہمنے تمھاری طرف سے نقل کین اسمین سے کوئی ثابت نہین ہوئی نہ کسی نے کسی کا حق غصب کیا نہ کسی نے کسی پر ظلم کیا بلکہ حق بحق دیکھکر کسی نے مخالفت کسی کی نہ کی اور سب کے سب مہاجرین و انصار مومن اور مخلص تھے۔

پس لے حضرات شیعہ سوای ان صورتون کے اور کوئی دوسری صورت ہی نہین تھی جس سے حفاظت ہوسکے یا تو سب مہاجرین و انصار کو کافر کہو منافق جانو اور یا سب کو مومن اور مخلص کہو وانی لہم ذلک مگر کبھی یہ کہنا کہ سب منافق تھے اور کبھی یہ فرمانا کہ بارہ ہزار باایمان صحابی تھے اور کبھی یہ ارشاد کرنا کہ پیغمبر خدا کے مرتے ہی سب مرتد ہوگئے اور کبھی یہ کہنا کہ بعد خلیفہ سوم کے پھر لوگ تائب ہوگئے تھے اور پھر رجوع ایمان کی طرف لے آئے تھے اور مثل اسکے ہر موقع اور ہر مقام پر رنگ بدلنا اور بات بات مین دورنگی کرنا عقل کے بھی خلاف ہی اور ایمان کے بھی اور حیا کے بھی مخالف ہی اور انصاف کے بھی کیا وہ لوگ جنھون نے ساری عمر تو پیغمبر خدا کی صحبت پائی اور تمام زندگی مین اپنی حضرت کی نصیحت سنی اور غارون مین حضرت کے شریک رہے اور جہادون مین مارنے مرنے پر مستعد رہے وہ سب کے سب پیغمبر خدا کے وفات فرماتے ہی مرتد ہوجاوین اور اگر کچھ لوگ بچجاوین تو وہ خاندان نبوی

پر ایسا ظلم صریح ہوتا ہوا دیکھکر نہ زبان کو منہ سے نہ ہاتھ کو آستین سے نکالین اور پھر با وجود ایسی ارتداد صریح اور روا جب القتل ہونے کے بعد پچیس برس کے جب حضرت علی خلیفہ ہون تب پھر توبہ کرین اور حضرت علی کے شریک ہو جاوین اور تم اُنکی توبہ کو قبول کرو اور اُنکو با ایمان کہو اور اُن کو جنتی جانو کیا خوب عقیدے ہین آپ کے اور کیا اچھی باتین ہین آپ کی جو آپ ہی کو زیبا ہین شعر

ای دہانت زلب ولب زدہان شیرین تر — خندہ شیرین وسخن گفتن ازان شیرین تر

یہ جو کچھ مین نے لکھا اسکی لفظ لفظ کی شرح باب امامت مین ہوگی اور اس اجمال کی تفصیل ایسی کیجاویگی کہ کسی شیعی کی زبان سے بجز بجا و درست کے کچھ اور نہ نکلے مگر اس مقام پر دو چار فقرے لکھتا ہون تا کہ اسکا حال لوگون کو معلوم ہو جاوے۔

اعلموا یا ایہا الخلائق ہداکم اللہ تعالی کہ شیعون نے اول یہ دعوی کیا کہ خلافت حق جناب امیر کا تھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اپنی حیات مین اپنا خلیفہ کر دیا تھا مگر خلفای ثلثہ نے اُنکا حق چھین لیا اور یکے بعد دیگرے خود خلیفہ بن بیٹھے اور خلافت کو اصول دین مین داخل کیا کہ اسکا منکر گویا توحید اور نبوت کا منکر ہی پس اس اصول سے یہ نتیجہ نکالا کہ خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کافر ہوگئے ونعوذ باللہ منہ اور چونکہ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ مسلمان بعد پیغمبر خدا کے تھے اور جسمین سے ہزارون مہاجرین وانصار اور بیعت الرضوان والے تھے سبھون نے خلیفہ اول کی بیعت کی تو اُنکی نسبت بھی ارتداد کا حکم قایم کیا اور سب کو معاذ اللہ مرتد ٹھہرایا اور چونکہ اسکے لیے کسی امام کا قول چاہیے اس لیے امامون کی طرف منسوب کیا کہ ائمہ کرام نے فرمایا ہی کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے سب اصحاب مرتد ہوگئے مگر تین اور حضرت علی ایسے مجبور ہوگئے کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر چالیس آدمی جانباز میرے شریک ہوتے تو مین مقابلہ کرتا جب سب اصحاب کے ارتداد کا دعوی کیا اُسوقت آیات کلام اللہ پر نظر کی تو دیکھا کہ وہ تو تمام مہاجرین وانصار کی مدح وثنا سے بھرا ہوا ہی اس لیے اُسمین تاویلات لغیدہ کرنا شروع کین مہاجرین کے یہ معنی بنائے کہ مراد اُس سے شعب ابو طالب کی ہجرت کرنیوالے ہین یا حبشہ کے ہجرت کرنیوالے انصار سے یہ معنی لیے کہ وہی ساٹھ یا ستر آدمی مراد ہین جو کہ اول اول مکہ معظمہ مین پیغمبر صاحب کے حضور مین حاضر ہوے تھے اور سابقون کے یہ معنی بنائے کہ مراد اُنسے وہ لوگ ہین جو پیغمبر خدا کے سامنے ہی مر چکے تھے جب یہ خیال کیا کہ آخر یہ سب تعریفین اصحاب کی جو خدا کی کتاب مین ہین انکا مصداق کسیکو کرنا چاہیے تو جہانتک ہو سکا اُن آیتون کو صرف شان مین علی مرتضی کے قرار دیا اور جو کچھ خلافت کا وعدہ خدا نے اصحاب سے کیا تھا اُسکو امام مہدی آخر الزمان کے عہد

ٹالا اور جو شوکت و نصرت اور غلبۂ اسلام کا خدا نے قرآن مجید مین بیان کیا تھا اور جسکا ظہور خلفاء ثلثہ کے ہاتھ سے ہوا تھا اُسکو امام صاحب کے ظہور پر ملتوی کیا باقی وہ آیتین رہ گئین ہین جنکا مصداق سواے اصحاب نبوی کے اور کوئی نہو سکا تب یہ اقرار کیا کہ مراد اس سے وہ اصحاب ہین جو ایمان پر ثابت قدم تھے اور جنکے اعمال بھی اچھے تھے اور بہت سی آیتون کو جسمین کثرت اصحاب اور غلبۂ اہل اسلام کا ذکر ہی دیکھکر کوئی چارہ سوای اسکے نپایا کہ تین کو چھوڑ ییے اور دو چار ہزار اصحاب کی خوبیون کا اقرار کیجیے چنانچہ یہ سمجھ کر اور اہل سنت کی دار و گیر سے تنگ ہو کر اور کچھ خدا سے شرما کر آخر شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی نے کتاب خصال مین یہ اقرار کیا کہ پیغمبر خدا کے بارہ ہزار اصحاب تھے جسمین سے آٹھ ہزار مدینے کے اور دو ہزار غیر مدینے کے اور دو ہزار اور آزاد اور رہا کیے ہوے جس مین نہ کوئی قدری تھا جبر کا قائل ہو نہ کوئی معتزلی تھا نہ کوئی صاحب الرای تھا بلکہ سبکے سب نہایت نیک اور پاک تھے رات دن خدا کے خوف مین رویا کرتے اور خدا سے دعا کرتے کہ الٰہی قبل اسکے کہ ہم روٹی میدے کی کھاوین ہماری روح قبض کر لینا لیکن اسمین بھی کیا ہوشیاری کی کہ بوجہ خلفاء ثلثہ کے مکے والون کا کچھ ذکر نہ کیا کہ وہان کے بھی کچھ لوگ مسلمان تھے یا نہین گویا باوجود اس کثرت کے بھی اُن بیچارونکو خارج ہی رکھا خیر بہر حال جب کسی سنّی نے اعتراض کیا کہ عجب مذہب ہی تمھارا کہ اصحاب نبوی کو جنکی تعریف سے قرآن بھرا ہوا ہی کافر اور مرتد کہتے ہو تو جواب مین وہی روایت پیش کر دی کہ ہم بارہ ہزار اصحاب کو با ایمان جانتے ہین اور ساری آیتون اور احادیث اور اقوال کے مصداق کے لیے اُن بارہ ہزار کے ایمان کا اقرار کیا اور بعضون نے یہ خیال کر کے کہ اگر کوئی نام اُنکے پوچھ بیٹھے تو کیا جواب دینگے ایک فہرست بھی طیار کی جسمین سو اصحاب کے نام لکھے مگر خدا کے فضل سے وہ فہرست بھی ایسی ہی کہ جسکے دیکھنے سے ہنسی آتی ہی بعضے تو وہ لوگ ہین جو قبل ہجرت کے مر چکے تھے اور بعضے وہ لوگ ہین جو ہجرت کے وقت کافر تھے اور بعضے وہ لوگ ہین جو جنگ بدر مین کافر ہونے کے سبب سے پکڑے آئے تھے اور اُنسے فدیہ لیکر اُنکو چھوڑا تھا اور بعضے ایسے ہین جو پیغمبر صاحب کی وفات کیوقت شاید نابالغ ہون گے اور بعضے وہ ہین جنکو حضرت علی نے ذلیل و خوار فرمایا یا خائن اور بد دیانت کہا ہی خیر بہر حال دکھلانے کیواسطے سو نام کی فہرست طیار کی الا باقیون کی نسبت کہا کہ شیخ اعظم محمد بن علی بن حسن بن بابویہ قمی نے اسماء الرجال کی کتابین طیار کین ہین اُس مین بہت اصحاب کے نام ہین مگر افسوس ہی کہ ناصبیون نے جلا دین اور اب اُنکا پتہ نہین چلتا۔

غرضکہ اب دو دعوے جو ایک دوسرے سے مخالف تھے حضرات نے کیے کہ ایک دعوی تو یہ کیا کہ سب اصحاب مرتد ہو گئے اور دوسرا دعوی یہ کیا کہ بارہ ہزار اصحاب نہایت نیک اور پاک تھے اور دونون متناقض

روایتون پر جب اہل سنت نے اعتراض کیا تو اب حدیث ارتدت الصحابة کلھم الا ثلثة کے معنی بنائے کہ جو امام نے فرمایا ہی کہ سب اصحاب سوا ئے تین کے مرتد ہو گئے اسکے یہ معنی نہین ہین کہ سب کافر ہو گئے بلکہ تین فریق ہو گئے تھے ایک فریق تو صاف مرتد ہو گئے یعنی دین سے پھر گئے اور بعضی ضروریات اسلام کے منکر ہوے اُنکا ارتداد کا نام ارتداد دینی رکھا گیا اور دوسرا فریق اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ کا تارک ہوا یعنی جو افعال حسنہ اور اعمال صالحہ اور خصوص محبت ساتھ اہل بیت کے پیغمبر صاحب کے زمانے مین رکھتے تھے اُسے چھوڑ دیا اور نصرت اور اعانت ذریت حضرت سید المرسلین کی نہ کی اور اُسکے ترک مین مداہنت کی اس ارتداد کا نام ارتداد خلقی رکھا گیا اور تیسرا فریق وہ قرار دیا گیا جس نے حقوق اہل بیت کو غصب کیا اور علی مرتضی کا اور فاطمہ زہرا کا حق چھین لیا اور عترت نبوی کو ستایا اسکا نام ارتداد ایمانی رکھا یعنی ایمان کو چھوڑ دیا گو ظاہر مین اسلام کا نام اُنپر باقی رہا پس اس حکیمانہ تقریر سے دونون مختلف حدیثون یا روایتون کو تطبیق دیا کہ جس حدیث مین ارتداد کل صحابہ کا ذکر ہی اُس سے ارتداد دینی اور ارتداد ایمانی مراد ہی اور جس روایت مین بارہ ہزار اصحاب کا ذکر ہی وہ اس زمرہ مین داخل نہین ہین جنپر ارتداد دینی کا اطلاق ہی۔

بعد اُسکے جب یہ خیال کیا کہ منجملہ ان تین فریق کے دو فریق تو حقیقت مین دین و ایمان سے محروم ہوے ایک فریق رہگیا جن کے ارتداد کا نام ارتداد خلقی رکھا گیا اُنپر بھی یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اُنھون نے کیون علی مرتضی کی اعانت نہ کی اور اُس جم غفیر نے محبت اہل بیت کی کیون چھوڑ دی اور ایسے ظلم صریح کو دیکھکر معاندین کا مقابلہ نکیا تب اکثر نے اسکا اقرار کیا کہ حقیقت مین کوئی سچا اور کامل ایمان والا نہ رہا تھا اور جب حضرت علی سے چند شخصون نے اعانت کا وعدہ کیا اور جناب امیر نے اُنکا امتحان لیا تو وہ بھی امتحان مین پورے نہ اُترے اس لیے حقیقت مین ترک اعانت اہل بیت سے وہ بھی مرتد ہو گئے اور صرف دو تین سچے رفیق رہ گئے مقداد سلمان ابوذر اور بعضون نے انکو بھی اُڑا دیا اور سچا دوست ایک مقداد ہی کو قرار دیا جبکہ پھر خیال کیا کہ آخر بعد تین خلیفون کے اصحاب نبوی نے حضرت علی سے بیعت کی تو اگر وہ اُن سے مخالف ہوتے تو کیون چوتھی دفعہ اُنکو خلیفہ کرتے کیا کوئی چوتھا آدمی باقی نہ رہا تھا تب یہ مضمون تراشا کہ یہ لوگ اول وہلہ مین مرتد ہو گئے تھے مگر بعد اندک مدت کے بہ بدرقہ عنایت ایزدی حق کی طرف رجوع لائے اور اُنھون نے توبہ کی اور ہدایت پائی اور اپنے حق اور راہ راست پر ثابت قدم ہو گئے لیکن یہ آیتین اور حدیثین کتب شیعہ مین ایسی ایک دوسرے سے مخالف ہین کہ کسی کی تصدیق کرنی موافق اصول شیعہ کے محالات سے ہی اس لیے کہ بڑے بڑے فقہا اور مجتہدین اُنکے اسی بات کے معتقد رہے کہ جس نے نفس نبوی کو ستایا اور پھر منکر خلافت ہوا وہ اسلام سے بھی خارج اور واجب القتل ہو گیا بہر حال گو شیخی

کرکے بہت سی باتین بنائین اور دس یا پانچہزار کو اصحاب نبوی مین شمار کیا مگر بفحوای ولا یصلح العطار ما افسده الدہر جو سلسلہ ایمان کا اُنکے بزرگون نے توڑا تھا وہ پھر نہ جُڑ سکا اور ابتک اس بات کا کسی شیعہ سے جواب نہ ہوا کہ جو لوگ غصب کرنیوالے حقوق اہل بیت کے تھے وہ تو صرف تین ہی آدمی تھے باقی جو ہونگے وہ اُنکے معین اور مددگار ہونگے تو اگر اُنکے معین ومددگار بہت نہوتے تو وہ کیون حق اہل بیت غصب کرنے پاتے اور اگر بہت تھے تو کچھ بھی اُنکے مخالف تھے یا نہین اگر کچھ لوگ بھی مخالف نہ تھے تو وہی ارتدت الصحابۃ کلّہم کا مضمون صادق آیا اور اگر دس یا پانچ ہزار آدمی اُنسے مخالف تھے تو پھر اُنھون نے تلوار کا تلوار سے زبان کا زبان سے لشکر کا لشکر سے بمقتضای السّن بالسّن والجروح قصاص مقابلہ کیون نہ کیا پس معلوم ہوا کہ مخالفین اُن خلفای جور کے بہت ہی کم تھے اس لیے بعض روایات مین آیا ہی کہ علی مرتضی فرماتے ہین کہ بعد پیغمبر خدا کے سبھون نے وصیت نبوی کو بھلا دیا اور ایمان کو چھوڑ دیا کوئی بھی مجھے ایسا نظر نہ آیا جسکے بھروسے پر مین مخالفین کا مقابلہ کرتا تو اس صورت مین وہ دعوی کہ بارہ ہزار اصحاب ایسے تھے جو رات دن روتے تھے باطل ہوا اسلیے کہ اگر دو چار ہزار بھی اُنمین سے اُسوقت تک زندہ ہوتے تو وہ کچھ مدد کرتے یا نہ کرتے شاید اُنکو رونے سے فرصت نہ ملی ہوگی اور گوشۂ عبادت سے نکلنا مناسب نہ تصور کیا ہوگا مگر وہ وقت جبکہ فاطمہ زہرا روتی پھرتی تھین اور گھر گھر علی مرتضی کے ساتھ مدد مانگتی پھرتی تھین وہ وقت رونے کا اور گوشہ نشینی کا تھا یا کہ تلوار ہاتھ مین لیکر غاصبین کے مارنے کا اور ذریت نبوی کو ظلم وستم سے بچانے کا اور اگر کہا جاوے کہ اُنھون نے پیچھے توبہ کرلی اور علی مرتضی کا ساتھ دیا کہ آخر اُنھین مین سے ہزارون آدمی جنگ صفین مین مارے گیے اور ہزارون آدمی معاویہ امیر شام کے مقابلہ مین علی مرتضی کیطرف سے قتل ہوے تو اُنکی توبہ پر کیا بھروسہ ہوسکتا ہی اس لیے کہ جب اصل وقت پر اُنھون نے دغا دی اور بضعۂ نبوی کو ظلم وستم سے نہ بچالیا پچیس برس تک خلفاء جور کی بیعت کرتے رہے تو اُنکے ایمان پر کیا اطمینان ہوسکتا ہی اور سوای اسکے کہ یا اُنکو ارتداد کی حالت پر رہنے دیا جائے یا اُنکے ارتداد کا نام ہی نہ لیا جاوے اُنکی نسبت اول ایمان کی نسبت کرنا پھر بیچ مین مرتد بنانا پھر توبہ کرکے ایمان کا اُنپر اطلاق کرنا اور طلاق رجعی کی طرح نکال دینا اور داخل کرلینا دین کو بازیچۂ طفلان بنانا ہی۔

غرضکہ اصحاب نبوی تو اس جھمیلے مین پڑگئے اور اب تک پڑے ہوے ہین کوئی سب کو کافر بناتا ہے دو تین کو پکا ایمان والا کہتا ہی کوئی بارہ ہزار کو با ایمان کہکر اپنی دینداری ظاہر کرتا ہی مگر ہرچند باتیں بناتے ہین کوئی بات نہین بنتی خیر اصحاب نبوی کو چھوڑو اب خاص علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ کی طرف

خیال کرو کہ جناب امیر کی نسبت کیا فرماتے ہین - قبلہ اُنکا بھی وہی حال ہی کہ جب اُنھون نے بیعت خلفاء ثلثہ کی کرلی تو اُنکی بیعت سے ثبوت خلافت کا ہوگیا اور جب ثبوت خلافت ہوگیا تو مذہب تشیع باطل ہوا تب یہ مضمون تراشا گیا کہ کہ حضرت علی نے خوشی سے بیعت نہین کی بلکہ جب یہ کیفیت ہوئی کہ

ابیات

بدست عمر بود یک ریسمان	دگر در کف خالد پہلوان
فگندند بر گردن شیر نر	کشیدند اور ا بر بو بکر

اور کشان کشان ابو بکرؓ کے پاس لائے اور باوجودیکہ راہ مین بہت سے معجزات دکھائے گئے اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء نے قبر مبارک سے ہاتھ بھی نکال دیا اور ہاتف غیبی نے مرثیہ بھی پڑھا اور کسی نے کچھ نہ سنا تب بمجبوری حضرت علی نے بیعت کی جب مجبوری کی لفظ کو شان مین علی مرتضی کے نقص اور عیب خیال کیا کہ باوجودیکہ وہ خدا کے شیر تھے اور شجاعت اور مردانگی مین نظیر نہ رکھتے تھے اُنکا مجبور ہونا کیسا تب دوسرا مضمون تراشا گیا کہ پیغمبر خدا اُنکو وصیت کر گئے تھے کہ تم خلفاء ثلثہ سے مقابلہ اور مقاتلہ نکرنا اس لیے حضرت نے مقابلہ نکیا ورنہ اگر پیغمبر خدا کی وصیت نہ ہوتی تو پھر لوگ تماشا دیکھتے اور ذوالفقار علی کے جوہر نکلتے مجبوری تھی کہ پیغمبر خدا کی وصیت کے خلاف علی مرتضی کچھ مقابلہ نہ کرسکتے تھے جب یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ کہین گے کہ پیغمبر خدا نے ایسی وصیت کیون کی تھی جسکے اوپر عمل کرنے سے دین ہی غارت ہوا اور خاندان نبوی تہ و بالا ہوگیا اور کفار منصب خلافت کے غاصب ہوگئے تو اُسکے لیے ایک حدیث بنائی کہ جس کا یہ مضمون ہی کہ اللہ جل شانہ نے خاص جبرئیل کی معرفت اپنا نامہ علی مرتضی کے لیے بھیجا اور حضرت جبرئیل نے سبکو ہٹا کر رسول اور وصی کو وہ نامہ دیا اور قبول دینے کے بہت سے عہد لیے اور قسمین لین جبکہ حضرت جبرئیل کو اطمینان ہو گیا کہ ضرور اسپر عمل ہوگا تب پہنچکے سے وہ نامہ خدا کا دیا اُسمین لکھا تھا کہ تم خلفاء ثلثہ کے مقابلہ مین تلوار نہ لینا اس لیے حضرت علی نے مقابلہ نکیا اور جب یہ خیال ہوا کہ حضرت علی نے امیر شام کے مقابلہ مین کیون تلوار لی اور ہزارون آدمیون کو قتل کیا تب اُس نامہ مین یہ مضمون اور بڑھا دیا کہ امیر شام اور خوارج کے مقابلے مین تلوار لینا اور خوب گردنین اُنکی اُڑانا - سبحان اللہ کیا نامہ تھا اور کیا مضمون تھا کہ ایک فریق سے مقابلے کا حکم دوسرے سے سکوت و خاموشی کی وصیت اختیار تھا کہ جو چاہتے وہ اس نامہ مین اور بڑھا دیتے شعر

این سخن را چون تو مبدا بودہ	گر بیفزاید تو آن افزودہ

بہر حال جب کسی نے یہ پوچھا کہ خدا نے ایسی وصیت جسکا مضمون مختلف ہی کیون کی اوسکا یہ جواب

دیا کہ خدا کی حکمت خدا ہی جانے بندے کی کیا قدرت ہی جو اُسکے اسرار اور حکمتون سے واقف ہو ایمان والون کا کام ہی بے چون وچرا اسکی باتین مان لینا نہ کہ اُسکی حقیقت اور سبب کا پوچھنا اور اسکے واسطے ہزارون آیات اور لاکھون احادیث کی سند موجود ہی۔

خیر بہر حال اس نامے کی بدولت شجاعت بھی حضرت امیر کی قائم رہی اور بعیت کا عذر بھی معقول ہو گیا اور خلافت بھی خلفاء ثلثہ کی حق نہ ہونے پائی اور جب کسی سنی جاہل نے اعتراض کیا کہ علی مرتضی نے بعیت کیون اختیار کی تمھارے نزدیک تو خلفاء ثلثہ معاذاللہ مرتد تھے اور بعیت تو فاسق کی بھی حرام ہی اُردو کے مرثیہ پڑھنے والے بھی جانتے ہین کہ اسی واسطے حضرت امام حسین نے یزید کی بعیت نہ کی اور جب اُس نے بعیت کرنے کے لیے لکھا تب آپنے انکار کیا اور فرمایا شعر

سب جانتے ہین بعیت فاسق حرام ہی		اُسکا نہین پیام اجل کا پیام ہی	

تو باوجودیکہ خود امام شہید ہوے اور سارا خاندان بھو کا پیاسا شہید ہوا مگر چونکہ یزید فاسق تھا حضرت نے اُسکی بعیت نہ کی تو اگر خلفاء ثلثہ بھی فاسق ہوتے چہ جائے مرتد ہونے اور کافر ہونے کے تو اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کس طرح بعیت کرتے تو اُس سے کہدیا کہ تم جاہل ہو نہین جانتے حضرت علی کے لیے خاص ایک نامہ خدا کا آیا تھا اُسمین نہایت تاکید کے ساتھ صبر کی اور عدم مقابلے کی وصیت تھی اور جب کسی نے کہا کہ امام حسین نے کیون اُسپر عمل نکیا تب کہدیا کہ اُنکے لیے دوسرا صحیفہ تھا اُنکو یہی حکم تھا کہ تم بعیت نہ کرنا شہید ہو جانا۔ تم سنی خارجی دشمن اہل بیت ہو تم ائمہ کے حال سے کیا واقف ہو یہ راز کی باتین ہین انبیا اور ملائکہ تو اسکے متحمل ہی نہین ہوے یہ خاص حصہ شیعون اور کوفیون کا ہی ہر امام کے لیے خدا نے جدا صحیفہ بھیجا تھا اور سب باتین جو اُنکو کرنی چاہیین وہ اُس مین لکھی ہوئی ہین پس ہر امام کا اُسپر عمل تھا ہمارے کیا امام تمھارے سے خلیفہ تھے کہ جنکو سوای خدا کے دوسرے سے کچھ پوچھنے کی حاجت ہوتی سب علم ماکان ومایکون اُنکو حاصل تھا بلا واسطہ جبرئیل کے خدا سے وہ باتین کیا کرتے تھے اور سارے کام اور تمام افعال اُنکے خدا کی اجازت سے اُسکی مرضی کے موافق ہوتے تھے پس جس طرح حضرت آدم سے لیکر خاتم النبیین تک سب اولوالعزم پیغمبرون کے جدا جدا صحیفے اور علیحدہ علیحدہ کتابین خدا نے بھیجین اسی طرح پر سب ائمہ کو جدا جدا صحیفے بھیجے اسیواسطے اُنکا عمل ایک دوسرے کے موافق نتھا اگر ائمہ کے اختلاف عمل پر تمکو شبہہ ہو تو جو اختلاف پیغمبرون کی شریعتون مین ہوا اُسپر بھی شبہہ کرو بہر حال اس امر مین حضرات شیعہ بڑے موحد اور صابر اور متوکل علی اللہ نکلے بیچون وچرا سارے افعال ائمہ کو محمول اُنکے صحائف آسمانی پر کردیا اور اپنی دوستی پر ساتھ اہل بیت کے اِسی کو شاہد کیا۔

یہ حال تو ائمہ کا ہوا اب باقی کیفیت خلفا اور اصحاب کی سنیے کہ بعضون نے تو اُنکے اعمال حسنہ سے بھی انکار کیا اور کہا کہ کوئی نیک عمل کبھی اُن سے صادر ہی نہوا اور بعضون نے جب اس امر کو متواترات کا انکار خیال کیا تو اقرار کیا کہ بیشک وہ ظاہری اعمال کے بڑے پابند تھے اور روزہ نماز وغیرہ کے کامل مقید تھے اور چال چلن اُنکے ظاہر مین بہت ہی اچھے تھے مگر تاکہ اس سے اُنکی فضیلت ثابت نہو اور مستحق ثواب نہ ٹھہرین مسئلہ طینت کا ایجاد کیا یعنی ائمہ کیطرف منسوب کر دیا کہ حدیث مین آیا ہی کہ امام باقر علیہ السّلام فرماتے ہین کہ حق تعالی سبحانہ نے ایک پاک زمین پر سات دن تک شیرین پانی جاری کیا پھر ہمارے خمیر کو اُس سے جدا کیا اور اُسکی تلچھٹ سے شیعون کی مٹی بنائی اور پھر ایک دوسری ملعون زمین مین شور پانی اُسی طرح جاری کیا اور اُس سے ہمارے دشمنون کا خمیر بنایا پس اگر وہ سب الگ رہتے تو کبھی کسی شیعہ سے گناہ نہ ہوتا اور سب شیعی ہماری ہی طرح معصوم ہوتے اور کسی سنی ناصبی ہمارے مخالف سے کوئی نیک کام نہ ہوتا سب ظاہری کافر رہتے مگر خدا نے دونون مٹیونکو خلط ملط کر دیا اور کچھ پاک مٹی ناپاک مٹی مین ملگئی اس لیے جو شیعی گناہ کرتے ہین وہ اثر سنیون اور ناصبیونکی ناپاک مٹی کا ہی اور جو ناصبی اعمال صالحہ کرتے ہین وہ اثر اُس پاک مٹی کا ہی مگر جب قیامت کا دن ہوگا اور خدا اپنا عدل ظاہر کریگا تو جسکی مٹی سے جو عمل ہوا ہی وہ اُسکو دیگا شیعون کے گناہ ناصبیون کے سر پڑینگے کیونکہ انھین کمبختون کی مٹی کے اثر سے ہوے تھے اور ناصبیون کے نیک کام سب شیعون کو ملجاوینگے اسلیے کہ انھین کی پاک مٹی کی تاثیر سے ہوے تھے راوی کہتا ہی کہ جب مین نے امام سے یہ سنا تو کہا مین قربان ہون آپ کے یا حضرت سنیون کے نیک کام سب ہمکو ملجاوینگے اور ہمارے گناہ سب اُنکے سر پڑینگے امام نے فرمایا خدا کی قسم ہی ضرور بالضرور ایسا ہی ہوگا راوی کہتا ہی کہ مین نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت قرآن مجید مین بھی کچھ اسکا ذکر ہی امام نے فرمایا واہ وہ بھی کوئی بات ہی جو قرآن مین نہ ہو دیکھو اس آیت کو کہ اللہ جلّ شانہ فرماتا ہی اُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنَاتٍ ط کہ خدا بدل دیگا اُنکے گناہونکو نیکیون سے اُسکا یہی مطلب ہی غرضکہ اس مسئلہ طینت کی بدولت اصحاب نبوی اور تمام سنیون کے جو قیامت تک ہونگے سارے اعمال حسنہ شیعیان علی کے حصے مین آگئے اور اُنکی ہجرت اور نصرت اور جہاد وغیرہ جس کی جا بجا خدا نے قرآن مجید مین تعریف کی ہی وہ گھر بیٹھے شیعون کو مل گئے اور وہ بیچارے باوجود ان محنتون اور کوششون کے محروم اور بے نصیب رہے نعوذ باللہ من ہفواتہم۔ پس جو اہل سنت اصحاب نبوی کے اعمال پر بہت ناز کرتے تھے اور اُنکی ہجرت و نصرت کو بار بار اُنکی فضیلت مین بیان کرتے تھے اُن کا تو منہ مسئلۂ طینت سے بند کیا گیا اب باقی رہی ایک اور بات

پ ۱۹ سورۂ فرقان ع [illegible]

[illegible]

کہ خدا نے جابجا قرآن مجید مین فرمایا ہی کہ جو منافق ہین وہ ذلیل و خوار ہون گے اور قتل کیے جاینگے اور مارے جاوینگے اور اصحاب نبوی باوجودیکہ منافق تھے ونعوذ باللہ من ذلک خلیفہ ہوے اور اُن کی عزت و شوکت زیادہ ہوئی تو یہ وعدہ خدا کا پورا نہوا پس یا خدا کو جھوٹا کہنا لازم آتا تھا یا اصحاب کے نفاق سے انکار کرنا پڑتا تھا اس لیئے بمقتضاے مصرع | ہم لعل بدست آید و ہم یار نہ رنجد |
خدا کا کلام بھی سچا ہو اور اصحاب نبوی کا نفاق بھی قائم رہے مسئلہ رجعت کا بنایا گیا۔

مسئلہ رجعت کا یہ ہی کہ جب امام مہدی ظاہر ہونگے تب پیغمبر صاحب زندہ ہونگے اور سارے اچھے اور پاک نیک لوگ زندہ ہونگے اور حضرت خاتون جنت زندہ ہونگی حضرت علی زندہ ہونگے اُس وقت خلفاء ثلثہ قبرون سے نکالے جاوین گے اور اُنپر مقدمہ دائر ہوگا ایک طرف سے حضرت علی اپنا دعوے پیش کرین گے کہ میری خلافت غصب کی دوسری جانب سے حضرت فاطمہ مدعی ہون گی کہ مجھے مجروح کیا محسن کو شہید کیا باغ فدک کو چھینا غرضکہ بعد ثبوت کامل یہ حکم ہوگا کہ یہ لوگ درخت سے لٹکائے جاوین اور اُنکو پھانسی دیجاوے اور کیا کہا جاوے ایسی خرافات واہیات باتین ان مردودون نے لکھی ہین کہ جنکے دیکھنے سے مسلمان کے بدن پر لرزہ ہوتا ہی غرضکہ اُنکے نزدیک اُسوقت خدا کا وعدہ پورا ہوگا اور تب اُنکی ذلت کامل ہوکر لوگون پر اُنکے نفاق کا حال کھلے گا اور پھر اس مسئلہ رجعت کی نسبت لکھتے ہین کہ یہ فرقۂ حقۂ اثنا عشریہ کے عقائد خاص سے ہی اور سب فرقے اس پاک اور نیک عقیدے سے بے نصیب ہین۔

علاوہ ان سب باتون کے ایک بہت بڑی مصیبت اُنکے مذہب پر یہ تھی کہ جناب امیر سے لیکر گیارھوین امام تک سب کے سب ظاہر مین اُسی روش پر تھے اور رہے جو کہ صحابۂ کرام کی تھی اور ہمیشہ اُنکے محامد و اوصاف بیان کیا کیے اور جب کسی نے پوچھا تب اُنکی تعریفون مین نہایت ہی مبالغہ کیا بلکہ خود جناب امیر برابر نماز و نمین اُنکے شریک رہے اور لڑائیون اور جہادون مین اُنکو مشورہ دیتے رہے نہ اُسی زمانہ مین جبکہ خلفاء ثلثہ مسند خلافت پر تھے بلکہ اُنکے پیچھے بھی اُنکے ثناخوان رہے اور اپنے عہد خلافت

ایسی بات پیدا کرنی چاہیے کہ باوجود اس موافقت ظاہری کے ائمۂ کرام کی مخالفت صحابہ سے قائم رہے اور مذہب تشیع کی جڑ مضبوط کیجاوے تب ایک نہایت ہی سچا اور صاف اور عمدہ دلچسپ اصول قائم کیا یعنی ظاہر کا باطن سے مخالف ہونا اور جھوٹھ بولنا مگر چونکہ یہ لفظ نہایت ثقیل اور مکروہ تھا اگر اوسی کو عقیدے مین داخل کرتے تو جو سنتا وہ اوس لفظ کے سنتے ہی نفرت کرتا اسلیے اوسکی حقیقت کو ایک خوبصورت اور خوشنما لفظ کے پردے مین ظاہر کیا اور جھوٹھ بولنے اور ظاہر سے باطن سے مخالف ہونے کا نام تقیہّ رکھا اور اسیکو سارے سوالون کا جواب اور کل شبہات و شکوک کا حلاّل ٹھہرایا مگر افسوس ہے کہ یہ نہ خیال کیا کہ صورت اصلی لباس سے بدل نہین سکتی اور حقیقت کسی شی کی الفاظ کی تبدیل کرنیسے اور کی اور نہین ہو سکتی جھوٹھ کا کچھ ہی نام کیون نہ رکھو جب اوسکے معنی کہو گے اوسکی برائی ظاہر ہو جاویگی خواہ نام اوسکا تقیہ کہو خواہ اوسے اصول دین مین داخل کرو شعر

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش	کہ من آن جلوۂ قدمے شناسم

اب غرضکہ تقیے کو اصول دین مین سے قائم کرنے کیلیے سند کسی امام کی چاہیے اس لیے کہ حضرات امامیہ اہل سنّت تو نہین ہین کہ جو قیاس و استحسان کو دین مین دخل دین خدا کے فضل سے اونکے سارے عقیدے اور کل اصول ائمۂ کرام کے فرمائے ہوے ہین اور اونکی احادیث کی کتابین ناصبیون کی طرح بے اعتبار تو نہین ہین کہ جو جس زید و عمرو نے چاہا احادیث نبوی کی تصحیح کر دی اور اونکا نام صحیح اور سنن رکھ لیا بلکہ حضرات امامیہ کے محدثین نے جو کتاب حدیث کی لکھی اوسکو لفظ بلفظ ائمہ کو سنا دیا اور جب اونکے حضور سے اوسکی صحت ہو گئی بلکہ جب ائمۂ کرام سے دستخط مہر کرا لی تب اوسکو جاری کیا تاکہ عمل لوگون کا ٹھیک ٹھیک امامون کا سا ہو پس اسواسطے تقیےّ کی تعریف مین امامونکی طرف سے حدیثین بنانا شروع کین اور نہ صرف اوسکے جواز پر قناعت کی بلکہ اوسکے وجوب اور اوسکی فضیلت مین ایسی حدیثین قائم کین کہ روزہ نماز کے ثواب بھی تقیے کے ثواب کے مقابلہ مین نیست و نابود ہو گئے حقیقت مین تقیہ کو ایک عمدہ اصول دین کا ٹھہرا لیا اور {التقیۃ دینی و دین آبائی} کی حدیث ائمہ کی زبان سے نقل کر کے تقیے کے منکر کو کافر بنایا یہانتک کہ صاحب نواقض الروافض نے غلطی سے لکھا کہ شیعی کہتے ہین کہ ابو بکر صدیقؓ تقیے کے سبب سے اسلام لائے تھے تو قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب مین نہایت خفا ہو کر کہتے ہین کہ یہ ایسی جھوٹا ہی کوئی شیعہ یہ بات نہین کہہ سکتا اسلیے کہ تقیہ ابرار اور پاک لوگون کا دین ہے کیونکر ممکن ہے کہ ابو بکر صدیق تقیہ کرتے اور پاک اور ابرارون مین داخل ہوتے غرضکہ تقیہ ابرارون اور امامون کا دین ٹھہرایا گیا اور تقیے کے صدقے مین سنیونکی دار و گیر سے کامل طرح پر نجات پائی سارے اعتراضات ناصبیون کے اور کل دلیلین اونکی خاک مین مل گئین بڑی بڑی فضیلت کی حدیثین امامونکی زبان سے شیعون کی کتابون سے

سنیون نے نکالین اور اپنے خلفاء کی بزرگی اور فضیلت پر سند لائے اور اپنے نزدیک شیعون کو لاجواب کرنا چاہا مگر ایک ایک ادنی طالب علم بلکہ جاہل شیعہ نے جواب دیا کہ یہ حدیث تقیے کے سبب سے امام نے فرمائی ہے اور بڑے بڑے متکلمین اور فقہا کو سنیون کے ایسی دلیل سے ایک ایک لڑکے نے چُپ کر دیا حقیقت مین جو فائدہ مذہب تشیع کو تقیے کے سبب سے ہوا ہے اور جو حفاظت اونکی اس روش سے ہوئی ہے وہ کسی دوسرے عقیدے سے نہین ہوئی ۔

کسی جاہل نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ تقیے کو تشیع سے وہ نسبت ہے جو تار برقی کو آہنی سڑک سے ہے کہ اگر تار برقی نہ ہو ریل کا چلنا بند ہو جاوے اور ایک گاڑی دوسری سے ٹکر کھا کر ٹوٹ جاوے درحقیقت تار برقی ہی سے گاڑیون کی حفاظت ہے اسی طرح پر تقیے کا حال ہے کہ اگر تقیے کا اصول مذہب تشیع مین نہوتا تو مذہب ہی خاک مین مل جاتا اور ایک قول کی دوسرے قول سے اور ایک فعل کی دوسرے فعل سے اور ایک حدیث کی دوسری حدیث سے بسبب تخالف اور تناقض کے مطابقت نہو سکتی اور سب کا جھوٹھ اور غلط ہونا کھُل جاتا پس نہایت ہی ذکی اور ذہین تھا وہ شخص جس نے مذہب تشیع کو ایجاد کیا کہ جھوٹھ کو جھوٹھ سے بچایا تقیے کی وہ گرم بازاری ہوئی اور اس عقیدۂ باطل کو ایسی رونق دی گئی کہ امام اول سے لیکر امام آخر الزمان تک سب کی زبان سے اوسکی فضیلت مین احادیث نقل کی گئین اور تقیہ کرنیوالون کے بڑے درجے مقرر کیے گئے شیعونکو تقیہ کی بدولت خدا نے سب آفتون سے بچایا اور تقیے پر ثواب کا وعدہ کرکے خدا نے اپنے شیعون پر بڑا فضل کیا کہ سنیون کے ساتھ گوشت پلاؤ کھاوین اور جبتک اونکے دسترخوان پر کاسہ لیسی کرین تب تک خوب چکنی چپڑی باتین زبان سے کہین اور اُن کی خوب لمبی چوڑی ثنا و صفت کرین اور خلفاء ثلثہ اور اصحاب کبار کی نہایت مبالغے سے تعظیم و عزت بجا لاوین اور ف۱ اِذَا لَقُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا کا مضمون ادا کرین اور جب گھر آوین اور خاص یارونکا مجمع ہو اور دروازہ بند کرکے دیکھ لین کہ کوئی منہم تو نہین ہے اوسوقت بمصداق ف۲ اِذَا خَلَوۡا اِلٰی شَیٰطِیۡنِہِمۡ قَالُوۡۤا اِنَّا مَعَکُمۡ اِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَہۡزِءُوۡنَ ۝ کے خوب قہقہے اوڑاوین اور اپنی دھوکہ دہی اور نفاق کی خود ہی تعریف کرین اور پھر تبرا کہنا شروع کرین ایک اپنے اوپر لعنت کرے دوسرا بیش بہا دے کہے اور بموجب احادیث و اقوال ائمہ کے دونون حالتون مین اپنے آپ کو مورد ثواب جانین سنی کے سامنے جو جھوٹھ اور نفاق کی باتین کہین اوسپر توبہ سبب تقیے کے اور گھر آکر جو تبرا کہا اوسپر بہ سبب لعنت کے ایک ایسے ثواب کے مستحق ہوے کہ جو ہزار نماز و روزہ مین نہ پاتے اور اگر خدانخواستہ کوئی گناہ ہوگیا تو پھر اوسکا بھی کچھ غم نہین اس لیے کہ مسئلہ طینت کا موجود ہے۔ سنیون کا روزہ نماز کیا ہوگا

ف۱ پارہ اول سورہ بقر رکوع ۱۲ ترجمہ جب ملاقات کرین مسلمانون سے کہین ہم مسلمان ہو ۱۲ موضح القرآن

ف۲ ایضاً ترجمہ جب اکیلے جاوین اپنے شیطانون پاس کہین ہم ساتھ ہین تمھارے ہم تو ہنسی کرتے ہین ۱۲ موضح

اوسکا ثواب اونھین تو مل ہی نہین سکتا اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ تو خدانے فرمایا ہی نہین ہی وہ بھی آخر
شیعون ہی کیواسطے ہی بس ایسے عقیدون پر اپنے مذہب کی بنا قائم کی اور اس الحاد و زندقہ کا نام
تشیع رکھا اور اپنے آپ کو مصداق فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ فَزَادَہُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ کا بنایا حقیقت
یہ ہی کہ ان اصول وعقائد کو دیکھکر آدمی کی عقل دنگ ہوجاتی ہی حیرت کی مہر سمجھ کے مونہہ پر لگجاتی ہی
دیکھنے والا حیران ششدر رہ جاتا ہی کہ الٰہی تشیع دین ہی یا الحاد یہ معاملہ کیا ہی کہ ایسے اصول
جن کی سفاہت کسی پردے مین چھپانے سے چھپ نہین سکتی اور ایسے عقیدے جنکی بیہودگی
خود اوسی سے ظاہر ہوتی ہی جسکے بطلان پر نہ کسی دلیل کی حاجت نہ کسی برہان کی ضرورت کیونکر ایک
ایسے فرقے نے قائم کیے ہین جسکو خدا نے آدمی بنایا ہی اور جسکو اورون کی طرح عقل بھی دی ہی اور پھر طرہ
یہ ہی کہ اون اصولون پر خوش ہین اون عقیدون پر نازان ہین اور اپنے آپ کو ائمہ کرام کیطرف منسوب
کرتے ہین اور اپنا بوجھ ذریات نبوی کے سر پر رکھتے ہین وحاشا جنابہم عن ذلک حقیقت مین ان کے
اصول وعقائد دیکھکر خدا کا یہ کلام یاد آتا ہی کہ لَہُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَہُوْنَ بِہَا وَلَہُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِہَا وَلَہُمْ
اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِہَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ہُمْ اَضَلُّ علاوہ تقیے کے ایک تقیے کی دُم بھی شیعون کے
اگلے بزرگوارون نے قائم کی تھی جسے اب حضرات شیعہ نے بسبب نہ ضرورت رہنے کے کاٹ ڈالا ہی اور
تقیے کو دم بریدہ کردیا وہ دُم کیا تھی بداء اسکا حال یہ ہی کہ جب حضرات امامیہ کے پیشوا اور اس مذہب
کے سرپرست ائمہ کرام کی خدمت مین جاتے اور بیٹھتے اور پھر باہر آتے تو اپنے اور یارون سے کہتے
کہ آج امام نے فرمایا ہی کہ اب بہت جلد سلطنت شیعون کو ملتی ہی اور چند روز کے بعد اونکی حکومت ہوتی ہی
اور جب وہ میعاد ہوجاتی کچھ ظہور کسی وعدے کا نہ ہوتا اور لوگ کچھ شبہہ کرتے تو وہ حضرت کہتے کہ امام نے
فرمایا ہی کہ خدا کو بداء ہوا ہی یعنی اب اوسنے وقت بدل دیا اور اپنی پہلی تجویز کو بدل دیا اور جب کوئی
امام کے سامنے اُن پیشواؤن کے حالات بیان کرتا تو امام اوس سے بیزاری ظاہر کرتے اور لعنت
کرتے اور قاتلہ اللہ وخذلہ اللہ فرماتے اور پھر کوئی شخص اون لوگون سے بیان کرتا تو بہت ہنستے
اور قہقہہ مارتے اور کہتے کہ امام نے خیرات نورہ کا تمھارے ساتھ عمل کیا ہی سننے والا حیران
رہتا کہ بھائی خیرات نورہ کیا ہی تب کہتے کہ تقیہ۔

غرضکہ جب کسی کو شبہہ ہوتا کہ ائمہ ونکو برا کہتے ہین اونپر لعنت کرتے ہین اونکو شیطان بتاتے ہین
تب اوسکے شبہے کو تقیہ سے دور کرتے کہ حضرت نے تقیہ کیا ہی تم نہین جانتے ہو تقیہ
ابرارون اور اماموں کا دین ہی خدا کے پاس جگہ فیامت مین صرف تقیے کی بدولت ملے گی اور

جب وہی حضرات کسی سے امام کی طرف سے کچھ وعدہ کرتے اور وہ وعدہ پورا نہ ہوتا تو کہدیتے کہ خدا کو بداء ہوا یعنی اپنی رای بدل دی اور جب کوئی کچھ شک کرتا تو کہتے کہ تم نہین جانتے ہو اس مین مصلحت تھی اور خدا کی مصلحت کو سواے خدا یا امام کے کوئی نہین جانتا اور کیا تعجب کرتے ہو بداء پر وہ ایک قسم نسخ کی ہی دیکھو شریعتون مین احکام خدا نے بدل دیئے اور ایک کو دوسرے حکم سے منسوخ کر دیا یا نہین بس چُپ رہو خدا کی باتون مین چون وچرا نہ کرو۔

جب بعض شخصون کو بہت ہی شبہہ ہونے لگا کہ وہ خدا کیسا ہی جو آج کچھ کہتا ہی اور جب وقت آتا ہی تب پورا نہین کرتا اور بداء کو نسخ سے کیا علاقہ نسخ تو یہ ہی کہ ایک حکم کسی وقت دیا اور کسی چیز کو کسی قوم یا کسی وقت کی ضرورت سے حلال کیا اور پھر اوس حکم کو کسی وقت وضرورت کے سبب سے بدل دیا اور حلال کو حرام کر دیا مگر یہ خدا نے نہین کیا کہ پیغمبر صاحب سے کوئی خبر کہی ہو یا کسی فتح کا وعدہ کیا ہو اور پھر اوسکو پورا نہ کیا ہو تو اگر امام نے یہ بات خدا کی طرف سے کہی ہوتی یا خدا نے اونسے یہ وعدہ کیا ہوتا تو ضرور وہ پورا ہوتا اس لیے اس شبہے کے دور کرنے کے لیے اون بزرگوارون نے دو لوحین قائم کین ایک لوح محفوظ دوسری لوح محو واثبات اور یہ کہا کہ خدا نے دو لوحین رکھی ہین اور سب کچھ اوسمین لکھدیا ہی جو کچھ ٹھیک ٹھیک ہونیوالا ہی وہ تو لوح محفوظ مین لکھا ہوا ہی اوسمین کچھ تغیر وتبدل نہین ہوتا دوسری لوح محو واثبات کہ اوسمین جو کچھ لکھا ہوا ہی خدا بدلتا رہتا ہی پس وہ فرق جو امام کے قول مین ہوا وہ بسبب لوح محو واثبات کے ہوا کہ اوسمین خدا نے پہلے کچھ لکھدیا پھر اوسکو محو کر کے دوسری بات لکھدی اور امام نے پہلی بات سے خبر دی تھی اونکو کیا معلوم تھا کہ خدا اوسکو بدل دیگا اور جب کسی نے یہ کہا کہ یہ بات سمجھ کے خلاف ہی اور دوسری لوح کے مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہی تب وہ جواب دیا جو مجتہد صاحب نے صوارم مین دیا ہی کہ {واز انجملہ[1] آنکہ ہر گاہ انبیا واوصیا خبر دہند از کتاب محو واثبات وبعد ازان خبر دہند بخلاف آن بندگان را واجب باشد اذعان نمودن بآن وچون این اذعان بر نفس بسیار دشوار ست موجب مزید اجر آنہا گردد۔ فان افضل الاعمال احمزہا وبہا یمتاز المسلمون الذین فاضوا بدرجات الیقین عن الضعفاء الذین لیس لہسم قدم راسخ فی الدین} کہ یہ بات کہ ایک دفعہ انبیا اور اوصیا کچھ بات فرماوین اور پھر اوسکے برخلاف بندون سے کہین اوس کا بھی یقین کرنا واجب ہی اور اسی یقین کرانے کے لیے خدا نے دوسری لوح محو واثبات قائم کی ہی اور چونکہ ایسا یقین نفس پر بہت دشوار ہی اس لیے موجب زیادہ ثواب کا ہی اس لیے کہ جو عمل سب سے زیادہ ترش ہوتا ہی وہی سب سے افضل

[1] عبارت صوارم مطبوعہ مطبع ... کلکتہ سنہ ۱۲۱۵ھ صفحہ ۹۰ سطر ۱۲ متن

اور اسی سبب سے مسلمان اوروں سے ممتاز ہوے ہین اور ایسی ہی باتون پر یقین کرنے سے یقین کے درجات پر پہونچے ہین اور اون لوگون سے جو کہ دین مین راسخ اور مضبوط نہین ہوتے جدا ہوتے ہین غرضکہ بداء پر یقین کرنا باعث ہزارون درجات اور ثواب کا ٹھیرا اور اوسپر یقین نکرنا نقص ایمان کی دلیل ٹھہرا بلکہ بداء کو خدا نے اسی واسطے تجویز کیا ہی کہ اوس پر یقین اور شبہہ کرنے سے ایمان کا امتحان ہو۔

اب خیال کیجیے کہ حضرات شیعہ کے بزرگوارون نے کس خوبی اور کس ہوشیاری سے دین کے اصول قائم کیے ہین اور کیا کیا اچھے عقیدے تجویز کیے ہین اس بداء کے حقیقی معنی سے گو مجتہد صاحب نے صوارم مین بظاہر انکار کیا مگر جو کچھ اونھون نے لکھا اوس سے اور زیادہ ثبوت ہوا چنانچہ اس شبہے کو کہ ائمہ کرام اوس بات کا جو ہونیوالی نہ تھی کیون وعدہ کیا کرتے تھے کس خوبی سے رفع کرتے ہین حضرت قبلہ وکعبہ صوارم مین فرماتے ہین کہ { وازانجملہ اینکہ این اخبار موجب تسلیہ مومنین کہ انتظار فرج اولیاء اللہ وغالب شدن حق می کشندمی شود چنانچہ انیمعنے درباب قصۂ نوح ودرباب فرج اہل بیت مروی گشتہ چہ اگرازاول شیعیان راخبرسیدادندانہارا باینکہ ممکن ست کہ حاصل شود فرج آل محمد عنقریب منظور ازین اخبار آن بود کہ تا شیعیان بردین خود ثابت بمانند وبرانتظار کشیدن شاب شوند وبعد ازینکہ جناب مولانا مجلسی درباب تائید این احتمال ومناسب این مقال دوسہ روایت ذکر نمودہ گفتہ فمعنی قولہ علیہ السلام ماعبداللہ بشئ مثل البداء این ست کہ ایمان ببداء از اعظم عبادات قلبیہ ست بجہت صعوبت آن ومعارض بودن آن بوساوس شیطانی وبجہت آنکہ اقرار ببداء درحقیقت اقرار ست باینکہ لہ الخلق ولہ الامر واین کمال توحید ست ویا معنی این حدیث این ست کہ اعظم اسبابی وداعی ست بطرف عبادت جناب رب العالمین انتہی } حقیقت یہ ہی کہ جیسا کلمہ حق اور سخن راست جناب قبلہ وکعبہ اور ملا باقر مجلسی نے یہ فرمایا ہی اپنی ساری عمر مین دوسرا کلمہ ایسا سچ زبان سے ارشاد نہ کیا ہوگا جو کچھ ان بزرگوارون نے فرمایا اوسپر دل سے اونکا تشکر کرنا چاہیے کہ صاف صاف کہدیا کہ اگر امام شیعون سے جھوٹے وعدے نہ کیا کرتے اور اُن کو وعدون پر نہ ٹالا کرتے تو اکثر شیعہ دین سے پھر جاتے اور مذہب پر ثابت قدم نہ رہتے پس ایسی دورنگی باتون کے کہنے سے یہ غرض تھی کہ لوگ شیعہ بنے رہین ورنہ اگر ایک ہی دفعہ امام کہدیتے کہ ہزار دو ہزار برس تک شیعون کو غلبہ نہوگا تو بس ناامیدی سے شیعون کی جان ہی نکلجاتی اور مایوس ہوکر گھر بیٹھ رہتے اور خاک پاک کا کنٹھا اور عقیق کی انگوٹھی اور سجدہ گاہ امام کے دروازے پر رکھکر سب کے سب جنیت ہوجاتے ہان جو خاص خاص باایمان شیعی تھے

مثل حضرات زرارہ اور ہشام اور شیطان الطاق وغیرہ کے وہ یکہ و تنہا بے یار و یاور رہ جاتے ہیں اوس جماعت کو جو صرف جھوٹے وعدون پر دنیا ملنے کے دام مین زرارہ وغیرہ کے پھنس گئے تھے ایسے ہی جھوٹے وعدون سے حضرات زرارہ وغیرہ نے درہم برہم نہونے دیا اور اپنی ہوشیاری سے ضرورت وقت کے مناسب فوراً ہی ایک عقیدہ نیا اور ایک اصول جدید بنا لیا اور امام علیہ السلام کیطرف منسوب کردیا ورنہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور بداء کو خدا کیطرف منسوب کریگا قیامت تو یہ ہے کہ فقط منسوب کرنے ہی پر کفایت نہ کی بلکہ موافق اپنی عادت کے کہ جس بات کو شروع کیا اوسکو انجام تک پہنچا دیا اس مسئلۂ بداء کی وہ فضیلت بیان کی کہ آخر امام کیطرف منسوب کردیا امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ {فا عتبد الیہ بمثل البداء} کہ جیسی بداء کے سبب سے خدا کی عبادت ہوتی ہے ایسی کسی دوسرے سبب سے نہین ہوتی سبب اسکا ظاہر ہے کہ جب شیعون سے کہدیا کہ بہت جلد تمکو سلطنت ملتی ہے اون بیچارون نے دنیا کی طمع مین حضرات زرارہ وغیرہ کے حضور مین حاضر باشی شروع کی خاک پاک کی سمرنون اور چٹائی کی جانمازون اور مٹی کی سجدہ گاہون کو لیلیا اور خوب رگڑ رگڑ کر پیشانیون کو داغا اور مضمون فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ کا ادا کیا جب وعدہ پورا نہوا اور دن گذر گئے اور کچھ ظہور نہوا تب مایوس ہو کر زرارہ وغیرہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا اوس نے ادھر اودھر جا کر دو چار روز کے بعد کہدیا کہ امام فرماتے ہین کہ خدا کو بداء ہوا یعنی اوس نے وقت بدل دیا مگر تم پھر عبادت کرو اور خوب تبرے کہو اور اپنے اوپر لعنت بھیجو دیکھو بہت جلد خدا ترقی دیتا ہے غرضکہ اسی طرح پر چند احمقون بیوقوفون کو اپنے دام تزویر مین رکھا کبھی تقیے سے بہکایا کبھی بداء کہکر دم مین رکھا کبھی طینت کا مسئلہ ملا کر اونکو خوش کردیا یہ کرتے کرتے آخر دین محمدی مین رخنہ ڈال ہی دیا اور ایک فرقہ کو اپنا ساتھی کر لیا پس ہوا جو کچھ کہ کرانیوالا تھا اور بگڑ گیا دین جیسا کہ اوس نے سمجھا تھا فقد استحوذ علیہم الشیطان و استغواہم الطغیان

وکل احدٍ منہم بعاجل حظہ مشعوفا	فصار یری المعروف منکرا و المنکر معروفا

غرضکہ اے حضرات شیعہ تم اپنے مذہب کے اصول و عقائد پر غور کرو اور اوسکے حسن و قبح کو دیکھو اور اگر پھر بھی نہ سمجھو تو خیر اختیار ہے تقیہ کرو رجعت کی امید پر بیٹھے رہو بداء کا الزام ذات باری پر لگاتے رہو طینت کا مسئلہ یاد کرکے خوب سوق و ذوق سے گناہو مین مصروف ہو سو اسلئے کہ جتنے سنی اگلے پچھلے گزرے ہین اور جتنی عبادتین اونھون نے کی ہین وہ تو آخر تمھین کو ملینگی اور آخر تمھارے گناہون کا بار تو ہمکو اوٹھانا ہی پڑیگا بس پھر عبادت کی محنت اوٹھانی اب تمکو فضول ہے مصرع

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

تقریظ دلپذیر چکیدۂ خامۂ ناظم رنگین خیال نادر عدیم المثال سیاح بحر زخار نکتہ دانی گلچین بوستان ارباب بیان وبدائع ومعانی بزمرۂ شعرائے ہمعصر فائق محمد مرتضی بیگ عرف مرزا اچھو بیگ عاشق حرسہ اللہ تعالی

سبحان اللہ پاک ہے وہ بے نیاز جسنے اپنے حبیب کے خادم جان نثارون کی شان مین رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ارشاد فرماکے انکا مرتبہ ظاہر کیا۔ اور ہر مخالفین کے حق مین ختم اللہ علی قلوبہم الخ کے اشارے سے اچھے برے کو علیحدہ کردیا۔ سچا ہے وہ نبی جسنے افضل الناس بعد النبی الخ کی حدیث سے ترتیب خلافت وفضیلت بیان کردی۔ ہٹ دھرمی کا ذکر نہین حق شناسون کیلیے کوئی بات شک وشبہ کی باقی نہی سب سے بڑھکے تو یہ کام کیا کہ اپنے سچے دین کی حفاظت کا پورا پورا وعدہ خدا سے لے لیا اسوقت کسی بزرگ کا یہ قول ورد زبان ہے باقی یہ داستان سے

وصل علی شافع المذنبین -
الٰہی و یا احکم الحاکمین
فصل علی آلہ الطاہرین
الٰہی و یا اکرم الاکرمین
وصل علی صحبہ الصالحین
فصل علی سید المرسلین
بعد حمد خدا و نعت پیمبر و رابط

بندۂ سراپا خطا محمد مرتضی عاشق آل نبی خادم اصحاب محمدی حق شناسون کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ کیون حضرات انصاف کیجیے دین محمدی کی بھی کیا مضبوط بنا ہے کہ ابتدا سے تا ایندم بلکہ تا بقاے عالم۔ دشمنان خدا نے کیسا کیسا چاہا اور چاہتے ہین کہ اس چمکتے ہوئے چراغ کو پھونک پھونک کے بجھائین۔ حق ناحق آتش افروزی کرکے شعلہ فساد بھڑکائین لیکن وہ قدرتی نور سبحان حق طرح اور سوا تجلی دکھاتا ہے ذرا دال نہین گلتی اوسی کوکے سے خود اونھین کا دل جل کے سارا حوصلہ پست و خود شکستہ ہوجاتا ہے جال گیا ہے کہ زبان ہلائین او رمنہ کی کھائین۔ ادھر ذرا گردن اوٹھائی ادھر سرکی ہوئی قدرتی سکندری کھائی جہان جا کے قدم دھرے کے چلے کہ چوٹ کرے دون کی لیتے ہی چھکے چھوٹتے ہین۔ رنج والم سے ماتم کے بہانے سینہ کوٹتے ہین۔ یون تو صدہا برس سے کیسی کیسی قلعی کھلی ساری شیخی کرکری ہوئی لیکن اس ہنگام مین کہ اخیر زمانہ دنیا کی فکر دوزخ کے دھندے سے نجات ہی نہین عاقبت کا خیال کہ ہیا قیامت کا قرب چودھوین صدی ابھی سے نفسی نفسی کا ترجمہ اپنی اپنی پڑی ہے۔ دینیات کا علم پھر اوسمین کمال بالکل خواب و خیال ہے۔ جوبات ممکن ہی نہین محال ہے۔ لیکن یہ فقط ہماری خام خیالی ہے مردان خدا سے اب بھی کب خالی ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی معاینہ کتاب لاجواب جزو دوم آیات بینات تصنیف عالم علم معقول ومنقول جامع دین ودنیا سرآمد متکلمین۔ سلطان المناظرین۔ واقف اسرار خفی وجلی عالیجناب والا خطاب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خان صاحب بہادر منیر نواز جنگ معتمد پولٹیکل فنانس سرکار آصفی۔ سے ہوتی ہے۔ اللہ اللہ کس متانت کی تقریر کس زور شور کی تحریر ایک دریا ہے کہ موجین مارتا ہے۔ نمونۂ قدرت خدا ہے تائید غیبی نہین تو کیا ہے ایسی کثرت کا رد بسیق اوجتا مین جو بات ہے شرح وبسط کے ساتھ حتی الوسیع کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑا مخالف ہی کے قول سے منکرین کے زعم باطل کو توڑا ہے عبارت کی پاکیزگی پر دو دو پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ مناظرے مین باوجود سخت کلامی مدعی اپنی تہذیب ہاتھ سے نجانے دی ادب سے کام لیا ہے سحر بیانی اسکا نام ہے کہ شیرین زبانی کی میٹھی چھری سے دشمن کا کام تمام ہے

ماشاءاللہ زور قلم کی ادنی سی یہ ایک بات ہی-جس وادی مین قدم رکھا میدان اپنے ہاتھ ہی-لطف تو یہ کہ جو دعوی ہی با دلیل-با این ہمہ مطالب کثیر و عبارت قلیل جو بات ہی لاجواب-جو فقرہ ہی انتخاب-بلاغت ایسی کہ ذرا سا نکتہ ایک دفتر فصاحت کا بیان طاقت بیان سے باہر-خدا شاہد یہ طرز تحریر بہت مشکل ہی معقولیت کے یہ معنی کہ دشمن اپنے ہی قول سے قائل ہی-حافظہ وہ کہ سارا علم مناظرہ ازبر-نگاہ اتنی وسیع کہ دشمن کا کتب خانہ پیش نظر-یہ فقط کرامت صحابۂ کرام ہی-نہین یہ اعجاز رقمی انسان کا کام ہی-جیسا دل چاہتا ہی ویسی پوری تعریف اس مختصر مین کب ہو سکتی ہی-ساتھہی اُس شخص کی محنت و جانفشانی کی تعریف کرنی چاہیے جس نے اسکے چھاپنے اور شائع کرنے مین کوشش کی ہی-خاص فائدہ عالم و عقبی کا نیک کام سمجھ کے نہ کسی طمع و لالچ سے وہ کون یعنی جوان صالح فخر خاندان حافظ قرآن حبیبی و شفیقی حافظ عبد الواحد خان خلف الصدق برگزیدۂ خدا پابند شریعت مصطفی درویش صفت و فرشتہ خصلت وحید الزمان جناب محمد عبد الواحد خان صاحب مالک و مہتمم مطبع مصطفائی جانشین جنت مکان محمد مصطفے خان اسکنہ اللہ فی فردوس الجنان-پہلی جلد باجازت حضرت مصنف ۱۳۰۰ہجری مین دوبارہ چھپوا کے شائع کی جو حضرات شائقین علم دین کی نظر سے گذری ہوگی-دوسری جلد یعنی جزو دوم کے لیے کیسا کیسا اہتمام کیا زمین و آسمان ایک کر دیا لیکن کسی طرح وہ نسخہ دستیاب نہوتا تھا بارے جناب مخدومی و مکرمی منشی سید محمد ممتاز علی صاحب پیشکار کلکٹری بنارس رئیس قصبہ سندیلہ ملک اودھ نے بہزار کوشش و جہد جناب منشی سید برکت علی صاحب سررشتہ دار کمشنری بنارس پنشن یافتہ سرکار سے جنکے پاس ایک مسودہ کتاب کا دستی حضرت مصنف کا تھا حاصل کیا اور نقل و اصل دونون نسخے حافظ صاحب موصوف کے نام روانہ کیے اب اس محنت کو دیکھنا چاہیے کہ حافظ صاحب موصوف نے بعد نظر ثانی و اجازت مصنف بصحت بکمال صفائی و پاکیزگی سے طبع کیا در حقیقت جیسی محنت حضرت مصنف نے اسکی تصنیف مین کی ہی-اوس سے کسی قدر کم حافظ صاحب موصوف کو بھی مشقت کرنی پڑی ہی شکر ہی خدا کا جسنے اوس محنت کی راحت دی اور دوسری جلد بھی چھپ گئی-اب خدا سے دعا ہی کہ اسکے مصنف اور جن سے یہ نسخہ دستیاب ہوا وہ اور جس نے بہزار کوشش اسے چھاپا او شائع کیا ہی ان سب کے لیے

	عمر و اقبال و آبرو ہو زیاد		بمحمد و آلہ الامجاد	

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ دوسرا جزو آیات بینات کا مؤلفہ نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خان صاحب بہادر منیر نواز جنگ معتمد پولٹکل و فائنس سرکار عالی ریاست حیدر آباد دکن صانہ اللہ عن الشر والفتن جسکا مسودہ مؤلف نے بروقت روانگی حیدر آباد دکن کے جناب منشی سید برکت علی صاحب سررشتہ دار کمشنری بنارس کے حوالے کر دیا تھا اب اوسکی اجازت حافظ محمد عبد الواحد خان نے حاصل کر کے رجسٹری کرائی اور انکو

مطبع مصطفائی مین طبع ہوا

[illegible] بموجب قانون [illegible] ۱۸۶۷ع [illegible] رجسٹری کرائی گئی [illegible] بلا اجازت مؤلف کے [illegible]

ں بناپر اکثر علماء نے چہل حدیثین لکھین حتی کہ چہل حدیثون کی تعداد ہزارون تک پہونچ گئی ۔۔ یہ چہل حدیث امام ربانی
د الف ثانی کی جمع کی ہوئی ہی بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیثین صرف نماز و روزہ کے متعلق جمع ہین ابتک طبع نہوئی
ھی اسکا ترجمہ کر کے نہایت اہتمام سے طبع کیا ہی اصل عربی پر اعراب ہین بین السطور مین ترجمہ ہی ۔ اس قابل ہی کہ ہر مسلمان
ﺒﯿﺢ کو ورد رکھے ۔ قیمت ۔۲ ر دس جلدون کے خریدار سے صرف عہ ،

نصاف مصنفہ مولانا شیخ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۔ جسقدر فقہی اختلافات امت مرحومہ
ین ہوے سب کے وجوہ و اسباب ایسی عمدہ تقریر سے بیان کیے ہین کہ پوری تشفی ہوجاتی ہی ۔ سیکڑون کتابون
کے دیکھنے سے وہ نتیجہ نہ حاصل ہوگا جو اس عبارت سے حاصل ہوتا ہی قیمت ۶ ر ۔ ۳ جلد کے خریدار سے عہ ،

ترجمہ تاریخ طبری عربی کی یہ قدیم و مستند تاریخ ابتک نادر تھی ترجمہ کا تو خیال بھی نہ آتا تھا ۔ بحمد اللہ کہ اس
تاب کا ترجمہ شروع ہوگیا پہلی جلد کامل موجود ہی جسمین آغاز آفرینش سے حضرت موسی علیہ السلام تک کے حالات ہین قیمت عہ

تحقیق المسائل الاربعین مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان مین جو مسائل مختلف فیہ ہین ۔ انکا نہایت
عمدہ فیصلہ اس مختصر اور جامع کتاب مین موجود ہی علاوہ اسکے اجماع و قیاس کا حجت شرعی ہونا مجتہد اور اجماع کی
تعریف اِن کے اقسام ائمہ اربعہ کی تقلید کی حکمت مذہب حنفی کے وجوہ کی ترجیح چار مصلون کے طعن کا جواب تقلید کا
آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ افعال صحابہ علما و فقہا و غیرہم سے ثبوت آخر کتاب مین ایک قابل قدر رسالہ بھی ہی پوری
کیفیت دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہی قیمت ۱۴ ر ۔ ۵ جلدون کے خریدار سے صرف عہ ،

مطرقۃ الکرامہ رد شیعہ مین بے نظیر کتاب ہی اسکے دیکھنے کے بعد مذہب شیعہ کی پوری حقیقت معلوم ہوجاتی
ہی اہل سنت کے خالص عقائد کا ضروری علم اچھی طرح حاصل ہوجاتا ہی استدلال کی متانت اور شیعونکی عجیب و غریب
روایتون کا لطف دیکھنے پر موقوف ہی تھوڑے نسخے رہگئے ہین قیمت ۸ ر چار جلدون کے خریدار سے فی جلد ۶ ر

المنطق سلیس اردو مین علم منطق کی اصطلاحات کا حل مبتدیون کے لیے بکار آمد چیز ہی ترتیب و طرز ادا جدید
اکثر مثالین فقہ و کلام کے مسائل سے دی ہین قیمت ۲ ر

الفلسفہ قدیم یونانی فلسفہ سے واقف ہونے کے لیے بکار آمد رسالہ ۔ قیمت ۲ ر

مقدس بشارات جسمین توریت و انجیل و صحف انبیاے سابقین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
صاف و صریح بشارتین نقل کی گئی ہین ۔ قیمت ۲ ر

اسکات المعتدی اُن سوالات کا مجموعہ جو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سے کیے گئے تھے جن کے
جوابات سے وہ اور ان کی جماعت عاجز رہی عجیب نفع بخش سوالات ہین ۔ قیمت صرف ۲ ر

ملنے کا پتہ مولوی محمد عبد الشکور صاحب مہتمم النجم (دفتر النجم) عمدۃ المطابع لکھنو

اعلام

ناظرین انصاف بین پر پوشیدہ نہین کہ کتاب مستطاب
کاشف الحق والصواب من تصانیف نکتہ سنج دقیقہ یاب حکمت و دانش
مآب عمدۂ اولی الالباب جناب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید
محمد **مہدیعلیخان** صاحب بہادر منیر نواز جنگ معتمد پولٹیکل و فنانس سرکار عالی
ریاست حیدرآباد دکن کہ جسکے تیس حصے ہین چنانچہ پہلے حصہ **آیات بنات** کا
جزو اول باجازت مصنف سنہ ۱۳۰۲ہجری مین قبل اسکے رجسٹری کراکے چھپوایا تھا اور قیمت اسکی ایک روپیہ آٹھ آنہ
رکھی تھی کثرت شایقین سے ایسا ہاتھون ہاتھ فروخت ہوگیا کہ اب پھر نوبت طبع کی ہوگی بالفعل اُسی پہلے حصے کا دوسرا
جزو جسمین بیان فضائل صحابہ کا تمام ہوا اور پہلا حصہ کامل ہوگیا احقر نے بحصول اجازت ثانی کتاب کامل مصنف
ممدوح کے نہایت اہتمام سے صحت و صفائی کے ساتھ عمدہ و صاف کاغذ پر رجسٹری کراکے مطبع مصطفائی
مین باہتمام جناب معلی القاب والد ماجد محمد **عبدالواحد خان** صاحب دام ظلالہم خوشخط چھپوایا اور باوجود
اس عمدگی کے قیمت اسکی کم رکھی انشاء اللہ تعالی باقی کے حصے بھی اسی طرح بشرط دستیابی بتدریج
یکے بعد دیگرے بعنوان شایستہ چھپ کر ملاحظۂ ناظرین مین آئین گے امید کہ کوئی صاحب
بغیر اجازت مصنف علام کے اسکو نہ چھپوائین قصداً لنفع کے لالچ مین نقصان
نہ اُٹھائین والا ہمین کیا اگر خلاف قانون کرین گے تو خود اُنھین کو
لینے کے دینے پڑین گے ع بر رسولان بلاغ باشد و بس ۔

الراقم
محمد عبدالواحد خان عفی عنہ